مجلدات اودھ پنچ بابت سنہ ۱۹۳۰ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں۔ یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت و سیاست سے مالا مال ہیں۔ ہر کتاب خانے میں محفوظ رہنے چاہئیں۔ اس کے علاوہ دیگر سنین ماضیہ کے بھی مکمل فائل برائے فروخت موجود ہیں فرمائش بھیجئے۔ قیمت فی جلد ۱۲ روپے۔

اودھ پنچ ہر دلعزیز پرچہ ہے۔ آپ اشتہار دے کے فائدہ اٹھائیے

"منیجر"

توجہ طلب شرطیں

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس کی تقلید کرتے ہیں اور گرچہ کبھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی صائب ہے رو سے رعایت کمتر یعنی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات، اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھئیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کیجائیگی یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لئے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کروالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا معلوم نہیں [illegible] ہے۔

(۴) یہ تو ہم نہیں کہنے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گم ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد پانچ چار خطوط منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو تقاضے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے لیکن اس عادت کا علاج یہی ہے گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا خوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص [illegible]

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ تعمیل میں دیر ہوگی [illegible]

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

"اوہ! آسمان کے تارے توڑ لانے پر بھی جیسے منگدہی رہے گا گے اور ناچ کے ! ذرّوں کو رجھاتی ہوں میں"

ضروری التماس

جن حضرات کی مدت خریداری ماہ حال میں ختم ہو رہی ہے ان کی خدمت میں اطلاعی خطوط روانہ کر دئیے گئے ہیں مہربانی فرمائیے اور مزید قیمت ذریعہ منی آرڈر بھیجکر احسان فرمائیے جن احباب کے منی آرڈر نہ موصول ہونگے اور نہ کوئی اطلاع آئیگی اُنکے نام وی۔پی بھیجدئے جائینگے اُنمیں ادارہ ہذا کو زحمت کے علاوہ نقصان کا بھی اندیشہ ہے لہذا منی آرڈر ہی بھیجنے کو ترجیح دیجئے ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء میں چند بقایادار بزرگوں نے وی۔پی کے نوٹس لیکر واگذاشت نہیں کرائی آپکی خدمت میں بھی خطوط بھیجے گئے ہیں ان سے بھی ملتجیانہ التماس ہے کہ نقصان کا لحاظ فرمائیے اور قیمت ذریعہ منی آرڈر بھیجدیجئے تو کیوں مبتلا کرکے ہرجہ حاصل کرنا اچھا نہ سمجھئے تو اچھا ہے۔ راقم مہر

مجبت ہوتے ہو کون رائے دے سکتا ہے اور کسے معلوم ہو سکتا ہے کہ نہ معلوم حکومت میں یہ تحفظات خلل ڈالنے والے نہ ہوں گے۔

ایک جانب علاوہ عبادو کملکنا کرنے والی جالیں حکومت عمل رہی ہو اور دوسری جانب ڈبکیاں اتنی چلتی ہیں کہ ہم بات کے معنی ہیں۔ سے مریض نقص میں مبتلا میں ہو وہ کیونکر بیان ملے؟

الیٰ اصول میں اگر ذرا بھی جان ہوتی تو سیاہ ملک یہ مرجانے یا مار ڈالنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوتا یا پولیس کی مدد اپنی بات منوانے کے یہی معنی لیے جا سکتے ہیں کر تہذیب نفس و تدبیر المنزل اور سیاست مدن کا خاتمہ ہو چکا۔ تہذیب نفس سے دنیا کو خود محبت ہوتی ہے وہ آرام سے پاؤں پھیلا کے سوتا ہے۔ اسے ہوائی جہاز پہ بیٹھ جان بچانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تدبیر المنزل جو قاعدہ ہوتا ہے اسکے گھر کا انتظام پولیس نہیں کرتی۔ سیاست مدن میں جسے مہارت ہوتی ہے وہ اچھے دلوں کو برے کرنا پسند نہیں کرتا۔

ہاے۔ لکھنے تو بیٹھی تھی اودھ پنچ کے لیے نئے سال کا مضمون۔ مگر پرانے دکھڑے نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تم نے لاکھ یہ کہہ کے عیب چھپایا کہ در حقیقت حکومت اور رعایا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے رعایا حکومت سے محبت کرتی ہے۔ چند فسادی اس محبت کے نلعت کو دوئی کی طرح تو رہے ہیں۔ مگر یہ عیب کسی طرح نہ چھپا۔ تمام رعایا کا دل اس پولیس بازی اور آرڈیننس سازی سے بدگمان ہے۔ بدگمانی کسی طرح نہ گئی۔ تم نے جو اور بہی لسیو ہی اتنی میں اپنے بھائیوں کو تسکین دینے کی کوشش کی ہے وہ خود بدگمانی بڑھانے والی ہے۔ تم کہتے ہو کہ یہ وہ حکومت جسے ملک معظم کی حکومت اور اکثر والیان ریاست اور باشندگان ملک کی حمایت حاصل ہے آسانی سے ہلائی نہیں جا سکتی۔ دوسرے یہ کہ لوگ اگر اپنی ذاتی شہرت کے لیے نظام حکومت الٹنا چاہتے ہیں تو انھیں معلوم رہنا چاہیے کہ وہ اپنے سر پر بڑی ذمہداری کا بوجھ اوڑھ رہے ہیں۔ میرے بیگانہ دوست لاٹ صاحب یہ اقوال دانشمندی سے بہت دور ہیں تم یہ کہو گے تو میں کہوں گی کہ شکوہ۔

جن لوگوں کو شہرت کا سہرا سر پر بندھنا منظور تھا ان کی شہرت ....

اچھی طرح ہو گئی چنانچہ جن لوگوں کو تم نے برس برس کے دن جیل خانے بھیجا ہے انکو ہندوستان کی سرزمین کا ایک ایک ذرہ جانتا ہے خالی ہندوستان ہی نہیں بلکہ روم روس پیرس شہر افریقہ جہاں سے کالی مرچیں آتی ہیں) امریکہ یعنی نئی دنیا۔ اٹلی۔ فرانس۔ جرمن کوئی ملک ایسا نہیں جہاں انکا نام مشہور نہ ہو چکا ہو۔ اور اب تو تم نے نئے قسم کی لڑائی کا سہرا بھی باندھ کے انکی شہرت کا اور بھی حدود وطن سے بڑھا دیا ہم یہ بتا دیا۔ انھیں خود اپنی بلند نامی کے اسباب فراہم کرنے کی ضرورت

۱۹۳۲

کشتگان ورود مبارک

(منظر فسانہ نگار)

آرڈیننس

”ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات“

بھی نہیں ہوئی وہ ”ذمہ داری“ کو بھی محسوس کرتے ہیں اور حکومت نے خود انھیں اپنی حرکتوں سے یقین دلا دیا ہے کہ مطالبات میں کسقدر صحت ہے۔ تم گھروں میں بیٹھے چیختے رہے تو ہم نے پروا نہ کی۔ تم نے قلم اور کاغذ کے ذریعہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا تو ہم نے اس کان سنی اس کان اڑا دی آخر تم گھروں سے نکل پڑے۔ تو ہم نے بھی کروٹ بدلی اور پوچھا کہو کیا کہتے ہو؟۔ اب یہاں تک ہوا کہ ہم نے مفاہمت کی ضرورت محسوس کی۔ اور اتنا قبول کر لیا کہ ہاں ایک نظام جدید کی ضرورت ہے جو سو سکھے دھالوں پانی پڑ جانے“ یعنی اب تک ہندوستان اپنی ذات پر غیر ذمہ داری کے ساتھ حکومت کر رہا تھا“ کیا؟ عملاً دعوے تسلیم کر لینے کے بعد ”بڑی ذمہداری یا چھوٹی ذمہداری کا بار ان پر عائد ہوا یا حکومت وقت پر؟۔ آخر گول میز یا چکر گھنی کا نام ہی کیوں درمیان میں آیا؟ کیا یہ ان گرفتاروں کے دعوے نہ تھے بلکہ تمہارے مشہور کیے ہوئے اور بنائے ہوئے لیڈروں کے دعوے تھے؟۔

تمہارے بنائے ہوئے لیڈر تو ہرگز اپنی بھیک میں مانگی ہوئی طفیلی شہرت سے ملک میں امن امان پیدا نہیں کر سکتے۔ جو بڑے بڑے خواب میں دیکھ رہی ہوں ان کا ماحصل تو یہ ہے کہ ایک طرف عام رعایا سر کٹوانے پر تلی ہوئی ہے دوسری طرف تمہاری پولیس یا فوج شمشیر بدست اور یہ طفیلی مشاہیر خواہ مخواہ کے سیٹھ بنے لڑائی بھڑائی یا گھروں کا دروازہ بند کئے بیٹھے ہیں

”ارے کوئی چھپا دو۔ مزدورو آؤ۔ ارے دہائی“ کی صدائیں انکے منہ سے نکل رہی ہیں۔ یہ اپنی ذات بچا سکتے ہیں نہ سرکار کے کام آ سکتے ہیں۔ دیکھ لینا ان کی ذمہداری کی انتہا یہیں تک ہو سکتی ہے۔

اب لو پہلی بات کا جواب جس سے بدگمانی بڑھی۔ کہ والیان ریاست خود ہی درماندے ہیں شفاعت کس کی کرینگے۔ حکومت نے انھیں فوج نہ رکھنے دی یعنی انکی فوجی طاقت کبھی نہ بڑھنے دی۔ روپیہ ادھر میسر ہوا ادھر یا تو مانگ لیا یا خود انھوں نے ولایت میں جا کے اڑا دیا اور گھروں میں بھی تعلیم کی طرف سے انکی رعایا بالکل کوری

ہی نہ رہی۔ جہاں حکومت انگریزی کا نام زبان پر آتا ہے بطریق لزوم ذہنی یا ہمیشہ یا آزاد یا انصاری“ کا نام بھی دل خود بخود بول اٹھتا ہے۔ گو انکے مقابلے میں بڑی کوشش کر کے۔ سر اقبال سر محمد شفیع اور ایسے ہی چند ہندو خوشامد خوروں کا نام بانس پر چڑھایا گیا مگر امید نہیں کہ انھیں ”لزوم ذہنی“ کی نعمت کبھی حاصل ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ شہرت حاصل کر چکے انھیں اب شہرت حاصل کرنے کی چاٹ نہیں ہو سکتی کم از کم وہ تحصیل حاصل کا مفہوم تو سمجھتے ہیں۔ جو لوگ ہتھیلی پہ جان لیے پھرتے ہیں انھیں شہرت کے اسباب ڈھونڈھنے کی ضرورت

اودھ پنچ
سنہ ۱۹۳۲ء
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
جلد

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جسنے سمجھ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے یا [illegible] ے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ [illegible] لکھنؤ

1932

REGISTERED No A, 783

مشہور باتصویر ظریف ہفتہ وار

LUCKNOW

OUDH PUNCH

اودھ پنچ لکھنؤ

قیمت پیشگی

سالانہ ۵

ششماہی ۳

M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW

ہماری شرطیں

(۱) اودھ پنچ میں برقی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے ہم جنسوں کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گر بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر مشغول نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گو ہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جنت رائے کی اصابت بھرے ہوئے ورعایت بکفہ اودھ پنچ نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات۔ اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کیجائیگی۔ یعنی چار روپیہ (۴؍) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہتے نہیں سیلئے کہ ڈاکیے صاحب ڈراتے ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گم ہو جاتا ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دولتخانے پر بنیاز مند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور انکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہو۔

نوٹ۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹپی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منہ میں پانی بھر آیا۔ شکار کی طبعی خصلت نے زور باندھا۔ اکتسابی اور تعلیمی عادت روگرداں ہوئی جھپٹ کے پنجے اور دانت کا وار کرتی ہیں تو چراغ کہیں تیل کہیں۔ بتی کہیں اندھیرا گھپ۔

موسیو پہید حکیم نے اس تماشے کے بعد جواب دیا۔ دیکھو دوست وہ عادت بھاگی طبیعت ظفریاب ہوئی یہ حکایت تو بے معمول مگر غور سے دیکھو تو حاکموں کے لیے ایک عمدہ سبق ہے۔ ہندوستان میں تم سے بڑا حاکم کون ہے؟ تمہیں کو غور کرنا چاہیے کہ انسان میں عقل کے ساتھ ہی ساتھ غصہ اور خواہش بھی ہے۔ اور میں کہہ چکی ہوں کہ یہ دونوں اس فکر میں رہتے ہیں کہ عقل کو زک دیں۔

نئے آرڈیننس بھی اسی گھات میں ہیں کہ ہندوستانیوں کی عقل کو زک دیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان مایۂ عقل و دانش تھا اور دور دور سے لوگ عقل سیکھنے یہاں آتے تھے اور عقلمند بن کے جاتے تھے دفعتہً پانسا پلٹا اور سا ایسا پلٹا کہ جو آیا ان کا اُستاد بن بیٹھا عرب آئے کچھ عادتیں اُنھوں نے بگاڑیں پٹھان آئے کچھ عادتیں اُنھوں نے بگاڑیں مغل آئے تو اُنھوں نے سر پہ چراغ جلایا۔ پھر تم لوگ داخل ہوئے تو سرے سے انکی طبیعت کو مغلوب کرتے ہوئے آئے۔ مگر تمہاری قوم ایشیائی نہ تھی جو زبان معاشرت اور خو بو کے اعتبار سے کوئی مناسبت یا قربت انکے ساتھ رکھتی ہو۔ تم تھے بالکل اجنبی تم نے اپنے مطلب

کامیاب

قسمت کو دیکھیے کہ کہاں سے گری پڑی
دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

مطلب رکھا انھیں تھوڑی گٹ پٹ سکھا کے خود انکی زبان سیکھنے کی زحمت اُٹھانے سے بچے۔ انگریزی زبان ہی وہ چوہیا تھی جس نے ہندوستانیوں کو بلی کی طرح سر پہ چراغ رکھ کے محفل روشن کرنا بھلایا اور طبعی کیفیت یاد دلائی ابتک تو یہ اسوجہ سے طبیعت کے مقتضیٰ کو صرف نہ کر سکے کہ قانون اسلحہ نے انکے پنجے اور دانت گھس دیے تھے مگر اب اگرچہ ہتیاروں کی آزادی میسر نہیں لیکن جو نسخے جان لینے کے یورپ والوں نے ایجاد کیے تھے وہ انھیں معلوم ہو گئے اسکے علاوہ ریل جہاز تار کی سہولت تمہاری قوم نے مالی فائدہ اُٹھانے اور دولت کھینچنے کے پھیلائی تھی اور لندن میں اعلےٰ تعلیم حاصل کرنے کی ڈھائی اسلیے قرار دی تھی کہ لوگ وہاں جائیں اور تمہاری قوم کو کرایے بھاڑے اور فیس کا نفع پہونچائیں مگر ہندوستانی طالب علموں اور سیاحوں کو ہوا راس نہ آئی یہ لوگ وہاں گئے اور طبعی آزادی کا سبق سیکھ آئے جو ہیاد رکھ لی منتو بلائی بنے رہنے کی عادت بھولے۔ شکار یاد آ گیا۔

حکیم سقراط نے بدزبان اور بدصورت عورت سے اسلیے شادی کی تھی کہ غصے کے ضبط کرنے اور صبر سے کام لینے کی عادت پڑے کیونکہ طبیعت کی اصلاح عادت سے ہو جاتی ہے۔

حکیم افلاطون صوری کے حال میں لکھا ہے کہ جاہلوں کو مزدوری پہ بُلاتا اور

اطلاعنامہ بنام دائنان نسبت تعین تاریخ سماعت درخواست دیوالیہ

بعدالت جناب بابو جتیندر ناتھ رائے صاحب جج بہادر خفیفہ مقام لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۱۶۶ سنہ ۱۹۳۱ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی بھیروں ولد چھبّا ناتھ قوم نجار ساکن نیبی تھانہ حضرت گنج لکھنؤ سائل

نام جملہ قرضخواہان

ہرگاہ کہ مسمی بھیروں نے عدالت ہذا میں بذریعہ عرضی مورخہ ۴ ماہ نومبر سنہ ۱۹۳۱ء درخواست کی ہے کہ وہ حسب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے اور تمہارا نام فہرست دائنان میں جو مدیون مذکور نے داخل کی ہے پایا جاتا ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ عدالت نے تاریخ اٹھائیس ۲۸ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء واسطے درخواست مذکورۃ الصدر اور لینے بیان مدیون کے مقرر کی ہے۔ اگر تم کچھ اس معاملہ میں پیروی کرنا چاہتے ہو تو اصالتاً یا بذریعہ وکیل جو حال مقدمہ سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو حاضر ہو۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری دفتر ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ (شرائط) اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱ - قاعدہ ۶۶)

بعدالت سب جج مقام بدایوں ضلع بدایوں۔
مقدمہ نمبر ۱ بابت سنہ ۱۹۳۱ء
باجلاس مولوی ضیاء الاسلام خاں صاحب بہادر سب جج بدایوں

والجینہ ... ... ڈگریدار

بنام

مسماۃ کوشلا کنور وغیرہ مدیونان

بنام مسماۃ کوشلا کنور بیوہ موتی رام برہمن ساکن برا سان پور پرگنہ سرسی تحصیل انولہ ضلع بریلی وارد حال آگرہ یونیورسل ہسپتال سکنڈری سڑک آگرہ۔ بر مکان پنڈت دوارکا پرشاد ادیادھیا سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول آگرہ مدیون ڈگری

چونکہ مقدمہ مندرجہ عنوان دائندہ ڈگریدار نے واسطے نیلام جائداد مرہونہ کے درخواست گزرانی ہے لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۸ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

نوٹس ... آنند ... بعدالت سب ... مقدمہ ... باجلاس ... بہادر سب ... ڈگریدار ... مسماۃ ... بنام ... پرگنہ ... وارد حال ... اسکول ... چونکہ ... اس عدالت ... دی جاتی ... کسی وکیل ... بوقت ۱۰ ... حاضر ہو کر ... مذکور ... سماعت ... ظاہر کرو ... آج بتاریخ ... میرے دستخط ... کیا گیا۔ ... مہر عدالت

بری بری دھت دھت

اس عیسوی لوروز نے بدلا ہے نیا رنگ
اک مونچھ میں ہے صلح تو اک مونچھ میں ہے جنگ

اُجرت دے کے گالیاں سُنتا مار کھاتا تھا کیوں؟
سرکش نفس کو تحمل کی عادت پڑے۔

اب تو ہندوستانی - جاہل ہندوستانی بھی بصحبت ہندوستانی آزادوں کا ملک دیکھ کے آزادوں کی صحبت اُٹھا کے آزادی کے فوائد معائنہ کرکے بالا جبل وجہالت طبعی خاصیتوں سے بائس ہو گئے ہیں۔ اگر تمہاری حکومت حکیمانہ روش اختیار کرے تو سقراط اور اقلیدس جوری کی اقلید سے کام نکال سکتی ہے۔ آرڈیننس یا پولیس یا فوج نے شخصی دور حکومت میں سب عوام پر فتح پائی۔ جو آج بھی اُمید ہو۔ عام ناراضی سے انکار نہیں ہو سکتا تمہارے ماتحت اپنی اپنی تنخواہ حلال کرنے کے لیے رپورٹ کرتے ہیں کہ:۔

"سب خیریت ہے سب امن امان ہے"

ممکن ہے کہ عوام انگلستان اسے سچ سمجھتے ہوں مگر دیکھو مسٹر ویجوڈ بن سابق وزیر ہند انگلستان میں بیٹھے بیٹھے اس رپورٹ کی تکذیب بیان فرما رہے ہیں کہ تمہارے ایسے احمق مگر دیانت لوگ بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ حکومت پکڑ دھکڑ اور سختی سے نوجوانوں کی اُمنگوں کو پامال کر سکتی ہے مگر تاریخ اسکے خلاف گواہی دیتی ہے۔ حکومت وہی ہے جسے عوام کی حمایت حاصل ہو حقیقی مقصد ہر حکومت کا یہی ہونا چاہیے۔ اسکے لیے حد درجہ تحمل اور صبر کی ضرورت ہے۔ اسوقت یہ حالت ہے کہ گول میز کانفرنس کا اصلی مفاد اندیشے اور تزلزل کے منجدھار میں ڈبکیاں لے رہا ہے کہیں "لڑاؤں لڑاؤں" کا طبعی رجحان مصالحت وسلامت روی کی جگہ نہ لے لے سختی پر اعتماد فریقین کے واسطے مُضر ہے تمہاری حکومت کے ذہن سے جو ہندوستانی وابستہ ہیں وہ تعداد و شمار میں زیادہ ہیں یا وہ جو اسوقت ہر شہر میں حکم کی مخالفت کرنے پر آمادہ ہیں اور باوجود قید جرمانہ مار دھاڑ جائداد کی ضبطی حقوق سے محرومی کے اعلان کے اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہیں آتے۔ کیا اسی کا نام "عوام کی حمایت" ہے؟

ایک مذہبی عالم نے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقبال اور زمانہ شناسی کی مہارت کو دیکھ کے یہ فرمایا کہ انگریز آدھے مسلمان ہیں۔ اور مسلمان بھی آدھے مسلمان ہیں کامل نہیں۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کیونکر؟

جواب دیا۔ قرآن میں ہے کہ نبی کو ہم نے کتاب وحکمت کی تعلیم کے لیے بھیجا" جب تک لوگ مسلمان کامل رہے اُسوقت تک ان کے قبضے میں کتاب بھی رہی۔ حکمت بھی رہی۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ حکمت دوسرے لے گئے اور یہ صرف کتاب کے دعوے دار رہ گئے۔ یعنے آدھے مسلمان۔ آج زمانے بھر انگریز حکومت کرتے ہیں کتاب اُنکی ادھوری ہے مگر حکمت اختیار کرلے سے یہ آدھے مسلمان ہوئے کہ نہیں؟۔

ہائے ادبار! مسلمانوں کو دیکھو جنھوں نے پہلے

بدست عوام زر ضمانت کے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۹ ۱۹۳۱ء

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب مقام فتح گڑھ ضلع فرخ آباد

گنگا چرن ولد ننکو سہائے قوم برہمن ساکن زمنیہ ... موضع مہدی پور پرگنہ قنوج محال گنگا لو ... . مدعی

روشن و دا پچرن پسران نندن قوم برہمن ساکن ... و کاشتکاران دخیلکار موضع مہدی پور محال گنگا لو ... پرگنہ قنوج۔ مدعا علیہ

بنام روشن و دا پچرن پسران نندن قوم برہمن ساکن ... مہدی پور پرگنہ قنوج

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن بمقام قنوج کچہری ٹولہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بلا حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۵ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

بدست عوام زر بخشش کے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۰۱ ۱۹۳۱ء

بعدالت جناب مولوی محمد شوکت حسن صاحب اسسٹنٹ کلکٹر دوم مقام تحصیل موانہ ضلع میرٹھ

ڈاکٹر گنگا پرشاد خلف ... قوم برہمن ساکن و زمیندار ... قصبہ موانہ کلاں پرگنہ ہستناپور مدعی

... احمد پسر علی محمد قوم سید ساکن موانہ کلاں ... مسٹر جے۔ آر۔ بنس صاحب بہادر ... مجسٹریٹ و حسن احمد عرف ... پسر علی محمد قوم سید ساکن ... حال پولیس کانسٹبل پولیس اسٹیشن مراد آباد و افتخار حسین و مہدی حسن پسران امداد حسین قوم سید ساکن قصبہ موانہ کلاں پرگنہ ہستناپور۔ مدعا علیہم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء بوقت دس بجے دن بمقام تحصیل موانہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بلا حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۹ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۰۲ ۱۹۳۱ء خفیفہ

بعدالت اڈیشنل سب جج صاحب بہادر سیتاپور

محمد جلیل الرحمٰن . . . . مدعی

بنام

کدار ناتھ وغیرہ . . . . مدعا علیہ

بنام گور نرائن ولد گندھی قوم ولیش ساکن محلہ ... لسوان پرگنہ و تحصیل لسوان

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۴ ماہ فروری ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے، یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز اُن کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج تاریخ ۴ ماہ جنوری ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری بفقرہ ۱۰ بجے دن سے ۴ بجے شام تک
بعدالت اڈیشنل سب جج صاحب بہادر سیتاپور
(حسب قاعدہ ۱ آرڈر ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

موسم برسات میں ان ادویات کی ازحد ضرورت ہے

سندھا سندھو

نفخ کھانسی ہیضہ۔ درد سول سنگرہنی۔ اپھارا پیٹ کا درد۔ قے۔ دست۔ بچوں کے سبز پیلے دست وغیرہ کی اکسیر دوا قیمت فی شیشی ۹ آنہ

دَدرو کیسری

داد کی دوا!

بغیر جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے والی دوا قیمت فی شیشی ۴ آنہ

محصول بذمہ خریدار

بال سدھا

بچوں کو طاقتور خوبصورت اور تندرست بنانے کے لیے میٹھی دوا قیمت فی شیشی ۱۲ آنہ محصول ۹ آنہ

دراکشا سو

جسم میں فوراً قوت بڑھانے والا قبض بدہضمی۔ کمزوری کھانسی اور نیند نہ آنا دور کرتا ہے۔
قیمت بڑی بوتل ۲ روپیہ چھوٹی بوتل ایک روپیہ
سب دوا فروشوں سے ملتا ہے دھوکے سے نقلی دوا نہ خریدیے

منگانے کا پتہ: سکھ سنچارک کمپنی متھرا

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

اگر آپ اشتہاری ادویات وعطائی نسخہ جات و جاہل خود ساختہ طبیبوں کے ہاتھوں اپنی کمائی لٹا کر صحت سے مایوس ہو چکے ہیں اور انتہائی عالم یاس میں کفایت سے صحت حاصل کرنا یا سچا و مخلصانہ مشورہ کے متلاشی ہیں اگر آپ نامور تجربہ کار کامل الفن اور حذاق اطبا کے مشوروں سے بلا ادائے فیس فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر دواخانہ معدن الادویہ کی جدید فہرست طلب فرما کر فائدہ اٹھائیے اور دوسرے بھائیوں کو بھی نفع پہنچائیے۔
تمام خط و کتابت بصیغہ راز رہتی ہے۔

المشتہر: دواخانہ معدن الادویہ گولہ گنج ۱ ٹٹ لکھنؤ

شرائط ایجنسی

(۱) سو روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی مرتوف کر دی جائیگی۔
(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔
(۴) بحساب ۱۱ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔
علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچہ واپس نہ لیجئے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

[illegible] سرمہ

(تیار کردہ مہربان بھائی ڈاکٹر موتی لال صاحب)
یہ سرمہ کل ادویات ورکین پر سبقت لے گیا ہے تندرست آنکھوں کی روشنی بڑھاتا ہے اور ہر قسم کی شکایات آنکھ مثلاً سرخی پھولا جالا۔ پڑبال۔ ککرے۔ آشوب چشم نزلہ۔ دھند ضعف وغیرہ ہوتا نہ رہے۔ سوزش وغیرہ کے لیے ازحد مفید و اکسیر ثابت ہوا ہے قیمت فی شیشی ۲ ماشہ ۱۲ آنہ درجن کے خریدار کو محصول ڈاک معاف ایک درجن کے خریدار کو ایک شیشی مفت محصول ڈاک معاف۔ ملنے کا پتہ

کیلاش بہاری سنہالی اے ۔ ۴۸ سوامی نگر
دیال باغ آگرہ

غذائے روحانی

معدن النغمات

وہ بے نظیر کتاب جس [illegible] گرو گائی

اور

ایک گرامو فون کی طرح شروع سے مہوزار کہنے بلکہ گلے کی جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے ہیں اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا مشہور سامان بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا جسکی تیاری میں مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے نہیں ہوتے۔ پرتیچہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گو یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ یہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی صابت بے روے و رعایت مکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات، اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔
(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کیجائیگی۔ یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔
(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔
(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے روٹھنے پر نیاز مند منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔
(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی مسلح کل پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور ان کی واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔
(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک اور ایذا نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے تاکہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

کہ اس طرح کی گرل مینر کا نفرنس کو نہ سعادت ایام کی پروا ہے نہ بُری گھڑی کی۔ بس آپ حضرات کو عموماً اور مولانا پنچ کو خصوصاً آج سے نیک و بد ایام کے فاسد عقیدہ سے توبہ کرکے سعد نحس کو اپنی مٹھی میں تبلیغ سر ہو نیل ہو رہے لینا چاہیے تاکہ فرخی و تنگی ایام قبضہ قدرت سے باہر نکلنے نہ پائے اور گردش روزگار کو جبکی حرکت ارادی نہیں اضطراری ہے دشنام دینے کی نوبت نہ آئے۔

حرکت کہتے ہیں قوت سے فعل کی طرف تدریجی خروج کو آجکل کے روزگار یا آسمان یا زمانہ کی حرکت فعل سے قوۃ کی طرف ہے لہذا یہ زمانہ ہرگز زمانہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ پھر غور سے دیکھیے تو اسمیں تاریخ کا مجہول ہی ہمیں پا لگیا۔ مصائب دفعۃً واحدۃً وارد و صادر و نازل ہوتے ہیں۔ جتنے آرڈیننس ہیں سب گرل مینر کی طرح حرکت وضعیہ رکھتے اور چکر گھنّی کھا رہے ہیں ایک چکی ہے جو گھمر گھمر کیے جاتی ہے نقطہ مفروضہ نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے پاتا ابھی ہٹا تھا کہ پھر آ گیا۔

چکر گھنّی کی جو حرکت ہے وہ ایک موہیت اتصالیہ ہے جس کا تصور بجز زمانہ کے اور کسی شے میں حاصل نہیں ہو سکتا۔

خیر نصیحت اعتکاد سعد نحس تو ختم ہو چکی اور مولانا پنچ نے غالباً قبول بھی کر لی۔ اب ہمیں سال حال کی فلاسفی پر غور کرنا ہے۔ زمانے کی مار یا سنوار تو دکھائی نہیں دیتی البتہ پولیس کے وسیع اختیارات اور اُنکی لاٹھی کی گردش محسوس ہے۔ اس گردش عصائی کو ہم سعد کہیں یا نحس؟ بینوا و توجروا

الملتمس

فلاسفر

پنجہ گردش عصائی سعد ہے باقرار حکومت کہ بغاوت مٹ گئی اب سب چین چان ہے اور باقرار کانگریس کہ جسقدر لاٹھی پھٹکنے کا زور ہوگا اُتنا ہی سعادت ظن

میں ترقی ہوگی۔ پس جب دونوں فریق یعنی حاکم و محکوم اسکی سعادت کا اقرار کرتے ہیں تو ہمیں اختلاف کی کیا وجہ؟ واللہ اعلم

سفر غریب

(تتمہ ۲۶ر نومبر سنہ ۱۹۳۱ء)

مولانا کی صورت مبارک دیکھتے ہی ہمیں اپنے بچپن کا زمانہ یاد آ گیا جبکہ ہم فصول اکبری کا فیہ اور فیوج تہذیب کا درس مولانا سے لیتے تھے اور اکثر نوکر چاکر ہوتے ہوئے بھی شوق سے اسلیے چلمیں بھرتے

”دیکھو جی یہ جوڑ۔ نہ کھلانے کی ضرورت نہ پلانے کی تم بیٹھو۔ ہم ڈوری کھینچیں بس گھوڑا چلے گمن گمن کھٹ پٹ کھٹ پٹ“

تھے کہ کبھی آ مبیتا خباکو کے عوض کوٹا ہوا کچا قیمہ یا لوبان اور کبھی خرگوش کی مینگنیاں بھریں اور معلوم ہونے کے بعد کوتک و پاداش جرم میں قمچیاں کھائیں۔

مناسب ہوگا کہ مولانا کا حلیہ مبارک بھی یہاں بیان کر دیا جائے حضرت استادی ایکطویل القامت چھریرے ڈیل کے آدمی ہیں گردا داڑھی حدود سے درست۔ گندم گوں۔ آنکھوں سے ذہانت و طباعی ہویدا۔ باریک ہونٹ۔ خوش مزاج۔ مگر لباس اور صفائی کی طرف سے بالکل بے پروا۔ اُنکی پوشاک دھوبی صاف ہی نہیں کر سکتا اسلیے ہمیشہ میلی کچیلی رہتی ہے۔ سر کے بال جب جٹا دھاری ناریل کی طرح

بالکل کا ملک ہو جاتے ہیں تو سنت مولانا کی نہیں تراشتا ہے۔ مگر تراشنے سے کچھ بھی صورت کی اصلاح نہیں ہوتی۔ چوڑے پائنچوں کا پاجامہ پہنے ہیں اور اسکی پروا نہیں کرتے کہ اگر پرسوں کی پیوند میانی پھٹ گئی ہے تو پھر درست کر دی جائے۔ اکثر احباب مولانا کو خوش خلاف دیکھ کے بہت مسرور ہوتے ہیں۔ خصوصاً گرمی کے زمانے میں جبکہ لباس مخفف ہو کے صرف پائجامے اور کرتے پر منحصر ہو جاتا ہے۔ جاڑوں میں یہ مسرت کم حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ میانی کی ستر پوشی رضائی دار لبادہ کرتا رہتا ہے ہاں جاڑوں میں مولانا کے ستر مقدس کی زیارت اسوقت بے تکلف احباب کو میسر ہوتی ہے جب چلوؤں کی بغاوت و احسان فراموشی کے باعث مولانا بے تاب ہو کے کھجاتے اور دامن ہٹا دیتے ہیں۔

مولانا کی صورت مبارک پر حوادث کا صرف اسیقدر اثر ہوا ہے کہ آگے کے دو دانت ساتھ چھوڑ گئے اور بال زندگی سے زخمی ہو گئے باقی دا العالم متغیرہ کا غمہ برابر بھی اثر نہیں۔

مولانا کو چائے کا بہت شوق ہے چالیس برس اُدھر اس چائے کی دھوم احباب اطبا میں بہت تھی۔ ایک ٹین کا سا وہ برسوں سے زیر عمل و استعمال تھا جسنے کبھی نظافت کی صورت نہیں دیکھی۔ تصادم اتفاقی کے آثار اُسکے پچکے ہوئے گالوں سے آشکار۔ اسے کبھی عذاب آتشین سے پاک نہیں دیکھا۔ گو یا وہ ایک چھوٹا سا جہنم تھا اور مولانا اُسکے مالک دارو غہ بہ قوت کی گرما گرمی کے باوجود لوگوں کو یہ سُن کے تعجب ہوگا کہ چائے نوشی کے مصارف کبھی ایک آدھ پیسہ سے آگے نہ بڑھے۔ اور بشکل کوئی بدقسمت دوست ایسا ہوگا جسنے مولانا کی باصرار شدید چائے خورانی کے حملے سے آسانی نجات پائی ہو۔ ایک پیسے کا دودھ یا دُھ بھر اس شان میں

اخباری کاغذوں کی سُنّت

"اے جناب۔ ختنۂ بے زبان یعنی قلم دلسان سے حاصل ؟"

"حاصل واصل کا حال جانے شرع۔ مگر طفلِ آزادی کے ختنے کا یہی سن ہے۔ آگے بڑھ کے کھال سخت ہوجائیگی"

باقیدار حضرات

کی

خدمت میں وی - پی
روانہ ہو چکے ہیں مہربانی
فرماکر وصول فرمائیں
نوٹس لیکر وصول نہ کرنا
نقصان کا موجب ہے
جن حضرات کی میعاد
ماہ فروری میں ختم ہوگی
اُن کی خدمت میں
اطلاعی خطوط روانہ ہو
رہے ہیں مزید قیمت
ذریعہ منی آرڈر
کرامت فرمائیں
اسمیں طرفین کو
سہولیت ہے

نیازمند
احمد حسین باروی
منیجر

ملتا تھا) دو پیسے کا گز (آدھ سیر) ایک پیسے کی چائے (پنساری) کی دکان کا کوڑا کرکٹ یا بالفاظ دیگر چیام کوئلے بلا قیمت ہمارے یہاں کے ملازم بہم پہنچاتے تھے چینی یا تام چینی کے فنجان تکلف میں داخل تھے اور اہل اللہ سادہ مزاج ہوتے ہیں لہٰذا دودھ کی خریداری میں - جو روزانہ مٹی کے کلھڑ آتے تھے وہ غایت احتیاط سے محفوظ رکھے جاتے تھے طالب العلم احباب اور اکثر فاکر و بھی بصف و رصف پا گرد گرد جمع ہیں اور کلھڑ چل رہے ہیں۔ پہلے مولانا کی سرسری نظر نے حاضرین کی تعداد پر اطلاع حاصل فرمائی بعد ازاں گن کے کتنے ہی کلھڑ پانی کے سماور میں انڈیل دیئے۔ گڑ میں بقول بدنصیبن کے کچھ ایسا گر کا پھول چڑھا تھا کہ پانی کے ساتھ خود بخود بڑھتا ہی رہتا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ بدذوق مہمان گرم پانی میں اور اس چائے میں امتیاز نہ کر سکیں کسی وقت نمک بھی اس گرم پانی میں ملا دیا جاتا تھا کہ استغراق میں معیت ہو۔ محرم میں گڑ کی جگہ مجلسی تبرک کی پڑا کردی اور بادشاہی سے چھوہرائی ہوئی شکل لے لیتی تھی۔ ہم خرما و ہم ثواب و ہم تخفیف اسراف قند سیاہ۔

مولانا میں بجز غیر معمولی درازی قامت کے اور کوئی علامت سفاہت یا بلادت ذہن کی پائی نہیں جاتی۔ مدرس بے نظیر ہیں۔ تقریر بھی معقول ہوتی ہے۔ معقولات میں دخل تام رکھتے ہیں اور دینیات کے بھی فاضل جلیل القدر ہیں۔ کاش فن کثافت کے ماہر کامل نہ ہوتے۔

ہمیں تو انھوں نے پہچانا ہی نہیں کہ نو دس برس کے سن میں دیکھا تھا البتہ ہمیں ان کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ والد مرحوم انھیں ملا چمچہ قلی اور خود مولانا کے عم مرحوم والد کے رفقائے خاص میں تھے "قرانی واو" یعنی واو خط نسخ (و) کہتے تھے طول قد کے ساتھ ان کی نشست میں تقوس (کمان صورت) واقعی انھیں اسی لقب کا مستحق قرار دیتا ہے۔

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں مولانا ہمیں پہچاننے سے قاصر رہے اور پھر اہی۔ صاحب نے جن کا نام نامی حکیم مظفر حسین ہے ہماری تعریف کی۔ نام سنتے ہی مولانا نے ہمیں گلے سے لگا لیا جتنی دعائیں یاد آئیں سب بڑے اسراف صرف کر ڈالیں حال پوچھا۔ اودھ پنچ کے تعلقات پہ نکتہ چینی فرمائی کہ "تم مسند درس و تدریس کے قابل تھے۔ عالمانہ وضع میں دیکھنے کی ہی آرزو تھی۔ تمہارا دل بھی اس قدر پاک اور روشن ہے کہ دنیا کو تم سے بہت کچھ روحانی فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ یہ تم نے کیا کیا؟"

پہلے تو انجانب خرطلے پھر عرض پیرا ہوئے کہ اودھ پنچ میں بھی خدمت خدا و علم اسی طرح ممکن ہے جس طرح مسند علم پر متمکن ہونے سے متصور ہے۔ عالمانہ وضع اس وجہ سے نہیں رکھی کہ اس لباس میں مکر و حیلہ و تزویر کی گنجائش بہت ہے۔ اور سرکاری نوکری یا کوئی اور دنیوی پیشہ سیلئے اختیار نہیں کیا کہ انہیں اکثر مجبوراً بے ایمانی کرنا پڑتی ہے کیونکہ قانون حکومت کی مصلحت پر مبنی ہے نہ عدل و انصاف پر۔ البتہ اگر آبائی متروکات سے کوئی حصہ مجھے ملتا تو گھر بیٹھنے میں طمع دنیا اور سرکاری کی ضرورت لازمی نہ ہوتی۔ اب آزاد ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ اب تک لقمۂ حلال نے اکل حرام سے مستغنی رکھا ہے"

مولانا میرے دلائل کو مان گئے۔ فرمایا کہ میں نے اودھ پنچ کے پرچے اکثر یہاں کے امراء کے لے کے دیکھے۔ فلسفے اور الٰہیات کو ظریف بنا کے مرغوب مطلوب بنانا تمہارا ہی کام تھا۔ اب تو یہ پرچہ علما کے مطالعہ کے قابل ہوتا ہے حالانکہ پہلے علما کی صحبت میں "فیہ تعفن" تھا۔ ہولیاں ٹھریاں رندانہ مضامین عورتوں کی بدچلنی کے افسانے۔ چوک کی رنڈیوں کے حالات۔ نوابوں کی افیم اور شراب کے قصے مولویوں کے ہجو نامے اسمیں ہوا کرتے تھے۔

میں نے عذر کیا کہ وہ زمانہ اسی طرح کے مضامین کا مقتضی تھا۔ تجارت کی ترقی میں پسند عام کو پورا دخل ہے۔ میرے نزدیک علما اور خواص کی اصلاح عوام کی اصلاح پر مقدم ہے میں نے عوام کے رجحان طبیعت کی تقلید نہیں کی بفضل خدا اس رنگ کے پسند کرنے والے بھی کم نہیں۔ سترہ اٹھارہ برس میں اتنے مستقل خریدار ہو گئے ہیں کہ نان جویں سے بغیر کسی خوشامد اور چال بازی کے میرا پیٹ بھر جاتا ہے اور یہ پرچہ اپنا بار آپ سنبھالے ہوئے ہے۔ عامیانہ مذاق کے مضامین آتے رہتے ہیں مگر وہ اس وجہ سے درج نہیں کیے جاتے کہ خریدار فوراً ٹوک دیتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیا بدوضعی ہے۔

میرا مقصد ہے کہ اودھ پنچ کے خریداروں میں جاہل اور بے فکرے اشخاص نہیں ہیں جنھیں صرف تھوڑی دیر ظرافت نکال دینے کے سوا دنیا و مافیہا سے کوئی غرض نہیں تو میں کیوں ان لوگوں کی پروا کروں۔

یہاں تک گفتگو ہونے کے بعد تجارتی گفتگو شروع ہوئی۔

مولانا: "فی پرچہ کیا قیمت مقرر ہے؟"

نامہ نگار: "دو آنے"

مولانا: "اُفوہ دو آنے!۔ یہ تو بہت ہیں"

نامہ نگار: "آپ کی خدمت میں بغیر کسی بدل کے حاضر کیا جا سکتا ہے"

مولانا: "اے زندہ باش! تم سے یہی توقع ہے مگر یہ تعجب نا ملتی ہے تجارتی مرکز غرض سے"

نامہ نگار: "ہماری غرض تجارتی غرض سے زیادہ قابل لحاظ ہے اس لیے ہم عوام کو براہ مزاج گوئی خوش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا کسم اور زعفران کا بھاؤ کیونکر ایک ہو سکتا ہے محنت کو دیکھیے تو معلوم ہو کہ یہ قیمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

مولانا: "یہ تم نے سچ کہا۔ تو اب میں توقع رکھوں کہ اودھ پنچ مسلسل میرے پاس آئے گا۔ اور ہاں ٹھہرو۔ مُن مُن مُن مُن آؤ۔ مُن مُن مُن مُن آؤ (بکری کو طلب فرمایا)"

اس آواز کو سنتے ہی ایک بڑی سی بکری ٹرلے ہوئے زٹے کو ناگھتی بھاند تی آئی اور فرزندانہ انداز سے مولانا کی آغوش مقدس میں جلوہ گر ہو گئی۔ مولانا اٹھے ایک ٹوٹی ہوئی چینی کی ہانڈی (جو یقیناً صاحب لوگوں کے کموڈ کا جزو خاص تھی) اٹھائی اور چُل چُل دودھ دوہنے لگے۔ ابھی تک بندہ "ٹھہرو" کا مطلب نہیں سمجھا تھا اب سمجھا کہ دو شیدن شیر بز کے بعد شیرے ہوئے سماور میں کوئلے پڑیں گے اور نغمۂ "من و تی" کا

شرائط ایجنسی

(۱) سہ ماہی نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائیگی۔

(۴) بحساب ۱۱ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

علاوہ خاص حالتوں کے پرانے پرچے واپس نہ لئے جائینگے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ ۲۱ مئی ۱۹۳۲ء رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳ جلد ہفت و دہم

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر و لے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اس کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنہوں نے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا ستار ہی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض فاضل مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ نہ بیہودہ جھگڑے نہیں ہوتے۔ بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر نہایت ہمدردانہ حساب۔ دوسرے اخبار جسکی تقلید جو کرتے ہیں اور گرچہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی حیثیت رائے کی صائب ہے رو سے درعایت کمنہ جیسی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات، اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعہ میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر ل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کیجائیگی یعنی چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری کرتا ہے۔

(۳) طالبان مفت، اگر اپنی بیبسی پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکہ زنی۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کا ڈگمپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے مد نظر ان پر نیا نہ منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے۔ اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں تا فروخت کرنا مقصود نہیں ہے لہذا اعمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) مضامین اودھ پنچ کی اصلاح کی پالیسی کے مطابق ہونگے وہ شائع ہونگے اور واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص نہ ہونی چاہیے۔

نوٹ:- جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے ورنہ انکے نام کی تلاش میں وقت ہوتا ہے۔

اودھ پنچ لکھنؤ

بدرقۂ اصلاحات و تجاویز راؤنڈ ٹیبل کانفرنس

انڈیا جان :- ڈُلی! یہ کیا؟"

لیڈی برطانیہ :- بہن یہ تم سے محبت بڑھانے کا ٹوٹکا ہے۔ یہ جانور جس کے کاٹتا ہے وہ میرا رشتہ ہو جاتا ہے"

نوٹ :- باقیدار اصحاب قیمت ذریعہ منی آرڈر مرحمت فرمائیں ماہ فروری جنکی میعاد ختم ہے
اُن کے نام خطوط روانہ ہو رہے ہیں :- منیجر

رجسٹرڈ نمبر اے ۶۸۳

غذائے روح
معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جسے ہم سچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سروں کو محفوظ رکھنے کیلئے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اس کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ نادر بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا اس حقیقی مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا ہے تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ نازاسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A. 763
ظریف ہفتہ وار
مشہور مصور
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अवध पंच
लखनऊ
قیمت پیشگی (اندرون ہند)
سالانہ
ششماہی
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
B. KHAN ARTIST LUCKNOW

یا خدا جلد آئے اب گرمی — جتنی سختی ہے اسمیں ہو نرمی
چمن پنچ میں نہ آئے خزاں — ہو خریدار اس کا سارا جہاں
اس کے بدخواہ دل میں جلتے رہیں — خیرخواہ اپنے لیے اُگلتے رہیں

سب بہی خواہ اسکے خوش ہوں ندیم
سالِ نو کی سعید ہو تقویم

منطق آرا بیگم بنام وایسرائے

(دُنبالۂ ماقبل)

لاٹ صاحب!

اسے ہے اتنا لکھ دینا میرے لیے قہر ہو گیا۔ کہ "مسلمانوں پر اعتبار نہ کرو اسلیے کہ انھوں نے خدا پر اعتبار نہیں کیا تو بھلا تم پر کیا اعتبار کرینگے"

کئی جگہ سے اودھ پنچ کے دفتر میں خط آئے۔ جان جھڑ یا لوجن میں پھنس گئی کوئی لکھتا ہے دیکھو تم نے مسلمان ہو کے مسلمانوں کی مذمت ایک غیر ذات آدمی کے سامنے کی۔ یہ تمھیں زیبا نہ تھا۔ کوئی اس بات پر روٹھا ہے کہ مسلمانوں کی بُرائی عین اسلام کی بُرائی ہے۔ ایک صاحب نے جھلا کے فرمایا ہے۔ بتائیے تو سہی آخر مسلمانوں میں کیا کیڑے پڑے ہیں۔

جو صاحب اس بات پر روٹھے کہ غیر کے سامنے مذمت نہ کرنا چاہیے تھی اُن کی ناراضی کو منطق سے کوئی لگاؤ نہیں۔ بُری بات کو بُرا نہ کہوں؟ میں نہ کہونگی تو زمانہ کہے گا۔ اسلام کی تعلیم ہی یہ کہتی ہے۔ رہے دوسرے صاحب تو انکا اعتراض ہی غلط ہے۔ مسلمانوں کا نام اسلام نہیں۔ مسلمان ایک شخص ہے اور اسلام ایک مذہب ہے۔ جو مذہب کے اصول پر چلے وہ مسلمان ہے۔ جو ان اصول کو چھوڑ بیٹھے وہ نام کا مسلمان یا نسل کا مسلمان کہا جائے گا۔ میں نے تو اسلام کی خوبی بیان کی ہے۔ معترض صاحب اگر مسلمان ہوتے تو وہ اس خوبی کے اظہار سے خوش ہوتے۔

تم نے بھی منطق پڑھی ہوگی۔ اگر میں یہ کہوں کہ لاٹ صاحب عیسوی شریعت کے خلاف عمل کرتے ہیں تو انصاف سے کہو کیا یہ عیسائی مذہب کی مذمت ہے؟۔ دُنیا جانتی ہے کہ عیسوی شریعت میں نوع انسان کی ہمدردی مبالغے کے ساتھ کی گئی ہے یعنی خدا صرف رحم ہی ہے۔ لہٰذا انسان کو بھی صرف رحم کی پابندی کرنی چاہیے۔ لاٹ صاحب نے آرڈیننس ایسے جاری کیے ہیں جن میں نہ رحم ہے نہ انصاف ہے لہٰذا صحیح معنوں میں بالفعل لاٹ صاحب عیسائی نہیں نرے کھرے خالص حاکم ہیں۔ ایک وقت آئے گا جب لاٹ صاحب چلا چلا کے فرمائینگے "معاف کرو اور بھول جاؤ۔ اے آدم و حوا کے بیٹو" اُسوقت وہ پکے عیسائی ہوں گے۔

ہاں تیسرے صاحب نے بڑا کیا حملہ ایک منطقی رعدوار کی زبان سے اپنی بڑائیاں سُننے کا تقاضا کیا۔ جب تو نہیں کہا تھا مگر اب کہتی ہوں کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد نے مذہب کو تکیے دیا ہم نے اپنا کام کیا۔ یہ عمل فرمایا۔ یہ عیبیت اسلام کے دم کے ساتھ آجتک لگی رہی۔ مثال کے طور پر چند باتیں بیان کرتی ہوں۔ ان کی طرفیت نے بمصلحت ایک سے زیادہ بی بیاں کرنے کی مردوں کو اجازت دی۔

اسلام کہتا ہے جو کچھ کرو اللہ کے نام پر کرو۔ اللہ کے نام پر کام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ خواہش اور غصہ کی پیروی نہ کرو۔ عقل سے پوچھو شریعت سے پوچھو یہ دونوں کہیں وہی ٹھیک ہے۔ ایک ہی جورو کافی ہے۔ اگر خیر خواہ ہو مرضی کے موافق برتاؤ کرے یعنی نوڈ و دود (بڑی محبت والی)۔ ولود (بہت جننے والی) ہو۔

دوسری جورو اُسوقت کر سکتے ہو جبکہ پہلی عورت بانجھ بجوٹی شیطان کی لنگوٹی ہو۔ دل آزار ہو۔ کسی لگ جانے والی بیماری میں مبتلا ہو جائے لیکن ایسی حالتوں میں بھی پہلی کے ساتھ انصاف اور رحم کا برتاؤ لازمی ہے۔ اسکے علاج معالجے روٹی کپڑے سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ اسکے آرام کا سامان کرنا تمھارا فرض ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے "المرأۃ ریحانۃ لا قہرمانۃ" (جورو ایک پھول ہے۔ گھر کی داروغہ نہیں) پھول یا گلدستہ سونگھنے کی چیز ہے۔ سونگھو اور لطف اُٹھاؤ۔ روٹی پکانے گیری یا باورچی گری اسکا فرض نہیں کہ سارا دھندا گھر کا وہی کرے۔ ٹکیا ٹھونکے۔ بچھونے بچھائے پاؤں دبائے۔ جہاں باتوں میں فرق پڑے تو مار کھائے اور سرکشی یا نافرمانی کی ملزم قرار دی جائے۔ اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات۔ فرض کرو کہ طبعاً کسی عورت کو خانہ داری کا سلیقہ نہیں طبیعت بدل نہیں سکتی۔ گھر کا بوجھ تم نے اُس پر ڈال دیا۔ اب جو کھیر میں نمک "پڑ گیا" تو اس بیچاری پر کیا الزام؟ اطاعت عورت پر فرض ہے مگر یہاں مطلق اطاعت مراد نہیں۔ مطلق اطاعت صرف خدا کی واجب ہے۔ جو حقوق ملکیت عورت کو شوہر کی اطاعت جن باتوں میں فرض ہے وہ شریعت میں گن کے بتا دی گئی ہیں۔ مگر برا ہو خواہش اور غصہ کا مرد صاحب اپنے دل میں سمجھ لیے کہ نکاح کیا ہوا ایک لونڈی ہاتھ لگی۔ ظلم ہے۔ ستانا ہے۔ مار دھاڑ ہے۔ دھاڑے کا دھاڑا سوتوں کا چھاتی پر مونگ دلنے کو موجود۔ ایک بیچاری اپنے نصیبوں کو جھینک رہی تھی کہ دوسری اور پھر تیسری اور چوتھی "شکر میں نہیں ہیں دانے اماں چلیں بھنانے"۔ نہ روٹی نہ کپڑا ایک کا لہاڑ اتنا بڑھا کہ دوسری کے مرنے جینے کا خیال ہی نہ رہا۔ ایک بیچاری فقیرنی ہے اور جانتے تھے کہ فقیرنی ہے مال کی لالچ میں دوسری کر لی۔ مال والی جورو ہوتی ہے روزی کا ٹھیکرا۔ بلکہ مال والی جورو در اصل خاوند ہوتی ہے اسکی اطاعت میاں کرتے ہیں اور دوسری کو گھر میں بٹھا کے جلاتے تڑپاتے ہیں۔ کیوں لاٹ صاحب! کیا اس مصلحتی اجازت دینے میں شریعت نے

غلطی کی یا مسلمانوں نے اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھایا؟ عورت کو آرام سے رکھنے کا انکو حکم دیا گیا تھا یہ سمجھے الٹا انسی یعنی عورت کو ان کے آرام کی فکر کرنی چاہیے۔

اس بارے میں نواب سے اور مجھ سے بہت دنوں خوب بحث رہی حدیثوں کی کتابیں الٹی گئیں مگر آخر میاں کو ہار ماننی پڑی۔ کہنے لگے بی بی تم جیتیں میں ہارا۔ سچ ہے عورت سے کسی کا بس نہیں چلتا۔ میں نے کہا "بات تمہارے کی۔ اور منطقی جوڑ کرو۔"

خیر تو لاٹ صاحب انھوں نے کسی طرح اسلام پہ اعتبار نہ کیا جو آج اسلامی ہدایت پر عمل کرتے تو غیر قوموں کے مورخ ان کے بادشاہوں پر شہوت پرستی کا الزام اور انکی شریعت کے ماتھے جو بالکل حکمت پر مبنی ہے بدنامی کا ٹیکا لگاتے! انکے گھر میں خوشی خرمی ہنستی کھیلتی رہتی۔ انکی کمائی میں برکت ہوتی۔ انھیں اپنی ہوس قائم رکھنے کے واسطے صحت خراب کرنے والی گولیوں اور معجونوں کی تلاش نہ ہوتی۔

ارے ہاں خوب یاد آیا۔ میرے نواب نے جب دوسرا نکاح کیا تو ایک حکیم صاحب نے انھیں معجون بنائے دی۔ اچاری معجون کی میرے سامنے آئی تو میں نے کہا حکیم صاحب کہو پہلے خود استعمال کرکے دکھیں خبردار تم نہ کھانا۔ نواب نے خیال کیا کہ بڑا ہونا ہے کی جلن سے یہ کہتی ہوں مگر کچھ شک کے دم میں تھے اچاری ہاتھ میں لیے باہر چلے گئے۔ حکیم صاحب نے ایک چمچہ نوش فرمایا اتنے میں خدا جانے کس کام سے نواب چلے آئے اندر۔ اور پان خاصدان میں رکھ کے حکیم صاحب کو بھجوائے۔ مہری خاصدان لے کے باہر گئی تو دیکھا وہاں حکیم صاحب نہیں۔ نوکروں سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے باہر جاتے نہیں دیکھا ان کے بوٹ تو یہیں رکھے ہیں۔ ہونٹے یہیں کہیں۔ حکیم صاحب کی ڈھونڈھیا پڑی۔ مگر وہ بھوسڑ کی سوئی ہو گئے۔ ادھر ڈھونڈھا ادھر ڈھونڈھا۔ آخر تخت کے نیچے کچھ پھٹ پھٹ کی آواز آئی جھک کے جو دیکھا تو واہ واہ۔ جناب حکیم صاحب تخت کے نیچے قلابازیاں کھا رہے ہیں۔

"اجی حکیم صاحب باہر تشریف لائیے" حکیم صاحب ہوش میں ہوں تو آئیں سکے منھ چڑھانے۔ بہزار خرابی باہر نکالے گئے تو کبھی شانہ پھڑکتا ہے کبھی گال پر شیخ سدو کھیل سے ہیں انگلیوں پر بی بھونڈی کا فیض خواہ مخواہ تھرک رہی ہیں۔ یا اللہ یہ کیا ہو گیا۔ ابھی تو اچھے بھلے تھے۔ نواب سے مہری نے آکے حال بیان کیا وہ باہر گئے "حکیم صاحب مزاج شریف؟" حکیم صاحب نے فرمایا "اچھا۔ چھپکلی کی دم سے راست نکل رہی ہے۔"

دوسرا حکیم بلایا گیا اسنے چند بار مشکیں پانی کی چھڑوائیں۔ دیر کے بعد کسیقدر حواس درست ہوئے تو گھر بھجوائے گئے۔ میں نے وہ معجون کی اچاری منگوائی اور نواب صاحب کی خدمت میں پیش کی "یہ لیجیے حضور تھوڑی سی آپ بھی نوش فرماکے نئی نئی دولھن بیگم کو تماشا دکھائیے۔ خدا نے چاہا تو ابھی جوان ہو جائیے گا۔"

نواب صاحب جھینپے اور کہنے لگے واللہ بیگم تمہارا یہ احسان عمر بھر یاد رہے گا خدا کی مار اس معجون پر۔ ارے میں تو کہیں کا نہ رہتا۔

خیر ہوگا یہ قصے کہانیاں ہیں۔ ان مسلمانوں کے ہتکھنڈے مجھے اور بھی بیان کرنے ہیں۔ ان کو حکم دیا گیا کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔ ہر مسلمان عورت مرد پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ ہائے بے اعتباری کا برا ہو۔ خدا سے بھی بدگمان ہوں گے

دست غیب (ایگ آف نیشن)

چین

جاپان

"خدا ہی جانے روکتے ہیں یا ہمت بڑھا کے پیٹھ ٹھوکتے ہیں"
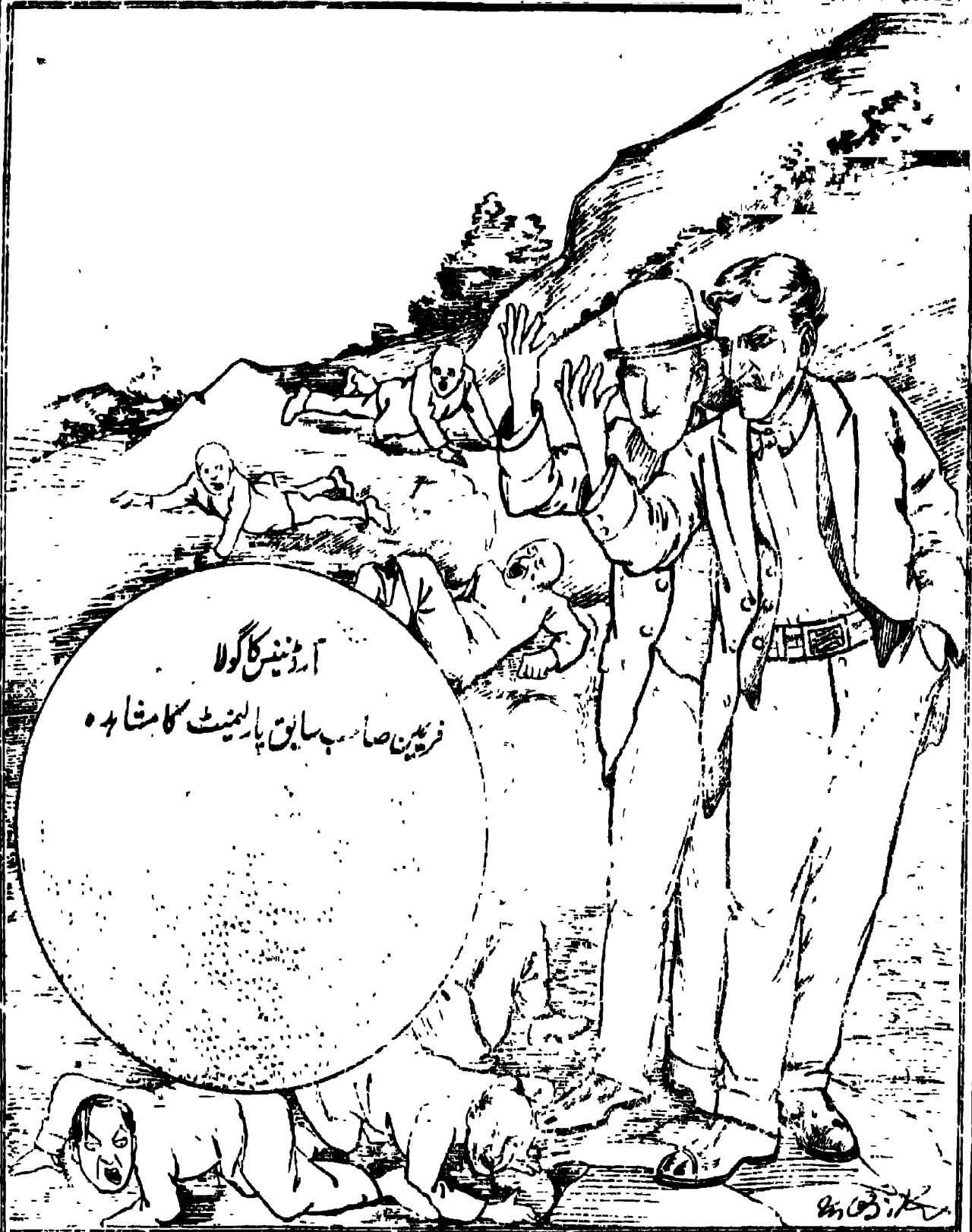
صرف اثر شامت اعمال اہل ہند

انگلستان "یہ تو ہمارا منشا نہیں"

حکومت ہند "اور نہ اینجانب کا مقصود ہے"
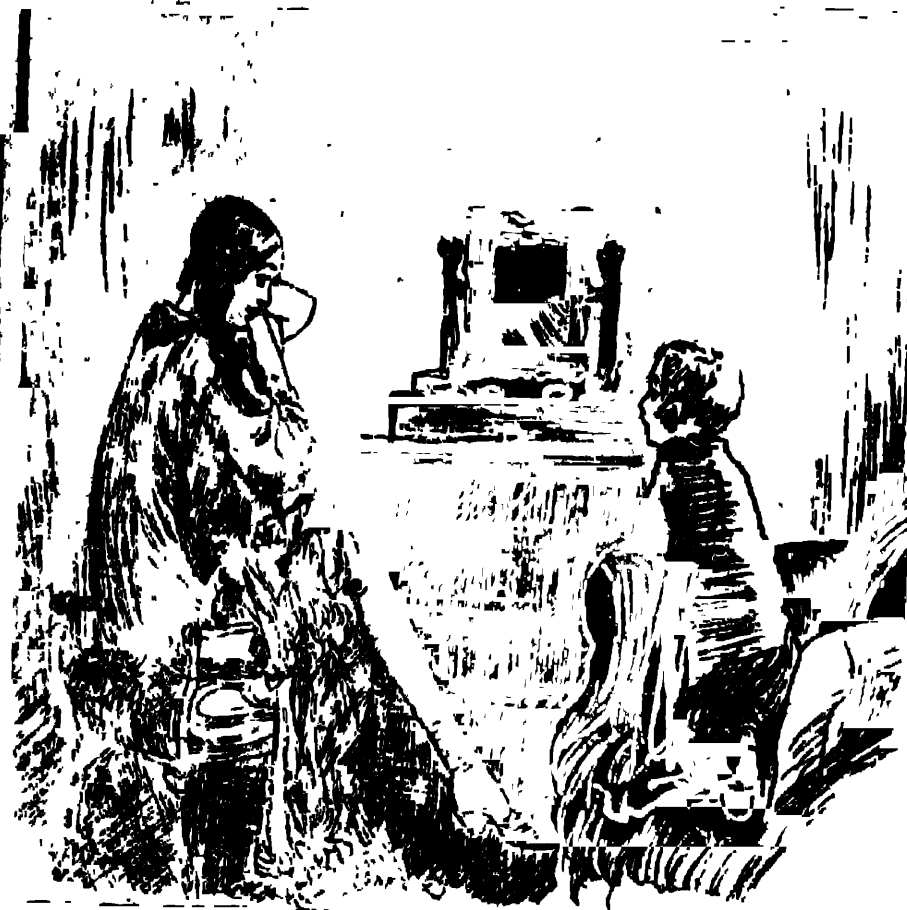
تار کا پتہ:- حنا لکھنؤ
شاخیں:
قنوج - حیدرآباد دکن - دہلی
ٹیلی فون ۱۳۹
بناؤ سنگار
کے لیے
اصغر علی محمد علی تاجرِ عطر لکھنؤ
کے یہاں سے ہر قسم کے تیل اور عطر منگائیے انکی خوشبو دیرپا اور بہترین ہے فہرست طلب فرمائیے
اور فرمائش بھیجیے تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے

بھی بدگمان کسی کا اعتبار نہیں مسلمانوں نے یہ
حکم قبول نہ کیا۔ باہر رہا علم۔ گھر کے اندر رہی جہالت۔
جہالت گھر پڑ گئی تو نکلے کیونکر؟ جب تک پیغمبر نے
ساتھ دیا اُس وقت تک گھر کی جہالت کا اثر باہر
نہ نکلا۔ مگر اولاد اور جہالت کی جنی ہوئی اولاد علم
کی قدر کیا کرتی۔ اب اندر بھی جہالت ہے باہر بھی
جہالت۔ لڑکے اور لڑکیاں دونو علم سے خالی۔
جنکے گھر میں علم نے جنم لیا تھا وہی انگریزوں سے
علم کی خیرات مانگ رہے ہیں۔

اور سُنیے شریعت نے میراث کا قانون بتایا۔
مگر وہی بے اعتباری اسمیں بھی گھس پڑی۔
بھائی نے بھائی کو حرامی بنانے کی فکر کی۔ دُنیا
فانی دُنیا اور اُسکا مال اتنا عزیز ہوا کہ عزیزوں کو
بیگانہ قرار دیا۔ لڑکیوں کا حصہ ہندوستانی
رسم کے موافق ہضم کیا اور کسی طرح شریعت پر
بھروسا نہ ہوا کہ اس قانون کی پابندی سے بھلائی ہوگی۔
شریعت نے چاہا تھا کہ دُنیا بھر میں ایک ہی زبان
ہو جائے یوں کسی سے کہا جائے گا کہ عربی سیکھو تو
وہ ترجیحی وجہ ڈھونڈھیں گے لہذا حکم دے دیا
کہ نماز پڑھو۔ نماز کیا ہے؟ اسمیں رکوع و سجود
قیام و قعود کے ساتھ کچھ سورے پڑھو۔ یہ سورے
عربی زبان میں ہیں۔ لہٰذا اسلام پر ایمان لانے
کے قدرتی طور پر نماز ہوتا اور ان کلمات کا
ترجمہ جاننے کی خواہش غیر عربی مسلمان کے دل
میں پیدا ہوگی اور یہی عربی زبان کے رواج کا
باعث ہوگی۔ لیکن یہ مصلحت بھی نہ سوجھی۔ اپنی
سہولت اور اپنی معمولی عقل کے اس فیصلے پر
بھروسا کر لیا کہ یہ تو نرا عسر و حرج ہے۔
شریعت نے اہلِ جنت کی یہ تعریف کی کہ
"لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون" نہ تو ان پر ڈر
اثر کرتا ہے نہ وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس پر بھی اعتبار
نہ کیا۔ تجربہ کر لیا۔ پھر بھی یقین نہ لائے کبھی مال
ضائع ہونے کے ڈر سے لرز گئے کبھی بادشاہوں کے
عتاب سے تھر تھر کانپے اور انکے غیر شرعی حکم قبول
کیے کبھی بھوت پریت جن کے سایہ پیر ولی پیروں

کی بد دعا سے کلیجا دھڑکا۔ جورو کے پائجامے میں چھپے
یہاں تک کہ جورو ہی کے خوف سے بھی پیشاب خطا
ہونے لگا۔

غیر شرعی عظمت کے قبول کرنے سے اسی لیے منع
کیا تھا کہ نڈر ہو جائیں مگر بادشاہوں کی خوشامد
مار کے خوف اور مال کی طمع سے اس درجہ ہوئی
کہ وہ خدا کے جوڑی دار (شریک) بلکہ خدا کے حاکم
(جن کی مرضی مشیت پر مقدم ہے) سمجھے جانے لگے
جن کی تیغ سے قیصر و کسریٰ کے قصر میں بھونچال آ جاتا
تھا انکی اولاد ایک پیادے کی آواز سُن کے پائجامہ
نجس کر دیتی ہے۔ انھیں پیغمبر نے حکم دیا تھا "علموا
صبیانکم لامیۃ العرب" اپنے بچوں کو لامیۃ عرب
پڑھاؤ (عربی کا ایک قصیدہ جسکے ہر شعر کا قافیہ لام
پر ہے) لامیۃ عرب میں کیا ہے؟ ایک نظم جسمیں
بہادری اور حسنِ اخلاق کا سبق شاعر نے دیا ہے!
میں نے تو نہیں سُنا کہ لامیۃ عرب درس میں داخل ہو۔
ارے پیمبر کی بات کا اعتبار کیسے ہے مسلمانوں کے

بچے گندے ناول پڑھ کے اچھے برتاؤ سیکھیں گے۔
لامیۃ عرب میں تو مکین بلی کی طرح عورتوں کی تلاش میں
گھومتے رہنے کی بہت مذمت کی گئی ناولوں میں جنایات
کی خوبیاں ہوتی ہیں جنھیں دیکھ کے کمسن لڑکے اور
نادان لڑکیاں زینتاً سیکھتی اور دل میں فخر کرتی
ہیں کہ ہم بھی میاں شرر کے ناول "دلکش" کی ہیرو
یا ہیروئن ہیں۔ نفسانی خواہشوں پیدا ہو جانے
کی تعلیم کس ناول میں نہیں؟

لاٹ صاحب! خدا کرے جن صاحبوں نے
مجھ کو یہ خط لکھنے میں پنہ تمھارے آرڈیننسوں کی بارڑ کے
چھپنے ہوئے پولیس کے بس میں تو معلوم ہو جائے
ساری قدر عافیت میرے خط ہمیشہ ناتمام رہتے
ہیں۔ اسے بھی ناتمام سمجھو۔

کارِ دُنیا کسے تمام نہ کرد

بہرحال سمجھ لو کہ جنھوں نے خدا کے وعدوں کا
اعتبار نہ کیا وہ تمھارے وعدوں کا اعتبار بھی
نہ کریں گے۔ باقی آئندہ۔

راقم
منطق آر ایکم

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۵۹۳ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت منصفی بہادر کا تیو ضلع ...
لالہ بھیم داس ولد لالہ ... رام قوم ... ساکن ...
دہلی شہر کا ... مالک فرم ...
بنام
فرم ... بہادر سنگھ ... واقعہ کمولی ...
تعمیل سمن کی شیو بہادر سنگھ ولد بکرم جیت سنگھ و بکرم
جیت سنگھ ولد نامعلوم ... ساکنان موتی ...
... بزرگ ضلع ... بریلی۔

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت ...
کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۹ ماہ
فروری ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت
وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور
جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ
کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر
ہوں اور جوابدہی دعویٰ کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو
آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ
کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے
جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر آپ بھروسہ اور تمام دستاویزات کو جن پر
آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش
کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر
نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ
فروری ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط
مہر عدالت
آنریری منصف

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"اگر ہم گرے تو ہائے ہائے"

جب برسات کے موسم میں آغا فہمی بوسیدہ چھجے
پر بیٹھ کے پیشاب کرتے وقت باہر گلی میں گر پڑے
تو نوکر کو آواز دی ارے میاں سلارو۔ یہ دھما کا
کیسا تھا۔ میاں سلارو نے گھبرا کے سوال کیا آپ تو
کوٹھے پر تھے گلی میں کیونکر پہنچ گئے۔ آغا فہمی
اس پیچیدہ مسئلہ پر غور کرنے لگے۔ شک ہوا کہ شاید
ہمیں کوٹھے سے نیچے آ رہے۔ لہذا یقین پیدا
کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ آغا فہمی کا فلسفہ بھی
ایسی ہی حالت میں عجائب ہوتا ہے جس طرح غیر علماء بعلت
... ہی۔
آخر سوال و جواب کے ردوبدل سے کچھ کچھ واضح
ہوا کہ گرنے والے ہمیں ہیں گرنے اور چوٹ کھانے کے

واسطے لازم ہے اسلیے اس شرط کے ساتھ "ہائے" کا
نعرہ مارنا کہ "اگر ہم گرے تو ہائے ہائے"۔
جریدہ "مارننگ پوسٹ لندن" نے لنکاشائر کی
حمایت میں ایک مضمون تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ
لنکاشائر کے مصنوعات سے نہال ہیں ایک طرف
تو حکومت ہند نے سفید کپڑے پر ۲۰ فیصدی اور
رنگین پر ۲۵ فیصدی ٹیکس عاید کر کے اس عظیم الشان
تجارت کو نقصان پہنچایا جس پر سارے انگلستان
کی روٹیاں چل رہی تھیں۔ دوسری طرف کانگریس
والوں نے بائیکاٹ کے تبر سے اس درخت کی جڑیں
کاٹیں۔ مسٹر مارننگ پوسٹ صاحب تو یہ کہتے ہیں اور
حکومت ہند بلکہ حکومت فرنگ بھی بزبان حال یوں
حرف زن ہے کہ ہمیں کچھ ضرر نہیں پہنچا کانگریسی
اپنے ہی ملک کو تباہ کر رہے ہیں۔ لہذا یہ امر مشتبہ ہے
کہ فی الحقیقت نقصان کسے پہنچا مشتبہ بات کا اقرار
بغیر "اگر" لگائے ہوئے درست نہیں۔ پس انہیں بھی آغا
فہمی کی طرح یوں کہنا چاہیے تھا کہ "اگر ہم گرے تو
ہائے ہائے اُف وہ بڑی چوٹ لگی۔ ارے کوئی ہے۔
ڈاکٹر کو بلاؤ اگر ہم گرے ہوں تو علاج کرے۔ اور ایک
نسخہ تازہ آرڈیننس کا لکھے جو لنکاشائر کی مصنوعات
کو ہندوستانی معدے میں بھی ہضم کروا دے اور اُترا
ہوا کو لاڈ ہن (روغن) ماہنت سے بٹھا دے"۔
علی ہذا القیاس مارننگ پوسٹ کا یہ بیان بھی کانگریس
والوں کے لیے ایک "اگر" کا محتاج ہے۔ مگر اسمیں
"ہائے" کی جگہ "واہ" لگانی چاہیے۔ یعنی مارننگ
پوسٹ صاحب فرماتے ہیں یہ کہ کانگریس کے کام
ہندوستانی سرمایہ داروں کے بل بوتے پر چل رہے
ہیں کانگریس والے خوش ہیں کہ مانچسٹر سے ہندوستان
میں ایک گز کپڑا بھی نہ آنے پائے گا لیکن ہم دیکھتے
ہیں کہ ہندوستانی کپڑے کی تجارت پیٹ سے پاؤں
نکال رہی ہے جس پر کوئی پابندی حکومت ہند نے
عائد نہیں کی غضب خدا کا تین کروڑ بہتر لاکھ گز کپڑا
برطانوی ہند سے مشرقی افریقہ اور سیلون پہنچ کے
صرف تین چار مہینے میں بکا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا
تو بارہ [illegible] کروڑ گز اور فروخت ہوگا۔ یہ گھٹی مانچسٹر کو
سہنی پڑے گی۔ برما میں ہندوستان کے سوتی
مال پر محصول نہیں برطانوی مال پر ۲۵ فیصدی
محصول لیا جاتا ہے ۲۹ فیصدی کپڑا برما میں
برطانیہ سے جاتا تھا اب ۱۷ فیصدی رہ گیا۔ اور
ہندوستانی تجارت میں [illegible] فیصدی ترقی کر گئی۔
اندھیر دیکھو کہ ہمارے ہی مقبوضات میں ہماری
تجارت کا برا حال ہے۔ ابھی ہم تو یہاں تک راضی
ہیں کہ ہندوستان نے ہمارے مال پر محصول بڑھا دیا
تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر وہ اپنے اندرونی مال پر بھی
اتنا ہی ٹیکس لگا دے تو پھر ہم بھی خوش رہیں وہ
بھی خوش۔ ہندوستانی خزانہ بھی خوش۔ غریب
رعایا بھی سستا مال پاکے خوش"۔
ہندوستانی بھائیو۔ تم بھی اپنی غفلت کی بدولت
علانیہ فہمی ہو۔ فہمی فی الواقع گرا تھا۔ اور تمہیں
فرضی طور پر تجارتی ترقی ہوئی ہے۔ فہمی نے کہا تھا
"اگر ہم گرے تو ہائے ہائے"۔ تم کہو "اگر ہم بڑھے
چڑھے اور اونچے ہوئے تو واہ واہ"۔ "واہ" اور "ہائے"
عروج اور زوال کا مقابلہ ہے۔ اگر آرڈیننس کی
ڈنڈے بازی پہ ہائے کہنی پڑی تو اس مجازی ترقی پہ
"واہ" کہنا ضروری ہے۔

ذکر العیش نصف العیش

اضغاث احلام یا الہام خلافت پناہی

خلافت مطاع برطانیہ مطیع حضرت حاجی مکہ و لندن
مولانا شوکت علی صاحب اسوقت حکومت کی نگاہ میں
وہی درجہ رکھتے ہیں جو جہانگیر کی نظروں میں نور جہاں بیگم
کا تھا۔ مشہور ہے کہ جہانگیر نے ولیعہدی کے زمانے
میں نور جہاں کو دو کبوتر دیے۔ نازک ہاتھوں میں
شہزادہ کبوتر نہ تھم سکے ایک پھڑک کے اڑ گیا۔
ایک بچا تو اس سوال پر کہ "آخر کبوتر کیوں اڑا دیا"
چھوڑ دیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ نور جہاں کا
بھولا پن تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ نور جہاں نے جہانگیر
کو بیوقوف بنایا "کبوتر کیوں اڑ گیا" کا جواب ہی
یہی تھا۔ جہانگیر بیوقوف بنا اور خوب بنا۔ ہندو
اور مسلمان اگر دو کبوتر فرض کیے جائیں تو ان میں سے
ایک یعنی ہندو ضرور اڑ چکا ہے جو دوسری بات ہے
کرو تو ڈال کے دانہ "آؤ آؤ" کہیں یا چھکا مار کے پھر
[illegible] دکھائیں۔ رہ گیا دوسرا یعنی مسلمان تو وہ
بھی اڑ جائے گا۔ کیونکر؟ سنیے!
اگر حاجی صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ حکومت
مسلمانوں کے تمام شرائط و مطالبات بجنسہٖ منظور
کرے گی تو سمجھ لینا چاہیے کہ حاجی نور جہاں نے
جہانگیر وقت کو بیوقوف بنایا اور خوب بنایا۔
مسلمانوں کے مطالبات کی فہرست ملاحظہ ہو۔ یہ
مطالبات ہو بہو ویسے ہی ہیں جیسے کہ ہندوؤں
کے صرف مختوں و غیر مختوں کا فرق ہے۔ یہ نہیں
سکتا کہ مسلمانوں کو تو وہ حق مل جائے اور ہندوؤں
کو نہ ملے۔ کچھ ملے گا تو دونوں کو۔ ورنہ ایک کو حق نہ
دے کے اڑا دیا تو دوسرا اپنا حق پا کے اڑ جائیگا۔
دیکھیے حضور "یوں اڑ گیا"۔
نور جہاں کی قسمت اچھی تھی ان کے بھولے پن
نے انہیں راج دلوا دیا۔ مگر ایسی ہی حرکت ایک
سائیس نے کی تو وہ پٹا۔
کہتے ہیں کہ ایک سائیس گھوڑا نہلانے دریا لے گیا
ندی چڑھی ہوئی تھی میاں بادپا غرق آب ہو گئے
یعنی ہوا سے تحلیل ہو کے پانی بن گئی۔ سائیس آقا کے
پاس روتا ہوا آیا اور کہا۔ "حضور گھوڑا ڈوب گیا"۔
حضور خود ڈوبنے والے کی لہریں ملاحظہ فرمانے دریا پر
آئے اور پوچھا "کہاں ڈوبا"۔
سائیس کو مقام غرق بتانے میں دقت ہوئی
دریا کے کنارے ڈھیلا نہ ملا تو اس نے میاں کی کمر
سے مغرق جواہر تلوار کھینچ لی اور دریا کی طرف
اچھال کے جواب دیا "حضور یہ ہیں ڈوبا" لیجیے
صاحب شمشیر برق نظیر بھی نذر آب۔ دوں، دوں
مردود بے وقوف پہلے گھوڑا ڈبویا اب تلوار ڈبو
اور [illegible] طرح پٹے۔
ہمیں اندیشہ ہے کہ حاجی صاحب ابھی تو نور جہاں بیگم
ہیں انکی بھولی باتیں حکومت جہانگیر و جہان ستان کو
بھلی لگتی ہیں۔ لیکن نتیجہ خراب ہونے پر کہیں سائیس کا

غذائے روح

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر و سُرُ کے صوتی محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنا یا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ حقیقۃً مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अखबार
अवध पंच
लखनऊ
قیمت پیشگی (اندرون ہند)
سالانہ ...... صہ
ششماہی ۔ سے
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW
ممتاز المطابع کٹوریا سٹریٹ لکھنؤ میں چھپکر باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین اللہ ایڈیٹر شائع ہوا
قیمت فی پرچہ دو آنہ

جلد ۱۷ نمبر ۸

مضامین

۲۶ر فروری ۱۹۳۲ء

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندوی)

بول بالا ہے یہاں تک ستم ایجادوں کا
شور پہونچا ہے فلک پر مری فریادوں کا

میری نیت بھی ہے توبہ کی جناب زاہد
صرف یہ ہے کہ مہینہ ہے ابھی بھادوں کا

دیکھیے ایک صدی بعد ہو کیا رنگ جہاں
دور سائنس کا ہے شور ہے ایجادوں کا

کچھ نہ کچھ لاگ تو ہوتی ہے بہلنے کے لیے
سلسلہ بند نہو عشق کی اُفتادوں کا

ہم حسینوں کو سمجھتے تھے نہایت ہی شریف
کام کرتے ہیں یہ کمبخت تو جلادوں کا

تیرے کوچے کے سوا اے ستم ایجاد نہیں
کہیں دُنیا میں ٹھکانا ترے بربادوں کا

دیکھیے جسکو وہ بیہودہ و گستاخ و شریر
آپ کا گھر ہے کہ تکیہ کوئی آزادوں کا

کچھ اگر عرض کروں گا تو شکایت ہوگی
ماحصل مجھ سے نہ پوچھو مری فریادوں کا

چین سے بلبل ناشاد نشیمن میں نہ بیٹھ
غول پھرتا ہے تری تاک میں صیادوں کا

کیا عجب ہے کہ مرا نام ہو سب سے پہلے
گر مرتب ہو رجسٹر ترے ناشادوں کا

میں تو تک بند بھی اپنے کو نہیں کہہ سکتا
شاعری کام ہے احمق بڑے استادوں کا

اطلاعنامہ بنام دائنان بنسبت تعین تاریخ سماعت درخواست دیوالہ

(دفعہ ۹۔ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت جناب سب جج صاحب بہادر اول مقام بہرائچ

درخواست دیوالہ نمبر ۳ سنہ ۱۹۳۲ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی بہادر پرشاد ولد رام برہمن ساکن کٹنگا ضلع بہرائچ سائل

بنام بابو مرلی دھر وغیرہ .... مہاجنان

ہرگاہ مسمی بہادر پرشاد سائل نے عدالت ہذا میں بذریعہ عرضی مورخہ ۳ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۲ء درخواست کی ہے کہ وہ حسب منشاء ایکٹ دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء دیوالیہ قرار دیا جاوے اور تمہارا نام فہرست دائنان میں جو مہاجن مذکور نے داخل کی ہے پایا جاتا ہے لہذا تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ عدالت نے تاریخ ۱۰ (دس) ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء واسطے سماعت درخواست مذکور بصدور لینے بیان مدیون کے مقرر کی ہے۔ اگر تم کچھ اس معاملہ میں پیروی کرنا چاہتے ہو تو اصالتاً یا بذریعہ وکیل جو حال مقدمہ سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو حاضر ہو۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اشتہار حضوری مدعا علیہ نمبر ۲ مجریہ سررشتہ ابتدائی صیغہ دیوانی عدالت العالیہ واقع ۲۴ر اسفندار ۱۳۴۱ف

نمبر مقدمہ (۴۰) سنہ ۱۳۴۱ف

ونشا دھی مدعی

دعوی ۔۔۔ ملہ معہ

بنام

محمد ولی حسن وغیرہ مدعا علیہم

بنام وسیع الحسن ولد نقی یار جنگ مرحوم قوم مسلمان عمر ۳۲ سال پیشہ ملازمت کوتوالی لکھنؤ ساکن لکھنؤ علاقہ سرکار عظمت مدار مدعا علیہ نمبر ۲

مقدمہ مندرجہ عنوان میں تمہارے نام کئی مرتبہ اطلاعنامے برین غرض جاری کیے گئے کہ تم تاریخ مقررہ پر اصالتاً یا وکالتاً مقدمہ متدائرہ کے متعلق حاضر اجلاس اصلاح ہو کر پیروی وجوابدہی کرو لیکن تمہارا صحیح پتہ نہونے سے انکی تعمیل نہیں ہوئی بالآخر ذریعہ ہذا تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ بتاریخ ۱۲ر اردی بہشت ۱۳۴۱ف روز پنجشنبہ وقت (۱۰) ساعت حاضر اجلاس موصوفہ ہوکر پیروی و جوابدہی مقدمہ کی کرو ورنہ تمہارے مقابلہ میں یکطرفہ کارروائی کیجائیگی پھر کوئی عذر تمہارا مسموع نہوگا۔

مہر عدالت

دستخط
معتمد

غزل

(از جناب سید ضمیر حسن صاحب اخاہ فیض آبادی از بہار)

اُڑاتے سُننے والے ہیں سر محفل ہنسی میری
نہ جانے کھیل اُنکو ہوگئی کیوں شاعری میری

طلب کرنے لگے جسدم وہ سونے کی گھڑی میری
کھسک آیا میں رکھی رہ گئی سب عاشقی میری

لنگوٹی باندھ کر صحرا نوردی جس میں لازم ہو
ہے ایسے عشق کو بس دور ہی سے بندگی میری

نہ چھوٹیگی جو یہ دونوں تو پھر ہے وصل بھی مشکل
نہ اُن کو ناگری اُنکی نہ مجھکو فارسی میری

نیاز و ناز کی محفل ہوئی میدان سرکس کا
ادائیں شوخ و شنگ اُنکی طبیعت چُلبلی میری

میں چپ لیٹا ہوں دم سادھے کہ جھنکار وہ چھلّے ہیں
کسی کے ہوش سے اچھی رہی یہ بیخودی میری

بھلا اُلجھا کہ کیا زلف میں پیوند گارٹے کا
صنم ہے مغربی میرا طبیعت مشرقی میری

خیالی گھوڑے اوروں کے یہاں اخر حقیقت کا
لپٹ آئے نہ کیوں اخاہ سب کو شاعری میری

کیا سرکار نظام کی پالیسی ہندوؤں کی مخالف ہے
چند حقیقتوں کا افشا

(از جناب عزیز احمد صاحب بی۔ اے)

کچھ دنوں سے ہندوستان کے اکثر ہندو اخبارات نے سرکار نظام کے طرز حکومت اور انکی پالیسی کے بدنام اور مطعون کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اور پبلک کو اس غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے کہ یہ حکومت معدلت گستر ہندوؤں کی مخالف ہے طرح طرح کی افترا پردازی اور غلط بیانی سے کام لیا جا رہا ہے۔ مگر ان معترضین کے نارواحملوں کا پول اسی سے ظاہر ہے کہ یہ تنقیص ایسے وقت میں شروع کی گئی ہے جب پبلک کی ساری توجہ کشمیر کی ہنگامہ آرائیوں کی طرف مبذول ہے اسی سے ان کی انتقامی اسپرٹ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور انکے

ہندوؤں کا بے حقیقت ہونا یہیں سے نمایاں اور ظاہر ہے۔
یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ کشمیر کے ہنگامے کے پہلے
حضور نظام کی غیر جانبدارانہ اور عادلانہ طرز حکومت
کے خلاف کبھی کوئی شکایت نہیں کی گئی۔

الزامات بیجا

کشمیری ہنگامہ آرائی کی ابتدا کو ایک عرصہ گزر چکا
لیکن اسی وقت سے ہندو اخبارات برابر اس کوشش
میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ حیدرآباد کی حکومت کو بدترین
رنگ میں رنگ کے پیش کریں۔ انھوں نے اپنے
اغراض میں کامیاب ہونے کے لیے موقع اچھا تلاش
کیا ہے۔ مگر بیجا فتنہ پردازیاں اور بے بنیاد غلط بیانیاں
کبھی سرسبز نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ ذیل کے سطور
سے ظاہر ہوگا وہ الزامات جو حکومت حیدرآباد پر
عاید کیے گئے ہیں بالکل غلط ہیں۔ میں ان معترضین
اور انکے ہمدردوں کے الزامات کو بے بنیاد اور غلط
ثابت کرنے کے سلسلے میں حکومت حیدرآباد کی
بیجا ستائش سے نیز اس کا ان ہندو حکومتوں سے
مقابلہ کرنے سے پرہیز کروں گا جن میں مسلمانوں کی
آبادی بہت کافی تعداد میں موجود ہے۔ میں صرف
ہر الزام کے جواب میں اعداد و شمار پیش کر دوں گا
تاکہ ناظرین اس امر کا خود فیصلہ فرما سکیں کہ ان
اعتراضات سے اور حقیقت سے کیا لگاؤ ہے اور
یہ بھی طے کر سکیں کہ آیا حکومت حیدرآباد اپنے
ہندو رعایا کے حقوق کا اس سے زیادہ بھی لحاظ
کر سکتی ہے یا نہیں۔ البتہ میں یہ ضرور چاہتا ہوں
کہ ناظرین "ایسا ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہو سکتا
تھا" سے بحث نہ فرمائیں گے بلکہ جو کچھ کہ موجودہ حالات
میں کیا جا رہا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں گے۔

حکومت کی ملازمتیں

سب سے بڑا الزام جو عاید کیا جاتا ہے وہ سرکاری
ملازمتوں میں غیر مسلم اقوام کی تعداد سے متعلق ہے۔
اول تو کسی قوم کی بہبودی کے متعلق محض ملازمتوں
کی کمی و زیادتی کی بنا پر فیصلہ کر دینا ہی غلط ہے۔
دوسرے ان غیر مسلمین کی تعداد جو ملازمت کے قابل
ہیں اس آب و تاب سے پیش کی جاتی ہے کہ ان
لوگوں کی تعداد جو حکومت کی اسامیوں پر مقرر
ہیں حقیقت میں جتنی ہے اس سے بھی کم دکھائی
دینے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی قوم کی بہبود کے بہت
سے وسائل مثل تجارت، صنعت و حرفت، زراعت،
ساہوکاری وغیرہ کے ہوتے ہیں اور یہ امر خاص طور پر
قابل لحاظ ہے کہ ریاست کے یہ تمام شعبے اور پیشے
غیر مسلم اقوام کے ہاتھوں میں ہیں۔

ہندو حاوی ہیں

ریاست کی تقریباً ساری تجارت ہندوؤں کے
قبضے میں ہے۔ ساہوکار سب کے سب وہی ہیں
اور ریلوے و بنک سارا کاروبار انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔
پٹیل اور پٹواری جو دیہاتوں میں بحیثیت چھوٹے
[illegible] حکومت کرتے ہیں سب وہی ہیں۔ [illegible]
وکلا اور ڈاکٹر [illegible] ان دونوں کا بہت بڑا حصہ [illegible] دولتمند
اور متمول ہیں۔ غیر مسلم [illegible] مسلمانوں کو [illegible]
ان تمام شعبوں میں کہیں جگہ نہیں [illegible] اس لیے
انھیں سوائے سرکاری ملازمت کرنے کے اور
کوئی چارہ نہیں کیا کوئی منصف مزاج شخص ان
بدبختوں پر یہ ذریعہ معاش بھی (باوجودیکہ اس سے
کم دولت کسی ذریعے سے نہیں حاصل ہوتی) بند
کر دے گا؟ اسمیں شک نہیں کہ ان پر یہ الزام
عاید کیا جا سکتا ہے کہ وہ دوسرے ذرائع کیوں
نہیں اختیار کرتے، مگر وہ جس طرح کے اسباب
و حالات میں گھرے ہوئے ہیں ان کے لیے
سوائے نوکری کے اور چارہ کار ہی کیا ہے؟
ان کو ان اسامیوں سے نکال دینے کے معنی انکی
قومی زندگی کا خاتمہ کرنا ہے۔ انکے پاس اتنا سرمایہ
نہیں ہے کہ وہ تجارت کر سکیں ایسی حالت میں
اگر سرکاری ملازمتیں مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دی گئی
ہوتیں تو بھی قابل اعتراض نہ ہونا چاہیے تھا لیکن
ایسا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہندو، پارسی، عیسائی
سب کو یکساں طور پر جگہیں دی جاتی ہیں۔

ایک افترا پردازی

سرکاری ملازمتوں میں غیر مسلم اقوام کا بہت کافی
حصہ ہے۔ معترضین انکی تعداد کو ظاہر کرنے کیلیے
ان کی آبادی کی تعداد خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے
ہیں۔ یہ الزام کہ ہندو آبادی اسی یا نوے فیصدی
ہے اور اس تناسب سے ملازمتوں میں انکی تعداد
بہت کم ہے صریحی مفسدہ پردازی ہے۔ میں
سطور بالا میں ظاہر کر چکا ہوں کہ ریاست کی
تجارت و صنعت و حرفت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے
ساہوکار وہی ہیں، دیہاتوں پر وہی حاوی ہیں
اور سارے پیشے انھیں کے قبضے میں ہیں، اب
صرف آبادی کے متعلق ایک اہم بات رہ گئی ہے۔
ریاست کی غیر مسلم قوموں میں سب سے بڑی تعداد
ان لوگوں کی ہے جو نیچ ذات یا اچھوت کیے جاتے
ہیں۔ ہندوؤں سے بحث کے سلسلے میں ان کا
ذکر فضول ہے، اسلیے کہ وہ لوگ جو ان غریبوں کو
انسانی حقوق کی مبادیات بھی دینے کے لیے تیار
نہیں ہیں وہ انھیں اپنی قوم کی آبادی میں شمار
نہیں کر سکتے۔ اسکے علاوہ ہندو اوسط ذاتوں میں
ایک ذات "بھوئی" بھی ہے۔ یہ لوگ اپنا خاندانی
پیشہ جو خدمتگزاری ہے کسی طرح نہیں چھوڑنا چاہتے۔

تین سو گزیٹڈ افسر

ان اعداد سے صاف ظاہر ہے کہ ان ہندوؤں کی
تعداد جو ملازمت کے مستحق ہیں یا جنھیں ملازمت
کی ضرورت ہے اس تعداد سے کہیں کم ہے جس کا
اظہار کیا جاتا ہے۔ ایسے ہندوؤں کی تعداد
جن کی عمر اکیس سال سے زائد ہے تیس لاکھ کے
قریب ہے ان میں سے بمشکل دو لاکھ کے قریب
ایسے نکل سکیں گے جو اتنے تعلیم یافتہ ہوں کہ
وہ سرکاری ملازمت کر سکیں۔ ان میں سے جتنے
ملازم رکھے جاتے ہیں انکی مالی حیثیت ان مسلمانوں
سے کہیں بہتر ہوتی ہے جو ملازمتوں کے خواہاں
ہوتے ہیں۔ پھر بھی تین سو سے زائد غیر مسلم گزیٹڈ
افسر موجود ہیں۔ اور تین ہزار پانچسو اکہتر سول اور
فوجی محکموں کے چھوٹے چھوٹے عہدوں پر مقرر
ہیں۔ ایک ہزار سے زیادہ وکیل ہیں اور دو ہزار
ایسے ٹھیکہ دار ہیں جنھیں گورنمنٹ کی طرف سے
چھ سو سالانہ سے لے کر پانچ ہزار سالانہ تک کے

گناہ نہ ہو تو بخشش فضول - جرم نہ ہو تو توبہ فضول - بیماری نہ ہو تو ڈاکٹر فضول - ہجر نہ ہو تو وصل کا لطف جب تک ملے گا جب عسرت اور ایذا نہ دیکھی ہو گی ؎

تنگیٔ عیش میں ممکن نہیں ترک لذات
سوکھے ٹکڑے بھی تو فاقوں میں مزا دیتے ہیں

پس بیگناہ کا جیل خانے جانا یا لاٹھیوں کی چوٹیں کھانا مستحق کرم و بخشش بناتا ہے - اور کوئی شک نہیں کہ یہ تنبیہ مفاد عام و عوام سے متعلق ہے - عوام کو ہرگز یہ حق نہیں کہ اس تنبیہ کرم کو اپنے واسطے معیوب ایذا خیال کر کے یہ کہیں کہ حضرت ہم تو بیگناہ ہیں ہماری جبہ سائی یہ مشق جفا کیوں ہے کاش یہ پائیدار امن و آسائش حکومت میں خلل ڈالیں - نہ مجرم عوام ہی کو انکی وکالت فضول کا حق پہونچتا ہے - کہ انکی حمایت میں یہ شعر پڑھیں ؎

نوٹ - پنچ ہذا کے صفحہ ۳ کالم ۲ - سطر ۱۴ میں عدالت کے نام کے ساتھ "حیدرآباد دکن" کتابت سے رہ گیا ہے - اور مقام کا نام ضروری ہے لہذا تصحیح کر لینی چاہیے -
"منیجر اودھ پنچ"

بجرم عشق اگر کشتی مرا منوں احسانم
گناہ زاہد بیچارہ آخر چیست حیرانم

اسلیے کہ ؎

باطل است آنچہ مدعی گوید

(۲) ان اختیارات کا ایک مفاد یہ بھی ہے کہ آزمائش بے وفا و باوفا کی ہو جائے گی - جو نہ چھیننا بھی مفاد عام کے خلاف ہے -

نقل ہے کہ ایک خوددار زن بازاری کسی رئیس کے یہاں سلام کو گئیں خاصے کا وقت تھا حضور دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ یہ پہونچیں ان کی صلاح کی گئی کہ آؤ بوا جان کھانا کھاؤ - یہ بوا جان بطور سے ماش کی روٹی اور لستن کی چٹنی اور آلو کی ترکاری کھا کے آئی تھیں انھوں نے عذر کیا کہ حضور میں تو کھانا کھا کے آئی ہوں -

"ہاں! کیا کھایا تھا؟"

"اے حضور غریبوں کی غذا ہی کیا؟"

"کچھ تو بیان کرو"

"نواب ٹلن صاحب نے مزعفر بھیجا تھا - اور شہزادے گھگھو قدر نے مچھلی کے کباب - گھر میں پلاؤ اور گیلانی خطکا پکا تھا - یہی کھایا تھا"

رئیس صاحب کچھ دل میں تاڑ گئے - کیوں؟ ان کے دسترخوان پر یہ نعمتیں اسوقت نہ تھیں - خیر ٹھہرو بی صاحب ابھی معلوم ہوا جاتا ہے تم نے کیا زہر مار کیا تھا - دو چار مکھیاں پکڑ کے گلوری میں رکھیں اور اپنے ہاتھ سے بی بوا کے غنچۂ دہن میں گلوری رکھ دی - تھوڑی دیر کے بعد آلو کے قتلے اور ترکاری کے زرد چاول - ماش کی روٹی کے ادھ چبے نوالے لستن کی خوشبودار چٹنی کی تہ بہ تہ غرضکہ تمام چیزیں ایک اصفہانی سی آلائش کے ساتھ جو بکرے کی بولی سے مشابہ تھی نکل پڑیں - اور اہل صحبت نے آوازے کسنے شروع کیے "لا قوہ بہت گھی تھا - معاذ اللہ اتنی زعفران؟ اور بھئی خوشبو تو بالکل مشک کی آ رہی ہے"

ہندوستانیوں میں ایسے بھی ہیں جو دعوی کرتے ہیں کہ ہم وفادار ہیں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم روٹی کو مزعفر ہم نے کھایا ہے اور ہمارا معدہ اسکے ہضم کرنے کی پوری استعداد رکھتا ہے بیک پر گس قے آور پولیس وفادار ہو یا بے وفا دونوں کا معدہ ظاہر کر دیگا کہ پیٹ میں کیا ہے -

دلیل دعوے قرآن میں ایک آیت ہے جسکا ترجمہ یہ ہے "کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہی چھوڑ دیے جائینگے اور آزمائے نہ جائیں گے"

پس خصوصاً اہل اسلام ہند اور عموماً اہل عقل اس امتحان و اختیار کو غیر صحیح قرار نہیں دے سکتے - وفادار تو پولیس کا ساتھ دے کے ڈ آمنا کا امتحان دینگے اور بے وفا برداشت کی طاقت کا ثبوت پیش کرینگے وہ زمانہ تو خدانخواستہ ہے نہیں کہ ؎

حُسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزما کے کیوں

پر عمل ہو - بوالہوس کی شرم رہ جائے کہ امتحان ہوتا

کچھ بار مردوں کے سر پر کچھ عورتوں کے کندھوں پر بڑھا دیا ہے
در اصل ڈومنیین اسٹیٹس"

عدالت خفیفہ
بموجب دفعہ ...
درخواست مدعالیہ
نسبت قرار دیے جا...
ولد شنکر قوم کہار
احاطہ آغا تراب
لکھنؤ جو ... اکتوبر
کی گئی بعد سماعت
مدعیان مذکورہ اپنے
ثبوت ... کے
پیش کریں -
اور جواب ...
... مارچ سنہ ...
میں پیش کریں
المرقوم ۹ ...

مہر عدالت

"اسی سے پَوْدہ (نسل) بڑھا میری بطخ!"

"یہ صفر ہے انڈا نہیں۔ ہائے کیونکر سیؤں!"

نوٹ: ۱۲ فروری کا پرچہ بوجہ عید کی تعطیل کے نہیں شائع ہوا۔ خریدار احباب مطلع ہوں۔

فروری ماہ میں جن احباب کی میعاد ختم ہے اور انہوں نے مزید قیمت نہیں ارسال کی ہیں [illegible]

تو بھاگتا پھرتا دوسری طرف "لینے" نغلیں بجائیں اور اعتماد سرکاری پہ بات ٹل جائے۔

اب تو جیسے دماغ عشق ہے ویسی دولت کا بھلا چکا سکتا ہے۔

(۳) مفاد عام بے وجودی اور خود مختارانہ حکومت ہے مدعی جو عدم وجود کی خواہش رکھتا ہو اسے معدوم ہی خیال کرنا چاہیے پس جب تک خود مختاری کا سودا سر میں ہے مفاد عام کو ضرر پہونچتا رہیگا۔

خود مختاری مراد ہے ذاتی آزادی کی ذاتی آزادی کا خیال امن و آسائش کی تپاور کے لیے آگ کا لوکا ہے۔ سمجھ لیجیے ؎

کرمارا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

دلیل دعوٰی ؎

ذوق فنا نیا فتۂ ورنہ در نظر
زنگیں تر از بہار بود جلوۂ خزاں

(۴) ایک شاعر کہتا ہے ؎

اسیر بخت عہد شباب کر کے مجھے
کہاں گیا مرا بچپن خراب کر کے مجھے

یہ حضرت ہیں شاعر۔ شاعر ہوتا ہی نہیں جب تک عاشق نہ ہو بالغ نہونے کی حالت میں جس طرح عقل کمل نہیں ہوتی اسی طرح حماقت یعنی عشق میں بھی پختگی نہیں آتی۔ پس یہ جب تک بچے تھے اچھے تھے۔ شباب آیا اور شامت اپنے ساتھ لایا۔ قابل اور عاقل والدین کا قاعدہ ہے کہ اولاد کو جوانی کی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے ہی سے آمادہ کر رکھتے ہیں۔

رعیت نابالغ ہے اسمیں کوئی شک نہیں حکومت بمنزلۂ والدین ہے اس میں بھی کوئی کلام نہیں مگر خود مختاری کو لوگ شباب سمجھتے ہیں یہ بھی ظاہر ہے۔ شباب ہوتا ہے اندھا۔ اونچ نیچ سوجھائی نہیں دیتا۔ لہذا یہ مفاد عام کے خلاف ہے کہ دنیا بھر کو زندگی بھر نابالغ رہنا چاہیے۔ اگر فطرت کے اقتضا سے جوانی دیوانی کا دورہ ناگزیر ہے تو شباب کی گھنگھوریاں جھیلنے کی مشق بھی لازمی ہے۔ ورنہ مفاد عام فوت ہو جائیگا۔

دلیل دعوٰی۔ بدیہی باتوں میں دلیل عین دعوٰی ہے اور دعوٰی عین دلیل۔ تمام قانونی اور شرعی تکلیفیں بلوغ کے بعد شروع ہوتی ہیں پس بدیہی بات ہے کہ تکلیفات میں ابتلا مفاد عام کے منافی ہے

دفع دخل مقدر۔ تو تم نے دیکھا کہ بعض مقامات پر نابالغ بیٹے کی جگہ باپ کو جو سزا بھگتنی پڑی وہ انصاف کے خلاف یا مفاد عام کے منافی ہے۔ ہرگز نہیں یا بیعنی کہ صاحبزادے ملکی شورش انگیز تحریکوں میں قبل از بلوغ شریک ہوئے۔ اور پدر بزرگوار نے انھیں روکا نہیں۔ اسکے علاوہ خود پدر بزرگوار کا بلوغ بھی مسلم نہیں کیوں انھوں نے اپنے بلوغ سے پیشتر ایسا بچہ جنا یا جو ؎

شیشان عجیبان مما بزد امن یغم
شَیَنہ یصبٹی وصبّیٌ یتشیّنم

کے اعتراض صحیح کے مورد رہے۔ اردو عجیب چیزیں ہیں جو برف سے زیادہ سرد ہیں بڑے میاں جو سینک تڑوا کے بچھڑے بنے اور وہ لونڈا جسکے پیٹ میں بوڑھی روح سماگئی) اسواسکے باپ اور بیٹے میں فرق ہی کیا ہے جب ایک دوسرے کی میراث پاتا ہے تو سزا میں بھی بقاعدہ میراث شرکت ہو سکتی ہے۔ "میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو" بالکل خلاف عقل اور منافی مفاد عام ہے۔

اسمیں جنس ذکور و اناث کی کوئی تفریق نہیں کی جا سکتی شاعر کہہ گیا ہے ؎

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے
نہ کہ لونڈوں کے ساتھ ڈنڈ پیلے

پرانے دستور کے مطابق لڑکیاں پکٹنگ اور ایسے دوسرے کام نہیں کر سکتیں اور یہی حال مدارس کے اساتذہ کا ہے خواہ وہ استاد ہوں یا استانیاں اُن کا فرض ہے کہ اپنے نابالغ شاگردوں کو قبل از وقت شباب خانہ خراب کی منزلوں سے روکیں اور ہر شاگرد کے تیز اودبن جائیں یعنی بیک وقت ایک شاگرد جو مشرق میں رہتا ہے اُسکی گردن پر بھی سوار رہیں اور دوسرے شاگرد کی گردن پر بھی جو مغرب میں رہتا ہے۔ اگر وہ اس محال پر قادر نہیں ہیں تو عہدۂ اُستادی کے بھی اہل نہیں۔ پس یہ حکم کہ تمام اساتذ اُن شاگردوں کی نگرانی کریں اور اُنکے دلوں میں شباب کے خون کی گردش نہونے دیں بالکل موافق مفاد عام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جملہ اہل قلم جن میں "اخبار نویسوں" کی جماعت زیادہ قابل خطاب ہے، ایسی حالت میں جبکہ جز ملزوم بھی بیتوں بتیوں چاں رہا ہے ہرگز قبل از بلوغ بالغانہ مضامین لکھ نہیں سکتے۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو یقیناً مفاد عام کے خلاف ہوگا۔

نوٹ:۔ لندن کے مدبر بالغ ہو گئے ہیں اُن کی باتوں پر ہندوستانی نابالغوں کو متوجہ ہونا منافی مفاد عام ہے مثلاً مسٹر لینسبری وغیرہم جو حکومت ہند کو جھڑکیاں دیتے رہتے ہیں یا امریکا والے بالغ اخبار نویس جو حکومت ہند کے رویہ پر آڑے ترچھے آوازے کستے رہتے ہیں ان کے افادات قیاس مع الفارق ہیں۔

حکومت ہند خلیفہ مامون الرشید کے سے اطفال نابالغ چاہتی ہے نہ کہ شریر اور احمق اطفال چنانچہ

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۰۰۳۳ سنہ ۱۹۲۱ء

بعدالت جج خفیفہ کانپور ضلع کانپور

فرم غلام علی سودی پر شلو واقع کانپور پرگنہ و ضلع کانپور بذریعہ محمد علی و سید غلام اعلی قوم سید مسلمان ساکن توپخانہ بازار — مدعی

بنام

امرناتھ گھوش ولد اسلام قوم بنگالی ساکن کیمپ ملکیپور رہ مکان بابو بی۔ ایل۔ گھوش اسٹوڈیو گرافر — مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ۱۲/۶/۳ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوٰی کی کرو۔ اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات جن پر تم جوابدہی کے بیچ میں استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۹ ماہ فروری سنہ ۱۹۲۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

نس ... بہادر لکھنؤ
ایکٹ نمبر ۱۹۱۰ء
... سنہ ۱۹۲۱ء
... دریا گنج نیتی
مالکن حسین گنج
... تھانہ حضرت گنج
... سنہ ۱۹۲۱ء کو دائر
... حکم ہوتا ہے کہ
... علیہ ہونے کا
... در عدالت ہذا میں
... کا ثبوت
... عدالت ہذا
... سنہ ۱۹۲۲ء
دستخط حاکم بخط انگریزی

چنانچہ حکایت ہے کہ معلم ابو محمد ترمذی خلیفہ مامون کے استاد اور سعید جوہری اتالیق تھے ایک روز ترمذی صاحب جو آئے تو صاحبزادے مکتب سے غیر حاضر تھے آدمی پر آدمی غلام پر غلام بھیجا کہ تشریف لائیے۔ مگر وہ کھیل کود میں مصروف تھے۔ ترمذی نے جوہری سے کہا کہ ڈھنگ اچھے نہیں ہیں۔ صاحبزادے کھیل کود میں خراب ہو گئے اور بد نامی ہو گی میری۔ جوہری نے تائید کی اور کہا جب آپ چلے جاتے ہیں تو صاحبزادے نوکروں چاکروں کا ناک میں دم کر دیتے ہیں۔ بادشاہ کا بچہ ہے کس کی مجال ہے جو موں سے توں کر سکے۔ بڑی دیر کے بعد جب صاحبزادے محل سے برامد ہوئے تو استاد نے گن کے سات کوڑے رسید کیے۔ تعزیر ختم ہوئی تھی کہ سامنے سے جعفر برمکی کو آتے دیکھا۔ ترمذی صاحب کی جان سوکھ گئی مگر مامون الرشید نے فوراً رومال سے آنسو پونچھے کپڑے درست کر کے چار زانو بیٹھ گئے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔

جعفر وزیر تو خلیفہ ہارون کے دربار میں چلے گئے اور استاد نے صاحبزادے کی چاپلوسی (خوشامد) شروع کی میٹھی باتوں سے جتنا رلایا تھا اتنا ہی ہنسایا تعلیم کا وقت ختم ہوا۔ مامون نے سواری طلب کی استاد نے چپکے سے کہا: "صاحبزادے جعفر وزیر کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ہونے پائے ورنہ میری شامت آ جائیگی؟" مامون رشید نے فرمایا کہ استاد بھلا یہ آپ کے فرمانے کی بات ہے۔ میں تو کبھی ابا جان کو بھی اس حال سے مطلع نہ کرونگا میں واقف ہوں کہ لڑکوں کو تادیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ مطمئن رہیے روزانہ سو مرتبہ بھی آپ یوں ہی مرمت کیجیے گا تب بھی میں آپ کی شکایت نہ کروں گا۔

دیکھا آپ نے؟ ایسے ہوتے ہیں قابل اور ہونہار بچے۔ اطفال ہند میں اگر ایسے عمدہ صفات سے متصف کوئی بچہ نظر آتا ہے تو وہ خلیفہ بنا خلیفہ ابن خلیفہ ہو خلیفہ رو حاجی شوکت علی صاحب ہیں ان کی ہدایت پر مسلمانوں کو خصوصاً اور ہندوؤں کو ... عمل کرنا چاہیے وہ ارشاد کرتے ہیں "انگریز جو کچھ دے رہا ہے اُسے قبول کر لو یا وہ جو کچھ میں سے کاٹ دیں آر ڈیننس کے سوا اور کچھ تو بھی ملا نہیں) اور یہ رفتار عین مطابق معاہدہ ہے۔ اگرچہ اس قول کا مصرا ... عدم بلوغ پر دلالت کرتا ہے یعنی "اگر ۱۴ شرطوں میں سے مسلمانوں کی ایک شرط بھی منظور نہ ہوئی تو پھر انگریزوں سے ہماری کھلی جنگ ہے" مگر یہ قول بچپنے کے بھولے پن پر محمول ہو گا۔ بچہ ہے بچہ۔ جانے دو۔"

شکر ہے کہ وہ ترمذی وقت و حکومت ہندوستان خلیفہ صاحب کو پہلے جو ادب سکھا یا تھا (تیرہ زمانے گزرے ہوئے کے) وہ اکارت نہ گیا۔ حاجی شوکت بھی مامون رشید کی طرح تازیانہ وغیرہ مفید قرار پائے اور تادیب کی قدر و قیمت سے واقف ہو گئے۔

"اول یہ آخر نسبتے دارد"

خدا ہمارے خلیفہ زمانہ حاجی شوکت علی صاحب کو بالغ بھی کر دے اور جلد وہ کسی اسلامی تو ساختہ نیم طرز حکومت کے خلیفہ بن جائیں۔ آمین۔

(باقی آئندہ)

راقم

فلاسفر

پنچ۔ ایک میاں تھے بی بی کے عاشق۔ عشق کی بدولت دن بھر بی بی کی صورت دیکھنے سے مہلت نہ ملتی تھی۔ اسکے ساتھ ہی طبیعت کے بزدل اور "دو منھ" کے بہادر تھے۔ مدتوں اہلیہ کے تافتانی گال اور چہرے کے نمک پر بسر اوقات ہوئی۔ بھلا ان چیزوں سے کہیں پیٹ بھرتا ہے؟ آخر بی بی نے گرگٹ میاں کو نفس عنبریں کی ہوا اور چہرۂ خورشید نما کی دھوپ کھانے سے روکا اور نوکری پر مجبور کیا۔ اتفاق سے کہیں لڑائی چھڑی۔ فوج بھرتی ہونے لگی آپ جانیے یہ حضرت زبانی سپاہی تھے فرمان زوجہ سے مجبوراً نام لکھوا لیا۔ دوسرے دن نئی فوج مورچے پر جانے لگی۔ بی بی نے نذر امام ضامن کا روپیہ بازو پر باندھا۔ آیۃ الکرسی دم کی۔ ڈیوڑھی تک مشایعت کرنے گئیں اور آبدیدہ ہو کے منھ پر منھ رکھ دیا۔ میاں سپاہی کی بغل میں توشہ کندھے پر بستر پاؤں باہر جاتے تھے یا اندر پلٹے اور فرمایا:

"بی بی۔ یہی باتیں تو مجھے مورچہ سے پلٹا لاتی ہیں"

جو مسلمان ہمارے حاجی صاحب پر عاشق ہیں وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ "واللہ تمہاری یہی باتیں تو ہمارا دل موہ لیتی ہیں بس اسی سے تو ہم مورچے پر نہ گئے پلٹ آئے"

گدا سمجھ کے وہ چُپ تھا مری جو شامت آئے
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

ڈاک کا محصول تو لگے ہاتھوں دو بیئے!

بعض فادر ہملی لیٹر بکس یا شیاطانہ پمفلٹ جو پہنچے تو گھبرا کے انھوں نے ڈاک خانے کے افسر کو لکھا "کیوں صاحب آپ یہ خراب کن خطوط تقسیم ہی کیوں کرتے ہیں؟"

افسر نے جواب دیا "ٹکٹ جس پر لگا ہو یا جو کچھ بھیجا گیا ہو ہم تو اسے تقسیم کرنے پر مجبور ہیں۔ مگر ایک بات آپ سے کہیں؟ - اب تو پیکٹ یا خط آپ کو مل ہی گیا۔ بھیجنے والے نے محصول کم ادا کیا ہے لہذا اپنے ہاتھ سے مزید محصول تو عنایت کر دیجیے" ×

اس پر ہمیں وہ دو دیہاتی یاد آ گئے جنھوں نے کہا تھا آؤ کھیتی کریں۔ اور لگے بونے۔

دوسرے نے کہا "جیٹ"۔

"ہائیں یہ "جیٹ" کیسا"

"ہم نے گنا توڑا"

"ہماری اجازت کے بغیر؟"

بات بڑھ گئی لپا ڈگی جو ہوئی تو پولیس والے نے گردن ناپی اور فرضی کھیتی کا اصلی محصول وصول کر لیا۔ سرکاری لگان دیے بغیر کھیتی کرتے ہو۔ ہاتھ تمہارے کی"

خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ "منیجر"

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ۲ روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کم ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔

(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچہ واپس نہ لیے جائیں گے۔

مینجر اودھ پنچ لکھنؤ

شاہی سرمہ

(تیار کردہ پرپی بھائی ڈاکٹر موتی لال صاحب)

یہ سرمہ کل امراض چشم پر سبقت لے گیا ہے تندرست آنکھوں کی روشنی بڑھاتا ہے اور ہر قسم کی شکایت آنکھ مثلاً سرخی، پھولا، جالا، پربال، ککرے، آشوب چشم، نزلہ، دھند، خارش، موتیا بند رو ہے۔ سوزش وغیرہ کے لیے از حد مفید و اکسیر ثابت ہوا ہے قیمت فی شیشی و ماشہ ۳/ آنے درجن کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔ ایک درجن کے خریدار کو ایک شیشی مفت و محصولڈاک معاف۔

ملنے کا پتہ

کیلاش بہاری سنہا بی اے۔ ۴۸ سوامی نگر دیال باغ آگرہ

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

اگر آپ اشتہاری ادویات و عطائی نسخہ جات و جاہل خود رو طبیبوں کے ہاتھوں اپنی کمائی لٹا کر صحت سے مایوس ہو چکے ہیں اور اس عالم یاس میں کامل صحت حاصل کرنا یا سچے مخلصانہ مشورہ کے مشتاق ہیں اگر آپ نامور تجربہ کار کامل الفن اور حذاق اطبا کے مشوروں سے بلا ادائے فیس فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر دواخانہ معدن الادویہ کی جدید فہرست طلب فرما کر فائدہ اٹھائیے اور دوسرے بھائیوں کو بھی نفع پہنچایئے۔ تمام خط و کتابت بصیغہ راز رہتی ہے۔

المشتہر۔ دواخانہ معدن الادویہ لٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ

حیات نسواں

دلہن کا سب سے بہتر اور غیر فانی جہیز یہ کتاب [illegible] بیٹیوں کو اپنی روحانی آغوش میں پرورش کرنیوالی سرپرستوں کی طرح انکی لغزشوں کی اصلاح اور قدم قدم پر ٹھوکروں سے بچانیوالی۔ اپنے مقناطیسی اثر سے لڑکیوں کا دل اپنی طرف کھینچ لینے والی لڑکیوں کی اتالیق معلمہ۔ مربی یا استانی کی خدمت انجام دیگی۔ بہترین وقت لڑکیوں کی رشد عالم جوانی میں قدم رکھتی ہیں تو حیات نسواں [illegible] بتاتی ہے شادی سے قبل انکو کن کن باتوں کا جاننا ضروری ہے اور دوسرے ال میں کس طرح اپنے شوہر کو خوش کر سکتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس میں بتایا گیا ہے اس کی ہدایات پر عمل کرنا گویا تمام سسرال والوں کو اپنے قبضہ میں کر لینا ہے۔ دلہا دلہن میں محبت کرا دینا اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ امور خانہ داری کا کامل منتظم بنا دینا اس کا اصلی فرض ہے۔ بچوں کی پرورش کے طریقے انکو تعلیم و تربیت کا سبق پڑھانا۔ طرح طرح کے کھانے پکانا۔ قسم قسم کے اچار چٹنیاں اور مٹھائیاں بنانا۔ بیسیوں قسم کے دلکش کشیدے کاڑھنا۔ [illegible] کے علامات اور علاج مجرب نسخہ جات۔ گویا حیات نسواں ضروریات زنانہ کا ایک دستور العمل ہے۔ [illegible] نسوانی ضروریات کو پورا کر دیا ہے۔ [illegible] حیات نسواں کی جہالت [illegible] تہذیب [illegible] اصول [illegible] کے تحت [illegible] اخلاق کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ [illegible] اگر آپ اپنی [illegible] بیش بہا [illegible] دینا چاہتے ہیں تو آج ہی حیات نسواں کو منگا لیجئے۔ یہ کتاب اسقدر مقبول ہوئی ہے کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت عمدہ [illegible] کاغذ پر [illegible] کرایا گیا ہے قیمت ۸/

ملنے کا پتہ۔ اتحاد بک ڈپو امروہہ ضلع مراد آباد

غذائے روح
معارف النغمات
یعنی
وہ بے نظیر کتاب جس نے پیچ پیچ ہوا میں گرہ لگائی
اور
ایک گراموفون کی طرح سُر وں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے
یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے
اس کے حصۂ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر
اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے
حصۂ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے
یعنی
تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے
اُستاد محمد علی خاں
میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے
ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے
ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الحقیقہ
مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی
اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے جلیاد اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات وظائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

"منیجر"

رنگین اور سادے

نئے نمونہ کے حسب نخواہ لیبل بیڑی سگریٹ ادویات عطر اور تیل وغیرہ ہر چیز کے لیے ہمارے یہاں بجنایت پابندی وقت تیار کرائیے۔ ہاف ٹون اور لائن بلاک بنوائیے ہر قسم اور زبان کے پوسٹر ہینڈ بل کتابیں حتیٰ کہ رنگین لیبل تک چھپوائیے اسکے علاوہ ہر قسم اور زبان کی کتابوں کی فرمائش کیجیے آپ کو کفایت اور سہولت کے ساتھ ہی ساتھ کام اور مال کی عمدگی کی خوبی بھی بدرجہ کمال حاصل ہو گی

منیجر

عبدالحمن نور علی پریس حسین لولہ لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح مسخرے پن کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت پر رو درحقیقت نکتہ چینی تیغ نتائج واقعات اور دنیا کی اصلاحات اخلاقی سیاسی و ادبی پر نظر کیجیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعہ میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ ہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالب علموں اور شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ وہ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ سوا اس کے ہم نہیں تو ہم کی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ یا ناداری یا بے بسی کا واسطہ دلانا خلاف انسانیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاک کے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستے میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا یہی تقاضا ہوتا ہے اور خریداروں کے دو تکانے پر بیانہ مند خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناطور حق کرنا مقصود نہیں۔ پھر بلا عذر اتنا بار نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مصلحت یا پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حملوں سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو لفافہ کے نام کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ٹکٹ لگا ہوا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ... مضامین غیر نمبر ۸

۵ مارچ ۱۹۳۱ء

اُردو زبان کی ریسرچ

مولانا وقیق - آج جو میں نے آپ کا چشمہ مستعار لیکر آنکھوں پر چڑھایا اور ایک آنکھ بند کر کے جو دیکھتا ہوں تو مجھ پر چودہ طبق روشن ہو گئے۔ گزشتہ اور آئندہ کا سب حال میرے دل و دماغ پر کھل گیا۔ واقعی آپ کے چشمہ کے ایک ہی تال نے غضب کی سحر آفرینی کی۔ کاش دونوں تال سے دیکھتا تو تمام اجرام فلکی کی ریسرچ سے ستارہ بین حضرات کو مستغنی کر دیتا۔ خیر داشتہ آید بکار۔ یہ وہی چشمہ ہے جو ہر ہفتہ آپ زیب چشمان مثالی فرما کر وہ پنچ کے ٹائیٹل کے اشہب جہاں سیر پر مع نیزۂ قلم و دست و شمشیر خیال مضامین عالی بے نیام کیے ہوئے سوار ہو کر اردو زبان کے میدان ترقی کے صفحہ قرطاس پر تیز گامی سے رواں دواں ہیں۔ میں آپ کی چشم عنایت کا بہت منت گزار ہوں کہ نہ صرف چشمہ بصیرت بلکہ کل سامان مجھکو عنایت فرمایا جسکے باعث بہت سہولت ہوئی اور اردو زبان کی ریسرچ میں بہت مدد ملی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ۱۹۳۱ء کے آتے ہی آپ نے پرانی دنیا سے نئی دنیا کی طرف رخ پھیر دیا۔ اور سارا گراں عینک سے ناک۔ کان اور آنکھوں کو سبکدوش فرما کر عریاں کر دیا۔

پنجاب سے ریسرچ کرتا اردو زبان کے دائرہ اوٹ پٹانگ میں گھومتا گھامتا اپنے سمند قلم کو (ایمیرٹ) کا دوڑتا ہوا میں پنجاب و یو پی کے سرحدی ضلع سہارنپور پہونچا اور اس صوبہ کا کام بعد اہتمام یہیں سے شروع کر دیا۔ آئندہ انشاء اللہ اسی طرح پورب تک بہ یک بینی و دو گوش مع چشمان حقیقت افروز اہل دلی و لکھنؤ کی خصوصاً اور حضرات نبا ماس و ناظرین پنچ کی عموماً جوع الادب مٹانے کے لیے علمی و ادبی ضیافت کا دسترخوان بچھاتا چلا جاؤں گا۔ آئیے اب مری ریسرچ سے بحراس ظاہری و باطنی فائدہ اٹھائیے۔

آپ نے تو سُنا ہوگا کہ مثل مشہور ہے "نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا خطرۂ ایمان" مگر حضرت یہاں بجز بر تالی میں ترمیم ہوکر "نیم ملا خطرۂ زبان" بھی ثابت ہوگیا۔ ملاحظہ فرمائیے جناب مولانا حافظ قاری حکیم شاعر ادیب فلسفی متکلمین فخر مناظرین مولوی شیخ محمد یسین صاحب انجم ہالوی انصاری سہارنپوری نے ایک کتاب بعنوان "وقول بالی بر مرقاۃ یالی (۱۳۷۲) در موسوم بہ نام در مہر نبوت ختم رسالت" تحریر فرمائی۔ ... تصنیف و تالیف و بقول مصنف "اس دور تاریخی زمانے افزائی" صرف ... کو دیر ... مسائل تخمین فرمایا کہ جن مضمون پر علماء کرام نے دفتر کے دفتر سپرد قلم کر دیے ہوں اسکا خلاصہ آپ نے دو سطروں میں ان چند کتابوں سے اخذ کر کے جنکی فہرست آپ نے اپنی تصنیف کے صفحہ ۲۵ پر دی ہے تحریر کر دیا ہو بلکہ آپ نے اپنی طبعی نازک دماغی اور فطری جدت سے کام لیکر مذہبی مسئلوں کو بعینہا کی اپنی صورت پر بھی نہ رکھا۔ "ایجاد بندہ اگرچہ گندہ" آپ کا فن مذہبی پرچہ نہیں ہے لہذا جو طبع زاد مسائل دینی مسائل پر حضرت مصنف نے فرمائی ہیں انھیں علماء کرام و مناظرین عظام کو تفویض کرتا ہوں اب وہ جانیں اور انکا کام۔ مصنف نے ارباب بصیرت کے لیے ایک کرشمۂ دکار ایک نہایت وسیع معلومات کا دفتر مہیا فرما دیا ہے جو یقیناً اُردو زبان کے لیے سرمایۂ فخر و مباہات اور علم دوست حضرات کے لیے ایک دلچسپ اور مفید مشغلہ اور آئندہ نسلوں کے لیے اُردو زباندانی کا بیش بہا مستند کارنامہ ہے جو صرف دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے لیکن افسوس کہ علمی دنیا نے مصنف کی دماغ سوزی کی یہ قدر کی کہ مدیر مدینہ و پنچ نے اس کتاب پر تنقیدی حربہ چلا دیا اور لکھ مارا کہ "مؤلف نے اپنی کمی استعداد کی وجہ سے بے نتیجہ، پریشاں کن اور گنجلک بحث کی ہے۔۔۔۔ کاش وہ خامہ فرسائی کی تکلیف گوارا نہ ہی فرماتے" لیکن ہم مصنف سے قلبی ہمدردی کے اظہار کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ؎

اے دل صبور باش بر آفتاب روزگار نیکو شود بصبر سر انجام کار تو

کو مد نظر رکھ کر جیسا کہ اب تک ان کا طرز عمل رہا ہے اس معاملہ کو دوسری دنیا کی سیر کرنے تک ملتوی ہی رکھیں کیونکہ اس زمانۂ قحط الرجال میں نہ کبھی زندہ مصنفوں کو داد و تحسین ملنی دشوار ہی نہیں ہو گئی بلکہ کچھ مُردوں کے لیے مخصوص کر دی گئی ہے جس کی ایک نہیں دو نہیں سیکڑوں مثالیں بغیر تلاش مل سکتی ہیں۔ غالب ہی کو لے لیجیے کہ وہ تا بہ زندگی کس مپرسی کی حالت میں رہے اور ابنائے زمانہ نے ان کے فلسفیانہ کلام کی قدر نہ کی اب بعد مُردن وہی پیغمبر سخن اور خدائے سخن کے الفاظ کے سزاوار ٹھہرے ہیں اور ہر کہ و مہ ان سے بڑھ کر ان کے اشعار کا مطلب سمجھنے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

کتاب مہر نبوت ختم رسالت کے تین حصے ہیں اور ہر حصہ گوناگوں خوبیوں کا سرمایہ دار ہے حصۂ اول میں ۹ صفحہ کی تمہید۔ مقدمہ یا دیباچہ ہے طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ پورا کا پورا مقدمہ ناظرین پنچ کی خدمت میں پیشکش ہو لیکن عام مذاق سے بالاتر ہونے کے باعث صرف اس مقدمہ کے ابتدائی پیراگراف ہی پر بلا کم و کاست اکتفا کرتا ہوں اور اسکے بعد خاص خاص الفاظ جملوں اور فقروں میں سے چند جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں اقتباس کر کے پیش کروں گا۔

"پس حمد و صلوٰۃ کے بعد مولف کتاب ہذا حقیر کمترین عاصی پُر معاصی طالب فضل خالق محمد یسین انجم ہالوی انصاری عفی عنہ الباری سہارنپوری کا شعن مدعا ہے کہ حقیر کی عمر سن شعوری سے آجتک اسی مشغلہ میں صرف ہوئی"

خوب کسی نے کہا ہے کہ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں، سو اب اسکے بعد اس اظہار کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ کتاب ہذا کی علت غائی اس غیر اطمینانی زمانہ میں ظاہر کی جائے اس لیے کہ

گہ غادم وگہ فگیرا دماں خودم غافل
میگریم دمی خندم چوں طفل نجوا بانند

لبسکہ اے پُر آشوب زمانے تو ہی اس تصنیف وتالیف کا سبب ہے لیکن خیر اسکے ساتھ ساتھ اپنی فطرت خلقی نیز میلان طبع کو بھی شریک دردیار زخم کا معین وغمگسار پاتا ہوں۔ پس بقول حافظ شیرازی۔

آسماں بار امانت نہ توانست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

سو اب اسقدر بتا نا ضروری رہا کہ صورت تحریک تصنیف کتاب ہذا کیسے پیدا ہوئی سو اسکی بابت کچھ نہ پوچھیئے کلیجا تھام لوگے جب سنو گے یہ غفلت کی نیند اور بے حسی۔ مزید براں ارتدادی زمانہ اطرافی جسکی تائید مزید بر دیدۂ سیاست امارت ظل قادیانی ہے پس کہ یہ سنی ہے۔ سو عقل کے لیے انتظار۔ مالک کرے کہ وہ دن آئے سو وہ قیامت کا دن۔ انقلاب کا دن ہے تب ظاہر ہوگا۔ حق و باطل کا فیصلہ ہوگا گو اسوقت کا انتظار اللہ کی امان موت سے تلخ ہے مگر صبر و استقلال رہبر ہو تو یہ تلخی شیرینی بنجائیگی

بس اے دل صبور باش بر آفات صد ہزار
نیکو شود و عبر سر انجام کار تو

اب کوئی حرج نہیں۔

رہ گئی کنج قفس میں زباں مری صیاد
میں اجزائے چمن کیا کروں بیاں صیاد

الغرض خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حقیر کا مکالمہ آئے دن آریہ مذہب عیسائی و قادیانی وغیرہ سے رہا کیا مگر صد شکر کہ ہم ایک انار صد بیمار کے مصداق اسیر زمانہ کی افراتفری نیز جملہ امورات زندگی اور سلسلۂ ملازمت نیز قومی خدمت لیکن اعانت قدرت کے یہ علائق

جاری ساری۔ ہاں اسکی حجت دلیل و کفیل ہے جو ہر مصیبت بھی سکون ہے گو تسکین نہیں مگر غضب ہے نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا۔)

محترم ناظرین۔ یہ ہے اس تصنیف ظریف کا پہلا پیر گراف اور ہمارے فاضل مصنف کی دماغ سوزی کا نتیجہ جو بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کیا گیا ہے۔ ساری کتاب ایسے ہی عجائب وغرائب لطائف نادرا عجوبۂ روزگار شاہکاروں کا مجموعہ ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

میں آپ کی خاطر خط کشیدہ الفاظ اور جملوں کا مطلب اپنی فہم ناقص کے موافق تحریر کرتا ہوں اگرچہ یہ کام بھی لائق مصنف ہی کے لیے زیادہ مناسب ہے کہ وہ اس متن کے ساتھ ساتھ اسکی شرح بھی تحریر فرما کر شائع کریں۔ تاکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں کا پورا پورا حق ادا ہوجائے۔ تاہم رسم و رواج کے مطابق ما حضر کے بعد حلق سے نیچے اُترا دانے اور علمی پیاس بجھانے کی فکر کرتا ہوں دیکھیے فاضل مصنف ابتدائے تصنیف میں فرماتے ہیں (پس حمد و صلوٰۃ کے بعد) یعنی خطبہ کا آغاز اور پس و بعد کے ساتھ ابتدا گویا مصنف کا منشا یہ ہے کہ وہ آغاز ہی کیا جسمیں انجام کی جھلک نہو پھر اسکے بعد (سن شعوری) میں یار کا اضافہ نہ سمجھیے بلکہ یہ ایک کمی پوری کی گئی ہے۔ (خوب کسی نے کہا ہے کہ عمر گزری ہے اسی دشت الخ) کی داد کیسی حسب موقع ہے۔ ملاحظہ تو کیجیے میر انیس بھی رشک کے قابل ہیں کہ کیسی حسب موقع داد پائی ہے اور مصنف کو تو اس سے بہتر داد دینے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ جلد سے جلد چھوٹے ایک نتیجہ دو کا ح پر بھی عمل ہوگیا (اب اسکے بعد) شاید آپ خیال فرمائیں کہ ابھی تو دو ہی جملے ہوئے ہیں یہ بعد اور دوسری کا جھگڑا کیسا نہیں صاحب آپ سمجھے نہیں۔ مصنف کی طرح منطق کی کتابیں تو آپ نے پڑھی ہی نہیں معقول سے آپ کو لگاؤ نہیں یہ ما حضر فی الذہن کی طرف اشارہ ہے جسکی تفصیل

آگے آئے گی ما قلاں را اشارہ کافی است ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے (جو بداغل نجوا با ندم) کی تشبیہ میں کچھ تھوڑا سا کھٹک ہے جس سے غیر نظری کا ثبوت دیا گیا ہے لیکن قلم اسکی تعریف میں انگشت بدنداں اور سر بگریباں ہے۔ اگرچہ کن انکھیوں سے

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

کے تحسین و سپاس کی جھنکار نی ہوری ہے۔ (لبسکہ لے پُر آشوب زمانے تو ہی اس تصنیف وتالیف کا سبب ہے) سبحان اللہ کیا انوکھا خط داسوختہ ہے میاں امانت اور نظیر تو خیر یہ کہو کہ پہلے نقد مر گئے ورنہ وہ بھی سر تو ضرور دھنتے کہ ہم بھی ساری عمر نظم کے بے تکی داسوختوں میں ضائع کی اور آج تک ایسی بیساختہ نثر داسوخت لکھنی نصیب نہوئی (شریک درد بہار زخم کا معین وغمگسار) یعنی درد یار زخم کے شریک کا معین وغمگسار۔ ترکیب کی بندش اور ندرت۔ اے سبحان اللہ۔ اسکا جواب تو کیا کوئی بڑے سے بڑا فاضل ادیب اسکی تقلید بھی نہیں کرسکتا اور استعمال تو دوسری چیز ہے۔ مصنف کا کمال دیکھیے کہ کتنے وسیع الفاظ کی بندش کی ہے لیکن اگر کوئی معنی بیان کرے تو عاجز ہے۔ بس بس سو اور کیا خوب ہے ان لفظوں کو آج کی تاریخ سے ہماری لغات دہری میں نمبر نوٹ کرنا شروع کر دیجیے اور دل چاہے تو پھر مردم شماری کے رجسٹروں سے بھی مقابلہ کر لیجیے انشاء اللہ کم نہیں تو زیادہ ضرور ہوں گے۔ (سو اسکی بابت کچھ نہ پوچھو کلیجا تھام لوگے جب سنوگے یہ غفلت کی نیند اور بے حسی مزید براں ارتدادی زمانہ اطرافی) ان جملوں کے ایک ایک لفظ کو دور دے کر بار بار تبرکاً تلاوت کا شرف بخشیے۔ ارتدادی زمانہ اطرافی کی طرز ترکیب معنی کا اختراع تو فتنۂ قیامت سے کچھ کم نہیں لہذا اسکو قیامت ہی پر ملتوی رکھیے انشاء اللہ وہاں شرح صدر ہوجائیگا لیکن طرز تخاطب (یہ غفلت کی نیند اور بے حسی) کی شکوہ طرازی آپ کے اپنے ذوق سلیم کا پتہ دے رہی ہے نیند کے لفظ سے اگر آپ پر غنودگی

طاری ہو گئی اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ہو گئی ہے تو اپنی آنکھوں کو مل کر جاگئے جیسے منہ دیا ہلا کر منہ بسور کر اکیر تب کہئے تو سہی (کہ ہائیں ہائیں یہ غفلت کی نیند اور بے حسی - یہ غفلت کی نیند اور بے حسی عزیمہ بہاں ار شادی زمانا طرانی) - (بس کہ یہی نہیں ہے سو عقل کے لیے انظار یہ ہے وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی ہوا نہیں ہیں بلکہ یہ جملہ ہی مستغنی عن الکلام ہے - جناب آپ کی سمجھ اسکے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ عقل خود محدود ہے لہذا اسکے سمجھنے کی بھی کوشش نہ کرنی چاہیے دعا کریں کہ وہ دن آئے - ہم کیا ہوں سو ہا! ذرا بیساختگی تو ملاحظہ ہو - (سو قیامت کا دن انقلاب کا دن ہوگا تب ظاہر ہوگا) ارے بھائی کیا ظاہر ہوگا - جی بس یہ نہ پوچھئے کہ کیا ظاہر ہوگا (گو اسوقت تک کا انتظار اللہ کی امان) اللہ و دیکھا آپ نے بیگیاتی زبان پر بھی تمہاری دیانت کی طرح قدرت حاصل ہے یا مولانا کو پورا جملہ جو اکثر میراثی دعا دیتے ہوئے کہا کرتے ہیں (اللہ کی امان پیروں کا سایہ) کے عجز و نانی کا سہو ہو گیا ہے - (اب کوئی حرج نہیں) ہر چہ بادا باد - جب اوکھلی میں سر دیا تو دھکوں سے کیا ڈر - بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا - سہے گی کنج قفس میں مری نہ بان صیاد - میں ماجرائے چمن کیا کروں بیان صیاد - (گو تسکین نہیں مگر خوب ہے نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا) دوسرا مصرعہ تو آپ سب حضرات کو یاد ہی ہوگا - اگر نہیں تو اب ذرا اسکی درست کر کے حفظ کر لیجیے کہ گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی -

اب آخر میں وہ چند خاص الخاص الفاظ اور جملے بھی پیش کیے دیتا ہوں جو بعض دیباچہ کتاب ہی سے اخذ و اقتباس کیے گئے ہیں -

بیلی علیہا علیہ صورت مدعا آئد معاہدہ ..... تاکہ عمل کوئی ناول ناخواستہ ذہنی کم فہمی کی وجہ سے پیش نگہ گزرے کہ سہارنپوری علماء کے بد اخلاق .. خیر یہ بھی ہو گیا کہ قادیانی تبلیغ اور اسکی کوئی تردید

تقریر جاری ہے بمضمون عنوان - صداقت اسلام عنوان لیکن یہ پردہ مطلوب ہی رکہا گیا - تو تقبل منی این مرجان طالبش الخ ..... بھائی خوب کہا ہے تعلیم اخلاقی کے لیے کہا ہے اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز الخ ..... ملنے سے چلے ہیں کیسے ہم نالو دیکھا کیجے آہ آشیاں اجڑا کیے ہم ناتواں کیا کیجے کا منظر تھا ..... پس جناب صدر نے احقر کی تقریر ..... الغرض وہ وقت تھا کہ امید و ناامید کا عالم ہجوم تھا ..... الغرض حقیر ضروریات لائق زندگی سے مطمئن ہونے کے بعد ..... فرضکہ حقیر پہ سکوت اور خاموشی طاری تھی .... تحقیق صحیفہ نہ جانے کس وجہ سے ..... مستور کیا - خیر چھوڑو حقیر نے یہ سمجھا .. خوب کہا ہے (آہ)

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا رہتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا .....

بسکہ اندیشہ ہے کہ اگر کل واقعات صورت پذیر ہو جائیں تو ایک مستقل کتاب بن جائے تو بیجا نہیں ہے سو مجبوری معذوری ..... آہ بس سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے ..... الخ .... الغرض کچھ عرصہ گزرا ہوگا .. بس کیا تھا ...... الغرض یہ وہ محلہ ہے ...... بس یہاں کیا دیر تھی ...... اپنے گھر سے بے خبر تھے ...... پس خداوند تعالی ..... صراط مستقیم کی ہدایت کرے آمین ثم آمین ..... آمد آمد بصورت اظہار ..... جبکہ پیشوائے شریعت و رہبر طریقت نہ جانے کس کس بنا پر پہلو تہی سے کام لے رہے ہیں ..... کیسے معلوم ہو ربط و ضبط اسکی ضرورت ہے خوب ہے لیکہ مشکل ہے ہر اک کام کا آسان ہونا اچھا چھوڑیے ...... آہ آمت یہ تمہی کا کہ عجب وقت پڑا ہے ...... بس کیا خوب کسی نے کہا ہے .... بس کیا کیجیے آئندہ کی اپنی خبر لیجیے ...... مگر انتشار زمانہ یعنی حالت سیاست خیز ...... پس استقلال ...... بس یہ کمترین کے تخیل کا نمونہ ہے .... تو تم تسلیم بس کیجیے سوچیے ...... آہ کیا خوب ہے قابل عمل ...... تبین اللہ بس باقی

ہوس ..... (تخیل فلانی مرید قادیانی) - نباتِ ختم رسالت بصورت مہر نبوت

جاہل مُدبّر
سہارنپوری } برادر فاضل مقبل

مفادِ عامہ و منافی مفادِ عامہ

نمبر ۲

(دُنبالۂ گزشتہ)

مفادِ عامہ ایک وسیع المعنی فقرہ ہے دُنیا کے بادشاہوں کی سیرت کتب تاریخ میں موجود ہے مسلم ہے ان میں سے ہر ایک شخص نے اِس مفادِ عامہ کے چلتوں مختلف تدابیر اختیار کیے چنانچہ خلیفہ امین الرشید فرزند خلیفہ ہارون الرشید نے مفادِ عامہ کی یہ تدبیر نکالی تھی کہ ایک بڑا سا حوض (تالاب) بنایا تھا اسمیں مچھلیاں پالی تھیں مچھلیوں کی ناک میں موتی پرو کے نتھیں ڈالی تھیں جسمیں ماہ طلعت لونڈیوں کے جھرمٹ میں حضور بیٹھتے اور مچھلیوں کا شکار کھیلتے جسکی ڈونگی میں جو مچھلی پھنسی اسکی ناک کا موتی شکار کرنے والی کا حصہ تھا - اس مفید عام فیض میں حضور کو اتنا انہماک ہوا کہ جب خلیفہ مامون الرشید کا سپہ سالار طاہر بن حسین بغداد پر چڑھ دوڑا مشکوئے خلافت کا محاصرہ ہو گیا اور مسرور خادم موروثی نے آ کے حضور کو خبر دی کہ خداوند نعمت کنیز زادہ (مامون رشید) کی جرأت بہت بڑھ گئی اب وہ محلسرائے شاہی میں عنقریب داخل ہونے کو ہے تو حضور نے جھلا کے ارشاد فرمایا :-

"یہ ہوگا - اپنی ایسی تیسی میں جائے بغداد دیکھتا نہیں کہ عریب نے (مغنیہ کنیز) دو لوکرے مچھلیوں سے بھر لیے - اور میں نے صبح سے اسوقت تک ایک بھی نہیں پکڑی ؟"

خدا بخشے محمد شاہ رنگیلے کو - انکے یہاں مفادِ عامہ کے لیے موسیقی کا چرچا زیادہ تھا امرا

وہ بار خیر کیا صحبت ہو ہی نہ سکتی تھی جب تک رنگ رنگ میں دخل نہ رکھتے تھے کروڑوں کو پیٹ کی پڑ ے تھے اس مفاد میں انہاک کا حال کون نہیں جانتا۔ نادرسکر نال تک پہونچ گیا اور یہاں مفاد عام کسی طرح اختتام کو نہ پہونچا۔

واجد علی شاہ اودھ کے آخری تاجدار کو رقص ہی میں مفاد عام نظر آیا اور انھوں نے اس درجہ بڑھایا کہ سلطنت ملنے پر بھی یہ چشمۂ فیض کسی طرح بند نہ ہوا۔

ایک زمانہ تھا جب انگریزی سرکار کو مفاد عام کی صورت آئینۂ درستی نظام وقیام اعتبار و اعتماد میں نظر آئی اور مدتوں اسی پر عمل رہا۔ اب نئے نئے قوانین کے وضع و ایجاد کی دوربین میں بھی یہی شکل نظر آتی ہے تو کسی کا اجارہ نہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ "امین الرشید" کی طرح مچھلیوں کی ناک میں موتی ڈال کے تماشا کھیلنا۔ نغمہ و رقص میں مبتلا رہنا مفید ہوا یا نہیں؟ اور اب جو حکومت سرکش اور مطیع کا امتیاز کیے بغیر ایسے غیر مشروط و مطلق ضابطے ایجاد کر رہی ہے وہ مفید ہوں گے یا نہیں؟۔

ہماری عادت میں رئیس اور رعایا دونوں کی خیرخواہی داخل ہے اسوجہ سے ہم کوئی نصیحت اشتعال پیدا کرنے والے الفاظ میں نہیں کرتے۔ اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ ہندوستان میں ایک مستقل گروہ انگریزوں کا دشمن وجود میں آچکا ہے اور یہ گروہ یقیناً مفاد عام کا مخالف ہے۔ لیکن جو قوانین اسوقت ملک پر جاری ہیں وہ کسی نہج کسی عنوان یا کسی لفظ سے دشمنوں کے استیصال پر قادر نہیں۔ اسکی زد میں اکثر وہی اشخاص آجاتے ہیں جن کو نہ تو خونریزی پسند ہے نہ خونریزی کی گھاتوں سے واقف ہیں۔ اگرچہ وہ مفاد عامہ اسی میں سمجھتے ہیں کہ اپنے نفوس کو قید کروادیں۔ مار کھائیں۔ گاڑیوں اور موٹروں کے نیچے لیٹ کے جان دے دیں۔ پہرے پہ کھڑے ہو کے شراب اور بدیشی مال خریدنے والوں کو خریداری سے باز رکھیں۔ ایسے گرفتار ہونے والوں کی تعداد جو ہاتھ پاؤں ہلائے چوں و چرا کیے بغیر جیل خانے چلی گئی ان لوگوں کی گنتی سے جو بم بازی پستول زنی پولیٹیکل قزاقی کے مرتکب ہوئے ہزار درجے زیادہ ہے۔ ان دشمنوں کے مقدمے کچہریوں میں ہوئے اور ابھی چل رہے ہیں مقدمے کی کارروائی اخباری کاغذوں میں برابر چھپتی رہی اب بھی چھپتی ہے لیکن کسی معافی یافتہ گواہ نے کسی خونریزی کی سازش میں علانیہ ان والا ان کے ساتھ جیل خانے جانے والوں کا نام نہیں لیا کہ وہ بھی ہمارے شریک ہیں۔ نہ ان لوگوں کو پولیس والوں نے خونریزی کی سازش میں شریک وسہیم پایا۔ بلکہ از خود ہتھکڑیاں پہننے والوں نے عموماً خونریز گروہ کی کارروائیوں پر اظہار ملامت کیا اور بارہا انکو اپنے مفاد کے منافی قرار دیا خونریزی کی چالیں بڑے مجمعے کی محتاج ہی نہیں ہوتیں۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

جب یہ حال ہے تو ایسے وسیع الذیل اور عام ضوابط آرڈیننس عموماً اپنے مفاد عام کا اعزاز نہیں لوگوں پر نہ زیادہ مؤثر ہو سکیں گے جو خونریزی یا ہاتھا پائی سے مجتنب
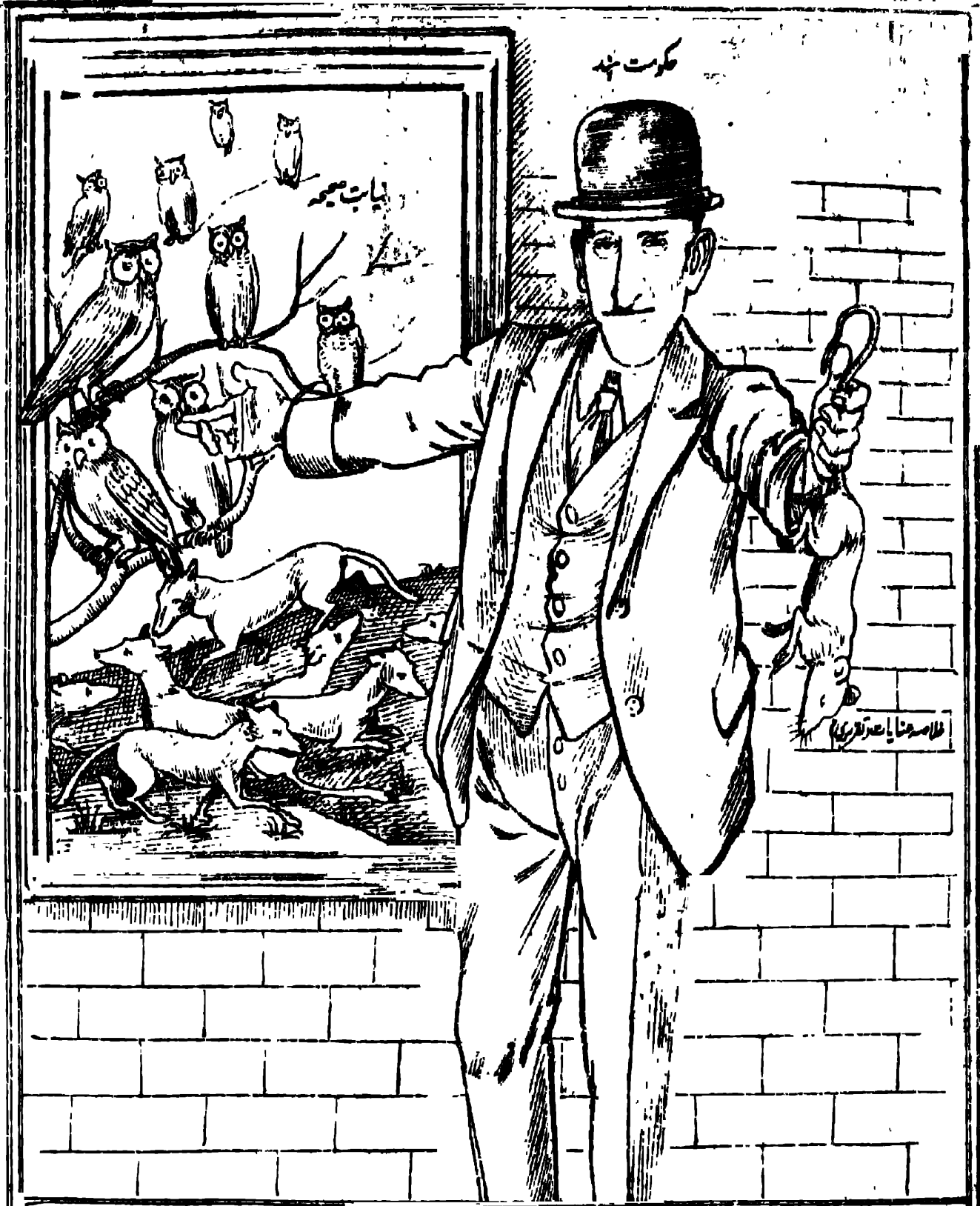
قریب الوقوع منظر

"چغد و شغال پروری"

ہاں - یہ ہیں چارے بنائے ہمارے بڑھائے ہوئے - دوستو - دیکھیں تو کس سلیقہ سے اپنا اپنا حصّہ نوش کرتے ہو"

ہے کہ حکومت کو ضرر پہنچانا چاہتے ہیں لیکن ان لوگوں
پر بھی ہر چہار صورتوں کا اطلاق ہو سکتا ہے جو ذاتی تحریک میں
ان کے۔ مثلاً تجارت پیشہ ترک جبیں کا آگر سیاسی
کی طرف سے کسی منتقد رشخص کے ضرر پہنچانے کا یا دکان
بند کرنے کا حکم ملتا ہے اور وہ چند وجوہ سے دکان
میں قفل لگا دیتے ہیں۔
(۱) پاس خاطر اہل وطن۔ (۲) لٹیروں اور بدمعاشوں
کا خوف۔ (۳) خواہی نخواہی رسوا ہر رنگ جماعت
(۴) خرید و فروخت سے ماتم جہاں
تو کمری نہیں ہو سکتی لیکن خالی
خالی دکان پر بیٹھنے سے کیا فائدہ
بہت کم ایسے ذی ہوش تاجر ہیں
جو اپنی مرضی سے ملکی آفات پر
بطور اظہار غضب دوانہ مقفل
کرتے ہیں۔
آرڈیننس میں نیت کی بدی
یا نیکی بالکل مذکور نہیں۔ ایک
پروانہ قفل بلائے مبرم نازل
ہوتا ہے کہ سنوجی لالہ! اب تم نے
دکان بند کی تو ہمیں جانو گے۔
ہم اسمیں اپنا قفل لگا دیں گے۔
"جاؤ خشکا کھاؤ" کی مثل مشہور
ہے اور یہ اسطرح چلی کہ ایک مرتبہ
ہیضہ کی فصل میں ایک پورا
گھرانا تباہ ہو گیا۔ اتفاق سے
اس روز سب نے خشکا کھایا تھا
لہذا وہی ہیضہ کا باعث خیال
کیا گیا۔ بھرے پرے خاندان میں صرف دو آدمی
ایک میاں اور ایک بی بی بچ رہے۔ آپ جانیے
بی گھر بسی جب غصے میں آتی ہیں تو ہیرے کی انگوٹھی
افیم کی گولی سنکھیا۔ چوڑیاں پیس کے پھانک لینے
پر دھمکاتی ہیں۔ یہ ایک رسم ہے ہیضے کی فصل
جاتی رہی مگر چاتی اوسان تن کا ریفیہ جب کبھی
روٹھنا ہوتا تو بیگم کہتیں بہت خوب! تم مجھے
جلانے چاہو۔ اسے کو سہی جو بندی خشکا نہ کھائے؟

میاں بیچارے ہاتھ جوڑتے۔ بیگم تمہیں میری جان
کی قسم دیکھو خشکا نہ کھانا۔ ظاہر ہے کہ دھمکی کی کثرت
استعمال سے بے اثر ہو جاتی ہے۔ بارہا یہ دھمکی سنکر
تو ایک روز میاں نے جھلا کے خشکے کا نوالا بی بی
کے منہ میں ٹھونس دیا۔ کہ کمبخت کھا خشکا۔ ارے
کھاؤ خشکا۔ جاؤ خشکا کھاؤ۔ جو بڑے باپ کی بیٹی
ہو تو کھاؤ خشکا۔
ہمیں خوف ہے کہ آرڈیننس کے الفاظ میں جو احکام
دیے جا رہے ہیں وہ بھی "خشکے" کی طرح زسا قطعا نہ
ہو جائیں۔ اور حضرت مفاد عام کی طلعت جہاں آرا
چراغ گل پگڑی غائب کے پردے میں جلوہ گر نہ ہو
جائیے۔ دیکھیے قفل۔ ہمیں تو خود ہی کا ... کرنا
منظور ہے۔
اگر یہ عالم رہا تو واللہ مفاد عام کی شکل نہایت
مضحک ہو جائے گی۔ بدیشی بھی بند سودیشی بھی
ان مفاد عام میں اسوقت کوئی کلام نہ ہوتا۔ جب

مجبوراً دکان بند کرنے والوں کا تمام و کمال مال
حکومت خرید لیتی اور جو لوگ باظہار تعصب و عداوت
دکان بند کرتے ہیں صرف انکی دکان میں اپنا قفل لگاتی۔
آرڈیننس کا آزاد و مطلق العنان مفاد عام روز
بروز کھیر میں نمک ڈال کے بدمزگی پیدا کر رہا ہے۔
اسکے الفاظ سے خیر خواہوں کے دل بھی دھکڑ پکڑ
کر رہے ہیں۔ زیادہ ہاریں انسان تو بھول جاتا
ہے۔ بیک گردش پولیس و قلم اہل شرطہ نہایت آسانی
کے ساتھ خیر خواہ بھی بدخواہوں
کے ساتھ پس جاتے ہیں۔ انکے
تانگے والے موٹر والے کیا
جانیں کہ فلاں سواری کانگریس
سے تعلق رکھتی ہے۔ بیچارہ
کو کیا علم کہ آج جو لونڈا طالب علمی
کے پیچھے ہمارے شہر میں آیا اور
مکان لے رہا ہے یہ بم ساز ہے
یا نافرمان۔
کوئی شک نہیں کہ کرایہ پیشہ بیچارے
حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ اسمیں
بھی کوئی کلام نہیں کہ آرڈیننس
کے ہر مقدمے کی تمہید پولیس کی
رپورٹ سے شروع ہوتی ہے۔
یہ بھی آفتاب کی طرح ظاہر ہے
کہ پولیس کے افراد بسا اوقات
ذاتی خباثت سے بھی کام لیتے ہیں
اکثر چار پیسے دینے پر جائز فعل
ناجائز اور ناجائز جائز ہو جاتا ہے

"ترزو رسالے؟ کہاں لیے آوت ہے"
"اخاہ جمعدار جی ہیں؟ اجی ادھر کو آئیے"
(یہ لیجیے اکنی)
جمعدار صاحب چلے گئے اب اکے والے کو اطمینان ہے
کہ سڑک بھر پر چاہا چاہے پھرے۔
اسکا قاعدے سے کھڑا ہے مگر غریب اکے والے
کی جیب خالی ہے۔ جمعدار صاحب کو بیڑی پیسے کی
ضرورت ہے دام کہاں؟ مگر لینے جا رہے ہیں۔

حکومت ہند
ریفارم
سگ حضور

"بڈھیا موتیا۔ تم ہمارے راگ کا ساتھ دیتے رہو۔ بس یہی کامیابی ہے"

جلد ہفت

ر. ڈ نمبر ۱ے ۸۴۳

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ [illegible] حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انہی سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے کسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا ہر فن تو نازی بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A. 783
مشہور باتصویر
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
M.B KHAN ARTIST LUCKNOW
قیمت فی پرچہ دو آنہ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین
کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین
کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء لغایت ۱۸۸۷ء یعنی اودھ پنچ کی تعلیم
کے ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ
محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات
ذخائر علم و ادب ظرافت اور سیاست سے مالا مال
ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت
فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔
خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے
اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ
مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند
جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت
فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

رنگین اور سادے

نئے نمونہ کے حسب دلخواہ لیبل بیڑی سگریٹ
اور دیت عطر اور تیل وغیرہ ہر چیز کے لیے ہمارے
یہاں بکفایت بہ پابندی وقت تیار کرائیے
ہاف ٹون اور لائن بلاک بنوائیے ہر قسم اور زبان
کے بہتر ... کتابیں حتی کہ رشیمی لیبل تک
چھپوائیے اس کے علاوہ ہر قسم اور زبان کی کتابوں
کی فرمائش کیجیے آپ کو کفایت اور سہولت کے
ساتھ ہی ساتھ ... اور مال کی عمدگی کی
خوبی بھی بدرجہ کمال حاصل ہوگی۔

پتہ

عبدالرحمن منیجر حقانی پریس تھوری ٹولہ لکھنؤ

برانچ کلکتہ　　اشرافی قوام رجسٹرڈ　　برانچ امین آباد لکھنؤ

جو تمام کارخانوں کے تیار کردہ قواموں سے ہر حیثیت سے زیادہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے

قیمت فی تولہ عہ

فہرست کارخانہ طلب کرنے سے مفت روانہ ہوگی

المشتہر

مقتدا ناں آقتدا خان تاجر تمباکو و عطر لکھنؤ

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تمیز مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مذاق امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس مذاق کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگرچہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔
(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے۔ سمجھئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے مثل ہے۔ وہ رعایت کسے جو پنچ نتائج واقعات اور مذہبی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و دلچسپی پر نظر ہے جیسے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔
(۲) کم مایہ طالب علموں سے بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چھ روپیہ (عـہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔
(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ وہ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لئے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرائیں۔ مام و رم نہیں ہوتی کوشش سے فائدہ اٹھائیں یا نامدری یا تیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔
(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ذاتی ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد بہت سے خریداران اودھ پنچ کے نام منیجر کے نام آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دل لگانے پر بیجا مند خود نہیں بیٹھ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔
(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔
(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔
نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو لفافے کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سوراجیہ آپ کے لیے بیکار ہے

اگر آپ بیکار ہیں اور ترقی کرنے کی قوت نہیں رکھتے تو دیوان
تمل خالی ہو جانے پر بھی کیا کر سکتے ہیں۔ آپ جلد ہی سوراج
ملنے والا ہے۔ پہلے آتنک نگرہ گولیوں کا استعمال کرکے بیٹھی جوانی
منی کی خرابی وکھی جریان احتلام اور ہر قسم کی کمزوری سے
نجات حاصل کریں اور سوراج کا مزا چکھنے کے لیے تیار ہو جائیں۔
قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولی عہ پانچ ڈبیہ چار روپیہ (للعہ)
صحت و تندرستی کی لذت اور راستہ کی اسناد نہایت
عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت
منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

وید شاستری جام نگر کاٹھیاواڑ

جلد ۱ نمبر ۹

مضامین غیر

۱۴۔ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء

حافظ شیرازی اور اخاہ

بُرد دل و جانِ من دلبر جانانِ من
دلبر جانانِ من بُرد دل و جانِ من

پیروی حافظ شیرازی در زبان اُردو۔

اُلٹ پھیر

کس درجہ فریب انگیں دیدار کی حسرت ہے

اُنسے مجھے الفت ہے محبت انھیں نفرت ہے — مجھسے انھیں نفرت ہے اُنسے مجھے الفت ہے
شادی ہے مری عورت سے یعنی مری بیوی ہے — بیوی مری بیوی ہے عورت مری عورت ہے
دیدار کی حسرت ہے کس درجہ فریب انگیں — کس درجہ فریب انگیں دیدار کی حسرت ہے
پیلوں کی ہے رنگت سے نیکی کے زمانے میں — نیکی کے زمانے میں پیلوں کی ہے رنگت سے
فیشن کی بدولت ہے زلفوں کی صفائی بھی — زلفوں کی صفائی بھی فیشن کی بدولت ہے
حجام کی قسمت ہے جلاد ہے زلفوں کا — جلاد ہے زلفوں کا حجام کی قسمت ہے

اخاہ کی شہرت ہے حافظ کی تتبع میں
حافظ کی تتبع میں اخاہ کی شہرت ہے

از حضرت فرزانہ شاعر بے بدیل و یگانہ احمق پھپھوندوی

ہم اس ظالم کو اپنا مدعائے دل سمجھتے ہیں — اسی سے سب ہمیں مجنونِ لایعقل سمجھتے ہیں
سمجھنے والے ابھی آرزو کے اور مرے دل کے — اُسے ایک ایک سانپ سکو سانپ کا اک کیمبل سمجھتے ہیں
وہاں بیچائیں اور اسکی گلا میں ذبح کر آئیں — ہم اس کمبخت کو اب اسی قابل سمجھتے ہیں
مری مشکل کی آسانی کوئی مشکل نہیں لیکن — یہ مشکل ہے کہ اسکو آپ بھی مشکل سمجھتے ہیں
جب ماضی سے اپنے حال پر عبرت نہیں ہوتی — ہم اپنا دادا کو بے پروائے مستقبل سمجھتے ہیں
کبھی تنہا نہیں ہوتے ہیں مجھسے وہ بہ قدر دوریہ — جلاتے کیا وہ بیمارِ مدعائے دل سمجھتے ہیں
ہمیں کرتے ہیں منع عشق تیری طرح جو ناصح — ہم ان سب کو بزرگوں کو دشمن قاتل سمجھتے ہیں
کوئی نقش قدم راہِ محبت میں نہیں ملتا — اسی سے ہم نشانِ جادۂ منزل سمجھتے ہیں
بتا دیں وعظ کو ناصح وہ پاس ہو رسنئے ہمدم — سمجھتا ہے یہ کافر مجھکو جس قابل سمجھتے ہیں

تیرے پہلو سے دل پر جانکا ماتم کروں احمق
مجھے بھی آپ کیا اپنی طرح جاہل سمجھتے ہیں

تہذیب اور وحشت کی ہم آہنگی

کیا مہذب انسان پھر وحشی بننا پسند کریگا

(از نیر دز لدھیانی)

ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ایشیائی تہذیب عروج پر تھی۔ وہ یورپین قومیں جو آجکل تہذیب کی علمبردار اور ایشیائی قوموں کو مہذب بنانے کی دعویدار ہیں۔ اسوقت وحشی اور گندہ ناتراش تھیں لیکن زمانے نے پلٹا کھایا۔ سائنس اہل یورپ کی خضر بنی۔ اس سبک سیر اور تیزگام رہبر نے انھیں تہذیب کے تمام مدارج اعلیٰ سے گذار کر بادی النظر میں اس اعلیٰ اور ارفع مقام پر پہونچا دیا۔ کہ ایشیائی قومیں پستی کے غار سے ان کی طرف حیرت اور حسرت سے تک رہی ہیں۔

تہذیب کی اس نعمت سے اہل امریکہ سب سے مابعد لیکن سب سے زیادہ فیضیاب ہوئے وہ انسان جو ابتدا میں جانوروں کی کھودی ہوئی بھٹوں میں باد و باران کے اثر سے بچنا غنیمت جانتے تھے۔ اب زمین دوز شہروں میں اقامت گزین ہیں۔ یہ مہذب برقی روشنی سے منور کیے گئے ہیں۔ انہیں ریلوے۔ سینما ہال۔ باغ۔ حوض اور نہریں تک مہیا ہیں۔ زمین پر بسنے والوں کی ترقی کی یہ انتہا ہے۔ کہ چہل منزلہ فلک بوس مکانات بنائے گئے۔ ان ذکمین لفٹوں اور زینوں کے ذریعے نہیں بلکہ ہوائی جہازوں کی مدد سے ان بالاخانوں کی چھتوں پر نازل ہوتے ہیں۔ انسان زندگی کے تمام شعبوں میں کام سر انجام دینے کے لیے صرف بجلی کا بٹن دبانے کا محتاج رہگیا ہے۔ باقی کام۔ برقی مشینیں خود کرتی ہیں۔ آہنی انسان جسکا نام ROBAT ہے ایجاد ہو گیا ہے۔ انسانی صنعت کا یہ آہنی مجسمہ آپ کی گفتگو سنکر اسکا موزون جواب دے سکتا ہے اور ہر کام آپ کے فرمان کے بموجب کر سکتا ہے۔

انسان مسافت اور بُعد مکانی پر غالب ہو چکا۔ ہوائی جہاز سات میل فی منٹ کی رفتار سے اڑ رہے ہیں۔ اہرین پرواز اس سرعت سے مطمئن نہیں۔ وہ گولی کی سی سرعت رفتار حاصل کرنے میں مصروف ہیں اور آفتاب کی شعاعوں سے بھی رفتار میں دو قدم آگے رہنا چاہتے ہیں۔ جہازوں اور ٹرینوں کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ جہان گرد سیاح ہوائی جہازوں میں کرۂ ارض کا طواف کر چکے۔ اب وہ مریخ تک رسائی پیدا کرنے کی گھات میں ہیں زمین کی کشش ثقل سے جان چھڑا کر دوسرے سیاروں کی فضا میں جانے کے لیے تیز پرواز ہوائیاں بن رہی ہیں۔

قدرت کے مناظر کا حظ اٹھانے کے لیے اب سحر خیزی یا دشت نوردی کی ضرورت نہیں ٹیلی وژن۔ وائرلیس۔ فون اور دیگر نو ایجاد آلات کے خانہ زیب سیٹ سونے کے کمروں میں لگے ہوئے ہیں۔ بٹن دبانے یا سوچ ہلانے کی ضرورت ہے انسان اپنی چارپائی پر لحاف میں بیٹھا ہوا۔ ہزاروں کوس دور کے کسی تھیٹر سے خوش گلو مغنیہ کی دلربا باتیں ان آلات کی بدولت سنکر سر دھن سکتا ہے۔ پارلیمنٹ کے خشک وعظ۔ سیاسی لیڈروں کے گرما گرم لکچر اپنے کمرہ میں بخوبی سنے جا سکتے ہیں

عاشقوں کی کثرت ہے۔ ایک گرلز اسکول کی لڑکی تو تنہا کسی پیر دنے پر ٹریفک کو روکنے والے پولیس کی بانکی ادا پر لٹو اور اسے موٹر کار میں بٹھا کر چمپت ہو سکتی ہے شام کے اخبار میں انکا فوٹو عروسانہ لباس میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ خواہ تیسرے دن وہ طلاق لینے کے لیے کچہری کے کٹہرے میں بالمقابل ہی مصروف بحث کیوں نہ ہوں۔ مردوں کا سونچنے سمجھنے کا اور عورتوں کا بجنا ایک پرانا مشغلہ تھا۔ لباس بھی بارگراں تھا اس سے خلاصی کی تجاویز سوچی گئیں۔ عورتوں کا لباس مختصر ہوتے ہوتے صرف انگیا اور جانگھیا کا مجموعہ رہ گیا۔ بعض منچلوں نے تو لباس سے بے نیاز ہو کر عریاں پھرنا شروع کیا۔

اس منظاہرے سے یورپین تہذیب بھی منفعل ہوئی۔ اور لیپی مائش کا ۔۔ باب ہمارے یہاں اخباروں نے نمائش حسن کے انعامی اشتہار دیکر عوام الناس کی طبیعت اور معاشرے کی ہوا کی بیٹیاں کچھ عریانی کے جذبہ کو مغلوب کر کے فوٹو کے کیمروں کے سامنے برائے نام لباس میں کھڑے ہو کر اخبارات کے صفحوں پر آگئیں اور انعامات حاصل کرنے لگیں۔

الغرض ترقی اور تہذیب کے عروج کا یہ مختصر سا خاکہ پیش کرنے کے بعد اسی نامراد تہذیب کے ایشیائی عاشقوں کو یہ بتلانا مقصود ہے۔ کہ اب یورپین تہذیب کی یہ پھلیاں پتھر چاٹ کر واپس ہو رہی ہیں۔ آسائش۔ آرام۔ آزادی بے فکری۔ بے شرمی۔ بیحیائی۔ اور بے لحاظی کی اس زندگی سے سیر ہو کر مہذب ترین اب درخت کے سایۂ عاطفت میں سر چھپانے پر آمادہ ہیں۔ انکی یہ مراجعت نہایت پُر لطف بے ڈھنگی بلکہ مضحکہ خیز ہے۔ یہ خیال تو انکے ذہن میں سما ہی چکا تھا۔ کہ ڈارون تھیوری ٹھیک ہے اور انسان ابتدا میں بندر ہی تھا اور تہذیب نے اسے چھیل چھال کر انسان بنا دیا ہے۔ جب جوش شروع ہوا تو اصل کی طرف رجوع کرنیکا خیال آگیا چنانچہ اب امریکہ کے مہذب طبقہ کے لوگ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں جس شد و مد سے مصروف ہیں۔ اسکا بیان لطف سے خالی نہیں۔

جب یہ امر کافی غور و خوض کے بعد طے ہو گیا کہ تہذیب کا شجال سوہان روح ہے اور کمل وحشت ہی امن سے سائی دیکتی ہے تو مختلف رسم طبائع نے فوراً اس مقصد سے آزادی حاصل کرنیکا انکا طریقہ ڈھونڈھ نکالا تاکہ تہذیب کے پھندے میں انکے نہ رہیں۔

ایک دن ایک امریکن پروفیسر صاحب سر راہ ایک درخت کے تنے پر بعد شان براجمان پائے گئے پہلے تو لوگوں کو خیال گذرا کہ یہ رجعت انسان کسی گٹھری کے گرے ہوئے بچے کو گھونسلے میں واپس رکھنے کے لیے درخت پر چڑھا ہوگا لیکن جب دیکھا کہ یہ اترنے کا نام ہی نہیں لیتا تو مجمع کثیر اور جم غفیر اکٹھا ہو گیا فوٹوگرافر کیمرے لے کر اسکی تاک میں جھکے۔ تو یہ حرکات بیوتی میں مصروف ہوا کبھی تنہ سے ڈالی پر اور کبھی اس شاخ سے اس شاخ پر۔ مشہور روزناموں کے وقائع نگار جو مضامین کی تلاش میں خدائی خوار پھرا کرتے ہیں۔ درخت کے نیچے کاغذ پنسل لیے انٹرویو کے خواستگار تھے۔

پروفیسر صاحب نے اوپر ہی سے جواب دیا کیا پوچھتے ہو کیوں بیٹھا ہوں میں اس انسانی جامہ سے دق آگیا مہذب بستیوں میں اوقات بسر کرنی محال ہے مشینوں کی کھٹ کھٹ سے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ موٹروں کے جلے ہوئے تیل کی بدبو نے دماغ پراگندہ کر دیا۔ ٹرام کاروں اور بسوں کی زد سے جان بچانے کی اچھل کود سے بیزار ہوں اس درخت کی پھنگ میرے لیے گوشۂ عافیت ہے میرے آباؤ اجداد یعنی بندروں کا یہی مسکن تھا۔ میں ناخلف گمراہ تھا۔ اب راہ راست پر آیا ہوں یہاں میں مشینوں کے شور و شغب سے مطمئن موٹروں کی زد سے محفوظ ہوں تمھیں میری اس عظمت و رفعت کی قسم ذرا اوپر تو آ کر دیکھو۔ ان غنچوں۔ بیلوں پھولوں اور پتوں کا قرب کیسا روح پرور ہے۔ مگر ذرا پتلون کو سنبھالے ہوئے کیونکہ یہ ناکمل لباس نقل و حرکت میں اسرع اور زمین کے رہنے والوں کے لیے موزوں ہو کر پر وقت نشینوں کیلیے مناسب نہیں بنیالوں کو اب اس لباس میں تبدیلی کرنی پڑیگی۔

میری پتلون کے بٹن شکستہ اور بخیے ادھڑے ہوئے ہیں اکیلا و سیفٹی پنوں کی امداد سے یہ ٹانگوں کی رفاقت پر مجبور کیا گیا ہے۔

اتنے میں ایک چیونٹے نے پروفیسر صاحب کی پشت کے زیرین حصہ میں انجکشن کیا۔ وہ ایک ہاتھ سے درخت کی شاخ تھام کر دوسرے ہاتھ سے کھجلانے لگے۔ حاضرین کے قہقہوں سے خفا ہو کر بجائے کھسیانے ہو کر فرمانے لگے۔

دانت کیوں نکالتے ہو۔ یہ تمھاری کوٹھیاں اور محلات کیا ہمیشہ سے یوں ہی آرام دہ اور حشرات الارض سے پاک تھے۔ کیا تمھارے اسلاف نے زمین کو کیڑوں کوڑوں سانپوں اور درندوں سے کافی اذیت اٹھانے کے بعد پاک نہیں کیا تھا۔ یہی سم مجھے درپیش ہے۔ اور یقیناً میں اس درخت کو سکونت کے قابل بنا سکونگا۔ ڈارون کے اس فرزند رشید کی زیارت کے لیے موٹروں کا تانتا بندھ گیا اس ہماہمی اور کشمکش نے پولیس کو متوجہ کیا۔ اور فائر بریگیڈ کی سیڑھیاں لگاکر پروفیسر صاحب کو باعزت باتھ درخت سے زمین پر لاکر پولیس نے ہجوم کو منتشر کر دیا۔ اس ہیرو نے ایک نامہ نگار کو اپنے شجری مسکن کے تجربات کی سرگذشت اور ابتدائی تکلیفات کا بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ کافی دیر تک کھردرے تنوں پر بیٹھنے کے باعث اسکا کرسیوں سے ملحق ہونے والا نرم حصہ پھوڑا ہو رہا ہے۔ ہاتھ درخت کی شاخوں کو زور سے تھامنے کے باعث متورم اور سرخ ہیں اخباروں کو ایسا مواد دے کر وہ چند گھنٹوں میں اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی سے زیادہ مشہور ہو گئے وہاں کے فرقہ اناث کو ان موئے مردوں کا یہ اعزاز نہ بھایا۔

دوسرے دن ایک البیلی دھوبن نے ایک درخت پر چڑھ کر فرقہ اناث کی قائمقامی کا حق ادا کیا۔ یہ مطلقہ بہتر گھنٹے درخت پر ٹنگی رہیں۔ اسکے قدر دانوں نے اسے خوبصورتی بندریا کا خطاب دیا۔ اسکا لباس چست اور بدن سے پیوست تھا۔ اگرچہ کوڑوں کی بوسہ بازی کا اسکی گردن اور گالوں پر نمایاں اثر تھا۔ لیکن اس صعوبت کے عرصہ میں اسے اس اثنا میں قدردان عشاق کی جانب سے شادی کے درد رحیں پیغام سنائے گئے جنکا دندان شکن جواب نہایت موزوں اور برجستہ تھا۔ دھوبن نے کہا کہ جو چلبلا پھرتیلا نوجوان اس درخت پر چڑھ کر میرا تعاقب کر کے میرا بوسہ لے سکے۔ وہی میرا کامیاب منگیتر ہوگا۔ ایک دو نوجوان حوصلہ کر کے درخت پر چڑھے لیکن اگر عشاق ڈال ڈال تھے تو معشوقہ پات پات دھوبن ہاتھ نہ آئی۔

آخر ایک سرکس کا نٹ جان پر کھیل کر اسکے قریب پہنچ گیا مگر وائے بدقسمتی کہ شاخ ٹوٹ گئی اور دھوبن بندریا نیچے گر پڑی

ماہرین درخت نشینی کا فیصلہ ہے کہ یہ ہلکی پھلکی جلیبی
مسہا تو کسی جنادہ ی بندر ہی کے قابو میں آسکتی ہے۔ اسکے
بعد درخت نشینی فیشن میں داخل ہو گئی۔ خوش گلو گویّے
بلبلوں کی طرح شاخ گل پر نغمہ سرائی کرنے لگیں۔ ایک ہیڈ
پادری نے بچوں کا لشکر لیکے تناور درخت پر چڑھ کر
سنڈے اسکول کھول دیا۔

الغرض بندروں کی طرح زندگی بسر کرنے کے تجربے شروع
ہو چکے ہیں۔ ہمارے حکیموں نے بھی زمانہ کی رفتار کو بھانپا
اور فوراً ان کے دماغ میں یہ بات آئی کہ بندروں کے
غدود کا بذریعہ آپریشن انسانوں کے جسم میں داخل کرنا
انسانی صحت کے لیے مفید ہوگا۔ چنانچہ آئیں اور یہ بارک
میں آچکی ہیں۔ خیال تھا کہ ایک کمیشن بندروں کی
روزانہ زندگی۔ انکی طرز معاشرت ان کی خوراک کے
مطالعہ کے لیے بندرابن میں آئیگا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔
لیکن ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ بندروں کی طرح زندگی
بسر کرنا سستا اور مفید ہوگا۔

اسلیے ٹیکس ادا کرنے والے شہری اب پارکوں کی ہری
ہری گھاس کی روشوں اور چٹیل میدانوں کے تنزلات کو
غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور انکا تقاضا ہے کہ میونسپلٹیاں
بہت جلد تفریح گاہوں میں تناور اور سایہ دار درخت ایسے
مہیا کرنے کی فکر کریں۔ اس ضمن میں یہ بھی بتانا ضروری ہے
کہ ابتدائی دقتوں کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے اور دفتروں
میں چوبی اور سخت نشستیں مہیا کرنے کا بندوبست کیا گیا
ہے تاکہ کلرکوں کے جسم کے زیریں حصہ میں سختی پیدا ہو۔
اور وہ درختوں کے ٹھونٹھوں اور ڈنڈوں پر بیٹھنے میں
دقت محسوس نہ کریں۔ ایک ماہر جلد کا اندازہ ہے۔ کہ اگر
روزانہ گھنٹے پتھریلے اسٹولوں اور کھردری سطح والی
کرسیوں پر بیٹھنے کی مشق کی جائے۔ تو انسانی جسم کے
حصہ نشست میں بندروں کے جسم کی سی سختی آسکتی ہے
اور گٹھے پڑ سکتے ہیں۔

ایک پرانے چور نے جو گلے کے اندر چالیس ڈالر تک
چھپا سکتا تھا۔ تاکہ قید کے ایام میں اسکی مالی حالت
کمزور نہ ہو ... اطمینان دلایا کہ وہ اپنے شاگردوں
کو دربار ... کے بعد اپنے گلے میں موجود ہونے والی
تھیلیوں میں سیب اور ناشپاتیاں سٹور کرنے کا کرتب
سکھا سکتا ہے۔ اس کا بیان تھا کہ گرم ملکوں میں
اب بھی گالوں میں پان اور چھالیا کا سٹور رکھنے کا
دستور موجود ہے۔ کیونکہ یہ دستور اس پرانے زمانہ کی
یادگار ہے جب جنگلی لوگ گالوں اور گلے میں بیر اور
اسی قسم کے دیگر میوہ جات چھپا کر رکھنے کے عادی تھے۔
اور انکی پان خوری کی عادتیں اسی ابتدائی تہذیب کی یادگار
ہیں۔ اس مشورے میں وزن ہے۔ اور درختوں پر تفنن کی
ٹوکریاں لیجانے کے بجائے گالوں میں خوراکیات کا رکھنا
مناسب و موزوں ہوگا۔

الغرض انسانی دماغ سب رکاوٹوں پر غالب آکر
بوزنوں کی طرح سے زندگی بسر کرنے کے طریق پیدا
کرنے کی طرف راغب ہو گیا ہے۔ اور اگر یہ خبط زور
پکڑ گیا۔ تو مہذب ممالک بندرابن بن جائینگے۔ کیونکہ
ان اقوام سے انکے اسلاف کی خصلتیں کلیتاً محو نہیں
ہوئی ہیں۔ اور ڈارون ان اسلاف کا پتہ بتا گیا ہے
اسمیں شک نہیں کہ ابھی بہت سی سخت دقتوں کا
سامنا ہے۔ مثلاً ابھی انسان درخت کی درمیانی ٹہنیوں
کے سہارے سو کر پوری نیند نہیں لے سکتا کوئی سپرنگ یعنی
جھولے اس کمی کو پوری کر دیں۔ مگر یہ تو تہذیب کی
محتاجی ہوئی۔

لباس کا مسئلہ بھی حل طلب ہے۔ ایسے کپڑے
مل سکتے ہیں۔ جو کھال کی طرح بدن سے چپکے رہیں
رہا اور انکے تانے بانے کا کپڑا موزوں ہے۔
تاکہ وہ جسم سے پیوست رہ کر نقل و حرکت کی آزادی
میں حارج نہ ہو۔ لیکن بہتر تو یہی ہوگا کہ جسم لباس سے
مستغنی کر کے آب و ہوا کی سختی سہنے کا عادی بنا لیا جائے
اگر لباس متروک ہوا تو قدرت خود جسم پر گھنے بالوں
کی تہہ پیدا کر دیگی۔ جو لباس کے متواتر استعمال سے گھٹتے
رہتے ہیں۔

البتہ ایک عضو یعنی دُم کی کسر ہے کیا یہ انمول اور
بے بہا عضو انسان کی کوتاہ اندیشی کے باعث ضائع
ہو چکا ہے۔ پھر پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ صحرائی زندگی بسر
کرنے اور ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جھپٹنے کے
لیے دم ضروری ہے۔ یہ جسم کا توازن قائم رکھتی ہے۔
ممکن ہے۔ ان اوصاف کی تکمیل دم ایجاد ہو جائے۔ بہر حال
غیر مہذب لوگوں کو مہذب قوموں کی اس ترقی معکوس
کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ تقلید
کے عادی ہیں اور واپسی کے وقت مقلد پلٹ کر رہبر
ہو جاتا ہے۔

آل انڈیا شیعہ کانفرنس

اجلاس لاہور

اعلان منجانب سکریٹری سبجکٹ کمیٹی

اجلاس لاہور میں پیش کرنے کے لیے جو حضرات تجاویز
بھیجنا چاہیں وہ براہ کرم ۱۵ مارچ تک تو دفتر آل انڈیا
شیعہ کانفرنس وکٹوریہ اسٹریٹ کے پتہ سے بھیجیں
اور بعد اسکے کیمپ آنریری سکریٹری مقام موچی گیٹ
لاہور کے پتہ سے ارسال فرما دیں۔

سید معز حسن
سکریٹری سبجکٹ کمیٹی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۶۵۰
عدالت مال باجلاس جناب منشی ملک محمد نواب سمیع اللہ خان صاحب
اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم مقام تحصیل کالپی ضلع جالون

سیٹھ نیکچند مدعی

بنام

روشن سنگھ وغیرہ نابالغان مدعا علیہم
روشن سنگھ و ... نابالغان پسران ... بولایت ...
ساکن نوربر پرگنہ کالپی

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت لگان بقایا کے دائر
کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۷۔ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء بوقت
۱۰ بجے دن بمقام تحصیل کالپی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے
حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ
کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے
سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی کی دو اور چونکہ
وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال کلی
مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں
کو حاضر کرو اور جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات پر جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی
کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے
تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

ثبت ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ... ماہ
مارچ سنہ ۱۹۳۶ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بحروف انگریزی

"افتادِ میز مدوّر"

"کیا خوب! ہمہ سامان بر روے مہمان۔ دیکھیے کب سنبھلے۔ ابھی تو یہی حال ہے"

جاری شدہ ۱۹۳۹ء
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
مارکا پتہ: حنا لکھنؤ
ایک مست شباب نازنین
کے
حسن وجمال کی خوبیوں کو دوبالا کرنے کے لیے لازمی
ہے کہ بہتر اور عمدہ قسم کے عطر استعمال کرائے جائیں
کارخانہ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کو
آرڈر دیجئے
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی

کو کچھ دے دیا تو اللہ دے اور بندہ دلے ۔

یہاں کا تمکنت خاقانان اور راٹ امین میان فہیم ہے ہند رعایا کے گاڑھے پسینے کا روپیہ اور یہان پانی کی طرح بہایا جاتا ہے ۔ اور پھر یہ خود دیکھیے ۔ یہی مثل ہے ۔ اندھا بانٹے ریوڑیان ہر پھر کے اپنون ہی کو دے ۔

حسد کا یہ عالم ۔ اور ہمارے اخبار نویس بھائیون کا یہ حال کہ کسی رئیس کی ادنی سی بات مین چار کالم کا مضمون قصیدہ لکھ کے ایک طرف رئیس کا دل مسرت استراحت سے خیرات سے بٹھاتے اور خوشامد کا عادی بناتے ہین دوسری طرف حاسدون کی حسد کو اور بھڑکاتے اور بیچارے رئیس کا ناک مین دم کروا دیتے ہین ۔ دیا کسی نے پایا کسی نے کھلایا کسی نے اور چبایا کسی نے ۔ اثر سے سینہ سوجا کسی کا اور رعایا کو جو شکایت پیدا ہوئی دل مین سوراخ ہوا وہ گھاتے مین ۔ ہمکا نیا دہ جھگڑنے جناب سچی الدولہ بہ تمثیلاً ہم یہان ایک واقعہ بیان کرتے ہین کہ اتفاق سے فرمان روائے حیدر آباد دکن یہان تشریف لائے آپ جانیے اتنے بڑے شخص کی آمد کوئی معمولی بات نہین دولت پرست حضرات منہ کھول کے دوڑے کوئی صاحب نظام نمبر چھپوا کے بغل مین دبائے ہوے کوئی صاحب قصیدہ آئینہ دار چوکھٹے مین لگائے ہوے آداب عرض کرتا ہون نواب ٹن ٹن یار جنگ بہادر حضور کو تو معلوم ہوگا کہ خادم فلان اخبار کا اڈیٹر ہے دیکھیے یہ نمبر خاص اعلیحضرت کے نام سے تیار ہوا ہے اسمین جناب والا کا بھی ذکر خیر ہے چند سطور ملاحظہ ہون غرض مقام مدح نواب ٹن ٹن یار جنگ پر سرخ پنسل سے نشان دیا اور کھڑے ہوکے وہ سطرین دکھائین ۔ نواب صاحب کی باچھین کھل گئین کہ اللہ اکبر ہم بھی خدا کے ہمسر ہین یہ آج معلوم ہوا ۔ ورنہ ہمین تو اس کی خبر بھی نہ تھی ۔ خوش ہوے کہ ایک حبہ کبھی کسی کو نہ دیا اور قاسم الارزاق ہونے کا لقب مفت ملگیا جو اللہ میان نے اتنے دنون مین بمشکل حاصل کیا اور جسکی صحت مین ناشکرون کو اتبک شک ہے ۔

ٹن ٹن یار جنگ کا خوش ہونا ۔۔۔ کھلنا ایک ہی بات ہے ۔ دوسرے ۔۔۔ دن جناب اڈیٹر صاحب اعلیحضرت کی خدمت مین ۔۔۔ ہو گئے ۔

مذہبی لقب آجکل والی ملک کے واسطے قہر ہے گر پناہ اسلام و مسلمین و وارث شریعت سید المرسلین ہوکے سے خطاب کیسے ناگوار ہوتے ہین ۔ اعلیحضرت نے بھی خوشی کا اظہار فرمایا ۔ انعام مقدر پر موقوف ہے ۔ وہ تو اڈیٹر صاحب کو مل ہی جائیگا مقدر ہی کی خوبی کا راز اسی وقت کھلگیا تھا جس وقت کہ نواب ٹن ٹن یار جنگ تک رسائی ہوئی تھی ۔ لیکن اعلیحضرت کی رعایا مین اکیلے مسلمان ہی نہین ہین دوسرے مذہب والے بھی تو ہین ان کے دل پر سانپ لوٹ گیا کہ ہاے اعلیحضرت حضرت پناہ اسلام و مسلمین ہین ہم سے کوئی واسطہ نہین رکھتے انکے طرفدار اخبار نویسون نے اس آگ پر تیل چھڑکنا زبان ہلائی کہ ۔۔۔ ہی کمائی کی بدولت پناہ اسلام و مسلمین ہو نگے اگر ان مین غیرت قومی ہوتی تو یہ خطاب نہ سنتے ۔ ہم خود ہی اپنے اوپر آپ حکومت نہ کرتے ؟

ان حالات کو دیکھ کے ہمین بے بسی کی ایک بددعا یاد آگئی " خدا خوشامد خورون کا منہ خاک سے بھرے "

ہر ایک حکومت سے خواہ اسکا حکمران ہندو ہو یا مسلمان یا اور کسی مذہب کا ہماری درخواست ہے کہ نیکی کرے تو چھپا کے ۔ اور خوشامد خور مداحون کے منہ مین خاک ضرور ڈالے ۔ ورنہ بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جائے ۔ کسی ضعیف قصیدہ خوان کو بطور قدر افزائی سخن کچھ صدقات دے دینے کو ہم نہین روکتے ۔ نہ کسی اخبار نویس کو قلم کا "نسل بہا" ادا کرنے سے ہمارے سینے مین شگاف پڑتا ہے ۔ ہم دنیا کے امن و امان کے حامی ہین اسلیے یہ نصیحت کرتے ہین کوئی ہمین بی شیرین نہ سمجھے ۔ جنکے بارے مین مشہور ہے کہ پرویز شہریار ایران کی ملکہ اور فرہاد سنگ تراش کی محبوبہ تھین ۔

ایک روز پرویز کے پاس ایک ماہی گیر کچھ مچھلیان لایا بادشاہ نے سو اشرفیان انعام کی دلوائیں ۔ بی شیرین نے کہا ۔ اے واہ خوب حضور گھر لٹاتے ہین نگوڑا چار پیسے کی مچھلیون کے دام سو اشرفی ۔ بادشاہ نے فرمایا " اب تو دے چکا " بی شیرین بولین اس سے پوچھیے کہ مچھلیان نر ہین یا مادہ ۔ جو کہے نر ہین تو کہیے مادہ مچھلی درکار ہے اور جو مادہ بتلائے تو نر طلب فرمایئے اس طرح انعام واپس لیجیے ۔ پرویز نے ماہی گیر کو جو تھوڑی دور چل چکا تھا آواز دی وہ پلٹا مگر سوال کا جواب اسکو ایسا دیا " خداوند یہ مچھلیان نر بھی ہین مادہ بھی بلکہ نہ مادہ ہین نہ نر یعنی مخنث ہین چھ مہینے کے بعد مادہ نر ہو جاتی ہے اور نر مادہ " جواب ایسا لطیف تھا کہ بادشاہ نے سو اشرفیان اور عنایت کین ۔ بی شیرین جل بھن کے کباب ہو گئین اتفاق کی بات گننے مین ماہی گیر کے ہاتھ سے ایک اشرفی گر پڑی ۔ اور اس نے جھک کے اٹھائی بعد ازان چوم کے پگڑی ۔۔۔ رکھ لی اب شیرین بیگم کو پھر نکتہ چینی کا موقع ہاتھ لگا ۔ میان سے جڑ دی کہ دیکھا ایسا دنی ہے ۔ ایک اشرفی گر پڑی تو خاک دب یا غلام کے لیے نہ چھوڑی ۔ پرویز نے دوبارہ مچھلی والے کو بلایا اور آنکھین نکال کے اعتراض کیا " تو بڑا کنجوس ہے " اسنے جڑا سا عرض کیا " خداوند اشرفی کیا چیز ہے مگر اس پر حضور کا نام نامی کندہ ہے ۔ دل نہین چاہتا کہ یہ پیرون کے نیچے کچلا جائے " اس فقرے نے سو اشرفیان اور دلوائین ۔ اور بی شیرین کو تلملا کے کا منہ دیکھنا پڑا ۔

التماس منیجر

ماہ حال کی بابت جن حضرات کے منی آرڈر نہین آئے انکی خدمت مین توسیع میعاد کیلیے مزید قیمت کے وی پی بھیجے جارہے ہین ۔ بہ نیچے وصول فرمایئے حضرات معاونین سے بھی التماس ہے کہ وہ ہمت افزائی فرماتے رہین ۔

عدالت جناب سب جج صاحب بہادر بارہ بنکی

دیوالیہ نمبر ۔۔ سنہ ۱۹۳۲ء حکم قرار دیے جانے دیوالیہ

بھیرون بخش سنگھ ولد ہرنرائن سنگھ ساکن موضع ۔۔۔ پرگنہ ۔۔۔ وضلع بارہ بنکی ۔ دیوالیہ

بنام

اودان سنگھ وغیرہ ۔ مہاجنان ۔

بموجب درخواست سائل مورخہ ۔۔۔ سنہ ۱۹۳۱ء بمقابلہ ۔۔۔ سنگھ وغیرہ مسمی بھیرون بخش سنگھ ۔ بعد ملاحظہ درخواست و بعد سماعت عذرات مہاجنان حکم دیا جاتا ہے کہ مسمی بھیرون بخش سنگھ دیوالیہ قرار دیا گیا بموجب حکم مورخہ ۔۔۔ سنہ ۱۹۳۲ء

دستخط حاکم

المرقوم ۔۔۔ سنہ ۱۹۳۲ء

لکھنؤ ۱۹۳۲
۸۳
جلد ہفت و ہشتا
غذائے روحانی
معدن النغمات
یعنے
وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی
اور
ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے
یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے
اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ ... ال موسیقی کے جزو علمی پر
اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے
حصہ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے
یعنی
تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے
اُستاد محمد علی خاں
میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے
ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے
ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقت
مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی
اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ ... لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اول

علم و ادب کے ظریفانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خوبصورت خلاصہ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات لطائف علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول (قیمتی عہ) مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

"

سوراجیہ آپ کے لیے بیکار ہے

اگر آپ بیکار ہیں اور ترقی کرنے کی قوت نہیں رکھتے تو میدان ترقی خالی ہو جانے پر بھی کیا کر سکتے ہیں۔ آپ جامہ کا سوراج ملنے والا ہے پہلے اننگ نگ گولیوں کا استعمال کر کے جنسی طاقت کی خرابی وکمی جریان احتلام اور ہر قسم کی کمزوری سے نجات حاصل کریں اور سماج کا مزہ چکھنے کے لیے تیار ہو جائیں قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولی عہ۔ پانچ ڈبیہ چار روپیہ (للعہ) صحت و تندرستی کی نعمت اور بہت کی اسناد و نہایت اہم مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔

وید شاستری جام نگر کاٹھیاوار

رنگین اور سادے

نئے نمونہ کے حسب دلخواہ لیبل بیڑی سگریٹ اور ریاست عطر او رتیل وغیرہ ہر چیز کے لیے ہمارے یہاں بکفایت بہ پابندی وقت تیار کرائیے ہاف ٹون اور لائن بلاک بنوا لیجیے ہر قسم اور رنگ کے پوسٹر ہینڈبل کتابیں حتی کہ ریشمی کپڑا تک چھپوائیے اسکے علاوہ ہر قسم اور زبان کی کتابیں کی فرمائش کیجیے آپ کو کفایت اور سہولت کے ساتھ ہی ساتھ کام اور مال کی عمدگی کی خوبی بھی بدرجۂ کمال حاصل ہوگی۔

پتہ

عبد الرحمن منیجر جانی پریس تھوی لال لکھنؤ

برانچ کلکتہ　　افشانی قوام رجسٹرڈ　　برانچ الہ آباد لکھنؤ

جو تمام کارخانوں کے تیار کردہ قواموں سے اس وقت تک زیادہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے

قیمت فی تولہ عہ

فہرست کارخانہ طلب کرنے سے مفت روانہ ہوگی

المشتہر

مقتدا خان آفتاب خان تاجر تمباکو و عطر لکھنؤ

توجہ شرطیے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی نکتہ چینی اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس عنصر کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گو یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر غم نہ کیجیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھائیے اسلئے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج و اقوال اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط!

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالب علموں اور شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی پندرہ روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان حضرت اگر اپنی جیب بھر قیمت کا بار نہیں اٹھا سکتے تو انہیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام درم نہیں تو قلمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ یا نامداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا طلاقت محبت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکخانہ کے صاحب ذاکر ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کالا غائب ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد ... پنچ چار صاحبان نامہ نمبر کے نام خرید آتے ہیں۔ ہر ایک کا پانچ کے ساتھ تمام اور ملک خریداروں کے۔ دفتر بہ طیارہ خود نہیں بھیج سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی ملامت ہے لیکن اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گذشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے فرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں اور خوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا ہمت تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور ...

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور سندا ... حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک ان میں نہ ہو۔

نوٹ :۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ۲ آنہ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

پیچھے ہی سے لو وہ گرمی آئی

سردی سے نجات کی نہیں تھی امید — گرمی نے اس خیال کی کی تردید
سردی کو الوداع کہہ دیجیے ہمدم — گرمی کو خوش آمدید بالطف مزید

سنتے ہیں کہ سردی جا رہی ہے بسال — اس سے ہی رہا کرتی ہے ہر وقت ملال
کیجائے گی تہخانے کے اندر یہ بند — ہمچین کیے ہوئے ہے اسکو یہ خیال

سردی گئی پھونے لگا جب کہ مار — کھلنے ہی پہ جائیگا سمجھ دار و مدار
کہتا ہے ہر اک ندیم از راہ مزاح — از گرما لطف سرما امید مدار

اسکے پیچھے نہ اپنا تن من وار و — قابو میں نہیں تمہارے اے لاچار و
پہ جائے گی پر جائے گی رہنے کی نہیں — سردی سے لپٹ لپٹ کے رو لو یار و

بس آئی میں آ ما با دی سے غور — سردی کو کر دیا ہے جس نے چر مر
نکلی نا ہے گی گا کے دیپک گرمی — اور اسکے سُر میں سب ملائینگے سُر

اُف اُف کہکر زبان کھولو یار و — اور اپنی طبیعت کو ٹٹولو یار و
نکلے گا پسینہ اب بہت کثرت سے — گرمی کے موتیوں کو رولو یار و

(ندیم)

اُردو ایسوسی ایشن میگزین

الٰہ آباد یونیورسٹی

اس نام کا ایک نہایت عمدہ کاغذ پر چھپا ہوا رسالہ ہمارے پاس اظہار رائے کے لیے پہونچا ہے اسمین فاضل طلّاب دارالعلوم الٰہ آباد کے لکھے ہوے سات نثر مضمون ہین۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ مضامین باعتبار حسن بیان و افادۂ عام بہت خوب ہیں اگر دوسری یونیورسٹیون کے اعلے درجے میں تعلیم پانے والے طالب علم بھی ملکی زبان کی طرف اسی انہماک کے ساتھ متوجہ ہون جو اُردو ایسوسی ایشن کے شرکا میں پایا جاتا ہے تو وہ یقینًا اردو کے فن ادب و انشا کی ترقی و اصلاح کا ذریعہ ہونگے۔
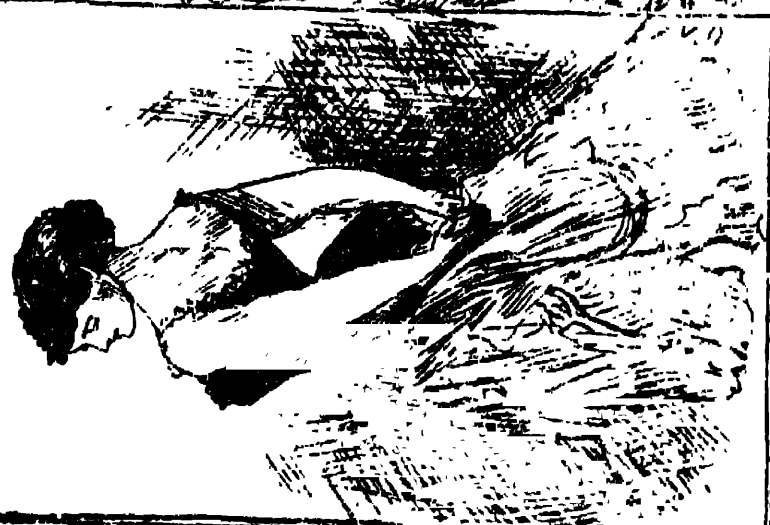
اس انجمن کے صدر پروفیسر سید ضامن علی ایم۔ اے ہین پس کچھ عجب نہیں کہ ارکان انجمن پر کمال ہمنشین نے اثر کیا۔

کچھ معلوم نہیں کہ اسکی قیمت کیا ہے اور یہ ماہانہ شائع ہوتا ہے یا ہفتہ وار

مشیر خواتین

المعروف بہ

ہدایت النسوان

ایک رسالہ جسے لیڈی ڈاکٹر او ایم جوزف صاحبہ نے جو کہ پاچر انسٹی ٹیوٹ کسولی میں ملازم ہیں تصنیف کیا ہے۔

ابتدا اسے کتاب میں گھر کی صفائی اور درستی کے متعلق مجمل ہدایتیں ہیں جنپر عمل کرنے سے جسمانی صحت ضرر سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ مگر دست عرض موسکتی ہے جب ہے غالبًا لیڈی ڈاکٹر صاحبہ ابھی تک اس خیال میں ہیں کہ جھاڑو بہارو باورچیخانے کا دھندھا۔ مردانے زنانے لباس کی نگہبانی بچوں کی تربیت ہمیشہ عورتوں کے ذمے رہیگی۔ ابی لیڈی صاحب وہ زمانہ گیا۔ آج کے بعد جو عورتیں آنے والی ہیں انھیں آپ کے مفید مشوروں کی ضرورت نہ ہوگی کیون؟۔ اسلیے کہ یہ سب مشاغل اور فرائض "کمترین شوہر عفی عنہ" کے سر منڈھے جائیں گے۔

پس "مستورات" کے عوض "خواتین" "دخان" "بہنون" کی جگہ "بھائیوں" کو گوش ہوش سے ہماری لیڈی ڈاکٹر کے افادات سننے چاہییں۔ دیکھو جی! مکان خوب صاف ستھرا رکھو۔ کوڑا کرکٹ۔ جالا۔ بل۔ سیلن۔ میل کچیل بالکل گھر میں نہ رہنے پائے۔ اور جب تمھاری بی بی کچہری سے مقدمے کی پیروی کر کے آئے تو سیلابچی آفتابہ اور ایک جگ میں پرمنگنٹ آف پٹاش کا محلول اسکے ہاتھ دھونے کے لیے مہیا رہے۔ تاکہ جو علت وہ اپنے موکلون سے مصافحہ کرنے میں لگا لائی ہے وہ ساری نہ ہونے پائے تمھیں ایک گھر گرہست گھر والا ہونا چاہیے تاکہ تمھارے گھروں میں طاعون اور ہیضہ یا چیچک اور ملیریا دخل نہ پائے تمھاری گھر والی غریب روٹی کمانے اور تمھیں روٹی کپڑا دینے کی فکر میں پڑی ہوئی ہے اسے ہرگز اتنی مہلت نہیں مل سکتی۔ مگر تمھیں خدا کے فضل سے کوئی کام نہیں تم چین سے گھر کی چار دیواری میں بیٹھے اپنی نیند سوتے اپنی بھوک کھاتے اور بچے پالتے رہو۔ اب اس غریب بی بی کی زندگی کا خوشگوار بنانا اور اس کی دستگیری کرنا تمھارا ہی کام ہے۔ قطع نظر اسکی آرام کے تم خود بھی اگر گھر کی بند کوٹھریون میں روشن دان اور چھتوں میں شیشے نہ رکھو گے اور بند کوٹھریون میں کوئلہ جلا کے روٹی پکاؤ گے تو تمھاری آنکھیں دکھیں گی۔ تمھارے بچوں کی صحت کو نقصان پہونچے گا۔ چندھے چندھے رہیں گے اور لوگ نام رکھیں گے کہ کیسا چیچڑ مردوا اس عورت کو ملا ہے جو بالکل غیر مہذب ہے۔ تمھاری بی بی کی پوشاک بغیر دھوپ دیے صندوق میں بند نہ ہونی چاہیے۔ خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ اس نے تازہ بچہ جنا ہو۔ اگر تمھارا یا اور اسمیں دودھ کی قدرتی دھار کی نمی باقی رہی اور تم نے اسی حالت میں پوشاک بند کر دی تو اسمیں بدبو ہوگی کیڑے پیدا ہونگے اور اس طرح بہت سے عوارض حادث ہونے کا گمان ہے۔

ایجاد حکومت ہند۔ آگ بجھانے والا کاغذ

حکومت:۔ "سوختہ۔ بات ترے کی اب تو بجھے گی"

[illegible]

غذائے روح

معارف النغمات

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD NO. A. 783
LUCKNOW
OUDHPUNCH
ظریف ہفتہ وار
M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین، کا دلچسپ اور سبق آموز بیش بہا مجموعہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۹۲۶ء یعنی اودھ پنچ کی تشکیل کے ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات وظائف علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔
خاص رعایت ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

"منیجر"

سوراجیہ آپ کے لیے بیکار ہے

اگر آپ بیکار ہیں اور ترقی کرنے کی قوت نہیں رکھتے تو میدان ترقی خالی ہو جانے پر بھی کیا کر سکتے ہیں۔ آپ جلد ہی سوراج ملنے والا ہے، پہلے آتنک نگرہ گولیوں کا استعمال کر کے بیضمی، منی کی خرابی، کسی جریان احتلام اور ہر قسم کی کمزوری سے نجات حاصل کریں اور سوراج کا مزا چکھنے کے لیے تیار ہو جائیں۔
قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولی عہ، پانچ ڈبیہ چار روپیہ (للعہ)
صحت و تندرستی کی لذت اور دست کی … نہایت عمدہ مضامین سے مزین کتاب کام شاستر بالکل مفت منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔

ویدیہ شاستری جام نگر کاٹھیاوار

برانچ کلکتہ — **افشانی قوام رجسٹرڈ** — برانچ امین آباد لکھنؤ

جو تمام کارخانوں کے تیار کردہ قواموں سے سبقت تا زیادہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے

قیمت فی تولہ عہ

فہرست کارخانہ طلب کرنے سے مفت روانہ ہوگی

المشتہر

مقتدا خاں اقتدا خاں تاجر تمباکو و عطر لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور مگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔
(۲) قیمت کی زیادتی پر شبہ نہ کیجیے۔ نہ قیمت کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خرید میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت ہے اور … ورسایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور خبیاری اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔
(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ مزید شرط ہے۔
(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ اور لازم نہیں تو قدری کوشش سے فائدہ اٹھائیں سبب یا نامداری یا تیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔
(۴) یہ توہم کر لیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم ہر پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گم ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد … پنچ چار بے تاب منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزار دل خریداروں کے دل تک … بے نیاز مند خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا طرح کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔
(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔
(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور سندائی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں وہ نسیر خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جس کا نام کی تلاش میں بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ٹکٹ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ تو دعویٰ بھی لیں اور دامانِ عنایت فرمائیں کہ ہم اپنے مریدوں کو اتنی تعلیم دو۔ خدا بھی اور تمہیں بخشے۔ دل تنگ نہ ہو کہ مجھے اپنے مشاغل سے بہت کم مہلت ملتی ہے اسلیے آدمیوں کی آمد و رفت سے گھبراتا ہوں۔

مقصود جناب کے طویل حکایت مختصر کر دی اسلیے کہ دل لگی نہ ماحصل ہو۔

پس بندہ پرور "شریف" اپنے اصلی معنی سے یوں بدل کر گیا۔ "شریف" کے ساتھ "ذات" لگانے سے اشارہ ہے نسبی شرافت کی طرف گویا بطور تعریض صفاتی شرافت کی نفی کرنی مقصود ہے۔

دونوں لفظ اصلاً عربی ہیں۔ ان میں اضافت فارسی ہے۔ معنی ثانی بالفعل اردو کے سمجھنا چاہییں۔ ترکیب و ترتیب اس لقب کے ساتھ مدت دراز سے لگی ہوئی ہے جس طرح فارسی اور عربی کی بہت سی لفظیں پیٹ میں اپنے ساتھ دوسرے معنی لگا لائیں یہ بھی لگا لائی ہوگی۔ آپ اگر چاہیں تو بغیر اضافت بھی بول سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی خفگی کے ڈر سے میں نے تاریخ میں جو "شرفا" کے فضول کام درج ہیں بیان نہیں کیے۔ حالانکہ میری حیثیت ہماصرت ناقص کی ہے۔ اور ذیل میں تحقیق لفظی کے بہانے مجبوراً بیان کرنا پڑا۔ خدا اب تو سب برگردن راوی۔

اسلام کی تعلیم اُن افعال سے جو اہل غرض نے اختیار کیے بری ہے۔ جب ملکی مالی اغراض کسی مذہب سے وابستہ ہو جاتی ہیں تو نتیجہ یہی ہوتا ہے چاہے کوئی بُرا مانے۔

راقم
خاکسار۔ ادبار الدین

پنچ۔ جناب ادبار! آپ کے خیال نے کچھ زیادہ بلند پروازی کی ہے۔ ہر لفظ جو مدح کے لیے وضع ہوا ہے مقام طعن میں قدح و ذم کا فائدہ دیتا ہے "ذات شریف" بھی اُسی ذیل میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ شاعر و رند نے زاہد عابد خطیب حاجی قاضی مفتی شیخ۔ ملا مجتہد محتسب پارسا متقی واعظ کی ہجو میں تمام تعظیمی الفاظ صرف کر ڈالے صنائع و بدائع میں ایک صنعت اسی غرض سے رکھی گئی ہے ایسے الفاظ کے معنی پلٹنے کے لیے لمبی چوڑی عبارت

کی بھی ضرورت نہیں ہوتی صرف لہجے سے اُنکے معانی سننے والے پر حاوی ہو جاتے ہیں کسی سے ذرا تاک کر کہہ دیجئے "آپ تو عجیب بزرگ ہیں"، پھر تماشا دیکھیے انشاءاللہ بزرگ صاحب سچ مچ کے بزرگ بن کے تو زانستین چڑھائیں اور خوردی کی گوشمالی پر مستعد ہو جائینگے۔

"لہجہ" انسان کے پیدا ہوتا ہے اسکی تعیین ممکن نہیں کہ فلاں لہجہ کس وقت اختیار کیا گیا حضور ڈارون علیہ ما علیہ البتہ اس قسم کی بے فائدہ "ابتدا" تک پہنچ سکتے اور ارشاد کر سکتے ہیں کہ صاحب جس وقت انسان اوّلی کی تکوین افریقہ کے جنگل میں اپنے دُم والے ابوین کے زیر سایہ ہوئی تھی اُسی وقت لہجہ جو الفاظ کے اصلی معنی بدل دیتا ہے حضرت انسان نے اختیار فرمایا تھا اور یہ نیچرل ہے۔ محرران دفتر تقسیم اوقات کا خیال ہے کہ جب انسان اوّل نے آنکھ کھولی اور سامنے ننگے دھڑنگے خوبیاتے اچھلتے پھاندتے قلقاریاں مارتے والدین کو دیکھا تو اُسکی زبان سے نکلا "آپ بھی عجب بزرگ ہیں"۔

بہرحال آپنے اس جواب میں لگی لپٹی نہیں رکھی۔ اور بعض مسلمانوں کے ذات شریف ہونے کا حال اچھی طرح بیان کر دیا۔ خدا "آپ کو ذات شریف" کے شر سے بچائے۔

منطق آسمیم

راہ نام

ڈاکٹر اقبال

"جس کا کام اُسی کو ساجے"

ڈاکٹر صاحب!

میری تمہیں سمجھ نہیں لگتی اسلیے کہ خدا جانے کوئی سے زبر سے پڑھے پیش سے پڑھے۔ زیر دے کے پڑھے۔ تمنے جو کچھ اس جلسے میں جسکی تعداد جمع قلت سے کچھ ہی زیادہ تھی کہا وہ میں نے اخباری کاغذوں میں دیکھا اور دل میں تمہاری سیاسی معرفت کی قائل ہو گئی۔ اگرچہ ایک دل نے یہ بھی کہا کہ جسکا جو کام ہو تا ہے

اُسی کو ساجتا زیب دیتا ہے جب تم نے خواہ مخواہ کونسل میں ایک جگہ روکی تھی۔ اُسی وقت اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ شاعری کے مضمون اور ہیں اور سیاست کے اور۔ دیکھیے انتظامی امور شاعرانہ تخیلات کے غیر حقیقی گورکھ دھندے میں پھنس کے کون سی شکل اختیار کرتے ہیں۔

بات یوں بھر گئی کہ تم نے کسی معاملے میں بہت کم زبان کھولی۔ اور کوئی مبسوط بیان کسی مسئلہ پر تمہاری زبان سے اخباری کاغذوں میں بندی کی نظر سے نہیں گزرا۔ ممکن ہے کہ تم اپنی رائے تقاضا پیش کرنا چاہتے ہو قافیہ ردیف کے تفصیل میں دیر لگی مسئلہ ووٹ بازی کے بعد ختم ہو گیا۔ اور نظم ادھوری رکھی کی آئندہ دیدہ خواہد شد۔

تم نے اپنی سیاسی معرفت کا جو نمونہ مذکورہ جلسے میں دکھایا ہے خدا کی عنایت سے اس میں بھی شاعری کو اچھا خاصا دخل حاصل ہے۔

ڈاکٹر صاحب! شاعری کے تخیلات نے کبھی حقیقت کا جنم بنا تھا نہ آج بنے گی یعنی پولیٹیکل دنیا میں معشوق کی زلفوں کے مانند سیاہ رات نہیں ہوتی۔ نہ اس رات کی زلف کے لیے تار شعاع قمر کی کنگھی ہوتی ہے۔ نہ مشاطۂ دہر اسے سنوارتی ہے۔ پس پولیٹیکل مسائل میں شاعری کا دخل ناجائز۔ کوئی صاحب فہم تمہاری تقریر کے اس خلاصہ کو مفید اور قابل عمل نہیں سمجھتا۔ نہ یہ شکوہ ہے نہ جواب شکوہ۔

تمہاری باتیں اور تجویزیں بالکل اُس عرب امیر کی سی ہیں جس نے ایک نخاسی سے اپنی سواری کے لیے گدھے کی فرمائش بایں شرائط کی تھی۔

"(۱) شائستہ قدم ہو کہ جب چلے تو راکب کے پیٹ کا پانی تک نہ ہلے۔
(۲) ارادہ فہم ہو کہ جو راکب کے جی میں آئے اُسے سمجھ لے۔
(۳) تیز گام ہو۔
(۴) اپنی خوراک خود ہی تلاش کرے۔ مالک پر بار نہ ہو۔
(۵) مسائل نجاست طہارت سے واقف ہو کہ اپنی پشت ناپاک زمین پر لوٹ کے نجس نہ کرے۔
(۶) اگر خوجو بات سکھا دیجائے پھر اُسے یاد رکھے۔

گیتی بیگم

ماموں سام (امریکا)

مجانست کا مکالمہ

جگت ماموں: "سنو بہن میں چاہتا ہوں کہ اولاد ماں پر کھنچے۔"
گیتی بیگم: "یعنی......"
جگت ماموں۔ "یعنی زن نہیں تو زنخی ہی سہی۔ ہتھیار بند نہ ہے۔"
گیتی بیگم۔ "تو بھیا پہلے تم ہی زنخے ہو جاؤ۔ شاید بھانجے ماموں پر کچھ جا پڑیں۔"

جاری شدہ ۱۸۳۹ء ٹیلی فون نمبر ۱۳۹ تار کا پتہ: حنا لکھنؤ

ایک مستِ شباب نازنین

کے

حسن و جمال کی خوبیوں کو دوبالا کرنے کے لیے لازمی ہے کہ بہتر اور عمدہ قسم کے عطر استعمال کرائے جائیں

کارخانہ

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ

آرڈر دیجیے

شاخ:۔

قنوج حیدر آباد دکن دہلی

ہم کیوں کر بیدار کروں یا نہ کروں؟

اے سبحان اللہ بمصرعہ کیا مصرعہ ہے۔ پھر قافیت ہو اور محل کیا حاصل ہے! خصوصاً آدبی کا ٹکڑا اسوقت بالکل برمحل اور برجستہ ہے۔ چونکہ گنی کانفرنس میں دو بیات اور روحانیات اور عرفانیات کی بہت کمی ہے۔ اسی وجہ سے وہ کوئی عمدہ فیصلہ نہ کر سکی غالب کی چمکنی سے روح کا چولھا پھونکا جاتا تو وہ ضرور اچھی طرح بیدار ہو جاتی اور نیم خفتہ لہجہ میں زبان فریاد یوں نہ کھولتی دو سوناد خوار ہوا حقیقت یہ ہے کہ لندن میں ایک ہی نغمہ سرا تھا جو۔ بھلا پاپی نہ جاگے جگائے ہاری جگا تا اور راشنک عنابی بہاتا تھا۔ پچاس لاکھ کے سرمائے سے ہمارے نزدیک اگر اقبالی نغمے روح پرور وخودی سوز ان ادبی اداروں میں گائے جائیں تو پھر تمام حقوق ان کمبخت افیمی مسلمانوں کو مل جائینگے۔

آخری خاندان صفویہ ایرانیہ کی شامت جو آئی تو اس نے تکا پروری دشمر انوازی پر کمر باندھی ان خونریز کمبختوں کو علیہ دیکھیے اگر کوئی غنیم آئے گا تو ہم ایسے شعر پڑھینگے کہ وہ منالے ہیں بھاگ جائے۔ اور دنیا فانی دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو کے دائرہ بھاگتا ہوا جنگل کی راہ لے حضور دیکھ لیجیے گا۔ ایسے قومی دلائل شرعی پیش کرینگے لاجواب

ہو کے مجبور نہ ہو جائے تب کی سند۔ دوزخ لگا ہوا ان پر پھرنے لگے گی عذاب الٰہی کے خون سے روح خفتہ چلا کے رونے گی۔"

بادشاہ سلامت نے شاعری اور علم کے آگے سر جھکا دیا فوج موقوف چھاؤنی مسمار۔ کچھ دنوں بعد مفسدوں نے جو سر اٹھایا تو ظل اللہ نے شاعروں کے بھے اور مولوی والنیشرلی کی بھیر سے میدان رزم بھر دیا شاعر صاحب نے لحن داؤدی یوں روح ایمان حقیقت جگائی ؎

بگذر از عالم تا آں خوب نیست
خواب راحت بر سر پل خوب نیست

اے غاصبان بیجا ؎

سکندر کہ صد سال عالم گرفت
چہ سان مرگش آخر بکیدم گرفت

بشنوید سخن نغزے آوردہ ام ؎

بزرگے کہ سودے بگردوں سرش
نظر کن کہ چوں خاک شد پیکرش
ز آغوش مہر اپشو غم دشتنگ

گرفت است گردون رانہوش تنگ
بعبرت نظر کن سوے رفتگاں
کہ فردا شوی عبرت دیگراں

اور علماے کرام نے قرآن و حدیث کی جلدیں کھولیں پر سے اٹھا کے باب نصیحت یوں کھولا۔ کہ ایہا الناس این ست قرآن پاک فاصل درمیان ما و شما: اے گروہ اشقیا لا تفسدوا فی الارض و لا تسفکوا الدماء دنیا چند روز است برائے زندگانی چند روزہ شکم ہائے خود تاں را از آتش پر کنید ؎

نظرنا الی الارض ظهرا و بطنا علیها بقایا و فیها خبایا

دنیا کا ظاہر و باطن جو ہم نے دیکھا تو کچھ جاندار بچے کچھے پائے اور کچھ اس کی تہ میں چھپے ہوئے)

چین (چالیس کروڑ)

یورپ (لیگ آف نیشن)

جاپان (۸ کروڑ)
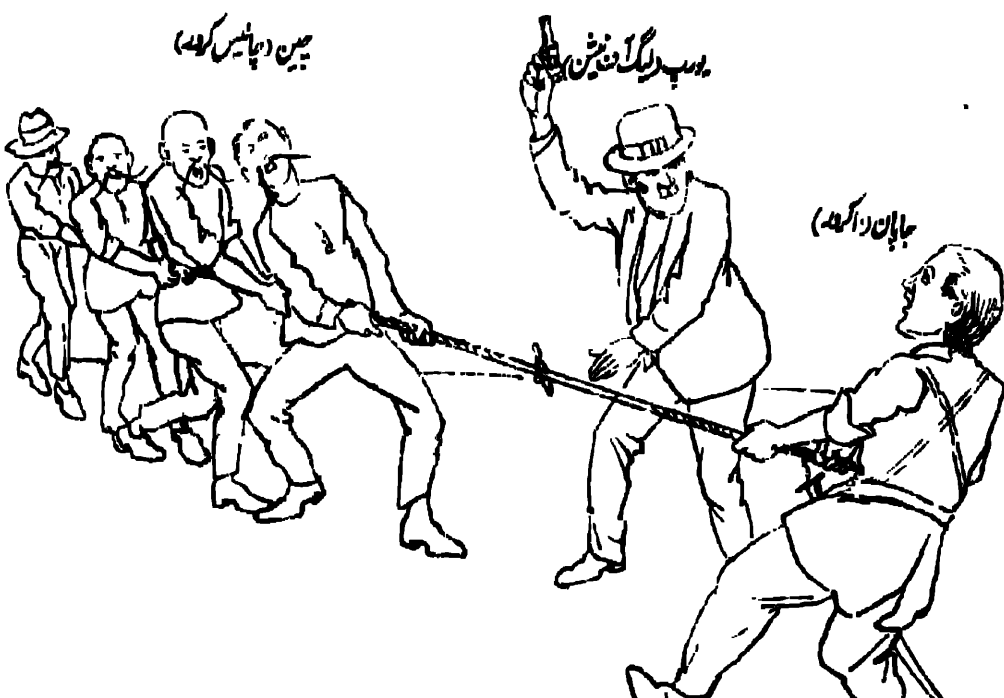
"رسی ٹوٹی اور کوئی نہ کوئی گرا۔ جو کوئی گرا ہمیں نفع پہونچائے گا۔ لہذا۔
ٹوٹ جائے رسن..... کٹ..... دھن..... دھن.........."

اما کان فیکم و فی معشر نیکم
ملوک صنادید ساسوا البرایا
(کیا تم میں اور تمھارے اہل ثروت لوگوں میں ایسے عالی جاہ بادشاہ نہ تھے جنھوں نے خلقت خدا کو سیاست کی چکی میں دانے کی طرح دل ڈالا)
فلم یعطهم بالذل غیر کفن
وما ذبت الا و دعنها الرعایا
(ابھی کوئی سخی بھی ایسا نہ نکلا جو گزیمر کفن کے علاوہ کچھ اور انھیں دیتا۔ رعایا کھڑی دیکھا کی اور کیڑے

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ... پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع شدہ کے ادا ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کر دی جائیگی۔
(۳) پانچ پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔
(۴) بحساب ۲ آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائیں گے

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

شاہی سرمہ

(دستیاب کردہ پنڈت بھائی ڈاکٹر مصری لال صاحب)

یہ سرمہ کن امراض چشم کے لیے بیحد مفید ہے یعنی تقویت بینائی و دفع ... کی روشنی بڑھاتا ہے اور ہر قسم کی شکایات آنکھ مثلاً سرخی، پھولا، جالا، پربال، ککرے، آشوب، ضعف بصارت، نزلہ، دھند، خارش، موتیابند روکنے وغیرہ کے لیے ازحد مفید و اکسیر ثابت ہوا ہے قیمت فی شیشی ۱ ماشہ ۱۲ اور درجن کے خریدار کو محصول ڈاک معاف۔ ایک درجن کے خریدار کو ایک شیشی مفت و محصول معاف۔

ملنے کا پتہ

کیلاش بہاری سنہا بی اے ۔ ۸ ۴

سوامی نگر دیال باغ آگرہ

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

اگر آپ اشتہاری ادویات و عطائی نسخہ جات، جاہل و خود رو طبیبوں کے ہاتھوں اپنی کمائی نثار کر کے صحت سے مایوس ہو چکے ہیں اور اس عالم یاس میں بکفایت صحت حاصل کرنا یا سچا اور مخلصانہ مشورہ کے مشتاق ہیں اگر آپ نامور تجربہ کار کامل الفن اور حذاق اطبا کے مشورہ سے بلا ادائے فیس فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر دواخانہ معدن الادویہ کی جدید فہرست طلب کر کے فائدہ اٹھائیے اور دوسرے بھائیوں کو بھی نفع پہنچائیے۔

تمام خط و کتابت بصیغہ راز رہتی ہے۔

المشتہر۔ دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مطبع لکھنؤ ۱۹۳۲ء — رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۸۳ — جلد ہفتم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ کتاب جس نے [illegible] ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا گاؤں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا ذخیرہ نادر بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر۔ منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین
کار دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین
کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع
کے ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ
محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات
وظائر علم و ادب ظرافت اور سیاست سے مالا مال
ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت
فی جلد ع، محصولڈاک بذمہ خریدار۔
خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے
اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اوّل قیمتی عہ
مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند
جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت
فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

توجہ شرطی

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل تضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس صنف کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگرچہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو سر خزانہ میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت ہے اور رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور خباری اصلاحات اخلاقی و سیاسی وادبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ ہم ذرہ نہیں تو قدی کوشش سے فائدہ اٹھائیں اب یا نامداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حیثیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب ۔۔۔ پانچ چار حساب نا منیجر کے نام خطوط آتے ہیں۔ ہر ایک کا یہی مطلب ہے ساتھ ہر عمل خریداروں کے دو تقاضے بے نیاز مند خود نہیں ہو پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی علامت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گذشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ بہ چھپی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا گوارا کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہوں گے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ ضروری:- جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط و منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ٹکٹ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۱۲

مضامین

۵ اپریل ۱۹۳۲ء

سید ضمیر حسن صاحب ذغاہ فیض آبادی

جینا بھی مصیبت ہے مرنا بھی مصیبت ہے

جو سانس ہے مفلس کی ہر آن قیامت ہے
کم فتنۂ محشر سے کب روزِ ولادت ہے

پھندے میں محبت کے اس دل سے پھنسا ایکر
یہ اور مصیبت اک بالائے مصیبت ہے

ماں باپ بھی مفلس تھے ہم بھی رہے مفلس ہی
جینا بھی مصیبت ہے مرنا بھی مصیبت ہے

احباب یہ کہتے ہیں لو نام نہ الفت کا
اس دورِ ترقی کو الفت سے عداوت ہے

دوکان تو کھولی ہے اشیائے محبت کی (ق)
ہر لین میں مشکل ہے ہر دین میں دقت ہے

سودی ہو کہ بے سودی ملکی ہو کہ جنگی ہو
قرضہ تو بہر صورت معراض محبت ہے

حاصل ہو کچھ جبکا اس کام سے کیا حاصل
اس عہد میں مجنوں کی تقلید حماقت ہے

تفریق جو تھی جنسی وہ اٹھ گئی دنیا سے
جس پاس نہ ہو پیا وہ مرد نہ عورت ہے

جنس دلِ عاشق کو اب کون بھلا پوچھے
ہر رنگ زمانے کا جب دشمن فطرت ہے

پوشش سے یہ آزادی درزی کی سیہ بختی
زلفوں کو لگے قینچی حجام کی قسمت ہے

مائیں نہیں بننے کی بیوی نہیں رہنے کی
ہر بات نرالی ہے ہر بات میں جدت ہے

عریانی فیشن ہے یا فیشن عریانی
سچ ہے کہ الگ ان سے رہنے ہی میں راحت ہے

اغماض کرو ماتم اس دورِ ترقی پر
جس دورِ ترقی میں مردوں کی بری گت ہے

بحضرت فرزانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندی

اب نہ سجدہ نہ قعدہ اور نہ رکوع
دل سے سب ہیں انہیں کی سمت رجوع

زندگی بھی ہے اک بڑا مضمون
چاہیے اس کو بھی کوئی موضوع

لوگ سمجھیں نہ آپ کو مکار
ہے بہت آپ میں خشوع و خضوع

میرے تقوے کا اب خدا حافظ
ختم ہے ان کا دوسرا سا بوع

ہائے ثقل سماعت اس بت کا
عذر ایماں نہ ہو سکا مسموع

صرف "توبہ" میں رہ گیا ہے سلوٹ
ورنہ غائب ہیں سب سجود و رکوع

بت پندار کی پرستش چھوڑ
قلب کو کر سوئے الٰہ رجوع

کون جاتا ہے چھوڑ کر کاشی
طرف جدہ و سوئے ینبوع

کچھ بھی نیت سہی، مگر انگریز
سوئے قبلہ تو ہو رہے ہیں رجوع

آپ کے عاشقوں کا کیا کہنا
کوئی مطلع ہے کوئی مصرع

طبع اسکو نہ کیجیے احمق
جو کلام آپ کا نہیں مطبوع

قصۂ سلامان و ابسال

لندن شہر یورپ یعنی لندن پنچ میں تفنن و تفریح ناظرین کے لیے ہر قسم کے قصے۔ صد ہا لکھے جا چکے ہیں جا بجا میں اکثر محلات اور مکان کے لباس میں جلوہ گر نظر آتے ہیں پس اودھ پنچ میں یہ قصہ کوئی بے جوڑ بات نہیں۔ یہ ایک فلسفیانہ مل گئی ہے۔

معلم بو علی بن سینا بھی آدمی عمل گئی ہاز تھے ان حضرت نے ایک کتاب "اشارات" نامہ لکھی۔ اور اسکی شرح محقق طوسی نے کی کتاب درس میں داخل ہے۔ اسکے نمط تاسع میں مقامات عارفین کے عنوان سے چند سطریں ہیں ان کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو عرفان کا مرتبہ حاصل ہے وہ دنیوی زندگی ہی میں جسم و جسمانیات کے پردے چاک کر کے عالم قدس سے رفتہ رفتہ جوڑ لیتے ہیں جو انھیں جانتا نہیں وہ تو اُنکے پیچھے کار ناموں کا انکار کر بیٹھتا ہے اور جو انھیں جانتا ہے اُسکی نگاہ میں انکی رفعت بلند ہو جاتی ہے۔ اگر کبھی تیرے کانوں تک سلامان اور ابسال کے افسانے کی بھنک پہونچے تو سمجھ لے کہ سلامان کی کہاوت تیرے نفس کے لیے کہی گئی ہے اور ابسال کی مثل اس درجے کی ہے جو تجھے عرفان میں حاصل ہے۔ اب اگر تجھے طاقت ہے تو یہ پہیلی بوجھ!"

سلامان و ابسال کا قصہ ایک نادر الوجود قصہ تھا۔ ہونا ہی چاہیے۔ بایں معنی کہ اہرام مصری کے بانی ہرمانوس بن ہرقل کے وقت کا قصہ ہے۔ جو طوفان آتشی و آبی سے بہت پہلے ایک بادشاہ تھا افلاطون حکیم کو ہزار ہا سال کے بعد اس قصہ کا مال اسرار حکمت کے ساتھ ہی معلوم ہوا لیکن حاکم وقت نے گوارا نہ کیا کہ ہرمان مصر کا طلسم باطل ہو اور اسکے اسرار سے دنیا مطلع ہو جائے۔ افلاطون نے اپنے شاگرد ارسطاطالیس کو وصیت کی کہ تمہیں موقع ملے تو تم ہرمان مصر کی سیر کرنا۔ سونے کی لوحوں پر تسخیر کواکب کے اعمال تحریر ہیں اور سلامان و ابسال کا افسانہ بھی شاہ ہرمانوس کی قبر میں لکھا ہوا ہے یہ طلسمی چیزیں تمہیں حاصل ہو جائینگی۔ افلاطون کے بعد ارسطو نے سکندر کی مدد سے ہرمان کا دروازہ بموجب ہدایت و تعلیم افلاطون کھولا۔ مگر سکندر نے بجز اس قصہ کے اور کوئی چیز نکالنے کی اجازت نہ دی۔

مشہور ہے کہ اس میں غیر طبعی طریقے سے انسان پیدا کرنے کی تدبیر لکھی ہوئی تھی۔ اور آخر میں ایک وصیت درج تھی کہ بالائی استادوں سے طلب کرو اس لیے کہ وہ کامل ہیں۔ پستی ناقص ہے اور قدم ہیں کمال کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ غیر مادی طریقے سے انسان پیدا کرنے کا عمل حضرت ارسطو نے اس افسانے سے خارج کر دیا ورنہ آج یہ گنگا ہی حکیم ... [illegible]

جسم بناتی اور جمالی کا کمال ضرور تجزیہ کرتے اور
بچے فنگو نے کی طرح درختوں میں لٹکتے دکھائی دیتے

بعد ہرمانوس بادشاہ کے تیس چالیس بادشاہوں
نے اور بھی محرز و مصلح عمارتیں مصر میں بنوائیں جن میں
سے چند چھوٹی ہیں چند بڑی۔ انہیں کو بھی عموماً اہرام
ہی کہتے ہیں۔ اور یہ سب عمارتیں فراعنہ مصر کی دائمی
خوابگاہ ہونے کے ساتھ ہی علوم و اسرار خفیہ و
طلسمات کا بھی مخزن ہیں۔ یہ طوفان نوح سے
دس ہزار سال پہلے کی ہیں۔ ارسطو کی وجہ سے
یہ افسانہ یونانی زبان میں منتقل ہوا اور حنین بن
اسحاق نے اسکا ترجمہ عربی زبان میں کیا۔ ہم اسے
اردو میں پیش کرتے ہیں۔

یہی قصہ سلامان و ابسال میں حال کی
ہندوستانی پالیٹکس کے چند رموز معلوم ہوتے ہیں۔
یہاں اپنی عقل ہے (بو علی سینا کو اسمیں عرفان کی
جھلک نظر آتی تھی) لہذا ہم بھی ناظرین اودھ پنچ
سے عرض کرتے ہیں کہ:۔

"اگر تمھیں خدا نے عقل دی ہے تو یہ پہیلی بوجھو"

نیاز مند۔ "ملا مسفر"

سنو صاحبو! کہانی ایسی ویسی نہیں۔ بات ایسی جھوٹی نہیں
نہ کانوں کی سنی کہتے ہیں نہ آنکھوں کی دیکھی۔ جو کچھ میاں حنین
بن اسحاق عبادی نے لکھ ڈالا ہم نے بھی پڑھ لیا۔ عذاب ثواب
انہیں کی گردن پر۔ طوفان آتش کے ہزار ہا سال پیشتر
ایک تھا بادشاہ۔ ہمارا تمھارا خدا بادشاہ۔ نام اُسکا
ہرمانوس بن ہرقل سوفسطیقی تھا روم۔ شام۔ یونان۔ مصر
بلکہ دنیا بھر پر حاکم تھا۔ یہی وہ شخص ہے جسنے مصر میں
وہ عمارتیں بنوائیں جنھیں ہرمان کہتے ہیں۔ جو نہ آگ سے
جلیں نہ پانی سے بہیں۔ ہزاروں دورے آفتاب کے
ان پر گزر گئے۔ یہ جیسی تھیں ویسی ہی رہیں۔ اس بادشاہ
کو ستاروں کی تاثیر اور آسمانی صورتوں کی تسخیر میں بہت
دخل تھا۔ کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت حکیم اقلیقولاس الٰہی
نے تمام پوشیدہ علوم مثل تیرنج و شعبدہ و طلسم اسے
گھول کے پلا دیے تھے۔ بادشاہ روے زمین پر حکومت
کرتا تھا اور وہ۔ خود ایک غار "ساریقون" میں ریاضت
کرتے رہتے تھے۔ چالیس روز کا روزہ رکھتے تھے چالیسویں

دن افطار کرتے تھے۔ عمر حکیم صاحب کی کئی سو برس کی
تھی۔ شاہ ہرمانوس کو عورتوں سے نفرت ہونے کے
باوجود یہ سودا تھا کہ سلطنت کا وارث زبردستی پیدا
ہو جائے۔ حکیم صاحب نے بہتیرا سمجھایا کہ میاں بیاہ کرو۔
چاند سی دلھن آئے۔ بھیندنا سے بچے ہوں۔ مگر بادشاہ
اپنی بات پر اڑ گیا کہ نہیں حضرت میں یہ کام تو نہ کرونگا
عورت جو بھی ہو تو دشمن عقل ہے۔ اقلیقولاس نے
پھر نصیحت کی کہ میں طالع فلکی دیکھ کے زمین کرۂ زمین سے
ایسی نازنیں ڈھونڈ ڈھونڈ نکالوں گا جو ہمہ تن خیر و برکت
عقل و سعادت ہوگی۔ مگر بادشاہ نے جو انکار کی گردن
ہلائی تو پھر منھ سے "ہاں" نہ نکلی۔ مجبور ہو کے حکیم صاحب
نے بساعت سعید ایک عدد بیروج الصنم بہم پہنچائی۔

(یہ ایک درخت کی جڑ کا نام ہے جسے فارسی میں مردم
گیا سریانی میں بیروج۔ ترکی میں کن کہتے ہیں۔ یہ نر
و مادہ ہوتی ہے۔ نر بالکل مرد کی صورت علامت کی
سمیت اور مادہ بالکل بی گھربسی کے مانند تمام علامات
تانیث لیے ہوے۔ بعض جڑیں قدرۃً دوہری یعنی مرد
اور عورت کا جوڑا ہوتی ہیں۔ اطبا نے اسکی توصیف میں
حد کا مبالغہ کیا ہے۔ کوئی تو کہتا ہے کہ اس کا اکھاڑنے
والا زندہ نہیں رہتا۔ جڑ کے ارد گرد سے مٹی ہٹا کے
رسی باندھتے اور دوسرا سرا کسی کاکتے کی گردن میں
باندھ کے اُسے ہنکاتے ہیں۔ بس جڑ اکھڑ جاتی ہے۔
اکھڑتے وقت اس طرح روتی ہے جیسے میکے سے وداع
ہوتے وقت دلھن۔ یہ ہزاروں بیماریوں کی دوا ہے
مردوں کے لیے مردانی جڑ اور عورتوں کے لیے زنانی ہے
انسان کا جو عضو بیکار ہو اس پر جڑ کا وہی عضو گھس کے
لگانے یا پیس کے پلانے سے روگ دھوگ دور کر دیگا۔
انگریزوں نے بھی ایسی جڑیں دریافت کی ہیں جنھیں
"مینڈ روک" کہتے ہیں۔ بعض جڑیں "نر و مادہ و بچہ" کا
مجموعہ ہوتی ہیں۔ ہرمس حکیم کہتا ہے کہ اس جڑ کے
اکھاڑنے کا بہترین وقت وہ ہے کہ مریخ خانہ شرف
میں کسی سعد کے مقارن ہو۔ اور منگل کا دن ہو آفتاب
نکل رہا ہو۔)

القصہ حکیم صاحب نے اس ڈیڑھ دو بالشت کی
قدرتی چوبی پتلی سے بساعت سعید و طالع حمید

میاں ہرمانوس کو مزدوج کر دیا اور اس گوہر کو صدف
سمیت کسی معتدل جگہ رکھ کے بیٹھ گئے۔

آپ جانیے کمھاری ساہے گا تو پکنے کیلیے ایک اپنے
گھر میں رکھتا اور بہت صرف کرکے چند روز بعد اُسے
اپنی شکل پر لے آتا ہے۔ ایک اشرف المخلوقات وہ
بھی حکیم اقلیقولاس کا سا عالی مرتبہ قوت فکر کے نفخ روح
سے کیوں جمع اجزا و قبول حیوۃ پر قادر نہ ہوگا۔ نو مہینے
نہیں ایک دورہ قمری بھر کے لیے حکیم صاحب گونگ
ہو گئے اور یہ عجیب و غریب انڈا سیتے رہے خدا کی قدرت
نطفے نے عروج پکڑا۔ ہاتھ پاؤں نکالے انسانی صورت
پیدا کی اور کامل الخلقت انسان کی شکل میں لگا "ٹی ٹی"
پی پاؤں کرنے۔ نقارے پر چوب پڑی۔ دھوم سے
پروال۔ نوبتیں بجیں۔ اور انائیں ڈھونڈھی جانے
لگیں۔ صاحبزادے کا اسم مبارک "سلامان"
رکھا گیا اور ایک قبول صورت ہیزدہ سالہ عورت
جسکا نام "ابسال" تھا انھیں دودھ پلانے لگی۔
ظل اللہ بھی خوش کہ ہویا نہ ہوتا۔ اللہ میاں نے دیا پوتا
شدت مسرت میں استاد سے بولے کہ بھلا میں آپ
کے اس احسان کا کیا صلہ دے سکتا ہوں؟ حکیم نے کہا کہ
اگر انعام ہی دینا مقصود ہے تو میری مدد ایک عظیم الشان
عمارت کی تعمیر میں کرو جسے عناصر کا غصہ اور ہیجان کوئی
ضرر نہ پہونچا سکے۔ میں اس عمارت میں خود رہنا اور بعد
اپنے تمام مخفی علوم کو چھپانا چاہتا ہوں۔ اسکا دروازہ
عوام کی نگاہ سے پوشیدہ اور حکما سے حق پر ظاہر رہے گا۔
اس عمارت کے سات طبقے ہونگے ایک طبقہ دوسرے سے
دو سو ہاتھ کا فاصلہ رکھتا ہوگا۔ یہ عمارت حکما کی ستے
جائے پناہ ہوگی وہ زمانے کی بلاؤں سے دور رہ کے
اعمال بقاے نفس میں مشغول ہونگے۔ اسکے پتھروں پر
بخط مرموز طلسمی اسرار کندہ کرائے جائینگے تاکہ جہال اور
غیر مستحق ان فوائد سے مستفید نہ ہو سکیں۔ بادشاہ نے
عرض کی کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں آپ وقت ساعت
بچار لیے میں سامان جمع کرتا ہوں ایک آپ بنوائیے
دوسری میں تیار کرتا ہوں۔ اس دوسری عمارت میں
بندہ اپنا خزانہ اور اپنا جسد خاکی سونپے گا۔
حکیم صاحب نے عمارت کا نقشہ بنایا ایک عمدہ جگہ تجویز کی

پیدا ہو سکتا ہے یوں کہ دیں، ایسے لمبے لمبے راستے اور تہ خانے بنوائے کہ چلنے والا دنوں چلتا رہے۔ ان دونوں عمارتوں میں روزانہ سات ہزار دو سو مزدور معمار صناع سنگ تراش کام کرتے تھے۔ چنانچہ کئی سال میں یہ عمارتیں حسب مراد بن کے تیار ہوئیں۔ بنانے سے بگاڑنا آسان ہے۔ مگر بنانے والوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے تو اتنی مدت میں یہ عمارت کھڑی کر دی۔ ہے کوئی ایسا جو اتنے ہی دنوں میں انھیں ڈھا دے؟۔

ایک تاریخ میں ہے کہ مامون رشید کے عہد میں سالہا سال کی تجسس و کاوش کے بعد ایک پتھر اس عمارت کا جدا ہو سکا اور جب خود خلیفہ اس میں داخل ہوا تو ایک طرف تھوڑا سونا ڈھیر تھا اور تختی پر مامون رشید کی تصویر کھدی ہوئی رکھی تھی تصویر کے نیچے یہ عبارت لکھی تھی کہ فلاں وقت جبکہ فلاں ستارہ فلاں برج میں ہوگا ایک تاجدار اس شکل و شمائل کا یہ عمارت کھودے گا۔ اُسے لازم ہے کہ اپنے ارادے سے باز آئے۔ اور جس قدر خرچ کھودائی میں ہوا ہے وہ کونے میں رکھا ہے لے لے۔ کہتے ہیں کہ حساب لگایا گیا تو جو رقم وہاں ملی ٹھیک خلیفہ کے خزانے سے دی گئی تھی۔ اتنی ہی یہاں رکھی تھی)

غرض ادھر تو یہ عمارتیں تعمیر ہو رہی تھیں۔ ادھر میاں سلامان انا کی گود میں پوٹا نیوٹا بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ دودھ بڑھائی کے بعد بادشاہ نے از غیبی صاحبزادے کو البسال کی گود سے چھڑانا چاہا۔ مگر عجب دل لگی ہوئی کہ جب حضور نے صاحب عالم کو پکار کے فرمایا:۔

"آؤ میاں ہمارے پاس آؤ" تو میاں نے حشر جوتنا شروع کیا اک مرتبہ انا کی بغلوں میں منھ ڈال کے سمٹ ایسا بانہیں اور چیخ ماری کہ دیواریں ہل گئیں ناچار زمانہ بلوغ تک بی البسال اور میاں سلامان ایک دوسرے سے جدا نہ ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ بلوغ تک محبت اور پختہ ہو گئی۔ اب یہ حال ہے کہ میاں کا جی کسی بات میں نہیں لگتا تھوڑا وقت علوم و فنون کی تعلیم میں بمشکل صرف ہوتا تھا باقی کہاں کا ملک اور کیسے بابا جان۔ ایک روز بابا جان نے زبان نصیحت کھولی کہ فرزند تمھیں اس جناب نے بڑی مشکل سے پایا ہے۔ تمھارے سوا اور کوئی اولاد نہیں رکھتا تمھارا یہ حال ہے کہ کسی طرح البسال کے پہلو سے جدا نہیں ہوتے۔ البسال اُسی جنس کی فرد ہے جسمیں وفا نہیں جسمیں عقل نہیں جس میں خیر نہیں۔ ایسے اس مردار کو دل میں جگہ نہ دو۔ ورنہ ساری نیکی بھاگ جائیگی۔ عقل تم سے منھ چھپائیگی۔ زندگی میں برکت نہ ہوگی۔ بیوقوف کہلاؤ گے۔ ہزیمت اٹھاؤ گے۔ کچھ لوگ پستی سے بلندی کی طرف چڑھتے ہیں اور کچھ اعلیٰ سے اسفل کیطرف گرتے ہیں۔ جو لوگ تمھاری چوکھٹ سے اٹھا کا آئینہ رگڑ کے جلا دیتے ہیں۔ انہیں سے ہماری نزدیکی انھیں کو میسر ہوتی ہے جنھیں عدل و عقل سے واسطہ ہوتا ہے جو ان دونوں سے بے بہرہ ہوتا ہے وہ منھ کی کھاتا محروم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح انسان ہے کہ جب عقل کے فرمان پر عمل کرتا ہے تو جملہ بدنی قوتیں اعتدال پر رہتی ہیں۔ اور اُسے عالم نور کی جانب بلند کرتی ہیں۔ روحانی فیض اس درجہ پر رہتا ہے کہ عالم سفلی پر وہ حاکم ہو جاتا ہے۔ پھر اور آگے بڑھتا ہے تو یہ انوار قاہرہ اُسکی نگاہوں تلے پھرنے لگتے ہیں اور وہ دیکھنے لگتا ہے کہ کسطرح یہ انوار اس عالم سفلی پر تصرف کرتے ہیں آخری درجہ ترقی کا یہ ہے کہ انسان جملہ موجودات کی حقیقت سے مطلع ہو جاتا ہے بلکہ ان پر تصرف کی قوت بھی اُسے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر میاں ایک عورت کی بغل تو اس مرتبے تک ہرگز نہیں پہونچا سکتی۔ عورتوں کی ناز برداری سے اور اس ملکۂ نورانیہ سے بیر ہے۔ میاں تجرد عجب چیز ہے۔ اگر تم اس مردار البسال سے اپنی جان چھوڑا لو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ عالم علوی سے ایک حور تمھارے لیے بلوا دوں گا جو ہمیشہ جوان رہے اور تمھارے روحانی عروج کا وسیلہ بنے۔

بابا جان تو نصیحت کے نکلنے باندھ رہے تھے مگر صاحبزادے کا دھیان البسال میں لگا تھا کہ سخن کا سلسلہ ٹوٹے تو بنا البسال سے مزے لوٹے۔ وعظ و پند کا مطلق اثر نہ ہوا۔ یہ باتیں کہی گئی تھیں خلوت میں لیکن البسال کو شریک راز بنانا پڑا۔ بی البسال نے غمگین نگاہوں سے شہزادے کو دیکھا اور سیر وج الصنم کی سی آنکھوں سے جیتے جاگتے قطرے کچھ اسطرح گرائے کہ دل کی ناؤ طوفانی ہوئی۔ آہ سرد بھر کے گہر ریز تکلم ہوئیں۔ سنو میاں سلامان جو بن گھال کے تمھیں پالا ہے تمھارے ابا جان نے کیا کیا، در حکیم جی نے کون سے بار بھی کی۔ تو اس امید پر زندہ ہوں کہ تمھارا دل میری طرف سے برا نہیں، ورنہ اتنی تھی سی جان نے چکی ہوتی جو مجھے چاہتے ہو تو اپنے ابا جان سے صاف صاف کہدو کہ یہ ہے عشق۔ نہ خدا کی سنتا ہے نہ رسول کی۔ البسال مجھ سے چھوٹ نہیں سکتی"۔

افوہ سے

اک بلا ہے یہ دل ناعاقبت اندیش بھی
میرا بگڑا کا یا ہوا۔ ناصح کا سمجھا یا ہوا

صاحبزادے باوا کے منھ پر تو صاف صاف کہہ نہ سکتے تھے۔ وزیر کو درد دل سُنا کے طالب نصرت ہوئے۔ بادشاہ نے جو حال کی خبر پائی تو پھر بیٹا کو اونچ نیچ سمجھائی "بیٹے یہ کیا کرتے ہو۔ سچ کہا ہے جھوٹ کے ساتھ امانت نہیں رہتی، بخل و حرص کا ساتھ ملک نہیں دیتا۔ تریا ہٹ کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ تم تو ابھی کمسن ہو۔ نفع نقصان سے آگاہ نہیں۔ مجھے دیکھو کہ صد ہا برس کی عمر ہوئی اس مدت میں کرہ ارض پر اپنا سکہ چلایا۔ زمین آسمان کے قلابے ملائے بھلا اگر عورت میں کوئی بھلائی ہوتی تو اس لذت سے کیوں پرہیز کرتا؟۔

اچھا اب اگر بغیر البسال کے تمھاری زندگی بے حلاوت ہوئی جاتی ہے تو ایک کام کرو آدھا وقت ملکی مہمات میں صرف کرو اور آدھا البسال کے ساتھ فانی حظ حاصل کرنے میں۔

چند روز صاحبزادے نے اس وعدے کو پورا کیا۔ مگر ہائے دل کی لگی بری ہوتی ہے رفتہ رفتہ اپنے پرانے قرینے پر آرہے۔

آخر بادشاہ کا پیمانہ صبر چھلک گیا۔ اور اس نے بی البسال کے مار ڈالنے کا مشورہ حکیموں سے کیا۔ بزرجمہر وزیر نے عرض کی "یوں تو حضور مالک ہیں۔ مگر اتنا واضح رہے کہ مار ڈالنا آسان ہے جلانا مشکل۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ صاحب عالم کے جینے کے بھی لالے پڑیں۔ اور سارا بنا بنایا کھیل ایک کھٹکے میں بگڑ کے رہ جائے۔ یہ ایک ایسے امر کا اقدام ہے جو کبھی حضور سے سرزد نہیں ہوا اب تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ زبان سے نصیحت فرمائیے اگر مقدر درست ہے تو کبھی نہ کبھی وعظ و پند کا اثر ہو ہی جائے گا۔

یہاں تو یہ مشورہ ہو رہا تھا وہاں کسی نے شہزادے سے تمام گفتگو کی خبر کر دی۔ میاں سلامان کے حواس اڑ گئے ہوئے۔ جان بسم پیاری ہوتی ہے۔ دونوں نے صلاح کی کہ بھاگ چلیں۔ دونوں سر پہ پاؤں رکھ کے جو بھاگے تو سمندر سا کس پار دم لیا۔

بادشاہ کو جب اس حال کی اطلاع ہوئی تو بہت پریشان ہوا۔ کہتے ہیں کہ شاہ کے پاس دو طلسم سونے کے پتر پر لکھے ہوئے تھے جن پر ہفت اقلیم کا نقشہ تھا۔ ایک میں یہ خاصیت تھی کہ منتر پڑھ کے دم کر دیجیے جو حال جہاں کا ہوتا فوراً نگاہوں کے سامنے آ جاتا۔ اور دوسرے نقشے میں یہ خاصہ تھا کہ شاہ تھوڑی سی راکھ ڈال کے جس مقام پر انگوٹھے سے رفتہ رفتہ رگڑ دیتا وہ مقام جل جاتا۔ کاش ہمارے وائسرائے کو یہ نوجیں مل جائیں تو دیکھیے کہ اہل کانگریس کیونکر سرکشی کرتے ہیں؟ (پنچ)۔

شاہ نے پہلے صاحبزادے کا حال دیکھا تو انھیں ابسال سمیت پہلے حالوں پایا جی کڑھنے لگا کہ ہم نے تو کس ناز و نعمت سے پالا اور میاں نے اپنا یہ حال بنایا۔ مجبوراً تھوڑا کپڑا اور مال بھیجا کہ بیکٹ نہ کہیں اور انتظار کیا کہ شاید اب راہ پر آ جائیں۔ مگر وہاں عشق کا بھوت سر پہ سوار تھا۔ سال دو سال انتظار کے بعد فراقِ فرزند میں بادشاہ بیقرار ہوئے غصہ آیا جھلائے۔ جی میں آئی کہ یہیں سے بیٹھے بیٹھے دونوں کے عشق کی جڑ کو بے بس کر دیں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی۔ یہی ہوا۔ لیجیے صاحب نہ فوارہ رہا نہ خزانہ ہ

جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

دونوں بہت گھبرائے۔ سلامان ابسال کو دیکھتا اور بھک کے رہ جاتا۔ بی ابسال کی للچائی ہوئی نگاہ "اے بدھیا تور اکارے بگاڑیوں بن سونڈ دیکھا ہاتھی"! کہتی ہوئی سلامان کے چہرے کا طواف کرتی اور پیاسی مینا کی طرح سراب میں چونچ ڈال کے خاموش ہو رہتی۔

آخر جب شوق ہی شوق رہ گیا اور جوش کی ہانڈی میں ابال نہ آیا تو خیال ہوا کہ یہ بادشاہ سلامت کی کارستانی ہے۔ دونوں رومال گلے سے ہاتھ باندھ کے چلے رحم چاہنے کے لیے حاضر ہوئے۔ شاہ زبیر صاحب

کو [illegible] نہیں [illegible]

بالکل ناپسند ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ ابسال بھی رہے اور تم تختِ سلطنت پر بھی بیٹھو۔ خوب دھیان کر لو کہ ابسال اور ملک دو سوتیں ہیں اور تم دونوں کے شوہر ہو۔ سلطنت بھی ویسی ہی توجہ کی طالب ہے جیسی کہ ابسال بھلا ہاتھ تختِ سلطنت پر رکھ کے پاؤں میں ابسال کو چھپا کے تخت پر چڑھو تو سہی۔ دیکھو چڑھا جاتا ہے؟ اور ابھی تو تم کو اپنی فکر کی ٹانگوں سے منزلِ افلاک طے کرنی ہے۔ بی ابسال اگر زنجیر بنی رہیں تو سیرِ فلک تک رسائی کیونکر ہو گی؟

ایک شبانہ روز دونوں منتظر رہے کہ اب سلطان عالم کو رحم آئے اور وہ لذتِ جسمانی کے دروازے کا قفل کھول دیں۔ لیکن امید بر نہ آئی۔ آخر ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا۔ دریا کے کنارے آئے جھم سے بیچ منجدھار میں پھاند پڑے۔ سلطان عالم جانتے تھے کہ یہی ہو گا اس لیے انھوں نے نیل دیوی (دروغ گیل) کو پہلے ہی سے حکم دے رکھا تھا کہ ایسا ہو تو ابسال کو ڈبو دینا اور سلامان کو بچا لینا۔ پھاندتے ہی ہاتھ جدا ہو گئے۔ بی ابسال ایسی ڈوبیں کہ پھر نہ ابھریں۔ اور میاں سلامان نے لاکھ چاہا کہ غرق دریا ہوں ممکن نہ ہوا جب غوطہ لگایا خشکی نظر آئی ؎

موت مانگوں تو رہے آرزوئے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجھے

آخر تیمم بدل غسل کرتے کرتے تھک گئے۔ اب ہائے وا حسرتا۔ وا مصیبتا کے نعرے ہیں اور میاں سلامان۔ باپ نے یہ حال سنا تو "ساریقون" غار کی راہ لی اور حکیم اقلیقولاس کو جھنجھوڑا کہ استاد وہ تمہارا "اکمل زادہ" پاگل ہو گیا خبر لو ورنہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے فرمایا کہ اسے میرے پاس بھیجو میں سمجھ لوں گا۔

بڑی دشواری سے برخوردار سلامان اپنے خالق مجازی کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔ حکیم صاحب نے دید و بوسی کے بعد ان سے حال پوچھا۔ کہنے لگے "ہم تو مر گئے"۔ حکیم صاحب نے فرمایا "خدا مغفرت کرے"۔ پھر تسلی تشفی کے بعد مرہم کلام سے زخمِ دل پر یوں پٹی باندھی کہ اگر ابسال کا دیدار دوبارہ مقصود ہے

تا کہ [illegible] سلاطین کے [illegible] کھینچ [illegible]

دعا کروں تم پی ٹس پر تو کہ یہ شرط ہے کہ ابسال کے علاوہ کوئی اور شکل تمھیں دکھائی دے تو اس کی خواہش نہ کرنا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جو کچھ دیکھنا اسے صاف صاف بیان کر دینا۔ دائی سے پیٹ چھپانا خوب نہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ تمھیں ابسال کا سا لباس پہننا پڑیگا۔ اور عمل خوانی میں جو کچھ مجھے کرتے دیکھنا وہی تم بھی کرنا۔ میں چالیسویں روز روزہ کھولتا ہوں۔ مگر تمھارے لیے اتنی آسانی ہے کہ آٹھویں دن کھولنا۔

شرطیں کڑی تھیں مگر حضرت عشق ہر طرح کی کڑی جھیلنے پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ سلامان صاحب نے اقرار کیا۔ عمل خوانی ہونے لگی۔ تسخیرِ زہرہ کا منتر جپا جانے لگا۔ بعد چندے بی ابسال نے صورت دکھا شب کو آتیں بیٹھتیں مزے مزے کی باتیں کرتیں اور صبح ہوتے غائب ہو جاتیں۔ ہر روز کا حال میاں سلامان حکیم صاحب سے کہتے اور صرف دیدارِ محبوب پر قناعت کرتے۔ چالیسویں شب کو دیکھتے کیا ہیں کہ فاربقعۂ نور بنگیا ایک نورانی شکل کہ ابسال جیسے تلووں کی برابری نہیں کر سکتی آئی اور ابسال کی طرح ان سے مشغول کلام ہوئی۔ اس شکل زیبا کو دیکھتے ہی ان کے دل سے بی ابسال اتر گئیں۔ شب مزے مزے کی باتوں میں کٹی۔ ظاہر ہے کہ بی زہرہ جان کوئی چوک کی طوائف تو تھیں نہیں جو ذرا بہکا کے آتش شوق تیز کرتیں۔ اور چھینٹے دے دے کے پیاس میں پانی کی لذت یاد دلاتیں۔ یہ بیچاری آسمان کی رہنے والیاں کوں پر جلوہ گر ہونے والیوں کے ہتھکنڈے کیا جانیں۔ بلوی کہتا ہے کہ تمہید و دیباچہ مقدمے کا اس کتاب میں سرے سے وجود نہ تھا۔ نہ ٹھسا۔ نہ اٹھان۔ نہ بھاؤ نہ نخرہ صبح کو جناب حکیم صاحب نے کل حال سنا۔ سلامان صاحب نے دست بستہ گزارش کی کہ میں ابسال سے باز آیا۔ اب تو یہی پری جمال میرے دل کی مالک ہے۔ حکیم صاحب نے آئینہ زبان میں صورتِ تقریر کھینچی کہ دیکھو اب تم ٹھیر دلائے۔ میں نے اسی لیے پہلے ہی سے پکی پوڑھی کر لی تھی۔ چالیس شبانہ روز ابسال چڑیل کے

ماں خوش نہ باپ خوش
گر تیز) بیٹے منھ کو چومو
چون زندہ شوم عجب ندارید

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ: حنا لکھنؤ
حسینوں کی جان
عطر حنا
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی

پھیر میں بسر ہوئے۔ اب اس روح کے تسخیر کرنے میں دیکھیے کتنی زحمتیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ گر صاحب عالم اگر شوخی سے خالی ہوتے تو ان میں اور شریف میں پھر فرق ہی کیا رہتا۔ چار و ناچار حکیم نے اس آسمانی حسن فروش کی ہم آغوشی گری فرمائی۔ غالب مرحوم ایک بے حاصل غور کر گئے تھے ؎

تھیں بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

اس کا حاصل آج معلوم ہوا کہ فلکی روحانیت کے عریان ہونے کا وقت شب کے سوا اور کوئی نہیں اور عریاں ہوتی ہیں تو کسی خاص غرض سے۔ مثلاً میاں سلامان سے ملنے کے لیے۔

چونکہ بی زہرہ جان شب ہی کو زینت آغوش ہوتی تھیں اسلیے دن کے واسطے بجز مہمات ملکی میں انہماک کے اور کوئی شغل نہ رہا۔ رفتہ رفتہ عشق مجازی کی کدورت مصاحبت نور سے دور ہوئی۔ ہرمانوس بادشاہ نے حکیم کے پاؤں چومے اور اس طرح میاں سلامان جو نجد کے جنگل میں مجنوں سے پگڑی بدلنے والے تھے بہت بڑے بادشاہ بن بیٹھے۔ صدہا عجیب و غریب امور ان سے ظاہر ہوئے۔ حکیم صاحب نے ان کو سبعہ سیارہ کی دعوتیں سکھائیں جو اس قصے سمیت سات سونے کی لوحوں پر کندہ ہو کے "ہرمان" (دارالسلام بعمارت مشہور) میں ہرمان شاہ کی قبر کے سرہانے رکھ دی گئیں۔

سلامان و ابسال کا افسانہ تو ختم ہوا مگر محقق طوسی نے "حل رموز" میں جو ایرادات وارد کیے ہیں وہ باقی ہیں۔ اسکے ساتھ ہی دو قصے اسی نام سے اور بھی ہیں جنکے واقعات حنین ابن اسحاق کے لکھی ہوئی کہانی سے مختلف ہیں۔

کچھ تو حضرت محقق کی خاطر سے کہہ دیں کہ انھوں نے شیخ بو علی ابن سینا کی پہیلی بوجھ لی۔ اصل تو یہ ہے کہ شیخ صاحب نے خواہ مخواہ کی بات کر کے دوسروں کے دماغ کو چکر گھنی کھلائی۔ اور خود عالم روحانی سے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ایک دوسرے شارح صاحب فرماتے ہیں کہ "ان هذا الباب اجل ما في هذا الكتاب فانه رتب فيه العلوم الصوفية" کو

پہلے شیخ صاحب نے کتاب کے اس باب میں علوم صوفیہ کو اس ترتیب سے جمع کر دیا ہے کہ کسی صاحب حقیقت سے یہ ہرن مارا نہ گیا۔ یہ باب اس کتاب کی جان ہے۔ ہاں جناب شارح آپ ہی پہونچے ہوئے اور ہم ہیں عامی لیکن سلامان و ابسال کے افسانے سے تو ہم کچھ بھی نہ سمجھے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ محقق بھی جو لیس اسکی حکمت و تصوف کے پہوڑے سے بچا نہ سکے۔ جو دو افسانے اتھیں اور رہ گئے ان کا حال آئندہ ظاہر ہوگا۔

راقم۔ فلاسفر۔

پنچ ۔ جناب فلاسفر! ۔ یہ بات بھی ذری تامل کے قابل ہے کہ شاہان مصر کے متعلق بہت بڑے نجومی ہونیکے واقعات حد تواتر تک پہونچ گئے ہیں۔ مگر باایں ہمہ علم و فضل انھیں اتنا بھی وقوف نہ تھا کہ سگان دنیا مال پر جان دیتے ہیں۔ لاؤ بھئی ایسی لالچ دلانے والی چیز قبروں میں ساتھ نہ لیجائیں جو مرنے کے بعد بھی چین نہ ملے اور پھاوڑا چلے۔ اگر ان کے ساتھ صرف مخفی علوم کی کتابیں دفن ہوتیں تو پھر ان کی لاش دست جور سے بچ جاتی۔ لاش کے مدتوں محفوظ رکھنے والے اجزا دریافت کرنے کے لیے قبریں کھودنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اسلیے کہ وہ تین ہزار برس پیشتر عام طور پر لاشیں گھروں میں رکھی رہتی تھیں۔ کوئی حرا اور پیٹ کی اوجھڑی پھونی باریک اوزار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکال لی گئی۔ اسی طرح بھیجا ہڈی کریدکر کے نکال لیا گیا۔ پیٹ میں مسالا بھرا جلد پر روغن ملا ہندوستانی تیجے کی طرح چیتھڑے گنڈے لپیٹ کر لاش کو ایک گوشے میں کھڑا کر دیا بس دھرے رہو میاں۔ اگر لاش کا وارث مقروض ہوا اور زر قرض وعدے پر ادا نہ ہوا تو قرضخواہ اس لاش کو قرقی کرے جاتا تھا۔ یہ بڑی بدنامی کی بات سمجھی جاتی کہ وارث اپنے مورث کی لاش غیر کے حوالے کر دے۔ یہ ایسی موثر مہر بیرحمی کر لیں دین میں شاذ و نادر ہی معاملگی روا ہوتی تھی۔ بادشاہ جان توڑ کر ہوئے اور صاحبزادے ہم گناہ حقیقت سے تیز ہو گئے۔ مصر کی دیکھا دیکھی شام نے بھی کچھ دنوں لاش امانت رکھنے کی رسم اختیار کی مگر اس رسم کو استقلال نہ ہوا۔ بس ظاہر ہے کہ مصر میں تو ممی، کے سیر ہو سکتی تھیں خصوصاً جنگ و انقلاب کے عہد میں۔ اور کیمیادی ممتحن تجزی کر سکتے تھے۔ پاتال سے لاش کیوں نکالی جاتی۔

فراعنہ مصر میں سے ہر فرد اپنے وقت کا قارون تھا اور مورخوں نے یہ لکھ دیا کہ اتنا زر و جواہر ظل اللہ اپنے مرقد میں لے گئے۔ ہائے ہائے سمندر اس پار بسنے والوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ تہذیب کا نام لے کے تحقیق کا جامہ پہن کے دور سے کفن کھسوٹنے چل نکلے۔ بات تمہارے کی جو یہ نفیس چیزیں (جن کی بجز کرۂ ارض کے اور کہیں وقعت نہیں) جزو قبر نہ ہوتیں تو یہ دن کاہے کو دیکھتے۔ ابھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیب دانی کی شہرت بالکل کہانی ہے۔ ساتوں بڑے سہارے اپنے تسخیر کرنے والوں کو اوپر سے ٹکٹکی لگا کر دیکھتے ہیں اور قبر کھودنے والوں سے کچھ بس نہیں چلتا۔

مجلس النساء

منشی مجاہد حسین صاحب جوہر "اتحاد" امروہا کے اڈیٹر مشہور جریدہ نگار ہیں۔ موصوف نے تعلیمیافتہ عورتوں کی ایک فرضی کانفرنس قرار دے کے اُن مسائل پر خیال آرائی کی ہے جو آجکل عورتوں میں روح الوقت شمار کیے جاتے ہیں۔ یہ مسائل رزلیوشن کی صورت میں پیش ہوتے اور اُن پر صنف نہر کی عورتیں تقریر کرتی ہیں۔ مثلاً مسئلہ تعدد ازدواج۔

کتاب لطف اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ امید ہے کہ مقبول بھی ہوگی۔ حجم ۲۰۰ صفحہ لکھائی چھپائی صاف اور خوشنما۔ قیمت غیر مجلد کتاب کی ایک روپیہ۔ مذکورہ الصدر نشان سے مل سکتی ہے۔

پانصد دُرِّ نادر

منشی محمد حسین خاں صاحب بی اے سابق مدیر ممدریسات افغانستان نے علماے روحانیین کے وہ اقوال اس کتاب میں جمع کیے ہیں جو اصلاح اخلاق سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مجموعہ پانسو نصیحتوں کا ہے

جو لوگوں کی زبان سے نکل رہی ہیں جو نفس کی بیماریوں کے طبیب حاذق تھے کتاب کو بڑا کون کہہ سکتا ہے۔ مگر ایسی نصیحتیں نقال مند کانوں کے واسطے ہیں۔ خدا کرے سننے والے پیدا ہو جائیں قیمت کا حال معلوم نہیں۔ غالباً سید حمید خاں بستی نو جالندھر پنجاب سے دستیاب ہو سکے گی۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"ستوڑ سہر یعنی الشیوں بال سونٹے"

سنتے ہیں کہ لاٹھیاں کمیٹی کے ہندوستانی ممبروں کو لاہور میں پولیس نے روکا ٹوکا۔ اور ہمارے بھائی چنتامنی نے جو ہیئتی سے بے کالے کلوٹے ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں اس روک ٹوک کی بدولت بہت پریشانی اٹھائی۔

ہندوستان کے بہت چھٹ سنگ دل انقلابیوں نے پولیس غریب کو اس قسم کی احتیاطی کارروائی پر مجبور کر دیا ہے وہ بیچارے کیا کریں اور کیونکر نیتوں کا حال جانیں۔ یہ تو کمیٹی کے ممبروں اور گواہوں کا فرض ہے کہ اگر کالے ہیں تو کھر ا سے اور گورے ہیں تو لیبلیک سے۔ پہلے جبین کی سلیٹ پر پولیس افسر کے دستخط کروائیں پھر کمیٹی کے جلسے یا کسی گارڈن پارٹی میں شریک ہونے کا نام لیں۔ پولیس روکے:۔

"ابجی کہاں سو ٹر لیے جاتے کدھر منھ ڈالتے ہو"

تو یہ پیشانی کی مہری و دستخطی لوح آگے بڑھا کے پیش کریں۔

ملاحظہ ہو یہ ہے خط پیشانی۔ اس پر عالم السر و الخفیات کی تحریری سند موجود ہے"

بس حکم ہو گا یس ..... پاس ..... ڈیٹریٹ ....."

اگر یہ ممکن نہیں تو سرکار ان کے واسطے کوئی خاص ٹوپی بنوائے اور قیمت لے کے انھیں پہنائے۔ انشاء اللہ یہ پوشاکیں نقد سے بک جائینگی۔

مشہور ہے کہ اسماعیلیوں کی بہشت میں سے جو شخص لوٹ کے آتا تھا وہ پہچان لیا جاتا تھا۔ اور فریمیسن کو فریمیسن آج بھی پہچان لیتا ہے۔ یہ کمیٹی لارڈ لاٹھیاں کیجانب منسوب ہے۔ شریک ہونے والوں کے واسطے اگر اودھ

کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تو حکومت سے پچاس ایسی لاٹھیاں بنوائے جنکی موٹھ میں لاٹ صاحب کی تصویر ہو۔ آخر مگر وہاں خیر وہاں سونٹے عصا بردار وں کے پاس اکثر شاہی رئیسوں کے درباروں میں ہوتے ہی تھے۔

لاٹھیاں وہاں لاٹھی جب ہر ممبر کے ہاتھ میں ہو گی تو پولیس شتق منکی خاطر سے منتقات کا احترام ضرور کریگی۔ اور ساتھیں با نگر یٹو کا لحاظ خیال کریگی۔

"نئے نئے نام"

آج ایک اخباری کاغذ میں ایک نام "سوداگر حسین" دیکھا۔ واللہ نام نیا اور بہتر ہے۔ اودھ پنچ کے خریداروں میں ایک صاحب "اللہ میاں" تھے دوسرے صاحب "ننھے من اللہ حسین" تھے۔ ہمیں ان اسمائے گرامی پر ناز تھا۔ مگر غور سے دیکھتے ہیں تو سوداگر حسین ابھی نرالا نام ہے۔ نام گنجائشی ہے یعنی تاجر علی۔ مرچنٹ اللہ ٹریڈ مارک حسن۔ دسالار خمیس سیلز مین۔ بیپاری احمد۔ بساطی الزماں۔ بنجارہ اری الحق۔ خلی ندا الیاس۔ ہستی اسما نکل سکتے ہیں۔ "ایجاد" کرنیوالوں کو خدا خوش رکھے۔

خواب یا گاندھی

مہذب ملکوں کی کیا بات ہے دیکھیے پیرس میں جو گاندھی جی گئے تو قیام گاہ پر جاتریوں کا ہجوم ہوا۔ آپ جانیے خلقت بھیڑ یا دھسان مشہور ہے۔ ایک مشتاق زیارت ہوا تو بیچ میں ملتا نہ رہ گیا۔ پڑوسیوں کو نہ دن چین نہ رات۔ گاندھی جی چلے آئے ہندوستان۔ مگر میزبان پر ہمسایوں کو ایذا پہونچانیکا مقدمہ چل کھڑا ہوا۔ جو ابھی فیصلے کی منزل تک نہیں پہونچا۔

ایک ہمارا ملک ہے جہاں دن رات ہلڑ ہنگامہ ہوتا رہتا ہے مگر کوئی مقدمہ نہیں چلتا۔ نا مہذب دیسیوں کو کون کہے جب مہذب انگریز چھتوں سے بیس کیس گز بلندی پر ہوائی جہاز کا خواب ریاز مزمہ سنایا کرتے ہیں۔ چاہے رات ہو یا دن۔ یہ چھتوں پر چیلیا کی طرح منڈلاتے رہیں گے۔ اگر کوئی ننگی نہا رہی ہے تو یہ معائنہ فرما رہے ہیں لاکھ تو وی دوٹی "کرے۔ کون سنتا ہے۔ دیکھا اور

اب تو کے ... [illegible] ... کی آواز ... پر رات کے بعد لگی۔ اور میاں ہوائی جہاز صاحب کے گھر اٹنے سے چند ہی منٹ بعد کھل گئی۔ مریض نے کہا "اُف" تیمار دار بولا "میاں صبر کیا کریں صبر کرو۔ نیسبت ہیں۔ ان کے ظلم کی داد کہیں نہیں۔ قانون اعلیٰ تو ہے کہاں۔ یہ بھی تو ہندوستانیوں کے واسطے ہے۔ یہ نیا کام ہے اسکی ہمت افزائی ہونی چاہیے۔

اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

کے چند مکمل فائل دفتر میں اغراض فروخت موجود ہیں ہر جلد کے آخر میں آٹھ صفحات کا ایک درد منتخب مجموعہ مضامین بھی شامل ہے جو سنہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہو کر مقبول انام ہوئے تھے۔ یہ مضامین ادبیات کا بہترین نمونہ ہیں اور ظرافت کا بے نظیر خزانہ۔ یہ ہنسی ہنسی میں انسان کو مضمون نگار بناتے اور اخلاقی سبق پڑھاتے ہیں۔ جلد طلب فرمائیے۔

قیمت علاوہ محصول ۲

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اطلاع تاریخ بغرض تصفیہ مراتب اشتہار نیلام

بعدالت دیوانی منصفی کھیری مقام لکھیم پور

مقدمہ نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۳۶ء

مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۵۵ سنہ ۱۹۳۱ء دیوانی

(۱) مسماۃ احمدی بیگم زوجہ سید ناظم حسین
(۲) سید مظفر حسن نابالغ بولایت سید ناظم حسین پدر خود } قوم سید ساکن اورنگ آباد پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری۔ ڈگری دار۔

بنام

بجرلال ولد بلدیو شاہ۔ قوم برہمن ساکن اورنگ آباد پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدیون ڈگری۔
بنام بجرلال ولد بلدیو پرشاد قوم برہمن ساکن اورنگ آباد پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدیونان۔

ہرگاہ کہ مقدمہ مندرجہ بالا میں ڈگری دار نے نیلام جائداد مرقومہ ذیل کی درخواست کی ہے تم کو اس اطلاع نامہ کے ذریعہ مطلع کیا جاتا ہے کہ تاریخ ۱۳۔ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء واسطے کرنے مراتب اشتہار نیلام کے مقرر کی گئی ہے۔ ٹھیک قطعہ باغ نمبری ۵۰ ۱ تعدادی کیکر [illegible] واقع موضع اورنگ آباد پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری [illegible] نمبری ۵۵ ۲ و نمبر احاطہ ۷۰۰ واقع اورنگ آباد پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) روپیہ نقد پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) رقم جمع شدہ کے ختم ہوتے ہی پرچہ کی روانگی موقوف کردی جائیگی

(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) بحساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائیں گے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں بلطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا اسکی تیاری میں مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

جلد ۱۷ — نمبر ۱۳

مضامین سچ

۱۴۔اپریل ۱۹۳۶ء

از حضرت عزیز زمانہ شاعر بے مثل و یگانہ احمق پھپھوندوی

آج زمانے کی سیاست کا ہے سہرا اتفاق — قوم مردہ ہے نہیں ہے قوم میں اگر اتفاق
جس قدر ہیں نعمتیں دنیا میں جتنی برکتیں — سب سے افضل سب سے اعلیٰ سب سے بہتر اتفاق
گھر کے باہر چاہتے ہو اپنی کچھ عزت اگر — چاہیے پیدا کرو تم گھر کے اندر اتفاق
ساری دنیا کو لیے بیٹھے ہیں اپنے ہاتھ میں — آج دنیا میں ہے جن لوگوں کے اندر اتفاق
ہو اس طوفان سے بچنا اگر تو ہو اس کی پناہ — ہیں حوادث سیل باراں اور چھپر اتفاق
یا تو وہ دن تھے کہ تھا کل عالم اسلام ایک — یا یہ حالت ہے نہیں اب گھر کے اندر اتفاق
نعمتیں دنیا کی پا لیتا ہے گھر بیٹھے وہ ملک — جس کو ہو جاتا ہے قسمت سے میسر اتفاق
علم سے زینت زمانے کی تجارت سے فروغ — حسن انساں کا تمدن اور زیور اتفاق
چاہتے ہو فوقیت اپنے حریفوں پر اگر — چاہیے پیدا کرو تم اپنے اندر اتفاق
ان کے جلوے اور ان کے تماشے میں نہ آجائے گا فرق؟ — حضرت واعظ بھلا چاہیں گے کیونکر اتفاق

حضرت احمق کا لکچر اور یہ دنیا کا رنگ
دیکھیے جب آگیا ہے انکی زباں پر اتفاق

منطق آرا اسکیم بنام مسٹر ریمزے میکڈانلڈ

وزیر صاحب، واللہ تمہارے کشمکش میں مبتلا ہونے سے جی کڑھتا ہے۔ تم سے قبل جو لوگ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر تھے وہ بیٹھے مزے میں رہے۔ ان کے عہد میں صرف بھک منگے تھے جو آزادی کی بھیک مانگا کرتے تھے۔ "اللہ سلامت رکھے دلواؤ ہاتھ پیروں کا صدقہ پیا بھر آزادی"۔ کوئی مرنگل پھیلا آ دھمکا تو اس نے صاف صاف کہہ دیا۔ "پھر مانگو میاں برکت ہے"۔ اور کوئی سیور اکائیاں میٹھے میٹھے بولوں والا وزیر تھا تو انہیں پھیلا سڑوں میں کہہ لیا۔ "دیتے ہیں بھئی دیتے ہیں ہمند و تچہ کھولیں دیتے ہیں"۔ اسی دیتے ہیں کی صدا پر اس کا عہد وزارت ختم ہوگیا۔ چلو گنگا نہائے۔ جو کوئی اب منتخب ہوگا رہ جائے اور اس کا کام۔

مگر تمہارے زمانے میں منہ چڑھے۔ تنگ طلب۔ جلد باز۔ لے پٹو دے پٹو۔ انگلی پکڑتے ہی پہونچا پکڑنے والے۔ ستر لڑا بانے پیدا اور اوک کی ضد کرنے والے۔ نہ دینے پر کاٹ کھانے کی دھمکی دینے والے۔ چھین لینے پر تعین ہو جانے والے۔ کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں۔ "دیتا ہے یا کہ رے گا" ہر زبان پر جاری ہوا ہے۔ وعدے پر جیتے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

دیکھو اسی سے دلیرا کہتے ہیں تو گھوڑا اچھی سا گاں پچے۔ پیشانی دھنسی ہوئی سوکھا سہما۔ مگر کیسی آفت جوت رکھی ہے کہ معاذ اللہ۔ کہتا ہے کہ ہم وفاداری تاج برطانیہ کی قسم نہ کھائیں گے۔ بھی خراج کی نہ دیں گے۔ پھر اس پر منطق یہ تو دیکھو کہ یہ دونوں باتیں ہرگز بغاوت اور نفاق پر مبنی نہیں ہیں۔ پوچھو کہ کیا بغاوت اور نفاق کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟ مجھے معلوم نہیں کہ اب جو ممبر وہاں کی انتظامی کونسل کے چنے گئے ہیں ان میں کتنے ہیں جو پہلے وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ حلف کے خلاف کرنے کا تم لوگوں میں کوئی کفارہ بھی ہے یا نہیں۔ اس وجہ سے تمہیں اس کی نرالی منطق کا توڑ نہیں بتا سکتی۔ اگر حلف کی عبارت میں ہمیشہ وفادار رہنے کی قید ہے تو سبحان اللہ پھر منطق کے اعتبار سے تمہاری ہی جیت رہے گی۔ وہی بدعہد ٹھہرے گا جس نے قسم کھانے کے بعد پیمان توڑا۔ دنیا اس کے حلق میں تھوکے گی برطانیہ کی لوگ تعریف کریں گے۔ کہ بھئی واہ کتنی نیک حکومت ہے جس نے بیوفائی پر کان تک نہ ہلایا۔ اگر پرانے ممبر نئے انتخاب میں بھی ہیں تو وہ ایک مرتبہ وفاداری کا عہد کر کے اب اس سے پھر نہیں سکتے۔ ان پر تم دباؤ ڈال سکتے ہو کہ اے غلامان باوفا رے تمہارے دین و ایمان کو کیا ہو گیا ہے؟ تم تو مہذب اور شریف کہلاتے ہو جو ہمیشہ بات کے دھنی قول کے پورے ہوتے ہیں۔ غریب ہندوستانیوں کو دیکھو کہ نہ مہذب ہیں نہ شریف ہیں۔ بشہادت لارڈ کرزن جھوٹ ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ مگر ابھی تک وفاداری کے عہد پر قائم ہیں۔ کانگریس جو اس وقت بالکل باغی جماعت سمجھی جاتی ہے وہ بھی یہ نہیں کہتی کہ ہم وفاداری سے باز آئے۔ یا خراج نہ دیں گے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ برطانیہ ہندوستان میں برابر کی شریک دار (حصہ دار) ہے۔ اپنا حق خود لے۔ بہلا حصہ نہیں دے۔ رہی بم بازی تو وہ شریف کانگریسیوں کا فعل نہیں۔ دوسرے جب سے ہندوستان میں بم پر دفتر حاکم آنے شروع ہوئے ہیں اس وقت سے ان شورہ پشتوں کے دھنے بھی ڈھیلے ہو گئے۔ ایک "ناکام" حملہ ہوتا ہے اور سو پکڑے جاتے ہیں۔

اب تفصیل طلب یہ بات ہے کہ نگوڑا ڈی ولیرا اپنے کیے کی سزا پائے گا یا نہیں؟ دیکھو وزیر صاحب اگر تم اور تمہاری حکومت اس ناشدنی کی حرکتوں کو کھا گئے تو بڑی بدرعبی پھیل جائے گی۔ سلامتی سے برطانیہ کی حکومت کوئی بالشت بھر زمین تو ہے نہیں۔ وہ تو ہے مغرب سے مشرق تک جس میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ آج اس نگوڑے نے سلطنت کا اتنا بڑا جزو (جو انگلستان سے بہت متصل ہے) علیحدہ کر لیا تو کل خربوزے کو دیکھ کے خربوزا رنگ پکڑے گا۔ دنیا مجتہد نہیں مقلد ہے اور بری باتوں کی تقلید پر ہر وقت آمادہ رہتی ہے۔ جس طرح سگریٹ۔ شراب۔ افیم۔ جوا۔ چوری۔ دغابازی۔ گھوڑ دوڑ۔ اسراف۔ جھوٹ۔ اپنی اچھی وضع چھوڑ کے دوسرے کی بری وضع اختیار کرنے کی تقلید محکوم ملکوں میں پیدا ہوئی اسی طرح بغاوت اور نفاق کی تقلید کی خواہش بھی ہوگی اور اس کا اثر دور دور تک پہونچے گا۔ ایسی حالت میں سے

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلی فون نمبر ۱۲۹
تار کا پتہ: حنا لکھنؤ
حسینوں کی جان
عطر حنا
اصغر علی محمد علی تاجر عطر
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی

ٹے۔ ٹے۔ ٹے

(۱) ــــــ "ہاں بالکل صاف بیشک۔ ٹے۔ ٹے۔ ٹے"
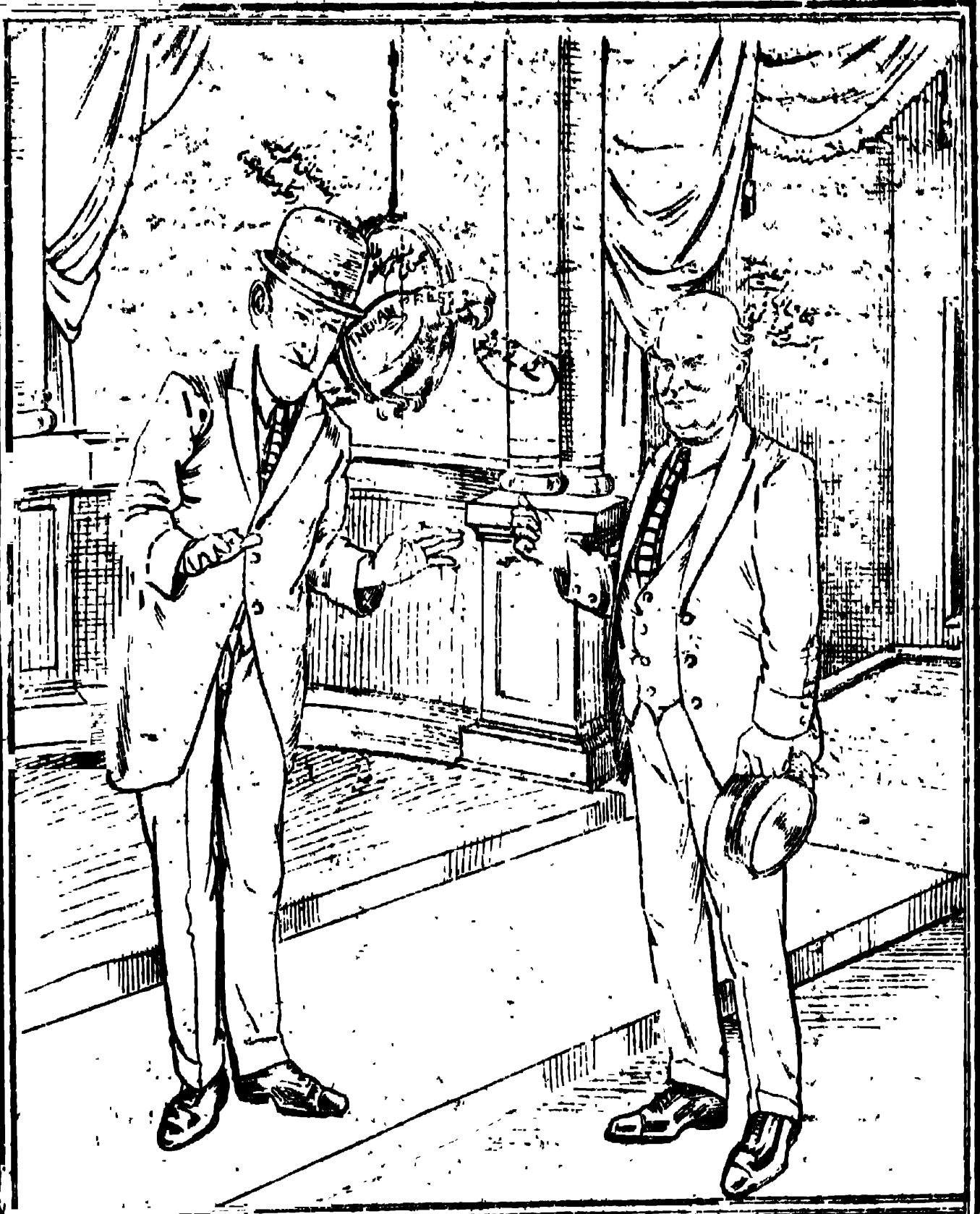
(۲) "ابھی تعلیم پختہ نہیں ہوئی۔ کبھی کبھی۔ ٹائیں ٹائیں بھی کہہ جاتا ہے"

کمائی کے چھلکے رشمن وان کے منصب پر گورنمنٹ کو نسبت دی گئی اور یہ حکم دیا کہ
ابھی تم اسلحہ تیار نہیں کر سکتے اور غلہ نہ کرو۔ اس تجارت
کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تم سستا مال ہمارے ملک لاؤ
کو اپنی صنعت کا گرویدہ بنا لیتے ہو لہٰذا اس پر بھاری
محصول ہم لگا دیں گے کہ صنعت یورپ میں توازن و
تعادل پیدا ہو سکے۔ اور تمہاری نو آبادیاں سب ضبط
الغرض میاں عقاب کی دُم پر باز و کھٹے یار لوگوں نے
اُسے لنڈورا کر دیا اور اس کے بعد غریب کٹش ہوئی کہ
بال اُٹھے۔ اللہ ہمارے تاو ان کی رقم اسی طریقے سے
ادا کرے جو شرم بے پر کی حالت میں کما سکے ہو۔ اسی
حالت میں چند سال گزر گئے۔ آخر اس نے وہی جواب
دیا جو ایک مال مردم خوار نے دیا تھا۔

نقل ہے کہ قاضی صاحب نے کسی مال مردم خوار کو
تشہیر کی سزا دی یعنی الٹا گدھے پر سوار کرا کے شہر
بھر میں پھرایا آگے آگے منادی ہو رہی تھی کہ یہ شخص
یہ کمبخت دغا خائن اور بٹے مار ہے اس کو خبردار قرض
نہ دینا اور بعد اس منادی کے اگر کوئی قرض دے گا
تو قاضی صاحب کی سرکار سے ڈگری اُسے نہ ملے گی۔"
تین دن تشہیر کے بعد ڈھنڈورچی نے اپنی اجرت
مانگی اور گدھے والے نے اپنا کرایہ طلب کیا مجرم نے
جواب میں ایک ایسا قہقہہ مارا کہ در و دیوار تک یوں
ہی در و دیوار قہقہہ بن گئیں۔ پھر کہنے لگا۔

"اے خران از سر روز شمار چہ کار بودید۔ بدید پیش
قاضی ...ن از کجا آرم"

مطلب یہ ہوا کہ میرا تو کام ہی یہ ہے۔ قرض ادا کرتا
تو یہ نوبت کیوں آتی۔

زمانۂ جنگ اور اس کے بعد کی حالت کا اندازہ اس
فقرے سے ہوتا ہے جو مسٹر لائڈ جارج کے منہ سے نکلا۔
"صبح کو اٹھتا ہوں تو غذا جانے کتنے لاکھ پونڈ کی فکر ہوتی ہے
کہ کہاں سے لاؤں۔ یہ ہر روز کا حال ہے۔"

خیر اب جبکہ میاں عقاب نے چونچ کھول کے پٹاخ لگا دیا۔
تو برطانیہ اپنے قرضخواہ (امریکا) سے سونے کا انڈا
دینے والے عقاب کا بہانہ بھی نہ کر سکا۔ ادھر بیکاروں
نے ادھم مچایا۔ اُدھر مزدوروں نے کارخانہ داروں
پر دھاوا بول دیا کہ مزدوری بڑھاؤ۔ اسٹرائک پر

اسٹرائک ہونے لگی۔ ایسی صورت میں پانچ سو بیکار منسلک
بستکم ہے مگر ولایتی کاغذ اخبار یہ کہتے ہیں کہ خسارہ میں
بکری یعنی ہندوستان کی نافرمانی اور اپیکاٹ کے چلنوں
ہوا دیکھو تو منہ میں کھچڑی بھری ہوئی ہے اور ہے لو
ہاتھ میں کفگیر کی ڈنڈی اور یہ آرڈیننس کی لاٹھی۔"
غور سے دیکھیے تو ہندوستان کو اس جنس جنس میں
کونسا مالی نفع ہوا۔ زمانۂ جنگ سے لے کے آج تک
مالی، ملکی، تمدنی، صحی، اعزازی، معاشرتی، تجارتی،
زراعتی، نسلی، کوئی منفعت دکھائی نہیں دیتی۔

اگر ہندوستان کی آسائش کسی قدر بھی ترقی کرتی
تو نہ یہ شورش برپا ہوتی نہ برطانیہ کو امریکا اور
دوسرے ملکوں کا زر دین ادا کرنے میں اتنی دشواری
ہوتی۔ ایک بے سرمایہ ملک بھلا اتنی بڑی اُڑیل
سلطنت کی تجارت کو کیا ضرر پہونچا سکتا ہے؟
عجب منطق میمونی ہے۔

پھر اس کے بھی قائل ہیں کہ ہندوستانیوں میں
اتفاق نہیں کیونکہ جس گھر میں پھوٹ ہوگی وہ خود
برباد ہوگا یا کوئی دوسرا؟

حکومت یہ کہتی ہے کہ ملکی خراج وصول ہو رہا ہے
کوئی بین اثر مالیہ نہ ادا کرنے کی تحریک کا نہیں
ہے۔ اور ہے بھی تو خال خال۔ وجود بمنزلۂ عدم۔
اس ولایتی اخباری کاغذ کو جس نے میمونی الزام
بکری پر لگایا ہے الزام کے ساتھ دوسرا پہلو
بھی دکھانا تھا کہ ہندوستان کی تجارت نے کہاں
تک وسعت حاصل کی اور بیپاریوں کے حصے کی
کھچڑی سے کتنا پیٹ بھرا۔ اس وقت نہ سودیشی
مال ہے نہ بدیشی کھچڑی کی جگہ خیالی پلاؤ ہے اور
خالی معدہ پھوتھن میں جو کچھ بھر گیا ہے اس کی
ہمیں خبر نہیں۔

المختصرا

سنتے ہیں کہ ہز ہائنس ابن سعود تعلقہ دار مکہ
و مدینہ کو قرض لینے کی حاجت ہوگئی۔ لالہ جان مل
کا ساہتیا ؛ دست جب موجود ہے تو روپیہ مل جانا

کیا مشکل ہے جس طرح لاکھوں مسلمان منتظر رہ
ہوسکنے کی وجہ ہے۔ یا تو مسلمان نہیں کہ لالہ جان مل
کن شرطوں پر راضی ہوں گے۔ مگر ہندوستان
کے حنفیوں اور شیعوں کو بسالہٹ لالہ صاحب
موصوف اس قرض کے سلسلے میں شریک و سہیم
بننے کی سعی کرنی چاہیے۔ ممکن ہے کہ بلاد مقدس قبور
کے بقا کی شرط منظور کر لی جائے اور لالہ صاحب
موصوف کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنی ہندوستانی
رعایا کے رجحان کا لحاظ کریں۔ کیا معنی کہ سارا
جھگڑا یہاں کے مسلمانوں نے لالہ ہی کی گردن پر
رکھ دیا تھا۔

آگرے سے ہفتہ وار "الناصر" صاحب
پھر برآمد ہو رہے ہیں۔ آپ پہلے بھی چند ماہ کے لیے
پیدا ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے ٹائٹل
پر جلد نہم تحریر فرمایا ہے۔ آپ کا مقصد عالی شیعہ
کانفرنس کی تذلیل و تحقیر ہے۔ امید ہے کہ اس
مبارک مراد کا استقبال شیعوں کی طرف سے
دھوم دھام کے ساتھ ہوگا۔ تیسرا نمبر زیر ملاحظہ
ہے۔ اس میں ایک مضمون تو ہے "شیعہ کانفرنس
کے تمام بل نکل گئے اور سیدھی تیر کی طرح کر دی
گئی" کے عنوان سے اس کے محرر کوئی خیرات علی
صاحب ہیں۔ اور دوسرا مضمون ہے "شیعہ
کانفرنس کی اصلی تصویر" اس کے مصنف ہیں
کوئی داعی شیعہ کانفرنس۔ انا اللہ ..... جب کا ساتھ اپنی
نہ دے یہ کیونکر ممکن ہے چنانچہ داعی صاحب نے
بھی کافی ہجو ملیح کی ہے "الناصر" میں یہ اعلان دیکھ کے
ہمیں بھی خوشی ہوئی کہ دو مولویوں کے وظیفے حضور نظام
کی طرف سے مقرر ہوگئے ایک شمس العلما مولوی نجم الحسن صاحب
دوسرے شمس العلما مولوی ناصر حسین صاحب۔ تا
بہ زندگی سوا سو کی کس کے حساب سے دونوں کو پنشن ملے گی۔
انکے علاوہ مولوی قطب میاں صاحب فرنگی محلی کو سو روپیہ
علمی خدمات کے واسطے حضور نظام کی تشریف آوری
کا یہ نتیجہ بہت مفید ہوگا۔ کیا معنی کہ فرقہ ہی سے قوم
بنتی ہے اور اعلیٰ افراد سے مراد ہے قوم۔
بس منطق یہاں حضور ہی کا ساتھ دیتی ہے۔ فافہم۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الحقیقۃ مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
مشہور باتصویر ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ (بیرون ہند)
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ دو آنہ

جلد ۱۷ نمبر ۱۴

مضامین

۱۹ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء

(از حضرت فرزانہ شاعر بےمثل و یگانہ احمق پھپھوندوی)

انھیں دیکھے دل کو نہ کیوں جان ہم ۔ نہیں احمق اتنے بھی نادان ہم
وہ افلاک پر اور ہم خاک پر ۔ اک انسان وہ ہیں اک انسان ہم
بتوں سے نہیں "تھینک یو" کی امید ۔ انھیں مفت بھی دیں جو ایمان ہم
غلط راستہ جو دکھائے ہمیں ۔ تو سمجھیں بس اس کو ہی شیطان ہم
کریں گے بتوں کی تو سیوا، مگر ۔ یہ واضح رہے ہیں مسلمان ہم
چلیں گے نہ جتنا زمانے کے ساتھ ۔ اٹھائیں گے اتنا ہی نقصان ہم
نہیں لغو ناصح کی بکواس بھی ۔ مگر اس پہ رکھتے نہیں کان ہم
نہ تم پر ہی قابو نہ دل پر ہی زور ۔ عجب کشمکش میں ہیں اے جان ہم
سمجھتے نہیں دکھ جو انسان کا ۔ سمجھتے نہیں اُن کو انسان ہم
دکھا جا ہمیں آخری اک جھلک ۔ کوئی دم کے ہیں اور مہمان ہم

تلاشی کا ہر وقت رہتا ہے ڈر
نہ رکھیں گے احمق کا دیوان ہم

(مشاعرہ مین پوری)
از جناب خفاش کرمانی

کوئی آرام کا پہلو مری قسمت میں نہیں

رزیڈنسی کی سفارت تری قدرت میں نہیں ۔ کوئی آرام کا پہلو مری قسمت میں نہیں
الف اجماع میں اور صاد صراحت میں نہیں ۔ کون کہتا ہے مزا یار کی لکنت میں نہیں
ساری دنیا پھرا لیکر مجھے طیارے میں ۔ شک رہا اب کوئی ہر رُت کی نزاکت میں نہیں
میڈان انگلینڈ کی کیا بات ہے جاپان سے کو ۔ کہ مزا کچھ بھی ترے وصل کے شربت میں نہیں
خانصاحب تو لیڈر نہ آم ال سی نہ مدیر ۔ جان کو فکر ہے تا مع کسی علت میں نہیں
وصل مشروط ہو تعمیل ہوا بازی پر ۔ ذکر ایسا کہیں شیریں کی حکایت میں نہیں
حسن عریانی و عیاکی و رندی و ربو ۔ جز حیا کون سی شے ہے جو ولایت میں نہیں
وصل کو جب کہا بولے کر دیپرس کی سیر ۔ کام ہوتا کوئی اچھا کبھی عجلت میں نہیں
ہم کو منظور ہے پیوند غدود میموں ۔ امتحاں سخت کوئی آہ محبت میں نہیں
دیکھے ایماں بھی جو ممکن ہو تو نائٹ بنجاؤ ۔ یہ ہے وہ چیز جو دنیا میں ہے جنت میں نہیں
کیوں اڑائیں نہ پتنگ اور کبوتر نواب ۔ کورٹ آف وارڈ کی جو حفاظت میں نہیں
پھر اسطرح ذکر دے مجھے سیراب وصال ۔ ہاں جو خلوت میں ہے ہو نہ وہ جلوت میں نہیں
غسل شمسی حسیناں کو کفایت کر جائے ۔ اتنی گرمی جو کہاں پھر قیامت میں نہیں

قاصد یار کی تکریم میں کس طرح کروں ۔ کہ جیب ایک بھی اردو مری تحبت میں نہیں
آج ہی سے ہو عبث پالتے تقفے کا بھول
صاف خفاش یہی کہدو کہ مدت میں نہیں

(خفاش کرمانی)

غیبی لاٹھی

اِلٰہ آباد میں بلوا ہوا۔ بلوے میں ہجوم پر اینٹیں بھی برسیں اور لاٹھیاں بھی۔ مسز موتی لال نہرو زخمی ہو گئیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب کہتے ہیں کہ زخم رسانی میں پولیس کو دخل نہیں۔ مسز موتی لال کا بیان ہے کہ نہیں یہ پولیس ہی کی نوازش ہے۔ سرکاری اعلان میں ہے کہ جب وہ موٹر پر بٹھا کے گھر پہنچائی گئیں تو انھوں نے چوٹ چپیٹ کا ذکر نہیں کیا۔ وہ گر پڑی تھیں۔ مسز موتی لال نہرو کا ڈاکٹر منظہر ہے کہ سر اور کندھے پر کے زخم اپنے وجود میں لاٹھی یا اسی قسم کے دوسرے اوزار مثلاً لاٹھی کے فرزند ارجمند مسٹر ڈنڈے خاں کے رہین منت معلوم ہوتے ہیں۔

ہم کسی ہندوستانی کو صادق اللہجہ نہیں سمجھتے۔ اس لیے سرکاری بیان کو صحیح خیال کرتے ہیں۔ پوچھیے وجہ؟۔

اول تو مسز موتی لال نے تھانے پر رپورٹ نہیں کی اور جس بات کی رپورٹ نہ ہو وہ کبھی واقع نہیں ہوتی۔

دوسرے انھوں نے فریاد نہیں کی۔ علم نفس میں ثابت کیا گیا ہے کہ عورت ہوتی ہے بے صبر۔ اور نرم دل۔ رقت قلب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ چوٹ لگنے پر آنکھ سے آنسو نکلیں اور گلے سے آواز۔ یہ دونوں باتیں نہیں ہوئیں۔

تیسری اور سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ ڈنڈے نے بر وقت سوال اس جرم سے قطعاً انکار کیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیوں جی تم نے مسز موتی لال نہرو کو زخمی کر دیا؟ تو وہ یعنی "پولو بید" فوراً کوے پر پڑے پڑے لگا انکاری گردن ہلانے اور کہنے لگا "اوں ہوں" باطل است انچہ مدعی گوید۔

آپ کہیں گے کہ ڈنڈا بھی آدمی ہے جو لگا پٹر پٹر باتیں کرنے؟۔ تو بندہ عرض کریگا کہ پالنے میں جھولنے والا ننھا سا بچہ بھی اسی ذیل میں داخل ہے۔ آخر اس نے کیونکر حضرت یوسفؑ کے حق میں زلیخا کے خلاف گواہی دی تھی۔ کہ دیکھو جو پچھلا دامن قمیص کا پھٹا ہو تو یوسف سچے ورنہ زلیخا۔ وہ تو کہیے پھٹے ہوئے دامن نے آبرو رکھ لی ورنہ حضرت دھر لیے جاتے۔

ہندوستانی فلاسفر پروفیسر بوس نفس نباتی پر تحقیق کے قائل ہیں۔ ڈنڈا بھی جسم نباتی اور نفس نباتی رکھتا ہے۔ پھر وہ قمیص کے کپڑے کی طرح ہو دا بھی نہیں مضبوط و مستحکم ہے۔ اور اپنے موافق دلیل بڑے بڑوں سے قبولوا لینے کی قوت رکھتا ہے۔ ہمیں کیا تعجب ہے کہ اس نے پولیس کی بے گناہی کی گواہی دی ہو۔ حضرت یوسف نبوت و عصمت سے متصف تھے۔ خدا کا فضل کیجیے یا حکومت کی عنایت ہماری پولیس اگر نبی نہیں تو معصوم ضرور ہے۔ بشر ہیں ایک اتفعی خلاف عصمت

کوئی نہیں دکھا سکتا۔ اور جب کبھی "تخلف از حکمت" کی دفعہ تعزیرات ہند سے ان پر عائد کی جاتی ہے تو خود تعزیرات ہند بزبان کیس یوسفی بول اٹھتی ہے کہ میں منطق نہیں کوئی اور قانون دیکھو۔ شاذ و نادر کوئی پولیس والا پھنسا بھی تو قسم تعزیرات ہند کی کہ ہمیں قاضی کے حکم پر اعتماد نہیں ہوتا۔

چوتھے یہ کہ پہل جھنڈے نے کی نہ ڈنڈے نے۔ والبادی اظلم (جو پہل کرتا ہے وہ زیادہ ظالم ہوتا ہے)۔

پانچویں یہ کہ مہم سر کرنے کا ارادہ اسی کے لیے سزاوار ہے جو ڈنڈے کھانے کا دم داعیہ رکھتا ہو۔ کیا یہ پہلے سے معلوم نہ تھا کہ پولیس کیونکر دفاع کرے گی؟

چھٹے یہ کہ پارہ ہائے سنگ یعنی ڈھیلوں کا میگزین بھی ہجوم کی سفارت پر دال ہے۔ ورنہ اینٹ کی دینی پتھر (یا ڈنڈے) کی یعنی مثل مشہور ہے۔

ساتویں یہ کہ بقول سرکاری اعلان کے مسز سروجنی لال نہرو نے کسی موقع پر ضاربین ناہنجار میں سے ایک

پولیس افسر کا نام بے دیا جو کہ برمحل موجود نہ تھا۔ اس سے بالکل مُبرہن ہوتا ہے کہ حملہ پولیس نے نہیں کیا بلکہ نسائیت کے مقتضے سے انھیں دھوکا ہوا۔ دھوکا دھڑی بُرہان کے اقسام میں داخل نہیں۔ تو اہمہ حلاق مشہور ہے۔

بہرکیف جمع بین النقیضین اور رد اعلان کی بھی جے مسز نہرو کی بھی جے یوں ہی ممکن ہے کہ ہم اس لاٹھی کو "غیبی لاٹھی" سمجھ لیں۔ نہ پولیس گنہگار نہ مسز نہرو جھوٹی۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک قانون اشتباہ بھی ہے۔ اشتباہ ایک حرکت ہے جو کیفیت میں ہوتی ہے۔ حرکت کا یہ حال ہے کہ وہ لمبے کو گول دکھاتی ہے اور گول کو بیضوی اور اگر افق سے روئے زمین کی طرف ہو تو گول یا چپٹے کو لمبا دکھائے گی۔

پس ممکن ہے کہ توقف تعصب کی طرف ان کی نظر چلنے کی حرکت سے چھڑی کی وہ مسز نہرو کو لاٹھی محسوس ہوئی ہو۔ جیسے ولشتابق کہ ٹکیاں بے مثال ہونے کے ہزاروں گیند کے تماشے افق میں مانند دیتی ہیں۔ کہنے کو تو گول گول صد ہا گیند ہے مگر ایک تند دوڑ قوس کھینچنے والے کو دکھائی دیتی ہے۔ استحالے کے کارنامے طب کی کتابوں میں دیکھیے خون بلغم بنتا ہے۔ بلغم خون ہوتا ہے صفرا سودے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ سودا صفرا کا روپ بھرتا ہے۔ ہر متحرک شے اپنی صورت سے دھوکا دیتی ہے خصوصاً جبکہ حرکت سریع ہو بہت مدت کے بعد علمائے ہیئات کو معلوم ہوا کہ مدار سیارات گول نہیں بلکہ انڈاوی (بیضوی) ہے لہذا ۱۹۵۰ء تک یہ معلوم ہوگا کہ کسی ضرب لگانے والے کو زخمی کرنے کے لیے قریب کا ڈنڈا زیادہ ڈنڈا ہے۔ یا دور کا ڈھیلا۔

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۸۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء صوبہ آگرہ

بعدالت بابو کرشن پرشاد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم صدر تحصیل فرخ آباد

چونکہ بمقدمہ نالش دلایت علی الاوار پر بنام نواب سید محمد صفدر حسین صاحب عرف نواب لڈے صاحب ستولی وقت زمیندار موضع ڈونگر پور پرگنہ شمس آباد پورب بنام بھگوان سنگھ ولد تیم سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع در یاپور پرگنہ شمس آباد پورب کاشتکار دخیلدار موضع ڈونگر پور پرگنہ شمس آباد پورب کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بتاریخ ۱۲ اگست ۱۹۳۱ء کو صادر ہوئی اور مبلغ رقم جو از روئے ڈگری واجب الادا ہے اس کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	مبلغ	آنہ	پائی
اصل			
خرچہ نالش	لعہ	۴	۲
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش			
خرچہ اجرائے ڈگری	[illegible]	۵	۹
ال	لعصہ	۱۲	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ادا رہی ہے۔ لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم بھگوان سنگھ مذکور کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ رقم مع خرچ اندر دے ڈگری کا واجب الادا ہے اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم سند رجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔ تاریخ پیشی ۲۷ اپریل ۱۹۳۲ء۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا
شمس آباد پورب	ڈونگر پور	۴۰۳ ۴۲۳ ۹۹

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

نوٹس بغرض ظاہر کرنے وجہ کے کہ اجرا کیوں نہ کیا جائے

حسب دفعہ ۵۰ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب منصف صاحب بہادر کھیری مقام کھیم پور

مقدمہ دیوانی نمبر ۸۰۰ سنہ ۱۹۳۲ء

مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۸۰۶ سنہ ۱۹۳۲ء

سیٹھ شیو نرائن لال ولد سیٹھ جوگل کشور قوم کھتری ساکن کھیم پور پرگنہ و ضلع کھیری ڈگری دار

بنام

عبدالرافع وغیرہ

نام نمبر ۱ عبدالرافع نابالغ بولایت محمد ایوب چچا خود۔ نمبر ۲ عبدالعلیم ولد محمد علی۔ } قوم سید ساکنان جالنہ ضلع اورنگ آباد ریاست حیدر آباد دکن

نمبر ۳ عبدالمبین عرف جگنو قوم سید ساکن تیوتیجہ پرگنہ بھوجپور ضلع فرخ آباد

نمبر ۴ محمد جعفر حسین ولد غفور بخش قوم سید ساکن سمری پرگنہ تانگدیم ضلع فرخ آباد۔ مدیون ڈگری

ہرگاہ ڈگری دار نے عدالت ہذا میں درخواست اجرائے ڈگری بمقدمہ نمبر مسطورہ اس بیان سے گذرانی ہے کہ تم وارث عبدالسلام و رحمن النساء و مساۃ کنیز فاطمہ متوفی ہو لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ ماہ مئی ۱۹۳۲ء اس عدالت میں حاضر ہو کر وجہ ظاہر کرو کہ تم وارث کیوں نہ بنائے جاؤ۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

جب ملک الله میاں نے حضرت موسیٰ سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ تمھارے ہاتھوں میں کیا ہے۔ اس وقت تک انھیں خبر نہ تھی کہ ڈنڈا سانپ بن سکتا ہے۔ فرعون کی امت ڈنڈے کو سانپ خیال کرتی رہی اور موسیٰ ڈنڈا سمجھتے رہے دونوں اپنے اپنے مشاہدے پر یقین رکھتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ جیسی عالم الستر و الخفیات پولیس ہندوستان کی ہے اور جیسے دل کے بھید پا جانے والے حاکم ہندوستان کو قدرت کی جانب سے عنایت ہوئے ہیں ویسے تمام دنیا کو میسر نہیں بس ان سے شکایت ہے تو اتنی کہ جب تمھیں ارادہ بد کا ادراک آسانی سے ہو جاتا ہے۔ حکام انتظامی بھی تمھاری پشتی پر ہیں اور قانون بھی تمھیں محض اندیشۂ امن شکنی پر گرفتار کر لینے کی اجازت دیتا ہے تو پھر تم اسکا انتظار ہی کیوں کرتے ہو کہ بری بات سرزد ہولے تو گرفتار کریں۔ انھیں برس نہیں تو گولی چلائیں انھیں اچھلنے اور ڈھیلے چلنے سے یہ بدنامی ہوتی ہے کہ حکومت انگریزی سے دنیا ناراض ہے۔ (حالانکہ ساری دنیا انگریزوں پر فدا ہے) کوئی ایک جگہ تو خشت باری ہوئی تھیں۔ کلوخ زنی تو ہر خلاف قانون مجمع کی پیشتر بلا مقدمۃ الجیش یا تمہید ہوتی ہے۔ تمھیں تو اب اُس کانے کی منطق پر عمل کرنا چاہیے جس نے راہ چلتے پیچھے پھر کے ایک شریف چلے آتے تھے۔ ان سے کہا "ابے تو بہن ...... جیسی تیرا باپ جیسی" وجہ پوچھی تو بولا کہ تم نے ضرور اپنے دل میں کہا ہوگا "کانا جیسی جا رہا ہے" میں نے تمھیں دل کی بات کا جواب دیا ہے۔

راقم
ازغیبی بقلم فلاسفر

عمر م شصت و شش نازم بایں ریش فش

"ڈرھیالا بنا"

واعظ: دنیا عجیب مقام ہے۔ نہ کسی کی مصلحت دیکھتی ہے۔ نہ مروت کرتی ہے۔ چنانچہ آجکل بابائے خلافت کی ریش مبارک بازیچۂ دنیا بنی ہوئی ہے۔ آخر کیوں؟۔ اگر انھوں نے اپنے بڑھاپے کا کسالا کسی یورپین خاتون کے پرتے رفع کرنا چاہا تو کیا برائی کی؟۔

صاحبو رسم خلافت پر تمھاری نظر نہیں تاریخ سے تم ناواقف ہو۔ بجز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے جتنے خلیفہ گزرے۔ انھیں میں تو کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس نے ایک بی بی پر قناعت کی ہو۔ دو ایک ہیں بھی تو انھوں نے اپنی ازواج سے زندگی بھر کے واسطے عہد کیا تھا یعنی "بی بی جب تک تم زندہ ہو میں تم پر سوت نہ لاؤں گا" بی بی مر گئیں اور فرض بدل گیا۔ شرط فوت مشروط فوت۔

ہمارے تو ندل خلیفہ شوکت بڈھے ہو گئے۔ مقوی غذائیں کھاتے کھاتے معدے میں اتنی چربی پیدا ہو گئی ہے کہ ایک شمع ساز کمپنی اپنا کاروبار اسی معدے کی چربی سے مدتوں جاری رکھ سکتی ہے۔ بڑھاپے نے اگر دو ایک قدم اور بڑھا لیے تو یقیناً معدہ ہوگا واہی۔ اور زن یا کے برداشت کرنے سے جو اس پر ہر دن اسکی مرضی کے ڈالا جاتا ہے ایک دن ضرور انکار کر دیگا معدہ کوئی زبان نہیں رکھتا۔ مگر صدا دیتا اور فریاد کرتا ہے مزاج سے۔ سو برس لعبہ وہ وقت ضرور آئے گا کہ معدے صاحب اپنا بوریا استعفا بستر کی خدمت میں پیش کرنے کا لگا لگا دیں اور بہ آواز منکر از صوت حمیر گھڑی گھڑی اگلی جمع جتھا کا چارج لے مانگے دینے لگیں۔ اسوقت بتائیے کون معین و مددگار ہوگا؟۔ پس اس لیے ایک جورو تحویل میں رہنی ضروری ہے۔ اور یہی انھوں نے ظاہر بھی کیا۔ اگر اصحاب رائے اسی بات کو موضوع بحث قرار دیں کہ آیا ایک یورپین لیڈی سے اس قسم کی خدمت اور ایسی ہمدردی متوقع ہے یا نہیں تو مضائقہ نہیں۔ لیکن ہمارے خلیفۃ المعدہ پر بوالہوس اور حرص نشاط و لذت کا الزام قطعاً غیر وارد ہے۔ وہ ہرگز اُس مجنون نحس کے شاگرد نہیں جسکا ذکر شاعر نے یوں کیا ہے؎

مجنوناً شکرت علاً او جذبا
لتنظر لذۃ المنا کحینا

رنڈھیا قیامت کی بڑیا نے بڑھاپے میں اس لیے ایک بھیڑ اور مینڈھا مول لیا کہ بلا سے اور کچھ نہیں تو ان دونوں کی خوش فعلی اور ملاکی بازی کا تماشا دیکھ کے ایام جوانی کی یاد تازہ کرتی رہے بھلا جس شخص نے خدا سے بھی بڑھ کے معدے کی عبادت عمر بھر کی ہو وہ آخر وقت میں معدے کی ناز برداری نہ کرے گا؟۔

عمر شوکت کی تو معدے کی پرستش میں کٹی
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

یار و یہ معدہ کوئی معمولی معدہ نہیں۔ اس پر سے جان ایمان۔ آبرو کی قربانی بارہا کی گئی۔

برخلاف دیگر حضرات کے ہم اس رائے پر صاد کرتے ہیں کہ خلیفن کو یورپین ہونا چاہیے اب ہندوستانی یا رام پوری خلیفن اس شان چاپ اور ربن کھلے ہوئے معدے کی پرستاری نہیں کر سکتی۔ خدا وہ وقت نہ لائے کہ پوتڑے اٹھانے پڑ جائیں ہم بیڈ (بستر) پر چلا کر دیا۔ او۔ ڈرٹی۔ چھی چھی چھی۔" سننا پڑے۔ اگرچہ یہ ناسوز دل عقد بھی محض بیماری اور ماندگی کے ساتھ ہونے والا ہے۔ نہ کسی مرد کے ساتھ۔ ہندوستانی خلیفن تلاش کرنے میں ایک اور دقت بھی ہے کہ جھاؤ داڑھی پر سہرا باندھنا پڑے گا۔ لڑکا جب دو موہیہ داڑھی لیے سسرال جائے گا تو ڈومنیاں گائیں گی:؎

"سر مونڈ و اس گھنی کا جن ٹرھا ڈھونڈا ری"
"...... کرے ڈرھیالا بنا ...... کرے موچھیالا بنا"

اور اگر مانجھے کے جوڑے کے ساتھ خضاب کی ایک سود شیشی بھی آئی تو ڈھول پر میراسنیں یہ نوحہ پڑھیں گی؟

بڑھاپے بیٹے کے سسرال سے خضاب آیا
دلھن کو مائیوں میں سخت پیچ و تاب آیا

یہ طعنے شریف سن نہیں سکتا۔ اور بے اس کے آجکل شریفوں کے یہاں شادی رچ نہیں سکتی۔ پس یہی مناسب ہے کہ سیدھا سادا "کورٹ شپ" اور قانونی شادی ہو جائے بایں الفاظ کہ "انکحت توندنا مع البیماری بالمیڈم بیمار داری علی المہر المعلوم"

چلیے فرصت شد۔ ہاتھ میں ہاتھ لیا اور ریجید ہے۔

نہ گود میں دشمن کو اٹھا کے ناپنے کی نوبت آئے نہ تر نہ پر زور رہے۔

باقی انشاء اللہ والطفہ مشکرکت بدولت کا نذر بادی

سائیسم
بہانہ

رفیق تنہائی

ناقد بصیر نے اس مجموعہ قصص پر گزشتہ نمبر میں اپنی رائے دی مگر معلوم ہوتا ہے کہ سرورق آنکھوں کے سامنے سے اوجھل ہو گیا۔ ورنہ یہ نہ لکھتا کہ نہ قیمت کا ذکر ہے نہ مقام دستیابی کا۔ سرورق پر ایک روپیہ قیمت لکھی ہوئی ہے۔ اور ایک چھوڑ دو پتے ملنے کے مندرج ہیں۔ (۱) سید مختار مہدی۔ گزری۔ پٹنہ سٹی۔ (۲) سید اعظم حسین مدیر ادب لکھنؤ۔ دوسری چوک یہ ہوئی کہ ناقد نے سات افسانے گنے ہیں۔ مگر کتاب میں نو ہیں۔

اگر پلیسر سید علی عباس حسینی صاحب کو یہ شکایت ہو کہ میری کتاب کے بارے میں تفصیلی رائے نہیں لکھی گئی تو یہ شکایت بھی درست ہے۔ کیا معنی کہ بقول ناقد یہ افسانے انفعالات نفس کی ہو بہو تصویر ہیں۔ دلچسپ ہیں۔ غرابت رکھتے ہیں۔ مگر ان اوصاف کے علاوہ بھی کچھ وصف ہیں۔ مثلاً ان کی زبان بہت سہل اور آسان ہے۔ علم النفس کی غلطی سے پاک ہیں عریانی کے ذکر سے بری ہیں۔ بیجا مذہبی تعصب سے منزہ ہیں۔ اب اور کیا چاہیے۔

ادبی استفسار

ایک صاحب لکھتے ہیں۔

"مٹی پلیٹ یا پھیلے منہ کے اتھلے برتن کو شقاب کہتے ہیں یا شتقاب۔ لکھنؤ کے بعض مشاہیر نے "شقاب" نظم کیا ہے۔ اور مشہور شتقاب ہے اس لیے پوچھنے کی ضرورت ہوئی۔ تضیع وقت کا گناہ معاف فرمائیے"

جواب۔ مشہور تو شتقاب ہے۔ لیکن غیاث اللغات میں بحوالہ بہار عجم "چنقاب" بھی ایک ترکی لفظ ہے اور انہیں معنوں میں ہے۔

قاب۔ فارسی، عربی، اردو، ترکی میں مشترک ہے۔ انگریزی میں کپ معنا لیا قاب کا مفرس ہے۔ فرق بڑے اور چھوٹے برتن کا ہے اور عربی میں الف سے نہیں عین سے ہے "قعب"۔

بہرکیف اگر اسے فارسی خیال کیجیے تو یہ لفظ غالباً مرکب ہے مشت "اور قاب" سے مشت کے معنی نب رلیا اور چوٹی مار کے ہیں۔ اور اگر ترکی سمجھیے تو شتقاب ہے۔ مشت کی ت وقفی حالت میں ہے جو کثرت استعمال سے دُم کی طرح جھڑ گئی۔ فقط۔

کسونجی کی جڑ

یہ پرانا عنوان ہے جس کے ذیل میں ادبی اصلاح کا فرض ادا کیا جاتا تھا ایک۔ مدت تک قلم او بار رقم نے تساہل پر کمر باندھی نفی گرتا ہے گئے۔ ادبی مرغی کمبخت جھول پر جھول نکالتی چلی جاتی ہے اور بالکل پر وانہیں کرتی کہ یہ بچے مقبول نام ہوں گے یا نہیں۔

ہر گلی کوچے سے ایک رسالہ یا اخبار کا غذ کتا ہے اور اچھے بھلے کاغذ کو بے معنی نقش و نگار سے ردی بنا کر ناقدروں کی جان کو روتا ہوا غائب ہو جاتا ہے۔ نام لینے کی ہیں اس لیے ضرورت نہیں کہ ہم تو اردو کی اصلاح چاہتے ہیں۔ خدا نخواستہ کسی کو مالی ضرر پہنچانا یا اس کے خریداروں کو بددل بنانا مقصود نہیں۔ اگر ہمارے ملتمسات پہ جرائد اور رسالوں کے اڈیٹر توجہ کریں اور اصلاح منظور فرمالیں تو سبحان اللہ مطلب حاصل۔ ورنہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یعنی بگاڑ کے ساتھ تنبیہ اس اعتراض کا جواب ہو جائے گی کہ اردو کا باغ پامال ستم ہو تا رہا اور آپ دیکھتے رہے۔

(خاکسار راوی بار الادب والانشاء)

نمبر (۱)........ ایک ادبی سالنامہ۔ کمائی چھپائی کا کیا کہنا تو جی خوش کرنے لگے مگر معنوی خوبی انجناب کی فہم سے بالکل دور۔

مخصوص نمبروں کے نکالنے کا شوق کچھ تقلیداً اور کچھ مصلحتاً

بڑھتا جاتا ہے۔ تقلید کے اعتبار سے گویا ہو لاکھی رنگ میں بھی ہو تار ہتا ہے۔ ہم بھی خدا کی عنایت سے اب اس قابل ہو گئے ہیں کہ مردوں عورتوں سے نیچے تک ہنستے والوں میں ہمارا شمار ہو۔ مصلحتاً اس طرح کہ نیا آنگن و تنوع کی حاجت ہے۔ ذائقہ بدلنے کے واسطے کوئی نہ کوئی سامان کرنا چاہیے۔ یا کسی رئیس سے کچھ اینٹھنا مطلوب ہے تو حلوائے خوری کی اشتہا اس کے منہ میں پیدا کرنی ضرور ہے۔ لاؤ جھاڑ و منہ صاف کرو سہارا لگاؤ دھرا او پوشاک نکالو ورنہ صحبت میں جگہ نہ ملے گی۔ یا یہ کہ یہ چھ صاحب کا دم نکل رہا ہے شعلے کھینچ کھینچ کر لکھتا ہے تم بھی کچھ خود کھا دو۔ اس کی تدبیر آسان ہے

"اجی جناب علامہ فہامہ مولانا۔ پروفیسر۔ روح فطرت مصور کائنات۔ آقائے موجودات صاحب والقاب آپ تو ضرور کچھ اس نمبر کے لیے عنایت کیجیے۔ بہت اہتمام بڑی دھوم دھام ہے۔ اگر آپ نے رحم نہ کیا تو یہ ادبی دلھن بانجھ ہی رہے گی۔"

بڑے بڑے القاب نے حضرت علامہ کو ابھار اکر چاہے لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو "ترانا" واجب ہے۔ نام بلند ہو گا۔ شہرت ہو گی۔ دس نسخہ اس نمبر کے دوستوں میں تقسیم کر دینا وہ بھی خلاق معانی سمجھنے لگیں گے۔

لیجیے جناب مضمون نگاروں کی ریوڑ نکل پڑی۔ تاریخی موضوع بھی نئے نئے ذہن میں آنے لگے۔ مثلاً:۔

"اس مچھلی کی ماں کا نام کیا تھا جس کے پیٹ میں حضرت یونس سما گئے تھے" "اندرسبھا کی سبز پری نے شہزادہ گلفام کا منہ کے مرتبہ چوما" (کیت و زیت)

جان بل

"پنچ" دیکھیے۔ اس کمبخت دوستی جتانے والے باغی کو۔ ہاتھ میں ڈنڈا ازراہ دوستی لیے ہے۔ مگر آپ گھورتے ہیں
تو ہم غریبوں کو۔"

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ حنا لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی

بھلا آپ ہی بتائیں اور کیا کیا جائے۔"

واہ ری فصاحت واہ ری صحت۔ واقعی ایسے ہی فصحا کو "ادبی" رسالے نکالنا زیب دیتا ہے! ایک ہم ہیچمپرز ہیں کہ ایک بار چھوڑ۔ دوبار چھوڑ۔ تین بار۔ چھوڑ۔ چار بار چھوڑ۔ بلکہ ہزار بار چھوڑ "پڑتال" (دوہرائے بندش) کرنے پر بھی کوئی ایجاد اُردو میں نہ کر سکے۔

ناظرین "مسردردی" کی فصاحت ملحوظ رکھیں۔ اور اس فقرے میں "کو" کی مرصع کاری بھی ملاحظہ فرمائیں۔ "لیکن اب اس نقص "کو" رفع کر دیا گیا"۔ اگر یوں لکھتے کہ "یہ نقص رفع کر دیا گیا"، تو سخت اور مہلک اعتراض وارد ہو جاتا۔ خدا نے جان بچائی۔

صحت املا بھی قابل داد ہے۔ فرماتے ہیں: "دیگر ادبا مذاہب کے کیریکٹر منتخب کرتے ہیں: "جدت اور نیرنگی" یہی کرتے رہتے ہیں۔ یہ نہ کریں تو پھر کہاں کی "جدت" اور "کیسی نیرنگی"۔ جاہل ہیں وہ جو "متضاد" کو "بہ تضاد" سمجھ بیٹھے ہیں۔

اڈیٹر صاحب نے عرض حال ختم کی اور منیجر صاحب نے اعلان فرما دیا "آئندہ نمبر "نگارش لطیف" کے نام سے... شائع ہوگا"

خدا جانے نگارش لطیف کون ذی شان بزرگ ہیں جن کی یادگار قائم ہوگی۔

منیجر صاحب سے التماس ہے کہ تمہر ضرور خاکسار کو مرحمت ہو۔ بایں معنی کہ نگارش لطیف سے ہم ہیں محروم۔ اس نمبر کو استاد بنالیں گے "علم شے بہ از جہل شے"

یارو! اُردو کمبخت کے حال زار پر گریہ کرنا چاہیے۔ جس پر جدت نے چھری چلائی۔ یہ بدنصیب ہے کم مایہ اور جدت ہے سرمایہ دار۔ بڑی چھپنسی لطیف عالم وفاضل اہل جدت اس پہ اپنے ستم کی مشق کر رہے ہیں اور ان کے قدردان داد دیتے ہیں۔

یہ غضب کا ماجرا ہے کہ بہ روز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

باقی آئندہ

راقم سہہ بار الادب والانشار

مولانا پنچ کی نوٹ بک

یک نہ شد دو شد

سنتے ہیں کہ صوبہ سرحد کے ایک نواب زادے امریکا میں ہندوستان کے متعلق لکچر دینے کے لیے بلائے گئے ہیں۔ آپ پہلے تو وائسرائے سے ملیں گے پھر اپنے دورے میں اضافہ کرنے کے لیے ہندوستان کا دورہ کریں گے یعنی جب سبق یاد کر لیں گے تو پھر امتحان دینے امریکا سدھاریں گے، اور وہاں سیکھی سکھائی کتاب دہرائیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جنرل صاحب کی ہرزہ سرائی کی تصدیق فرماتے ہیں یا کیا۔ جب جنرل صاحب کے تاکرے پر چوٹ لگی تھی اور انعام دیا تھا۔ خدا کرے انھیں بغیر کسی سانحہ کے امریکا سے انعام ملے یا قوم سے یا پھر حکومت ہند ہی سے۔ یہ نہ ہو کہ "اڈیپروں کو گھر سے لیجاؤ۔

بیس برس کیلیے پھانسی

کسے! کسی کو نہیں امریکانی قرضے کو!۔

امریکا کمبخت تو اپنے وقت کا خواجہ ہمرو ہے۔ زنبیل سونے چاندی سے بھری ہے اُس پر یہ عالم ہے کہ کوڑی مٹھی میں گرتی ہے تو دانت سے اٹھا لیتا ہے۔ یورپ میں کون سی دھنی سلطنت ہے جو ماموں سام کے قرضے میں گرفتار نہیں۔ چنانچہ ہماری برٹش گورنمنٹ بھی پیٹ کاٹ کاٹ کے لالہ کا قرضہ چکا رہی ہے۔ بال بچے آدھا پیٹ کھاتے ہیں اور شب کو بحالت فاقہ منہ لپیٹ یا مڑ تڑ کے پڑ رہتے ہیں۔ ان معصوم بچوں کا صبر لالہ چھرس کی جان پر۔

اس مصیبت کو ایک رحمدل جمہور خواہ مسٹر اسمتھ نے دیکھا تو فرمایا کہ ماموں سام: بیس برس تک قرض وصول کرنے کا خواب نہ دیکھو۔ یورپ ہے محتاج۔ لٹنا لٹانا خاک نہیں۔ ایسی حالت میں بن جاؤ فراخدل اور جو مال مقروض حکومتیں درآمد کریں اس کی چوتھائی قیمت قرض میں مجرا لیتے رہو۔ قرض تو اب قیامت تک ادا نہ ہوگا"

ہم کہتے ہیں کہ واقعی سخاوت کا مقتضے تو یہی ہے لیکن قرضدار کی غیرت کا مقتضے کیا ہے ؟-

احسان قبول کرنے کے بعد وہ تاعمر بندۂ احسان رہنا یا گھروں کی لیا پونچھا، فقالی کٹوا پیچ کے سلکھ قائم کرتا! کیا معنی کہ اگر آئندہ کوئی لڑائی جھگڑائی یورپ میں چھڑی دادرہو گی ضرور، تو پھر کہاں سے روپیہ لیگا اور کون قرض دے گا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ پھر کس منھ سے کوئی قرض مانگے گا۔

ایک گرو صاحب کے گرد امیروں غریبوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایک دن گھبرا کے چیلے سے کہنے لگے "کیا کروں یہ تو کسی وقت پیچھا نہیں چھوڑتے۔ چیلا تھا چالاک کہنے لگا "گرو جی امیروں سے قرض مانگو غریبوں کو قرض دو"۔ گرو نے یہی کیا۔ دوسرے ہفتے میں نہ امیر آئے نہ غریب۔ میدان صاف ہو گیا۔

یورپ نے امریکا سے قرض لیا۔ روپیہ توڑ دیا مگر مستقبل کے لیے لین دین کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ میدان صاف ہے۔ بیس برس کے بعد "لیتا ہے یاد دیتا" تمادی عارض ہو جائے گی۔

ہم کہتے ہیں کہ یورپ کی سلطنتیں اگر یہ حجت پیش کریں تو منطق کے اعتبار سے درست ہو گی یعنی ماموں سام پر دھونس ڈالیں کہ بڑے بوڑھے تو تم نے روپیہ دیکے ہمیں لڑوایا اور جب ہم کھکھ ہو گئے تو روپیہ مانگتے ہو۔ تمھاری ایسی تیسی۔ تمھارے روپیہ نے ہماری آبادی کی جان لی "خون بہا" یہی ہے کہ تمام روپیہ ضبط۔ ایک بین الاقوامی کمیٹی ہمارا تمھارا فیصلہ کریگی۔ بتاؤ تمھارا وکیل کون ہوگا؟۔

بڑے میاں تمام یورپ سے کیا لڑ سکتے ہیں۔ بیس برس کی کیسی ہمیشہ کی پھانسی منظور کر لیں گے۔ طرفہ یہ کہ الٹا احسان "خون معاف کرنے کا"، ماموں سام کی گردن پر ہوگا۔

معذرت

ابھی ایک ہفتہ صحیح تاریخ پر لیس شائع ہو رہا تھا کہ منیجر صاحب کی بیماری کے باعث ایک ہفتہ کی تاخیر ہو گئی۔ ہماری [illegible] ایک نمبر [illegible] جو تعداد کم ہے اور سینہ کہیے کہ نیت بُری ہے۔ منیجر

التماس — چند بزرگوں نے منی آرڈر بھیجے ہیں ... نہیں دیے اسے ... نہیں تھے ان کے ہم دی پی روانہ کر رہے گئے۔ مہربانی فرمائیں اور پہونچتے ہی وصول فرمالیں۔ منیجر

غذائے روح

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کو نقشہ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
مشہور با تصویر ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ
अवध पंच
लखनऊ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ

طلعت کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ جو غلاظت جمع کرے اور مشرق
کے دامن پر ڈال دے۔ شب و روز میں ہمیشہ سے دشمنی
ہے دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ ممکن ہے صبح کے
دھوکے پر اس شتر آلی نے دبلو رجنگ کرنی بھاگ گئے ہیں
ایک آدھ ٹوکرا غلاظت کا پھینک دیا ہو۔ صبح کے وقت
کی پہچان تو دہلی میں جہانگیر بادشاہ کی ایک رخولہ نے
"غلاظت" کی حاجت سے تحریر کی تھی۔ در است دروغ
برگردن راوی)

اصل یہ ہے کہ جو لوگ ایمان و کفر کا مقابلہ کرتے ہیں
وہ مجبوراً نور کو دن اور ظلمت کو شب قرار دے کے شب
کی مذمت شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ دو اوقات خدا نے
مقرر کیے ہیں۔ جتنا ضروری اور موافق مصلحت دن ہے
اتنا ہی ضروری شب کا وجود ہے۔ ایک کام کے لیے
دوسرا آرام کے لیے۔ ایک معاش کے واسطے۔ دوسرا آرام
کے واسطے۔ پس مقام مدح و ذم میں کفر و ایمان کا تقابل
ظلمت و نور سے تو عیب نہیں لیکن شب و روز سے نہ ہونا
چاہیے۔ اگرچہ قدیم شعرا کے کلام سے سند بھی مل سکتی ہے۔

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۱۰۱ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب چودھری محمد علی صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول مقام رودولی ضلع بارہ بنکی

خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین تعلقدار ساکن قصبہ رودولی پرگنہ رودولی تحصیل رام سنیہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی مدعی

بنام

رام آسرے ولد سورج بلی قوم لودھ ساکن ... کلاں ... بادشاہ نگر پرگنہ رودولی مذکور مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... نسبت ... ڈگری کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲ ماہ مئی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام رودولی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بزبان انگریزی

اس نکتہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جسے بلاغت کے فن میں مہارت
ہو۔ اور بھی واقعی ایرادات اس نظم پر ہو سکتے ہیں مگر
ہمیں تو اختصار مطلوب ہے۔

اس معرکۂ نور و ظلمت کے بعد ایک ظرافتی ... ایک نظم
ہے جو کسی قدر ظریفت ہے اس لیے تعرض فضول ہے مگر
نظم کے متعلق ایک تصویر بھی ہے۔ یہ البتہ قابل نظر ہے۔
یعنی آسمان پر چاند اول ؟ قافلے کے اونٹ کے منہ سے
بھی بڑا دکھایا گیا ہے۔ دوسرے چاند کے ٹھیک وسط
میں نہایت روشن ستارہ بنا دیا ہے جو نون کے پیٹ
میں نقطہ معلوم ہوتا ہے۔ ہلال ہونے کی حالت میں بھی
چاند کی روشنی قریب کے ستارے پر غالب ہوتی ہے
پس اگر فضا کا کوئی سیارہ یا ثابتہ (خواہ وہ قدر اول
ہی کا ہو) چاند کے پیٹ میں گھل بن بھی جائے تو دکھائی
نہیں دے سکتا۔

تصویر رنگین ہے۔ اور جتنی صورتیں اس میں ہیں سب
کی نسبت پردے سے غلط ہے اور ختم تک ہلال۔
لہٰذا انفعالات بگڑ رہے گے جو نشان انسانی یا حیوانی
چہرے پر نمایاں ہونے چاہییں تھے ان کے آثار
اونٹوں کی دم اور عباؤں کے پھٹے میں دیکھ لیجیے
بشرطیکہ دکھائی دیں۔ کیا معنی کہ ذی روح کی تصویر
کا حسن و قبح زیادہ تر چہرے کے آثار چڑھاؤ پر منحصر
ہے۔ تصویر کا رخ ترچھا ہوتا تو یہ ممکن تھا۔ اب
تصویر نہیں تصور صادق درکار ہے۔ خدا یہ تصور
اونٹوں کی دم میں الجھنے نہ پائے۔ آمین۔

اس کے بعد ایک غزل ہے اور یہ لطف سے خالی
نہیں۔ پھر دوسری غزل ہے یہ غالب کی مشہور غزل
پر کہی گئی ہے۔ جس کا قافیہ انتظار و قرار اور ردیف
"ہوتا" ہے۔ اس میں شاعر نے یہ جدت فرمائی ہے
کہ بعض مضامین اخذ کر لیے ہیں اور بعض میں نفی
کی جگہ اثبات۔ اثبات کے عوض نفی سے کام لیا ہے
جو بیچ رہے وہ لطف سے خالی ہیں۔ مثال اخذ سے

یہ مزا تھا عاشقی کا کہ یہ حال زار ہوتا
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

ماخوذ منہ مشہور شعر ہے سے

الفت کا یہ مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بےقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

غالب نے کہا ہے سے

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

آپ فرماتے ہیں سے

میں غم جہاں سے گھبرا کے بس اتنا چاہتا تھا
کوئی چارہ گر نہ ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

یعنی غالب کو دونوں کی ضرورت تھی چارہ ساز اور غمگسار
آپ ایک کی نفی کرتے ہیں صرف دوسرا مطلوب ہے۔
وہ بھی بہ زمانۂ ماضی (چاہتا تھا) حالانکہ استقبال
نہیں ہے دراز حال۔

خالی از غرابت و لطف کی مثال سے

جو ذرا سی دیر کو بھی ہو جدا کسی سے بیٹا
تو ذرا سی دیر میں بھی بڑا انتظار ہوتا

یعنے معشوق صاحب بہت بلے ہوئے ہیں ذرا سی دیر کو بھی عاشق جدا ہو تا تو ذرا سی دیر میں بھی ناگوار بے سود ہو جگر جاتے ہیں۔ لیکن عاشق صاحب کا ہجر کا مستقر و مضمر یعنے بقول اڈیٹر صاحب بین السطور مقصد ہے حالانکہ ہجر تھا حق ہے عاشق کا۔

اس غزل میں بعض شعر بے تکے ہیں اور بعض میں محاورے کی غلطی بھی ہے۔ مگر اڈیٹر صاحب کی بلا سے انھیں تو ایک صفحہ سیاہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اور ایک ایک یا نیا دوست گھاتے میں پیدا ہو گیا جو اپنے ادیب مشہور ہونے کی منت گزاری کی لاج بہر کیف رکھیگا۔

بعد ازیں ایک غزل دیگر ہست مطلع ملاحظہ ہو ؎

جیسے کا نہ کچھ ہوش نہ مرنے کی خبر ہے
اے شعبدہ پرداز یہ کیا طرز نظر ہے

خدا معلوم شعبدہ پرداز کو جینے مرنے کا ہوش نہیں یا قائل کو طرز نظر نے بے خبر بنا دیا۔ اگر شعبدہ پرداز مرد بے خبر ہو گیا تو اچھا ہوا قائل کی جان بچی۔ نہایت نعل ل۔ اور خدا نخواستہ قائل پر طرز نظر نے کلوروفارم کا عمل کیا تو بے شک شکایت ہو سکتی ہے گر بے خبری کے بعد احساس زندگی و موت مشکل ہے۔ یہ عیب فن بلاغت میں اخلال کے نام سے موسوم ہے۔ پھر فرماتے ہیں ؎

سینے میں نہاں دل ہے نہ پہلو میں جگر ہے
اب کون ہے جو تشنۂ پیکان نظر ہے

اسے کہتے ہیں الٹا انسی۔ جگر پہلو میں نہیں۔ سامنے کی طرف سینے میں ہوتا ہے اور دل پہلو میں یعنی بائیں طرف کی بغل سے کسی قدر ہٹا ہوا۔ "نہاں" ہونے کے وصف کی نفی کرنے سے معلوم ہوا کہ دل و جگر دونوں عیاں ہیں۔ اگر یہی دونوں پیکان نظر کے امیدوار ہیں۔ تو سوال فضول۔ اس لیے کہ یہ تو ظاہر ہیں۔ ہاں سوال کسی تیسری چیز کے متعلق ہو تو وہ بے شک مبہم ہے۔ رہا "حاصل شعر" یعنے "مقصد شاعر" تو انشاء اللہ تعالےٰ دل در سینہ و جگر در پہلو سننے والے کو معلوم ہو گا۔ و ہذا ہو فساد التفسیر (الموشح)

ارشاد ہوتا ہے ؎

پھیلتے ہیں اب پختگی عشق کے آثار
نالوں میں رسائی ہے نہ آہوں میں اثر ہے

عشق کی پختگی کی یہ علامت کہ نالوں کی رسائی اور آہوں کا اثر غائب ہو جائے بالکل انوکھی ہے۔ کچا اور ادھ کچا عشق البتہ بے اثر ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ پختگی کا ثمرہ اگر ایسا ناقص ہے تو خدا کی مار پختگی پر۔ خامی ہی اچھی اور عاشق خامکار ہی افضل۔ ایسے اشعار کو فن بلاغت نے کوئی مرتبہ عنایت نہیں کیا۔ اس عیب کو فن بلاغت میں مخالفۃ العرف کہتے ہیں۔ چوتھا شعر ہے ؎

ہے تابش انوار سے عالم تہ و بالا
جلوہ وہ ابھی تک تہ دامان نظر ہے

واہ جناب کیا خوب فرمایا ہے۔ کسکی نظر کے دامن میں یہ جلوہ لپٹا ہوا چھپا اٹکا ہے۔ قائل کی نظر؟ یا عالم کی؟۔ اور جب نگاہ ناظر اس جلوے کی متحمل ہو گئی تو پھر تابش انوار سے عالم کیا خاک تہ و بالا ہو گا؟۔ بایں معنی کہ نظر ناظر بھی عالم میں داخل ہے۔

اس عیب کو بلاغت میں قبح تجاور کہتے ہیں یعنی انتظام معنی و دامان نظر بذریعہ الفاظ ملائم شاعر صاحب نے درست کیا نہیں اور بہ پہنچ گئے عالم کے سر چشمے پر۔ یہی صنعت (عیب) "تناقض علی طریق الغیبۃ والعدم" میں فرماتے ہیں ؎

ہے کوئی کہ آنکھیں ہوں مگر کچھ نہ دیکھے
ایک ایک کو اس بزم میں دعوائے نظر ہے

آنکھوں سے مراد اگر "ڈھیلا" ہے تو سیکڑوں پھُٹی جانے والے بے نور آنکھیں لیے پھرتے ہیں اور کچھ بھی نہیں دیکھتے پس جناب شاعر کا "چیلنج" تمام پھٹی جانے والے دھند اور موتیا بند والے قبول کر لیں گے۔ اور اگر آنکھوں سے مراد بینائی رکھنے والے دیدے ہیں۔ تو دیدے دیکھنے ہی کے لیے ہوتے ہیں وہ کیوں نہ دیکھیں؟۔ جنبی یا نامحرم عورت مرد بھی نادانستگی میں آنکھیں چار کر کے ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور جنکو دعوی نظر ہے وہ کچھ نہ دیکھیں تو آپ کو کیا فائدہ؟۔ بے دیکھے صاحب نظر ہونے کا دعوی کیونکر مقبول ہو گا؟۔ آخر دیدوں والے اندھوں کی تلاش آپ کو کیوں ہے۔ خدا اس مرض سے بچائے۔ آنکھوں سے بصارت کی نفی کرنے کے بعد خطاب محض اندھوں سے رہ جاتا ہے۔ ڈھیارو ان سے نہیں۔ ابن نوفل عربی شاعر نے ایک نظم میں کہا ؎

لاعلاج ثمانیۃ و ستین
کبیر السن ذی بصر ضریر

تو قدامہ ابن جعفر نے اعتراض جڑ دیا کہ اس نے تو "بصیر اعمی" تلاش کیا ہے (مضر نہ یہ اندھا۔ ذی بصرہ نگاہ والا کتاب نقد الشعر تصنیف قدامہ)۔

جنھیں خدا نے شعر کے معنی دیکھنے کی آنکھیں دی ہیں وہ خود ہی اس شعر کی خوبی اور حسن افادت پر غور فرمائیں گے ہم کیوں کسی سے پوچھیں۔

مقطع فرماتے ہیں ؎

ذروں کو یہاں چین نہ اجرام فلک کو
یہ قافلہ مہتاب کہاں گرم سفر ہے

"قافلہ مہتاب" کی اضافت حذف کر دی گئی۔ اضافت کے بغیر لطف کھٹکتا ہوا جاتا ہے۔ اسلیے کہ فارسیت پھر بھی غالب رہتی ہے۔ اگر "مہتاب قافلہ" نظم ہو سکتا تو فصاحت باقی رہتی گو حاصل شعر پھر بھی معدوم ہی رہتا۔ مقطع سنیے اور واہ واہ کیجیے۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

خاموش یہ حیرت کدہ دہر ہے....
جو کچھ نظر آتا ہے وہ سب طرز نظر ہے

غالباً مقصد شاعر یہ ہے کہ جو کچھ زیر بار حضار ہے وہ نری دکھاوٹ (طرز نظر) ہے۔ مگر اس کا لگاؤ پہلے مصرع سے کچھ بھی نہیں۔ یہاں دوئی۔ دوئی ایک ہی چیز ہے۔ اور نظر و ناظر کے درمیان "خاموش حیرت کدہ" طرز تخلل۔ صرف الفاظ ہیں مطلب و معنی سے بیگانہ۔ اور اسی کا نام ہے شاعری۔ نہ خاموشی افادت کرتی ہے نہ حیرت کدہ۔ حیرت کدہ دہر اگر ڈرتا اور تقریر بھی کرتا تو نظر اور طرز نظر کو اس سے کوئی علاقہ نہ ہوتا۔

حاصل شعر یہ ہے کہ شاعر صاحب اپنے نفس کو بیکار چپ شاہ کا روزہ (صوم صمت ممنوع ہے) رکھ کے تحیر کا روپ بھرنے یعنی حیرت کدۂ دہر کی نقل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

غزل بعنوان "نظر" کے قافیہ پر نظر عنایت شاعر زیادہ مبذول ہے۔ سات شعروں میں پانچ کا قافیہ نظر ہے اور ہر جگہ افادہ کاملہ سے مستغنی۔

اس کے بعد ایک اور نظم ہے یہ خوب ہے گردو صفحہ پر فارسی چومصرعے ہیں۔ خدا جانے شاعر یا شاعرہ کو کس نے مشورہ دیا ہے کہ اپنی زبان چھوڑ کے دوسرے کی زبان کی مرمت فرمائیں۔ ارشاد ہے ؎

دیقصر بام فلک می کشاید

بر قلبم سرور تمنا فزاید

بصد ناز سوئے نگاہم بر آید

نگار دل نواز جلوہ نماید

معلوم ہوتا ہے کہ ان بیچاری کو "آمدنامہ" کی گردانیں بھی پڑھائی نہیں گئیں جو افعال کے ازمنہ پرمالی ہوتی اور صیغوں کے محل استعمال میں غلطی نہ کرتیں۔ جب استعداد کا یہ حال ہے تو اشعار کے معانی پر کون بحث کرے۔ گلزار دبستاں اور صفوۃ المصادر پڑھنے والا بھی ترجمہ کرنے کے بعد ان فارسی نما شعروں کی لفظی اور معنوی خوبیوں یا خرابیوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔ گر نہ مطلع ہوئے تو اڈیٹر صاحب بہادر جنھوں نے جھٹ سے افتخار کی پگڑی میں یہ فارسی طرہ بھی لگا دیا۔

اس نمبر میں بعض ممتاز ادیبوں کے نتائج طبع بھی ہیں جب وہ اپنے جواہر کے جوار میں یہ کنکر پتھر دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔

خاکسار اوبار کی رائے ہے کہ یہ ممتاز ادیب جو مضمون کے سائلوں کی درخواست بے سمجھے بوجھے قبول کر لیتے ہیں غفلت کے مجرم ہیں۔ کیوں صاحب کیا کسی سادے کار کی مہارت یا سلیقہ جانچے بغیر جوہری اُسے نگینے دے دیتا ہے کہ انگوٹھی میں جس جگہ تم مناسب سمجھو انھیں جڑ دو؟ یا یہ اختیار دے دیتا ہے کہ الماس کے جوار میں ٹھیکریاں (کوڑی) اور زمرد کے پڑوس میں سنگریزے جڑ دو تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا؟ ایک اڈیٹر کو ہوشیار جوہری بھی ہونا چاہیے اور کامل سادہ کار بھی۔ جب تک وہ اپنے صاحب نظر ہونے کا ثبوت اور سلیقہ ترصیع کا عمدہ نمونہ پیش نہ کرے

مالکان جواہر اپنا مال اس کے حوالے کرنے میں ضرور احتیاط کریں گے (بشرطیکہ سچے اور عمدہ مال کے مالک ہوں)۔

فارسی کے بعد ایک نوحہ عید ہے اور کچھ یوں ہی سا ہے۔ اس کے عقب میں "تخاطب ستائش" ہے۔ یہ "سلامتی ہو" سے شروع ہوتا ہے۔ اور تقریباً ہر فقرہ کے سرے پر "سلامتی ہو" دیکھ کے گمان ہوتا ہے کہ سو برس اُس طرز جس زبان میں انجیل مقدس لکھی گئی تھی وہی مضمون نگار کے قلم میں روح بن کے سما گئی ہے۔ ہمنے تو کبھی "سلامتی ہو" کسی عاکسی بڑے بوڑھے کی زبان سے نہیں سنی۔ سلامت رہو خدا سلامت رکھے البتہ مروج ہے۔ اور "تجھ پر سلامتی ہو" سے تو شاید دلی دکنی کے کان بھی ناآشنا ہوں گے۔ مشن اسکول کے پادری بھی اب "سلامتی ہو۔ تجھ پر سلامتی ہو" نہیں بولتے۔ جذب مآبوں نے ٹھیکہ کر لیا ہے کہ "ہر محل متروک" پھر سے اختیار کر کے اردو کا گلا کاٹیں گے۔ سلامتی ہو ہیئے جدت مآبوں پر اور "بلاکتی" ہو اردو چڑیل پر۔

اب سے دو رجب حکومت ایران پر خود مختاری یا شاہنشاہی کی تہمت یاروں نے زبردستی تراش لی تھی تو بوشہر کی پولیس بھی سلامتی منایا کرتی تھی۔ خدا جھوٹ نہ بلائے "اہل شرطہ یعنی پولیس کے سپاہی صاحب کی وردی رنگین اطلس کی طرح رنگ برنگ پیوند سے مزین۔ کرم خوردہ کندے کی زنگ دار بندوق کندھے پر۔ سڑی ہوئی ایرانی بال دار ٹوپی جو مریض بدہضمی دنبے کی دم کا چکتی پر عفونت کی راہ سے بہمہ حال فائق تھی سر پر۔ سڈا سپ کے چوڑے تسمے زخم دامن دار عاشق کی طرح جابجا سے ٹانکوں کے دلالت نکالے امید بخیہ میں زینت کمر۔ وردی میں جوؤں کی سنجاف اور لیکھوں کی بیل ٹکی۔ چنڈو اور افیون کے بخور و عطر کی مہک سے خوشبودار۔ ہیبت کذائی کسی زائر کو دیکھا اور سپاہی صاحب نے پھپوندی بھرے دانت دکھائے ہاتھ پھیلا کے فرمایا "سلامتی، آغا سلامتی" مطلب یہ کہ اپنے صحیح و سالم رہنے کا صدقہ دلواؤ۔

("سلامتی" ہے بامعنی لفظ۔ ہمارا اعتراض صرف محل استعمال پر ہے۔) اس مضمون کی تمام عبارت بے لاگ اور تمام جوش دلانے والے فقرے دیکھ کے "بی دلتی اپنے تھیے میں آپ ہی کھولتی" کی مثل یاد آجاتی ہے۔ خدا کی عنایت سے تحریر کا مقصد ہی نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہے۔ ایک جگہ "اب بھی" کہنے میں پھر بطور بدل الغلط اسی کے بعد "آج بھی" لکھتے ہیں گویا "اب بھی" کہنے سے طبیعت سیر نہیں ہوئی تھوڑی قوت اور درکار ہے۔

فرماتے ہیں "اپنے جنگجو قبیلے کی صف میں جب تو اپنے کشیدہ قامت کے "ساتھ" (ذات بھی مذکر ہے؟ "قد و قامت" کہتے تو تذکیر برمحل ہوتی) گھوڑے پر سوار ہوتا ہے اس قامت کے ساتھ جو کبرسنی کے باوجود "اب بھی" سرو کی طرح سیدھا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک بہادر شفیق باپ اپنے بچوں پر سایہ کیے ہوئے ہو"

یہ صرف دو تین سطریں ہیں (اسی طرح پورے دو صفحے سیاہ کیے گئے ہیں) ان سطروں میں "کے ساتھ" کی "معیت" ملاحظہ ہو۔ "اب بھی" کا "اہمال" ملاحظہ ہو۔ گھوڑے پر "اب بھی" تن کے سوار ہونے کی تشبیہ "شفیق باپ" سے کس قدر برجستہ و برمحل ہے یعنی کوئی بڈھا جب گھوڑے پر سیدھا بیٹھے تو یہی معلوم ہوگا کہ ایک شفیق باپ اپنے بچوں پر سایہ کیے ہوتا ہے۔ ایک حیدرآبادی شاعر فرماتا ہے ؎

تعریف کیا کروں میں عالی صفت و الاجناب کی

فصاحت میں آپ ایسے ہو جیسے سُرخ پتی گلاب کی

کمبخت اردو کو موت بھی نہیں پوچھتی جو ان جدت مآبوں کے ستم سے چھٹکارا ملے۔ مر چکے نا شدنی تو اتنا افسوس نہ ہو۔ نوحہ پڑھ کے بیٹھ رہیں۔ اس مضمون سے متعلق رنگین تصویر ہر اعتبار سے بہت خوب ہے۔

باقی آئندہ

راقم

اوبار الادب والانشا

"الا · لیلۃ الاسپ بچاں وتمسا ىز بادی"

جاری شدہ ۱۸۳۹ء
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
تار کا پتہ ،، حنا ،، لکھنؤ
حسینوں کی جان
عطر حنا
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
شاخیں
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی

بو اسین بنام حاجی شوکت علی نوشاہ

جھگڑا اچاہنی کو لے چلا ڈھیلا اپنا"

سالے پالے خلیفہ بنے۔ سلامت رہو۔ خدا جوڑا برقرار رکھے۔ یہ دوسری علامت اچھی کہ سفید و سیاہ کے فرق کو دیکھتے ہوے مجھے وسوسوں نے گھیرا کیا معنی کہ دلھن ٹھہریں آزاد پری ولایتی۔ اور تم ہو ڈیٹ دل ہیں ہو گئے کالے دیسی۔ دیکھیے میزان کیونکر بیٹھتی ہے۔ جوامی جی سے زندگی بسر ہو جائے تو بڑی بات۔ مگر خیر۔ تم خوش ہو تو دوسروں کو بیچ میں دوٹ دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے چاہے انھیں تمھارے صاحبزادے ہوں یا دوسرے عزیز۔ مثل مشہور ہے "دو دل راضی تو کیا کریگا قاضی"۔ دوسری شادی پر ناخوش ہونے کا حق بیٹا بیٹی کو نہیں پہونچتا۔ ہاں تمھاری بی بی مرحومہ زندہ ہوتیں اور وہ بگڑ جاتیں یا داڑھی سے گستاخی کرتیں تو بیشک انھیں زیب دیتا۔ مجھے یہ سن کے بہت ملال ہوا کہ تمھارے صاحبزادے نے تمھیں روکا اور کہا بابا ایسا نہ کرو۔ ہا! کیا زمانے کا رنگ ہے اس چودھویں صدی میں بچے بوڑھوں کا پاس لحاظ بھی نہیں کرتے۔ ایک ہمارا زمانہ تھا ایسی باتوں میں جو بچے ذرا بھی دخل دیتے تو فوراً عاق کر دیے جاتے۔ تم نے صبر کیا تو بڑا کام کیا۔ کیوں نہ ہو۔ آخر خلیفہ کا دل ہے۔

تم حیران ہوگے کہ میں نے یہ خط تمھیں کیوں لکھا۔ مگر اس میں حیرانی کی بات کچھ نہیں۔ بڑی بوڑھیوں کا فرض ہے کہ "پیر بکبر جوان امردوں کو دنیا کا حال بتا دیں۔ جب میں نے تمھاری تقریر اخبار کی کا غذ دل میں پڑھی تو دو تین باتیں غور کے قابل معلوم ہوئیں (۱) "حقیقت" اخبار لکھنؤ سے نکلتا ہے۔ اس میں تمھارا ایک جملہ دیکھا:۔

"میں یقین کرتا ہوں کہ بہشت عورت کے قدموں تلے ہے۔"

یہ تم نے لندن (لندن) میں شاید سنا ہوگا۔ ہر عورت کے قدم کے نیچے جنت نہیں ہوتی۔ باوا آدم اگر زندہ ہوتے تو میں ان سے پوچھوا دیتی۔ اگر یہ محاورہ صحیح ہے تو پھر ہر دولھا شادی ہوتے ہی گویا بہشت نصیب ہو جاتا۔ نوج! میں نے تو اگلے لوگوں سے یوں سنا ہے کہ "ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے" منشی آرا بیگم صاحب کہتی ہیں کہ یہ مجاز ہے۔ اس سے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ ماں جو قدم اپنے بچے کی راست کی کوشش میں اٹھاتی ہے وہ بچے کو بہشت کا سا آرام پہونچاتا ہے دوسرے یہ کہ بچوں کو اپنی ماں کی قدر کرنی چاہیے۔ جسنے خود راحت نہیں اٹھائی دوڑ دھوپ محنت مزدوری سے بچے پالے اور انکی دنیا کو بہشت بنا دیا۔ جب وہ معذور مجبور ہو تو اولاد اس احسان کا عوض اتارے۔ اگر حقیقت میں بہشت ماں کے پاؤں کے نیچے ہوتی تو پھر کیا پوچھنا تھا بچے ماں کے پاؤں کے نیچے ستیاگرہ کرنے والوں کی طرح لیٹ جاتے اور کہتے ہاں اماں ذرا ہمیں روند توڑ ڈالو۔ ہمیں بہشت دیکھنے کا بہت اشتیاق ہے۔ اور ماں اگر بچے کی دوست ہوتی تو ضرور چڑ وول کی طرح پاؤں کی ڈھکیلی سے بچوں کو کوٹ ڈالتی۔ بچے سیدھے جنت پہونچ جاتے۔ تم کہو گے کہ "ماں" بھی عورت ہی ہوتی ہے۔ لہذا یہ فقرہ صحیح ہے تو میں کہوں گی سہ

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

دوسرے اگر یہ صحیح ہے تو یہ شوہر کی سعادتمندی ہوگی جو وہ بیوی کی جنت کی سیر دکھانے زانی لائیں" (قدم)

شیرِ خلافت حال (مارکہ)

"میں کسی سے مدغم ہو جاؤں تو ممکن ہے مگر کسی دوسری جمعیت اسلامیہ سے خلافت کمیٹی کا ادغام محال ہے۔ ہُو! ہُو!! ہُو!!!

کمالئے۔ اور بہشت کا لطف اٹھائیے۔ تم تبلیغ کرتے ہو تو پھر بسم اللہ۔ تمہاری نئی بی بی تہذیب کی وجہ سے کچھ نکمی ہیں تو عورتوں کی دنیا میں کمی نہیں۔ بہت سی عورتیں ہیں جو بیٹھے بٹھائے ہاتھ مل مل کر اپنے مردوں کو پیغام بھیجتی ہیں کہ بہشت کا راستہ مل گیا۔ منشی واؤ سرا اور سدھا رو کہ ٹٹے ٹھنڈے جنت۔ خصوصاً ان نابالغ بوڑھوں کو جن کی، انہیں خدا جانے بہشت ملتا ہے یا نہیں۔ ضرور ان دو جنت کے ٹھیکے دار قدموں سے یہ ثواب کما لینا چاہیے۔ عورتوں کی کمی نہیں۔ لے مال سب ہی برابر ہیں۔

(۷) تم کہتے ہو کہ جب سے میری بی بی بہشتن ہوئیں میری آس ٹوٹ گئی۔

خدا جانے کیوں؟ آس نہ توڑنی چاہیے۔ خدا نے تو امید قائم رکھنے کی ہدایت کی ہے۔

مولوی کہتے ہیں کہ بجز شیطان کے خدا سے کوئی مایوس نہیں ہوتا۔

رہی وہمی یاس تو اُس کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں، ایک حکایت سنو کسی شخص نے کتاب میں لکھا دیکھا کہ لڑکے پڑھانے والے مولوی بڑا اچھا ہے علم کتنا ہی رکھتے ہوں مگر ان کی عقل لونڈے لے لیتے ہیں اب ان کے جی میں آئی کہ آزمانا چاہیے۔ محلے کے مولوی صاحب خوب بڑے عالم تھے۔ اُن کے مکتب میں پہونچے۔ سلام علیکم وعلیکم السلام۔ بیٹھے مزاج پرسی کے بعد علم جانچا عقل کو تو ناپا۔ نہ علم ہی میں کمی نظر آئی۔ نہ عقل ہی کم پائی۔ کہنے لگے کتاب والا کمبخت جھوٹا ہے۔ چند روز میں پینگ بڑھ گئے۔ اب یہ صاحب روز مولوی سے ملنے لگے۔ ایک دن مولوی صاحب مکتب میں نہ ملے۔ محلے والوں سے حال پوچھا انھوں نے بتایا کہ شاید ان کے گھر میں غمی ہو گئی ہے۔ افسوس ہوا۔ تعزیت کے لئے دروازے پہ دستک دی۔ غلام نکلا۔ اندر آنے کی اجازت دی۔ گئے تو مولوی صاحب سر پر پگڑی باندھے آستینیں اُلٹے (عرب میں دستور ہے کہ غمی میں آستینیں اُلٹ لیتے ہیں) رونی صورت بنائے بیٹھے تھے۔ انھوں نے پرسا دیا "خدا آپ کا اجر زیادہ کرے۔ نہایت افسوس ہوا"۔ مولوی صاحب پھر زیادہ رونے لگے۔ انھوں نے پوچھا "شاید جناب کی والدہ مرحوم ہو گئیں؟" کہا "نہیں"۔

"تو شاید صاحبزادہ؟"

"جی نہیں"

"تو صاحبزادی؟"

"جی نہیں"

"پھر کون؟"

"اہلیہ"

"استغفر اللہ! شکر کیجیے جناب انشاء اللہ دوسری تسکین دینے والی مل جائیگی"

"افسوس، نہ صبر آتا ہے نہ شکر کو جی چاہتا ہے"

"غالباً بہت حسین تھیں؟"

"دیکھا نہیں مگر قرینے سے کہتا ہوں کہ بیشک حسین تھیں"

"ہائیں آپ نے مرنے والی کو دیکھا بھی نہیں؟"

"جی ہاں کبھی نہیں دیکھا"

"تو پھر کیونکر بی بی بنیں؟"

"واقعہ یہ ہے کہ ایک روز راہ میں کوئی گاتا جاتا تھا

"ہائے ام عمرو پہچان جاتی ہے اور وہ پروا بھی نہیں کرتی میں سمجھا کہ بغیر حسن کے یہ قوت کسی میں نہیں جو اچھے بھلے آدمی کو بےچین کردے۔ بس میں اسی کا عاشق ہو گیا۔ اور سمجھنے لگا کہ وہ میرے عقد میں آ گئیں دوسرے دن وہی شخص پھر گاتا ہوا نکلا کہ "ہائے ام عمرو کو گدھا لیگیا۔ نہ گدھا پلٹا نہ وہی پلٹیں" تو ظاہر ہے کہ نہ پلٹنا انکا دلیل ہے کسی حادثے کی موت سے بڑھکر کوئی حادثہ نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ وہ مر گئیں۔ اور جب مر گئیں تو ہائے ہائے اب کیا پلٹیں گی؟ یاس۔ یاس۔ یاس!!!

(باقی آیندہ)

نوٹ:۔ یہ پرچہ تیاری کے قریب تھا کہ بعض مضامین حاجی لوشا خلیفہ کے عقد سے متعلق موصول ہوئے۔ گنجائش نہ تھی اس لیے آیندہ نمبر پر اُٹھا رہے علی ہذا القیاس پولیٹکل مضامین دیر آید درست آید معصوم نابالغ ونو مسلم کنجر زادے صاحب مطمئن رہیں۔

مینیجر

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۵۱ سنہ ۱۹۳۴ء

بعدالت خفیفہ جناب منصف صاحب کھیری مقام لکھیم پور
شیخ احمد علی ولد کرامت علی قوم شیخ ساکن پلیا پرگنہ پلیا تحصیل نگھاسن ضلع کھیری مدعی

بنام

بندی پرشاد ولد بھگی لال قوم ویش ساکن کوردگلوان پرگنہ خدا گنج تحصیل تلہر ضلع شاہجہان پور مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ... روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱۔ ماہ مئی ۱۹۳۴ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی مدعی مذکور کا کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ اپریل ۱۹۳۴ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

"زمیندار کمپنی" کا قیام

ڈیڑھ دو ماہ کے بعد آرڈیننس کی حکومت ختم ہونے پر روزنامہ "زمیندار" لاہور اپنی مخصوص روایات کے ماتحت پہلے سے بھی زیادہ شان و شوکت کے ساتھ شائع ہوگا۔ اور انشاء اللہ اس وقت اسکی اساس اسقدر مستحکم ہوگی کہ کوئی طاقت بآسانی اسے متزلزل نہ کرسکیگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس وقت فرصت میں "زمیندار کمپنی" کے قیام کا دیرینہ خیال عملی صورت اختیار کرلے اور اسکے لیے ہم مسلسل مصروف سعی ہیں۔ اکثر ڈائرکٹر منتخب ہو چکے ہیں۔ پراسپکٹس زیر طبع ہے۔ اور امروز فردا میں آپکی خدمت میں پیش کردیا جائیگا۔ ہمیں توقع ہے کہ آپ کمپنی کا خیر مقدم کرتے ہوئے خود بھی اسکے حصے خریدیں گے اور اپنے احباب کو بھی حصے خریدنے پر آمادہ کریں گے۔

خادم ملت:۔ اختر علی خاں پروپرائٹر "زمیندار" لاہور

غذائے روحانی
معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اس کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنا یا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا شریحہ نازہ بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अखबार अवध पंच लखनऊ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
KHAN ARTIST LUCKNOW

جلد ۱۷ نمبر ۱۶
مضامین غیر
۵ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

کسونجی کی جڑ

(نمبر ۳ - دنبالہ ما قبل)

کوئی دیکھے لاتے گلابی کے پھول
کہ ہم تو کسونجی کی جڑ دیکھتے ہیں

احکام عید کے عنوان سے غالباً مؤلف صاحب نے علاوہ ادیب سخنور ہونے کے اپنے مفتی ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ہم احکام شریعت سے جاہل ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور ایک حکم کا مطلب پوچھتے ہیں۔ جو ان احکام کا ایک جزو ہے ارشاد ہوتا ہے:—

"عیدگاہ میں جاکر نہ عید سے پہلے نماز پڑھے اور نہ بعد کو پڑھے۔"

یہ فساد ہے بدون دستخط ہیں۔ مفتی صاحب کی عبارت نہایت منطقی ہے۔ اور صدہا معنی نکل سکتے ہیں۔

ان مفصل احکام کے بعد باورچن شہزادی کا قصہ ہے جو آئی تھی کھانا پکانے اور بن بیٹھی گھر کی مالک مثل مشہور ہے "آگ لینے آئیں اور بن گئیں گھر والی" قصہ بے حاصل ہے اور صرف یہ سکھاتا ہے کہ جب امیرزادی پر انقلاب روزگار کا سایہ پڑ جائے وہ ایک بے عمر دل امیر آدمی ڈھونڈھے اس کے یہاں نوکری کرنے جائے اور اس کی بی بی کی سوت بنے انشاءاللہ سب دکھ دھوک جاتا رہے گا۔ نسخہ اچھا ہے۔

اس کے بعد ایک لال حویلی والے مرزا صاحب کی حکایت ہے۔ اس میں صرف دلی کے باکمال خبطیوں پر ناظرین کو افسوس کرنے اور کڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

وطن پرور حضرات اپنے وطن کے خبطیوں کو بھی نہیں بھولتے اور ان کا نام بھی روشن کرتے رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مضمون برا نہیں۔

نثر کے بعد پھر نظم ہے۔ اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

کیا کہا؟ یہ کیا کہا؟ میرا درد تجھ پر الزام
ہوش میں آ۔ ہوش میں اے دال مو ودلت کے غلام

پہلا مصرعہ ہزار طرح موزوں پڑھنے کی سعی کی مگر کسی طرح موزوں نہ ہوا۔ ہاں "الزام" کا لام مشدد ہو جائے تو پھر بقاعدہ "تشدید در بیجا نہ باشد" وزن میں آسکتا ہے ؎

کیا کہا؟ یہ کیا کہا؟ میں درد تجھ پر الزام

اس نظم میں تکرار کروہ "بغیر کسی ضرورت کے ایک دو جگہ اور بھی ہے۔ مثلاً "یاد رکھو۔ ہاں یاد رکھو" ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

ہاں اگر کچھ دعوی حق آشنائی ہے تو آ
جلوہ گاہ کفر میں وحدت کی جولانی دکھا

اس شعر میں جولانی قابل استفسار ہے کہ یہ کس کی مادہ ہے؟۔ دلی اور لکھنؤ کی زنانی زبان کا محاورہ ہے "فلاں شخص جولانی طبیعت کا آدمی ہے" (یعنی مزاج میں کسی قدر وحشت ہے)۔ اردو میں بجز اس معنی کے اور کوئی معنی اس لفظ کے نہیں۔ عربی میں محاورہ ہے فلان جوکانی (سبکرن راو) یعنے فلاں شخص سب کو فائدہ پہونچانے والا ہے۔

جولان (بواو مفتوح) گھوڑا دوڑانا۔ گھوڑے کا دوڑنا اور گرد پھرنا۔

اہل فارس نے اس میں تصرف کیا اور "واو" کو ساکن کرکے ایک جعلی مصدر بنا لیا جولانیدن۔ یہ فارسی میں قطعاً متروک ہے اور ایجاد کے وقت بھی اکثر اہل علم نے اسے قبول نہیں کیا۔ اگر کہیں گے تو "اسپ جولان کردن۔ اسپ جولان دادن۔ اسپ جولان زدن"۔ کہیں گے مگر جولانی (حاصل مصدر) انھوں نے بھی نہیں کہا۔ یہ لفظ گھوڑے ہی سے ساتھ مخصوص ہے۔ الغرض اس مقام پر جولانی کمبخت فارسی ہے نہ عربی نہ اردو۔ نہ "وحدت" کوئی گھوڑی ہے۔ نہ جلوہ گاہ کوئی میدان جس میں وحدت کی چال (جولانی) دکھائی جائے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

خود پرستی چھوڑ کر ہو حق پرستی پر فدا
اپنی ہستی بھول جا لیکن خدا کو یاد رکھ

اگر "ہو" اور "حق" کے درمیان ڈیش نہ ہوتا تو پڑھنے والا اسے "ہو حق" پڑھتا۔ غالباً شاعر صاحب نے کسی دوست کو سناتے وقت یہ شعر پڑھا ہوگا تو یوں "خود پرستی چھوڑ کر ہو۔۔۔۔ آگے آئی آیت۔ حق پرستی پر فدا" واہ صاحب! ادلے مراتب فصاحت پر بھی اطلاع نہیں اور لکھنے بیٹھے ہیں نظم؟ بیچارے تقعید قبیح سے بھی اپنا کلام صاف و پاک نہیں رکھ سکتے۔ دوسرے مصرعے کے "لیکن" کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا نہ محل استعمال ہی صحیح ہے اور اصل تو یہ ہے کہ پہلا مصرعہ با وجود "ہو حق" کے اپنے مطلب میں کامل ہے پس دوسرے مصرعے میں وہی مطلب دہرایا گیا تو کیوں؟۔

ایک مصرعے میں بہ تقلید عوام "اصول" واحد نظم ہوا حالانکہ یہ جمع ہے "اصل" کی ؎

یہ ہے تیری زندگی کا فلسفہ یہ ہے اصول

اگر "ہے" کو "ہیں" سے بدل دیں تو عوام ناخوش ہو جائیں گے۔ اور بڑا غضب یہ ہوگا کہ مصرعہ صحیح ہو جائے گا۔ شاید کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

اس نظم میں حشو و زائد الفاظ جن کا فائدہ کوئی نظر نہیں آتا بکثرت ہیں۔ باایں ہمہ محسنات اڈیٹر صاحب شکر گزار ہیں "ہم اعتراض کرنے والے کون اور خریدار ثنا خواں ہیں تو ہمارا کیا اجارہ؟"۔

ہر نظم کے بعد نثر ہوتی ہے لہذا اس نظم کی دم سے بھی نثر بندھی ہوئی ہے جس کا عنوان ہے "یتیم بھائیوں کو دیکھ کر"۔ مقصد اس مضمون کا بہتر ہے لہذا اس کی ادبی غلطیوں سے تعرض نہیں کیا گیا البتہ "بلبل ہند سروجنی نائیڈو کا ایک نغمۂ غمناک" ضرور توجہ کے قابل ہے جسے نہ حقیقت سے علاقہ ہے نہ مجاز سے یعنی مترجم صاحب جنھوں نے نظم کی نثر کی ہے نہ تو ادائے مطلب پر قادر ہوئے نہ ترجمے میں وہ اثر پیدا کر سکے جو قربانگاہ اذیت؟

کے تذکرے سے دل میں پیدا ہونا چاہیے۔ کیا یہ فقرات کسی قسم کا اثر رکھتے ہیں؟"——خونخوار! اے وہ کہ جسے دنیا کی کوئی لذت چھو نہیں گئی۔ تونے اپنی قربانگاہ پر مجھے برسوں ذوتے دکھا ہے"۔ "تونے مجھے اپنی پرستش کی قسمیں کھلائی ہیں، اور بادل ناخواستہ اپنی قربان گاہ پر نیم سوختہ ڈالے رکھا ہے"۔

کہیے کچھ دل کو جنبش ہوئی؟ کیا "اے وہ کہ" پر بھی آپ کے آنسو نہیں نکلے۔ کیا "دو تے" اور "سوختہ یا نیم سوختہ ڈالے رکھنے" پر بھی آپ نہیں پسیجے۔

کسی غیر زبان کی شاعری کی خوبیاں کبھی اپنی زبان میں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ البتہ کسی قدر حسن کا شائبہ اسوقت پیدا ہو جاتا ہے جب مترجم کو "نقل بالمعنے" کرنے میں اسی پائے کے الفاظ ملجائیں۔ یہ کوئی دینی کتاب نہیں کوئی تاریخ نہیں۔ کوئی فلسفہ نہیں۔ یہ ہیں تخیلات اور انفعالات نفس۔ ان کا لفظی ترجمہ بالکل فضول ہے۔ "غایت مقصود" کی تمام محاکات نہ ہو سکے تو دل ہی دل میں سمجھیے اور لطف اٹھائیے خواہ مخواہ کاغذ سیاہ کرنے اور اصل مصنف کی شہرت میں بٹا لگانے کا گناہ نہ کیجیے۔ اُردو شعرا نے فارسی۔ عربی اور برج بھاکھا سے برابر مضامین اخذ کیے شعرائے عرب نے ایرانی شاعری کی نقل کی اور ایرانیوں نے برابر عربی شاعری سے استفادہ کیا۔ مگر اس لطف سے کہ پرایا مضمون اپنا بنالیا اور اپنی زبان کے لطف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ جس مقام پر قصور و فساد یا بے لطفی کا احتمال ہوا اس سے احتراز کیا۔

فارسی مصرعہ ہے ؎

ساغر ز دست بگیرید کہ رفتم از ہوش

اس کا ترجمہ ہے ؎

ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

ہم سے پوچھیے تو مترجم کا مصرعہ از بسکہ ہماری زبان میں ہے اور "چلا میں" کا لطف بمقابلہ "رفتم از ہوش" کی بہ نسبت زیادہ ملتا ہے مرجح معلوم ہوتا ہے۔ اپنا اپنا ذوق ہے۔ اڈیٹر صاحب نے کوئی خوبی ضرور "نغمۂ غمناک" میں ملاحظہ فرمائی ہوگی جو لے وہ اڈیٹر کہ

جسے حسن مذاق کی پرکھ کرنا چاہیے اور جس کی تالیف اپنے پنجوں سے شاہکار مضامین کو دبوچے ہوئے ہے۔ ہمیں بھی اپنی تسبیح گم ہائے خواب کے جواہر پاروں سے متمتع ہونے دے۔

ہم اس مضمون کو جتنا آگے پڑھتے جاتے ہیں اتنا ہی کیف بڑھتا جاتا ہے۔

بے بدل مترجم صاحب فرماتے ہیں:۔

"میرے شباب کی تمام رعنائیاں۔ میرے حسن و جمال کی تمام شادابیاں (دو ... سے کام نہیں نکل سکتا) غرض میری ساری زندگی کا عسلِ خالص تونے چوس لیا۔ تونے میری ہستی کو بھینچ کر شیریں ترین روغن نکال لیا اور چاٹ گئی۔ اے خونخوار زبان والی دیوی....."

سبحان اللہ۔ اگر یہی اردو رواج پا جائے تو بھٹیار خان اور کنجڑے ہیں تک سے مضمون نگار بھی حاصل ہو جائیں خصوصاً "بھینچ کے روغن چاٹنے" میں تو وہ فصاحت بھری ہوئی ہے کہ جو اس عبارت کو ایک بار دیکھ لے وہ بھی فصیح ہو جائے۔ واہ ری بھینچ۔ اگر فی الواقع مسز نائیڈو کا اصل کلام ترجمے کی معنویت کے مطابق ہے تو ہماری دعا ہے کہ خدا کبھی ان کے نغمات کسی شریف کو نہ سنوائے۔

بس ایک فقرہ اور۔ مترجم فرماتا ہے:۔

"—آہ! میری فطرت کی رنگینیاں نذر ہو گئیں تری نادیدہ نظروں پر"۔

"نظروں پر نذر" ہونے میں جو خوبی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے ہر چیز پر۔ کچھ نہ کچھ نذر ہوتا ہے۔ مگر فطرت کی رنگینیوں کا تکرار بے مثل ہے۔ ہزار دو ہزار معنے پیدا ہوتے ہیں اور ہر معنی بجائے خود مستقل اور لطیف ہے۔

نوٹ:۔ باقیدار حضرات کی خدمت میں وی پی روانہ ہو چکے ہیں مہربانی فرما کر وصول فرمالیں۔ نوٹس لے کر وصول نہ کرنا نقصان کا موجب ہے جن حضرات کی میعاد ماہ حال میں ختم ہو گی ان کی خدمت میں اطلاعی خطوط روانہ ہوتے ہیں مرتجدید کی درخواست فرمائیں [illegible]

ایک دیہاتی مولوی نے گنوار شاگرد کو سے
لے زبردست زبردست آزار
گرم تاکے باندایں بازار
کا مطلب یوں سمجھایا تھا "اے جبر دتہ جبیر دتہ گے
مکھ دیوتیا۔ تتی کب تائیں رہے ہوتری بجریا"
گزر بالگاہ اذیت کا ترجمہ دیکھ کے گنوار مولوی کا
ترجمہ نگاہوں سے اتر گیا۔ اس لیے کہ بیچارہ
مولوی ایک درسی کتاب کا مطلب سمجھانے کی غرض
سے لفظی ترجمے پر مجبور تھا اور مبتدی شاگرد
غیر زبان کے الفاظ کبھی نہ سمجھتا۔ اصل تو یہ کہ اسنے
ٹھیٹھ گنواری زبان میں صحیح ترجمہ کیا۔

(باقی آیندہ)

راقم دربار الادب والانشا

"مورخ" فیض آباد

یہ ماہواری رسالہ فیض آباد سے تازہ جاری ہوا ہے۔ چھپائی تو اُس زمانے کی معلوم ہوتی ہے جب چھاپے کی مشین نئی نئی ایجاد ہوئی تھی مگر کاغذ بھی اچھا ہے اور مضمون بھی اچھے ہیں۔ بحث وسیع ہے۔ اگر مستند کتب تاریخ سے عمدہ عمدہ مقامات بذریعہ نقل و ترجمہ دنیا میں پیش کیے جائیں تو ذہنی تمدنی اور اخلاقی اصلاح کے حق میں بکار آمد ہوں اس وقت کوئی رسالہ اس خاص موضوع پر شائع نہیں ہوتا۔ اگرچہ اکثر ادبی رسالے تاریخی واقعات سے بھی بحث کرتے ہیں۔ ان میں بالاکثر ایک عیب بھی ہوتا ہے یعنی جو واقعہ تاریخی اصلیت رکھنے پر بھی اپنے دل کو ناپسند ہوتا ہے اس میں قیاسی امکانی (نہ عقلی واقعی) تشکیک پیدا کر دیتے ہیں۔ ہمیں امید ہے "مورخ" کے مضمون نگار لکھتے وقت اپنے نفس پر اتنا جبر ضرور کریں گے کہ محض تشکیک سے غیر اصلی کو اصلی اور واقعی کو غیر واقعی بنانے کی سعی نہ فرمائیں گے ایک اشارہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ مخصوص اسلام کی کوئی تاریخی کتاب جس میں پاسداری (نا واجب) یا زبردستی کی تغلیط کا عیب نہ ہو۔ اس لحاظ سے ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں مستند تاریخ تو موجود نہیں لیکن ایک بصیر و ذی علم مصنف کے لیے صحیح ذخیرۂ تاریخی ضرور موجود ہے۔ یہ ذخیرہ صحیح و سقیم کے جانچنے میں ضرور مدد دے سکتا ہے اور اس سے مستند کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ تاریخی واقعات میں جرم اتنی بھی اسیقدر رعد درج ہے جتنی کہ جرم تراشی۔ شکر ہے کہ "مورخ" کے موجودہ مضامین اس عیب سے پاک ہیں۔ امید ہے کہ چھپائی کا نقص آیندہ دفع کر دیا جائے گا۔ قیمت ؏ سالانہ۔ مولوی علی اظہر صاحب عابدی اس کے اڈیٹر ہیں۔ دفتر "مورخ" فیض آباد سے طلب کیجیے۔

"اصلاح" افغانستان

یہ فارسی روزنامہ کابل (افغانستان) سے زیر تحریر و ادارت فاضل دانشمند خان والاشان حضرت برہان الدین کشککی فرائض وطن پروری و خیر جوئی حکومت وطنیہ ادا کرتا ہوا نکلتا ہے۔ افغانستان اہل ہند کا ہم سایہ ہے اور "حق ہمسایہ ماں کا جایا" مثل مشہور۔ اب افغانستان بفضل خدا تہذیب اور حسن خلق کے زیور سے آراستہ ہوتا جاتا ہے۔ اس لیے اہل ہند کو اپنے افغانی بھائیوں سے زیادہ متوحش ہونے کے وجوہ باقی نہیں۔

خود جریدۂ "اصلاح" "ضرورت اتفاق" پر اکثر قلم فرسائی کرتا رہتا ہے۔ ہمیں امید ہے اہل ہند اس موقر روزنامہ کا استقبال ٹھنڈے دل سے کریں گے۔

بعض علامتیں شاہد ہیں کہ فاضل مدیر اُردو زبان سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لیے ہندوستان کے اردو جرائد کے بدلے اصلاح روانہ فرمانے میں سبقت کرتے ہیں۔

اسکی عبارت مشکل نہیں ہوتی اور یہ ہندوستانیوں کے سیاسی خیالات سے متفق ہے مگر پالیسی معتدل ہے جو ہندوستانی فارسی زبان سے رغبت رکھتے ہوں انھیں اس کا خریدار بن کے حق اخوت ادا کرنا چاہیے۔ ٹائپ خوبصورت ہے بڑے پیمانے پر چھپتا ہے۔ سالانہ ۸ شلنگ قیمت ہے۔

جریدۂ "تیسر" رنگون کا شکریہ

"تیسر" کی آمد کی خبر تو ہم پہلے ہی دے چکے ہیں کہ یہ اُردو کا روزنامہ ایسے مقام سے نکلتا ہے جہاں اردو کا نام لینے والے بہت کم ہیں منجملہ دیگر اوصاف حمیدہ کے یہی وصف ستائش کی پوری گنجائش رکھتا ہے۔

بالفعل تیسر صاحب نے اودھ پنچ کی ادبیت پر ایک مضمون لکھا ہے اگر ہماری ثنا و مدح نہ ہوتی تو ہم پورا مضمون نقل کر دیتے۔

خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ وہ اودھ پنچ کی زبان کو مستند سمجھتے ہیں۔

ہاں صاحب آپ مستند سمجھیے اور بعض اہل وطن یہ فرمائیں کہ ایک بیرونی کی توثیق ہمارے لیے حجت نہیں۔ لکھنؤ اس وقت اپنی زبان پر بیرونی زبان کو ترجیح دیکے طرز تعبیر مطلب و انشائے عبارت میں بیرونیوں کی تقلید کر رہا ہے۔ ہم نے یہ گناہ نہیں کیا۔ اسی وجہ سے مورد الزام ہیں۔ ابھی اس پرچے میں ہوتا ہی کیا ہے۔ دقیانوسی زبان۔ زنانی بول چال۔ گیا وہ زمانہ۔ اجی وہی منشی سجاد حسین مرحوم والا زمانہ جب اودھ پنچ، اودھ پنچ تھا ہم سے پوچھیے تو قسم کھا سکتے ہیں کہ ان نجیب الطرفین و الفیصل لے پرانے اودھ پنچ کا نام سن لیا ہوگا یا شاید ایک آدھ مشہور مضمون کبھی دیکھ لیا ہو۔ حال کے اودھ پنچ میں جو مضامین مقبول اہل قلم ہوئے وہ انھوں نے خواب میں بھی دیکھے ہونگے نا واقفوں کے سامنے اپنی معرفت جتانے کے لیے یہ نہ کہیں تو کیا کہیں؟ کوئی صحیح العقل شخص انکا مخاطب ہو تو یہ سوال کر بیٹھے کہ حضرت دو ہی اُس مضمون کے جملے یاد ہوں تو سنائیے اُس میں کیا خوبیاں تھیں۔ اور ہاں کیا جناب عالی اس کے خریدار تھے؟ بس نقلیں بھانکنے کے سوا بہت ہوا آنکھ چار کریں تو ہمارا ذمہ۔ بڑی بڑائی جواب دیں گے

تو یہ کہیے ہاں والد مرحوم نواب سلیمان قدر بہادر
کے یہاں سے مانگ لائے تھے۔ میں بھی دیکھ لیتا تھا
گو اس وقت حقیر کی عمر صرف پانچ مہینے آٹھ یوم
کی تھی۔ یہ جواب سن کے بس اتنا پوچھ لیجیے کہ کیا
درحقیقت جناب کے والد وہی تھے۔ میں اس وجہ
سے پوچھتا ہوں کہ وہ مرحوم جھوٹے نہ تھے۔ اور
ادیب ہونے کی حیثیت سے عبارت کی خوبیاں سمجھتے
تھے۔ آپ میں یہ وصف نہیں۔

بہرحال ہم اپنے فاضل معاصر کے احسانمند ہیں
اور اُسے ہدایت کرتے ہیں کہ ایسی باتیں کہنے سے
"بد مذاقی" کا جرم عائد حال ہوتا ہے لہذا آئندہ احتیاط
فرمائیے

نیازمند۔ کچھ مچھال باروی منیجر اودھ پنچ

پنچ - اجی جناب منیجر صاحب آپ نے جو سوال تعلیم
کیا ہے وہ غیر منضبط یا غیر مکمل ہے اس کا اکمال یوں ہو سکتا
ہے کہ جناب معترض آپ نے حال کا اودھ پنچ بھی جو
سترہ اٹھارہ برس سے جاری ہے کبھی ملاحظہ فرمایا
اگر جواب اثبات میں ہو تو ہمیں لکھ بھیجیے ہم خریداروں
کے رجسٹر میں ان کا اسم گرامی تلاش کریں (اہل منت
کا قول توجہ کے قابل نہیں) اور نفی میں ہو تو مسکرا کے
چپ ہو رہیے۔

نوشاہ بنے حاجی شوکت علی کے نام ایک مخلصین کا خط

(تتمہ ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۲ء)

ڈرھیلے بنے میاں۔ دوسری بات غور کے قابل یہ
ہے کہ تم اپنی نئی بی بی کے تیسرے شوہر ہو یہ عدد
عورت پر منحوس ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اکثر جگہ
یہ رسم ہے کہ جب عورت یا مرد تیسری شادی کرے
تو پہلے کپڑے کے ایک گڈے یا گڑیا کے ساتھ نکاح
ہوتا ہے تاکہ وہ شوہر یا شوہرنی یعنی شوہر کی مادہ
یعنی دُلھن تیسرے کا قائم مقام ہو جائے اور "جو بھی
ہو کے بیٹھتی ہے" کا شگون پورا ہو جائے۔ بعض دفعہ
ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ نحوست کسی طرح رفع نہیں ہوتی
اور چوتھے کے بعد پانچواں ڈھونڈھنا پڑتا ہے

فارس کی نقل ہے کہ ایک بی بی نے تابڑ توڑ پانچ
شوہر کیے پھر بھی بیوہ رہیں۔ چھٹے کی نوبت آئی
اور اس کی بھی اجل آئی۔ میاں دم توڑ رہے تھے۔
منکا ڈھل چکا تھا گھونگرو بول رہا تھا۔ ذھگدگی یہ
دم تھا کہ بی بی نے رونا دھونا بین کرنا شروع کر دیا۔
"ہے ہے میاں۔ مجھ بہن بیری مانگ اُجڑی۔ کوکھ جلی
کو کس پہ چھوڑے جاتے ہو؟" ملک الموت نے جواب
دینے کی اجازت دے دی شاید بی بی کے بین پر ترس
آ گیا۔ بیمار کے ہونٹ ہلتے دیکھ کے بی بی نے کان
منھ پر رکھا اور وہی جملہ دہرایا "مرا بہ کہ می سپاری؟"
انھوں نے جواب دیا "بہ شوہر ہفتم"

عورتوں کی شریعت کے مطابق اگر ولایتی دلھن
کی مصنوعی شادی گڈے کے ساتھ کر دی گئی تھی
تو خیر ورنہ....... دشمنوں کے منھ میں خاک۔
بات میں بات نکلتی ہے۔ یہ تو ہیں بیوہ اور
بیوہ کے بارے میں فارسی کی ایک مثل ہے۔
"زن بیوہ ثناخوانِ شوہر مرحوم" وہ یہ بھی
کہہ چکی ہیں کہ مجھے حاجی خلیفہ بنے سے محبت یا عشق
نہیں ہے میں تو انھیں سب سے بڑا آدمی سمجھتی ہوں اس وجہ
سے احترام کرتی ہوں جب کہ وہ بیوہ بھی رہ چکی ہیں اور
محبت بھی نہیں ہے تو خدانخواستہ کہیں ثناخوانی شوہر
اول نہ شروع ہو جائے، یہ ڈر ہے۔ لے ہے جو کہیں
تمھارے بڑھاپے کی خلقی کمزوری نے پہلے شوہر کی ثناخوانی
پر انھیں اُبھارا تو تمھاری دو دن کی زندگی بڑے بکھیڑے
میں پھنس جائے گی۔ احترام ہوتا ہے محفل مجلس میں وہ
خلوت میں گنجفہ کھیلنے چلا جاتا ہے۔ اور خلوت کی ناچاقی
جو گرہ دل میں ڈالتی ہے وہ پھر تدبیر کے ناخنوں سے
بمشکل کھلتی ہے۔

فرض کرو کہ اخلاق میں تم نے اپنی داڑھی کا ٹچ نفس
بوسے کا ہولا۔ انھیں رخسار پہ رکھ دیا اور اس وقت
انھیں اپنے پہلے شوہروں میں سے وہ شخص یاد آ گیا
جس کے ادھر گالوں پر کہیں جھاڑی جھنڈی کا نشان
نہ تھا۔ انھوں نے لذت کے درخت کو جڑ پیڑ سے
اکھاڑنے والی ایک ٹھنڈی سانس بھری اور
فرمایا ؎

داڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے لیے
لے ہے مجھے جھپڑ میں رہنے کی عادت نہیں تو بتاؤ
اسی وقت داڑھی اور گیسو میں جنگ شروع
ہو جائے گی یا نہیں؟ یا تمھارے جھریوں پڑے
اُترے ہوئے گال تھلر تھلر کرتے ہوئے گوشت کے
لچھے اور مشکا سی توند دیکھ کے انھیں کسی کی اطلس سی
کھال اور کھنچا کھنچا پاڈیل یاد آ گیا اور آہ کر کے
انھوں نے منھ پھیر لیا۔ دو چار موتی آنکھوں کی سیپی
سے گرا دیے تو عیش تلخ ہوگا یا نہیں؟ ایک جوان
عورت نے دل کے آثار چڑھاؤ سے تم واقف نہیں ہو۔
تڑپتے ہو کہ تم انھیں اسلامی واعظ بناؤ گے ملکوں ملکوں
لیے پھرو گے۔ اور وہ اس بارے میں تمھیں مدد دیں گی۔

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۸۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء آگرہ صوبہ

نمبر ۴۳۹ — قبل تاریخ ۱۰ مئی ۱۹۳۲ء

بحکم جناب سید محمد عبد الصمد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم
تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد
بعدالت مال مقام قائم گنج
جو بمقدمہ نالش باالمرہم ولد حلیہ بہاری داس قوم سرولی
ساکن قائم گنج
بنام تمرچھو ولد گرنی پسران بولاسی قوم کسان ساکن ٹنگہ جھلارہ
مزرعہ الحہ پرگنہ شمس آباد شیم کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک
ڈگری لقایا لگان بابت ۱۳۳۹ف نمبر ۱۲۳۱ فصلی بتاریخ ۶ ستمبر
۱۹۳۱ء صادر ہوئی اور مبلغ ۹۳ جواب از روئے ڈگری
مذکور واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی گئی ہے

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۶۲	۰	۰
خرچہ نالش	۲۰	۵	۰
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۲	۷	۶
خرچہ اجرائے ڈگری			
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	۸	۱۱	۶
میزان	۹۳	۸	۰

اور چونکہ آج کی تاریخ تک یہ ڈگری بلا الفادہ بحال ہے
لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم مدیونان مذکور کو اطلاع دی جاتی
ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ۹۳ جو از روئے ڈگری کے
واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول
ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ
ذیل کھیتوں سے جن کی بابت لقایا ڈگری شدہ واجب الادا
ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
شمس آباد	ہیرا بکو	۲۶۵/۲ و ۲۶۶/۲	۷۰-۴ مکلّی ۵ ر

دستخط حاکم بخط انگریزی	مہر عدالت

ہیں کبھی ہوئیں ہیں خود درماندے شفاعت کس کی کرینگے
تم خود ہی اسلامی علوم میں کتنا دخل رکھتے ہو؟ جو انہیں
سکھاؤ گے۔ ابھی ایک پادری یا نیچری اُلجھ پڑے تو
قلعی کھل جائے۔

اے صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ بھی
حاکموں تک پہونچنے اور ان کے دل میں رسوخ
پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے کم سے کم ہندوستان
کے حاکم تو ضرور تمھیں اپنی برادری والا سمجھنے لگیں گے
کوئی انگریز لندن میں کسی انگریز سے نہیں دبتا۔
مگر ہندوستان میں ایسی دیسی گوری چٹی عورت ہو
یا کوئی بھٹے حالوں انگریز بڑے بڑے
گورے حاکموں پر آنکھیں نکال سکتا
ہے۔ اور حاکم صاحب اس الزام کے
خوف سے مٹو بلائی ہو جاتے ہیں کہ یورپین
یا ہم وطن کا غیر ملک میں پاس نہ کیا۔
تمھاری بہو تو پھر بھی لکھی پڑھی لکھی پست
و قلم اصل نسل کی لندنی ہیں بھلا
ان کا پاس کیوں نہ کیا جائے گا۔
پرانا واقعہ سنا گیا ہے کہ ایک تعلقدار
تھے اصل میں حرامی اور جن کے مقابلہ
پر مقدمہ لڑا جا رہا تھا وہ تھے جائز
اولاد بس انھوں نے جھٹ ایک
انگریزن سے شادی کر لی۔ اس انگریزن
نے جا کے بڑی کچہری کے حاکم سے کہا
میرا شوہر مفلس ہے۔ مقدمہ ضرور
اصلی وارثوں کے حق میں فیصل ہوگا۔ بتایئے
پھر میں کہاں سے کھاؤں گی؟۔
یہ معقول دلیل ایسی کام آئی کہ حاکم صاحب نے
بلکہ تمام انگریزوں نے مل کے ان حرامی صاحب
کو تعلقدار بنا دیا۔

(۶) بوڑھے بنے۔ جب تم بات بات میں اپنی بہادری
کے رجز پڑھتے ہو تو مجھے ہنسی آتی ہے۔ لوگو آخر بہادری
کہاں کی پھٹ پڑی ہے۔ وہی مثل ہے "باپ نہ مارا
پِدّی بیٹا تیر انداز" کون سا ملک تم نے فتح کیا۔
یہ بھی کوئی بہادری ہے کہ خلافت کا نام لے کے لاکھوں

روپے جمع کر لیے جسکا نہ حساب ہے نہ کتاب ہے۔ اپنے
منھ میاں مٹھو سا لیسا نہ ہو کر بہادری کا دعوے سن کے
لوگ امتحان پر آمادہ ہو جائیں تو پھر "ہیں ہیں ہیں ہیں"
کرنا پڑے۔ مزا تو یہ ہے کہ اپنے ساتھ ہی بیچاری
نئی دلھن کو بھی "بہادر بیوی" کا خطاب دیتے ہو خوب!
جیسے تم بہادر ہو ویسی ہی وہ بھی ہوں گی۔ بہادر پولیس
کے پہرے ہی میں تو نکلتے ہیں۔ گئے تو تھے سرحد
پر۔ بڑے بہادر تھے تو اکیلے نکلے ہوتے۔

(۵) اور ہاں سنو تو یہ تمھاری کیا بُری عادت ہے
کہ جھٹ سے اپنے گنہگار نفس کو رسول اللہ کے

ڈورے کے بل پر ناچنے والا کھلونا

ساتھ ملا دیتے ہو۔ کہ انھوں نے اکاون برس کی
عمر میں شادی کی تھی تو میاں مٹھو ستر برس کے سن
میں دولھا بنوں گا۔ وہاں تو جو کچھ ہوا خدا کے حکم
سے ہوا۔ کہاں وہ کہاں تم۔
ذری اپنی حرکتیں تو دیکھو۔ تم تو امریکن کے کھلانے
ہو۔ ان کے خوش کرنے کے لیے "ترکاری لے لو
مالن آئی بیکانیر کی" گاتے اور اُڑھنیا اوڑھ کے
ناک پر انگلی رکھتے ہو۔
بس ایک یہی سنت رسول اللہ کی رہ گئی کہ
بڑھاپے میں نکاح کرلے۔ یا انکی سچائی دیانت
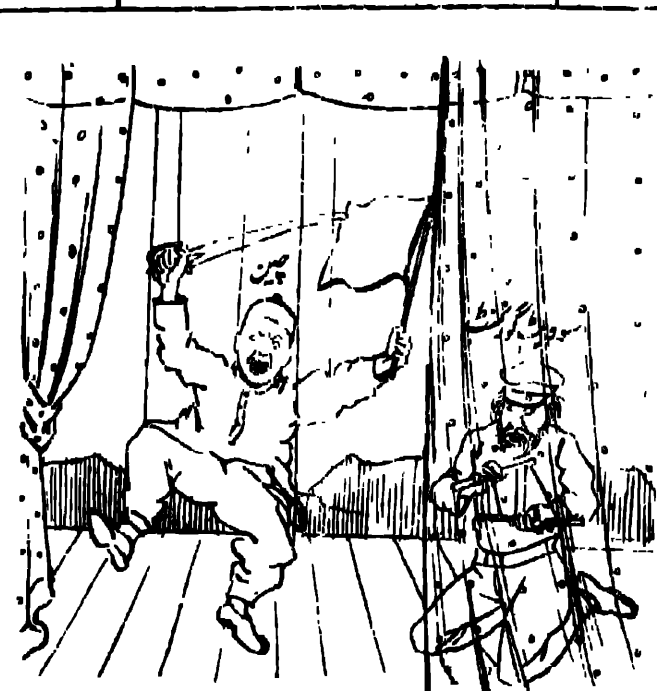
عبادت، زہد، نیکی بھی اختیار کرنے کے قابل ہے؟۔
خدا سے ڈرو۔ تمھارا سگا بچا اس شادی کو شرعی
طور پر ناجائز کہتا ہے۔ خدا جانے کہ اس نے کس
بنا پر یہ کہا۔ مگر وہ فرنگی محل میں رہ چکا ہے۔ بے وجہ
جائز شادی کو ناجائز نہ کہے گا۔ اگر یہ شادی
سچ مچ ناجائز ہے تو لگے ہاتھوں یہ بھی کہدو کہ
معاذ اللہ ...... بھی ناجائز شادی کی تھی۔
دکھنے والے کے منہ میں خاک) میں بھی سوچتی ہوں
کہ آخر کیوں عقد ناجائز ہے تو معمی نہیں کھلتا۔ یہ
ظاہر ہے کہ نہ تو ان سے اور تم سے کوئی عزیز داری
پہلے تھی نہ وہ کسی کے عقد میں تھیں
نہ یہاں وہ کسی کی بہو بیٹی تھیں۔ ہاں
یہ ہو سکتا ہے کہ "عدت" کے دن
پورے نہ ہوئے ہوں۔ یا میاں زاہد
انھیں مشرک سمجھتے ہوں۔ زاہد میاں
ایک نیک صاحبزادے ہیں اُن کی
جانب کوئی بدگمانی نہیں ہو سکتی وہ
عورت نہیں جو ماں کی جگہ پر دوسری
عورت کو دیکھ نہ سکیں۔
ان کا یہ کلمہ بھی چیستاں ہے کہ "اب
میرا قدم گھر میں مشکل سے ٹکیگا"۔ خدا
جانے کون سی گتھی ان کے دل میں ہے
جو منھ سے نکال نہیں سکتے۔ حالانکہ
شرع میں شرم کاہے کی؟ اگر ناجائز
ہونے کا شرعی ثبوت ان کے پاس ہے
تو کیوں صاف صاف نہیں کہہ دیتے۔ اور دنیا کو
وسوسوں میں ڈالتے ہیں۔
خیر جی آج نہیں تو کل تمام عقدے کھل جائیں گے

اور اگر وہ اس بے جوڑ شادی کو ناجائز ثابت کر لے گئے تو پھر تمہاری لیڈری میں ضرور بادھا لگ جائے گا۔

(باقی آئندہ)

راقمہ۔ بدنصیبن

سلطان مطلق
یعنے
ڈاک خانہ

اللہ ری نازکی صنم جامہ زیب کی
بار گراں ہے پیٹ پہ کرتی کریب کی

یہ نرا جھوٹ ہے کہ قانون قاعدے وضع کرنے کے وقت پبلک کے آرام یا سہولت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو سلطان پوسٹ آفس خلد اللہ ملکہ یوں آزادی کے ساتھ اپنے احکام نافذ نہ فرماتے کہ آج دوگنا محصول بڑھا دیا گیا اور کل تگنا۔ پوسٹ آفس کی آمدنی کم بھی نہیں ہوئی جو یہ کوئی کہے کہ مجبوراً محصول بڑھا۔ پوسٹ آفس تو پوسٹ آفس ہمیں تو زمین کے محاصل میں بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی جبکہ ہم صوبجات متحدہ میں ۹۴ اور ۹۰ فیصدی مالگزاری کے وصول ہو جانے کی خبریں کاغذوں میں پڑھتے ہیں (یہ حال اُس آبادی کی قسمت کا ہے جہاں سے محاصل نہ دینے کی دبا پھیلی)

گر اس وقت ہمیں صرف اپنے مطلب کی بات کہنی ہے یعنی محصول تگنا کر دینے پر بھی ایک پلیتا ہر وقت اُن لوگوں کی ناک میں چلایا جاتا ہے جنھیں پوسٹ آفس سے روزمرہ کام رہتا ہے۔ مثال کے طور پر اخباری کاغذ بک کرنے کا مسئلہ لیجیے۔ کہا گیا کہ اگر اس پر قید لگاؤ تو رجسٹرڈ نمبر یا پتے کے سوا کچھ نہ لکھو۔ ہم نے کہا آمنّا۔ کچھ نہ لکھیں گے۔ کہا گیا کہ قید کے دونوں طرف سے کھلی رہنی چاہیے۔ ہم نے کہا آمنّا۔ بلکہ ہم نے ارادہ کر لیا کہ قید کی دکور سرے سے الفت ہی کر دیں گے تاکہ پلندے یا پیکٹ صاحب کا منہ اور دُم دونوں کھلے رہیں صرف ایک چھوٹی سی چھٹی پتے کی لگا دیں گے کہ جب کوئی اشتباہ ہو تو جسکا جی چاہے چٹھی جاگ کے پیچھے دیکھ لے۔ نام اور پتے کا پرزہ ڈیڑھ انچ سے زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔

سترہ برس ہو گئے اسی طرح پرچہ روانہ ہوتا رہا۔ چار پانچ ہفتے ہوئے کہ جو پرچے امرت سر روانہ ہوا کرتے تھے وہ بیرنگ واپس ہونے لگے۔ (شاید اور کوئی مقام اتنا ذکی الحس نہیں)۔

بائیں بیرنگ۔ ابھی پیسے کا ٹکٹ تو لگا ہے۔ کوئی بے ضابطگی بھی بظاہر نہیں معلوم ہوتی۔ کوئی قلم سے لکھا ہوا کاغذ بھی اس کی تہہ میں نہیں ہے۔ پھر بیرنگ چہ معنی دارد۔

جی بیرنگ کے یہ معنی ہیں کہ چھٹی بہت مضبوطی سے چپکائی گئی ہے اور یہ بے ضابطہ ہے۔

کور یعنی قید کے لیے کاغذ کی لنگوٹی اس طرح لگائیے کہ آسانی سے جناب ہیڈ صاحب جناب سارٹر صاحب۔ جناب پوسٹ مین صاحب اسکا مطالعہ فرماسکیں اور بعد مطالعہ چند اوراق کم ہو جائیں تب بھی مرسل الیہ کے حوالے کر دیں۔ امرت سر کے پوسٹ آفس والے غالباً اس خصوص میں ہیں کہ جو ہدایات کور کے متعلق ہیں وہی چٹھیوں پر بھی عائد ہوتے ہیں۔ جو لفافے ولایت سے آتے ہیں وہ تین طرف سے بند ایک طرف سے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہمارا پرچہ ہر طرف سے کھلا ہوتا ہے اسپر بھی تسکین نہیں ہے۔ ارادہ ہے کہ عنقریب کچہری کے ذریعے سے ان پوسٹ آفس صاحب کے خلاف چارہ جوئی کی جائے۔ اگرچہ حضرت سلطان کے مقابلے میں انصاف کی امید موہوم ہے۔ لیکن جو یونہی بیرنگ کر دینے کی وبا ہر جگہ پھوٹ نکلی تو بدھیا بیٹھ جائے گی۔

خیال کرنے کی بات ہے کہ بند خطوط لکھو لکھ کے پڑھ لیے جاتے ہیں نہ انہیں خفیہ پولیس کو زحمت ہوتی ہے نہ ڈاکخانے والوں کو گردہ ہے جو بالکل ننگ دھڑنگ ہیں صرف ذری سی دھجی جنگی ستر پوشی ہے وہ کسی طرح نہیں کھل سکتے ڈاکخانہ کو خیر اپنے محکمہ کا سلطان مطلق ہے گر غریب اہل ملت پر ایک جدید آفت جلد باز مفسد اہل وطن کے ہاتھوں نازل ہوئی ہے کہ وہ آشیانہائے طائر مکتوب یعنی لیٹر بکس جلانے پر آمادہ ہو گئے ہیں اگر کاروباری حیثیت سے ہم خطوط نہ روانہ کرتے ہوتے اور مراسلت سے ہمیں تعلق نہ ہوتا دینے میں ہمیں نقصان نہ پہنچتا تو ضرور کہتے۔ ہمارا صبر پڑا۔

قسم کھانے کے لیے

لوگ کہتے ہیں کہ بیت المقدس میں پچھلے زمانے گزرے ہوئے کہ ایک زنجیر لٹکتی رہتی تھی اسکا خاصہ یہ تھا کہ چور اور خائن کے گلے میں قسم کھاتے وقت لپٹ جاتی تھی ایک شخص نے دوسرے سے چند اشرفیاں قرض لیں اور لیکے مکر گیا۔ نوبت قسما قسمی تک پہنچی۔ قرضدار نے لاٹھی کے خول میں اتنی ہی اشرفیاں رکھیں اور قسم کھاتے وقت اشرفیوں سمیت لاٹھی قرضخواہ کے حوالے کی۔

"اے بھائی جبتک قسم کھاؤں اسوقت تک تم میری لاٹھی تم لیے رہو" یہ کہا اور زنجیر تھام کے پکارے "خدایا تو خوب واقف ہے کہ میں نے اس شخص کو جتنی اشرفیاں قرض لی تھیں دے دی ہیں" قسم بچی تھی زنجیر نہ ہلی۔ قرضخواہ جھوٹا پڑا۔ سنتے ہیں کہ حکومت ہند بہتیرے پولیٹیکل قیدی رہا کر رہی ہے۔ ایک دل لگی باز کا قول ہے کہ چالیس ہزار کی تعداد سے جتنے قیدی زیادہ ہیں وہ چھوڑ دیے جائینگے۔ کیوں؟ وزیر ہند نے کہا تھا پولیٹیکل قیدی چالیس ہزار ہیں۔ پنڈت مالوی صاحب نے جواب دیا تھا کہ نہیں ساڑھے ساٹھ ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ بندی آزاد کرنے کے بعد قسم کھانے کو......

ھند جدید

کلکتہ کا شہرۂ آفاق روزانہ اخبار ہے جسکے بلند پایہ مضامین تمام ملک سے خراج تحسین وصول کر رہے ہیں اور جسے مشاہیر اہل قلم جدید ترین اصول صحافت پر مرتب کرتے ہیں روزانہ ہمیں اسلامی دنیا کے صحیح حالات یورپ، امریکا کے حیرت انگیز واقعات اور علمی ترقیاں اسکے صفحات پر پیش ہوتی رہتی ہیں آپ نمونہ طلب کیجیے۔ ہمارا دعویٰ ہے آپ اسے سب سے دلچسپ و مفید پائیں گے۔ اشتہار دینے کا "ہند جدید" بہت بہتر ذریعہ ہے۔ بربہا، بنگال آسام، بہار، اڑیسہ میں خاص کر اور ہندوستان بھر میں عام طور پر یہ اخبار پڑھا جاتا ہے۔

منیجر ہند جدید نمبر ۲ مٹن بیرو کلکتہ

آستینوں کا مناظرہ

حکومت " مجھے آستینیں چڑھانے پر قدرت ہے - یاد رکھو "

انڈیا " وہی ! یہی قول و قرار تھا ؟ "

پبلک " آستینیں چڑھانا کچھ مشکل نہیں - ہم جیل جانے کے لیے آستینیں چڑھاتے ہیں "

غذائے روحانی
معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے مت جملہ ہر کارے کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جز و علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جیسے کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے ... ہو لوگ ... قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
مشہور باتصویر ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अखबार अवध पंच लखनऊ
1932 OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی (اندرون ہند)
سالانہ
شش ماہی
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
KHAN ARTIST LUCKNOW
باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین
ایڈیٹر شائع ہوا
قیمت فی پرچہ دو آنہ

توجہ شرطیہ

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ اور دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جذب رائے کی اصابت ہے اور ورعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور عنباری اصلاحات اخلاقی و سیاسی و دیلی پر نظر ہے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنے چار روپیہ (عـــہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان علم اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں غریب یا نادار یا تیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پنچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے۔ دلتکانے بربنیاد مند خورلیس سیو پنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی شکایت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں! اکوحل کرنا مقصود نہیں ہے لہذا امر تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور ان کی واپسی پر ہم مجبور رہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور سندوانی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ :۔ جو حضرات خریدار ہیں اُنہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی ٹکٹی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ۳ یا ۱ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ — نمبر ۱۷

مضامین

۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

سرعت کا مرض

(از فیروز لدھیانوی)

اگر کوئی زمانہ شناس حکیم مہذب دنیا کی مضطرب نبض پر ہاتھ رکھے۔ تو اُسے فوراً معلوم ہوگا کہ اس دور کی ممتاز ہستیاں سرعت کے مرض میں مبتلا ہیں۔ ممتاز ہستیوں سے ہماری مراد زمانۂ حال کے سائنس دان ہیں۔ اور مرض سرعت وہ اشتہاری روگ نہیں۔ جسکے دفعیہ کے دعویدار اشتہاروں میں نمودار ہیں۔ بلکہ یہ وہ خبط ہے۔ جسنے سائنس دانوں کو سریع السیر اور تیز رفتار سامان مہیا کرنے پر آمادہ کر دیا ہے۔

ایک امریکن سیاح لیڈی کسی رجواڑے میں سیاحت کے لیے تشریف فرما تھیں۔ والی ریاست نے اظہار اثر کے خیال سے لیڈی صاحبہ موصوف کو ایک ایسی رتھ میں سیر کے لیے بٹھایا جسمیں ہاتھی جتے ہوئے تھے۔ اس سواری کی سست قدمی تو ظاہر ہے لیڈی صاحبہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا جھلا کر رتھ سے نیچے اُتر آئیں اور کہنے لگیں "آگ لگے اس او نگتی ٹھمیلتی سواری کو۔ ہندی توموٹر کے بغیر سیر کو نہ جائے گی"۔

لیڈی صاحبہ کی خفگی بجا تھی۔ جب تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والی موٹر کاریں موجود ہوں۔ تو ان رتھوں پہ قناعت کرنی ناممکن ہے۔ آجکل ہوائی جہاز سات میل فی منٹ کی رفتار سے اڑ رہے ہیں۔ لیکن یہ سرعت اطمینان بخش نہیں۔ ایک پروفیسر صاحب ایک ایسی ہوائی بنانے میں مشغول ہیں جو ایک میل فی سکنڈ کی رفتار سے پرواز کر سکے گی۔ یعنی گھنٹا بھر میں ۳۶۰۰ میل کسی کسی شاعر کا قول ہے "گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"۔ عنقریب یہ قول غلط ثابت کر دیا جائے گا۔ کرۂ ارض کا محیط چوبیس ہزار میل ہے یعنی زمین سورج کے گرد ہزار میل فی گھنٹے کی رفتار سے چکر لگا رہی ہے اور پورا چکر چوبیس گھنٹوں میں ختم کرتی ہے اگر یہ ہوائی جہاز جسکی رفتار ۳۶۰۰ میل فی گھنٹا ہو گی ایجاد ہو گیا۔ تو حساب لگا کر دیکھ لیجیے کہ ایسا سریع السیر آلہ وقت کی رفتار کو مات کر سکتا ہے یا نہیں۔

جس وقت لندن میں دن کے گیارہ بجتے ہیں۔ اسوقت شکاگو واقع امریکا میں صبح کے سات بجے کا عمل ہوتا ہے۔ اس تیز رفتار ہوائی کا مسافر اگر لندن سے گیارہ بجے گھڑی ملا کر امریکا کا رخ کرے تو امل خیر سے پونہ گھنٹے میں وہاں پہونچ جائے گا۔ اور وہاں کی گھڑیاں دیکھکر حیران ہوگا کیونکہ وہاں نہ صرف گھڑیوں میں آٹھ بجے ہوں گے بلکہ مطلع پہ صبح کے آثار نمودار ہوں گے۔

الغرض سائنس والوں کے لیے وقت پر فتح پانی چنداں مشکل نہیں۔

ہم اسوقت کا اندازہ لگانا چاہتے ہیں جب یہ سرعت کا مرض ہوائی آلات کے ذریعہ سے ہندوستان میں زور پکڑے گا اگر کوئی شخص لکھنؤ میں صبح کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکا ہو۔ تو وہ لپک کر دہلی جانے والے ہوائی جہاز میں سوار ہو کر جامع مسجد دہلی میں فریضۂ فجر بروقت ادا کر سکے گا۔ اگر کسی قل اعوذیے حافظ کو شام کے کھانے کی دعوت لکھنے میں دی جائے گی۔ تو وہ نہایت انکسار سے یہ کہتے ہوے معافی طلب کریں گے۔ کہ حضرت معاف کیجیے شام کا کھانا تو میں پشاور میں کھاؤں گا۔ اگر آپ زیادہ اصرار کریں گے تو وہ کہیں گے اچھا آپ خفا نہ ہوں۔ میں دس بجے رات تک واپس آجاؤں گا۔ مگر ذرا پلاؤ کی دیگ انگاروں پر رکھیے گا۔ بندہ ٹھنڈے چاول رغبت سے نہیں کھاتا ہے۔ راگ رنگ اور سینما کے ہندی شوقین لندن کے تھیٹروں میں تماشے دیکھ کر تین چار گھنٹوں میں گھر واپس ہو سکیں گے۔ لیگ آف نیشنز کے ریزولیوشن اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے ڈیلی گیٹ کر پوریشن سر شام ہند کے بلدیہ کے دفتروں میں آسکیں گے تاکہ بیچارہ اڈیٹر مضمون دہلے کر موت کے فرشتے یعنی کاتب صاحب سے جان چھڑائے۔

ہم سائنس دانوں کی اس جلد بازی کے خلاف نفرت کا ووٹ تو پاس نہیں کرتے۔ مگر اتنا کہے دیتے ہیں کہ سرعت کا یہ عارضہ طب یونانی کے مرض سرعت کا سا ہوگا۔ موخر الذکر کے مریض کو لذت وصال حاصل ہوتی ہے۔ نہ مقدم الذکر کے مبتلا کو اطمینان کی زندگی میسر ہو سکے گی۔

قطعات تاریخ

تقریب شادی خانہ آبادی مولانا شوکت علی صاحب

(از فیروز لدھیانوی)

گشت دلدادۂ زن بیوہ
نہ شنیدی حکایت شوکت؟
فکر کردم چو گفت ایں ہاتف
وائے وہم حماقت شوکت
سنہ ۱۳۵۰ھ

(پنجابی شعرا کی تقلید میں)

اس شادی سے دنیا پہ
کھلی حقیقت شوکت کی
بولا ہاتف ہنس کے یوں
دیکھو حماقت شوکت کی
سنہ ۱۳۵۰ھ

صرف مصرعہ تاریخ عرض ہے
ماہ لندن عروس کہ شوکت
سنہ ۱۳۵۰ھ

کسوٹی کی جڑ

کوئی دیکھے لائے گلاب کے پھول
کہ ہم تو کسوٹی کی جڑ دیکھتے ہیں

(دنبالۂ مائیل)

قربانگاہ اذیت ختم سند اس کے بعد "عید قربان" کے عنوان سے نثر مضمون ہے جسکی بنا خالی از لطف

میں نے اُن کے ہاتھ سے رسالہ چھین کے دیکھا تو حیرت ہوئی کہ حضرت کو کس بنا پر آتش رشک نے جلایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ یہ مضمون گری دستطرف، (اصطلاح جدید) نے لکھا ہے۔ خدا کی ادا ایسی ظرافت پر جس میں ہنسانے کے لیے ظریف صاحب نے کسی کو سالا بنا یا تھا کسی شعر امثلاً:-

وہ آئے او سالے کھٹک ادھر آ...... بشعر سے نے میری سماعت نہ کی......"

رسالہ میں نے انکیں پھیر دے دیا اور عرض کی۔ "خداوندا اگر یہ مضمون آپ کو بہت پسند ہے تو آئندہ تمبر میں اسے نقل کر دیجیے۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کے دبی زبان سے یہ شعر پڑھا ؎

دریغے کہ ازمن نہ فرید ندکجا سے
کان دانش و دینے کہ من اندوختہ بودم

پھر ایک حکایت بیان کی کہ خلیفہ معتمد عباسی کے عہد میں جب عرب کی غلام پروری نے حبشیوں کی اچھی خاصی تعداد جمع کر دی تو ایک شخص علی بن محمد (صاحب زنج) نے چپکے چپکے ان غلاموں کی تنظیم کرکے تین چار لاکھ حبشیوں کی ایک فوج بنائی سہر زنگی اپنے آقا سے فرنٹ ہو کے فوج میں شامل ہو گیا اور اس فوج نے عراق کا بیشتر حصہ غصب کر لیا۔ علی بن محمد صاحب زنج نے اپنے ملکی دستور کے مطابق مردم خوری کی رسم بھی جاری کر دی۔ حبش کے وحشی زندہ آدمی کو ذبح کرکے تناول فرماتے تھے یہاں اتنی ترمیم کر دی گئی کہ مردے کے گوشت پر قناعت ہوئی۔ چنانچہ ایک عورت مرنے کے قریب تھی اور اس کی بہن تیمارداری میں مصروف۔ بھوکے زنگی انتظار میں تھے کہ یہ مر جائے تو چولھا سلگائیں۔ مگر وہ کسی طرح نہ مری۔ آخر حبشی کو موت کا لقب دے کے لوگوں نے پیٹ بھرنے کا بہانہ پیدا کر لیا۔ چھریاں چلیں گوشت آپس میں تقسیم ہوا۔ اور تیماردار بہن کی گود میں صرف کاسۂ سر لوگوں نے رکھ دیا۔ سر کو دیکھ کے یہ بیچاری ہچکوں ہچکوں رونے لگی۔ پوچھا کیوں روتی ہے۔ بولی "یہ بے ساختہ دیکھو کہ باجی کے مرنے کا راستہ بھی نہ دیکھا اور انھیں حلال کر ڈالا

خیر یہ بھی اچھا کیا مگر مجھے ان کے گوشت میں سے ایک بوٹی بھی نہ دی۔ خالی سری پائے لے کے میں چولھے میں ڈالوں؟ ہائے انصاف کا زمانہ نہیں یہ حضور کی حاسدانہ شکایت بھی اس عورت کی شکایت سے کچھ کم نہیں۔ واقعی اس کمبخت مضمون نگار نے جناب کو گوشت میں سے حصہ نہیں دیا سری پائے اگر کبھی دیے تو کیا آپ نے کے انھیں چولھے میں ڈالیں؟ لعنت واقعی لائق لعنت ہے جو ایسے قدردانوں کی خاطر شکنی کرتا ہے۔

صفحہ "ص" کے بیر عید قربان کے ضمن میں عید الفطر پر ایک نظم کسی خاتون کی طبعزاد ہے "احترام حج اور سلاطین تیموریہ کے عنوان سے نثر مضمون ہے۔

محترم مضمون نگار نے بڑی جدوجہد کوشش و کاوش اس امر کی تفتیش میں صرف کی ہے کہ سلاطین تیموریہ باوجود مسلمان ہونے کے حج کا احترام کرتے تھے۔ واقعی نہایت مشکل و مخفی راز حضرت نے معلوم کر لیا ورنہ دنیا اس بات سے بے خبر رہتی۔ حرمین کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر سلاطین تیموریہ نے "شعائر اللہ" کی تعظیم و خدمت کی تو اپنا فرض ادا کیا۔ اس تعظیم کی ثناخوانی فضول ہے۔ اسلام کا نام لیوا ہونے کی حالت میں جن سلاطین روزگار نے شعائر اللہ کی توہین کی وہ البتہ قابل تذکرہ ہیں۔ جنبہ داری اور بیجا رعایت کے بغیر ان کے حالات کا اظہار زیادہ مفید ہوتا تاریخ اٹھا کے دیکھیے تو سلاطین اسلام کے احترام کعبہ کا حال عبرتناک ایسا عیاں ہو جاتا ہے کہ غور و فکر کی حاجت نہیں رہتی۔ کعبے کی چھت پر ویسے ایسے فلسفیانہ کام ہوئے ہیں کہ واہ۔ آج بھی حالت قابل اصلاح ہے۔ مگر مضمون نگار کو اصلاح سے غرض نہیں لہذا وہ صرف مدح سرائی پر قناعت کرتا ہے۔ اسی بیجا مداحی نے مسلمانوں کا گھر کھوج کھویا۔ جو کچھ بچا ہے وہ بھی آج اسی کی نذر ہو جائیگا۔ الغرض یہ بھی ایک بے حاصل مضمون ہے۔ (باقی آئندہ)

راقم
خاکسار ادبا سالامت ولا انتہا

ارمغان محبوب

حیدرآباد دکن کے عمائدین میں راجہ گردھاری پرشاد باقی مرحوم ایک نہایت مشہور کارگزار اور ریاست کے معتمد فرد تھے جن کا خاندان اسوقت بھی فیضیاب ہے یعنی دولت و حشمت کے ساتھ علوم و فنون میں بھی دستگاہ کامل رکھتا ہے۔ راجہ محبوب راج مرحوم راجہ بنسی باقی کے فرزند اصغر تھے خدا نے حسن صورت و حسن سیرت۔ ذوق سخن کے زیور سے انھیں آراستہ کیا تھا۔ انھوں نے عنفوان شباب میں انتقال کیا۔ ان کے بڑے بھائی راجہ نرسنگھ راج بہادر عالی نے یہ نوحوں اور تاریخوں کا مجموعہ انکی یادگار میں شائع کیا ہے۔

غم ہو یا خوشی شاعروں کی سنت مروجہ ہے کہ ہر قلبی کیفیت کا اظہار نظماً کرتے ہیں چنانچہ اس مجموعے میں بھی بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کی جوانامرگی پر دل کھول کے آنسو بہائے ہیں۔

لقمان حکیم کو کسی نے خبر دی "تمھاری ماں نے انتقال کیا" کہنے لگے خدا مغفرت کرے۔ اس نے دوبارہ عرض کیا "باپ نے بھی عدم کی راہ لی۔ فرمایا "آج سے میں اپنے کام کا مالک ہو گیا" کہنے لگا بہن بھی چل بسیں بولے "آبرو کا پردہ رہ گیا" کہا "بی بی آنجہانی ہو گئیں یہ جواب دیا "فرش اور بستر کی تجدید ہوگی" عرض پیرا ہوا کہ "صاحبزادی نے بھی دنیا سے منھ موڑا" لقمان نے سجدہ شکر ادا کیا کہ "گھر میں غیر مردوں کی مداخلت سے نجات ملی" آخر میں اُسنے بھائی کی سُنائی کہی۔ اب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور انھوں نے ہائے کا نعرہ مارا پھر باوازِ حزیں کہا "کمر ٹوٹ گئی اور بازو کمزور ہو گئے" محبوب راج اپنے بڑے بھائی کے اصطلاحی قوت بازو ہی نہ تھے بلکہ وہ اپنے دلفریب اخلاق سے بڑے بھائی کی امیدوں کا ملجا و ماوا بن گئے تھے۔

کتاب ارمغان محبوب میں تاریخ گوئی کے عجیب و غریب صنائع شعرا نے اختیار کیے ہیں۔ دیکھنے کی چیز ہے۔ لکھائی چھپائی معتنابہ ہے۔

صاحب! چونکو بڑی میاں خفا ہوکر جاتے ہیں۔ چوازدست رفت پشیلی چہ سود

Established
زیر سرپرستی حضور نظام
خلد اللہ ملکہ
کا افتتاح حضور نظام نے فرمایا
اور سرپرستی قبول فرمائی
عطر حنا
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی
فہرست مفت طلب فرمائیے

راجہ نرسنگھ راج بہادر عالی۔ دولت خانہ قبلی راجہ بہادر باؤلی حسینی علم حیدر آباد دکن سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ (غالباً مفت)

گھوڑی کے انڈے

عنوان ہے عجیب و غریب پہلے حکایت سن لیجیے پھر مدعا عرض کیا جائے گا۔ نیاز مند حسب معمول مع نوسلم کے خزادہ بچو کنکڑوں (خرگوشوں) کی تلاش میں جنگل کی جھاڑیوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک مومن بھائی بل ہانکتے کو دونں بھاگتے، نشان وغیرہ دکھائی دیے۔ السلام علیکم۔ وعلیکم السلام۔ کہاں چلے؟ "ہوائی گھوڑی کے انڈے درکار ہیں۔"

ہمارے دوست ولگی نئی چیز کی جستجو میں تھے۔ لہذا دل تفصیل کا مشتاق ہوا۔

ہم "بھائی تمھاری بات سمجھ میں نہ آئی۔"

وہ "بات یہ ہے کہ اب سوت پھیٹی کا بازار بالکل ماند پڑ گیا ہے۔ لوہے کی مشین کا مقابلہ ہڈی اور گوشت کے ہاتھ نہیں کر سکتے۔" گاؤں بھر کا سوت گھروں ہی میں رکھا رہتا ہے۔ مالک نے روزی کا سہارا سوت ہی کو مقرر کیا ہے۔ سودیشی کا نام لو تو سپاہی پکڑ لیجاتا ہے۔ ایک لال بجھکڑ نے یہ راہ بتائی کہ ہوائی گھوڑا لے تو آسمان کی "سوتہٹی" میں اللہ میاں کے ہاتھ مال بیچو۔ غریبوں کو آڑے وقت میں وہی یاد آتے ہیں۔ سنا ہے کہ ہوائی گھوڑی کبھی کبھی کھیت میں آکے انڈے دیجاتی ہے۔ کوئی انڈا مل جائے تو بس اسی کی دُم پکڑ کے آسمانی بازار جائیں وہاں مال بیچیں۔

ہم "ہاں بھائی۔ مگر گھوڑوں کا کھیت ٹیڑھی میں ہے یا کچھی دکاٹھیاوار) میں۔ یہاں کہاں؟"

وہ "تم ہو ابھی بچے تم کیا جانو۔"

جنگل میں مارے مارے پھرنا تو ہم لوگوں کے خمیر میں داخل ہے۔ مومن بھائی کے پیچھے چل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں گھوڑی کے انڈے کیسے ہوتے ہیں۔ گھنٹا بھر دوڑ دوش کے بعد ایک تربوزوں کا کھیت ملا۔ مومن بھائی مینڈھ پر کھڑے ہوئے۔ غور و تامل سے کھیت کو کاوے ایڑیں پر لگایا۔ کسان بھی موجود تھا۔ اس نے بیرون فراست کی چال سے مومن بھائی کی حماقت کا اندازہ لگایا۔
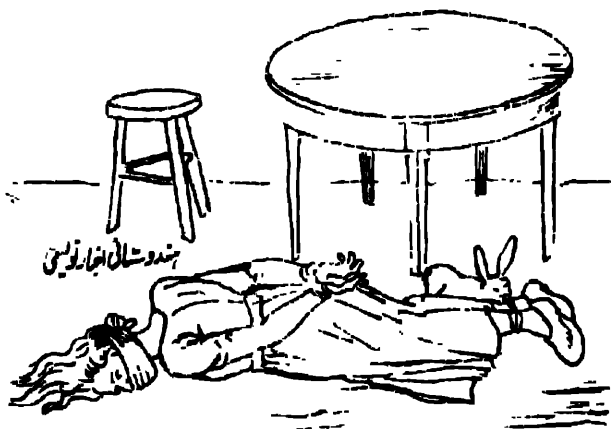
"ارے کا تاکت تہارت ہو"۔ (کیا دیکھتے ہو)۔

وہ "گھوڑی کے انڈے۔"

کسان "جاؤ بھاگو۔ انڈے بکاؤ نہیں ہیں۔"

وہ "ارے بھیا۔ ہم بھی بھلے مانس ہیں۔ بہت دنوں سے انڈوں کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ دام ہمارے پاس کھرے کھرے موجود ہیں۔ ایک انڈا دے دو جو دام کہو گے وہی دیں گے۔"

قیل و قال بسیار کے بعد کسان اس بات پر راضی ہو گیا کہ سو روپیہ مومن بھائی عنایت فرمائیں اور جو انڈا البتہ خاطر ہو توڑ کے ہمراہ لیجائیں۔ نگاہ قیافہ شناس نے ایک بڑا سا تربوز منتخب کیا۔ بوٹے کے نیچے رکھ کے سینے کا وقت نہ تھا اس لیے سر پر جگہ دی اور چل کھڑے ہوئے۔ واپسی میں پھر وہی مقام آگیا جہاں بندہ شکار خرگوش کی گھات میں کھڑا ہوا تھا۔ یہاں ایک جھاڑی تھی۔ مومن بھائی کو استنجے کی حاجت نے بلوایا جھاڑی پر تربوز رکھ کے درخت کے نیچے بیٹھے۔ بندۂ درگاہ نے دیکھا کہ جھاڑی میں بڑا خرگوش بیٹھا ہے پشت پر جا کے تالی بجائی۔ خرگوش نے چھلانگ ماری۔ شاخیں ہلیں۔ تربوز گرا۔ گر کے پھٹا۔ ادھر تربوز کی ٹھیکی پھٹی ادھر خرگوش باہر آیا۔ مومن بھائی سمجھے کہ انڈا تیار تھا بچہ نکل آیا۔ استنجے کا ڈھیلا ہاتھ میں لے کے پیچھے دوڑے "ابے مجھے بھی لیتا چل ہا ٹھہر تو موذی۔ کہاں بھاگا جاتا ہے۔ ارے سو روپیہ لگے ہیں تب تم ہاتھ لگے ہو!"

بندے کو غصہ آیا کہ شکار ضائع ہوا مگر چارہ ہی کیا تھا۔ خرگوش تو آگے بڑھ کے الوپ ہو گیا۔ رہ گئے ہم تو مومن بھائی کی عقلمندی کی سیر دیکھنے ساتھ ہو لیے۔ مومن بھائی گھر پہنچے تو اہلیہ مقدسہ چشم براہ انتظار تھیں۔

"کہو رحمان کے باپ انڈا لائے؟"

"ارے کیا کہیں۔ تقدیر پھوٹ گئی انڈا ابھی لائے بچہ بھی نکلا پھر بھی کچھ ہاتھ نہ لگا۔"

مومنہ تمام واردات سننے کے بعد اس پر مچل گئی کہ جہاں انڈا پھوٹا تھا وہ جگہ دکھلاؤ۔ آپ جانیے تریاہٹ بہت سخت ہوتی ہے

اس ہی چلے ہیں کہ ہم در دیگر دیکھیں گے مومن بھائی اہلیہ مقدسہ کے ساتھ بعینہ شکن جھاڑی

ہندوستانی اخبار نویس

زبان گزیدہ .... صمم بکم
"پڑی رہ ۔ سرکار کو دعا دیا کر"

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) ایجنسی لینے والے کو پیشگی جمع کرنا ہوگا۔

(۲) [illegible] فروخت کرنا ہوتے ہی پرچہ کی وصولی کی بابت روانگی روک دی جائیگی۔

(۳) [illegible] پرچہ فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔

(۴) [illegible] حساب دو آنہ فی پرچہ فروخت کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائیں گے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۲ء
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۴
جلد ہفت و ۱۴
غذائے روحانی
معارف النغمات
یعنے
وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی
اور
ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے
یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے
اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر
اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے
حصۂ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے
یعنے
تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے
اُستاد محمد علی خاں
میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں! انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932 OUDH PUNCH
PUNCH
M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۰ ۵ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہر محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہر مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اس کے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس کی ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور مگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گو ہر وزن میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو رعایت کہ جن پنچ نتائج و واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائیں گے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالبعلموں مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چاند روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں مناسب نادار یا یتیمی کا واسطہ دونا خلاف تہذیب ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں کہاں گم ہو جاتا ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد بیسیوں شکایت نامے پرچہ نہ ملنے کے آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط لے کر بنیاز مند خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عارضہ کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں تاکہ وصول کرنا مقصود نہیں ہے لہذا معذرت و تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خوشخط کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۱۸

مضامین

۱۲ مئی سنہ ۱۹۳۲ء

کسونجی کی جڑ

کوئی دیکھے لالے گلالے کے پھول
کہ ہم تو کسونجی کی جڑ دیکھتے ہیں

اس کے بعد ایک با تصویر مضمون مصطفےٰ کمال پاشا کے متعلق ہے یہ مضمون برا نہیں بلکہ قابل ملاحظہ ہے۔ بہادر آدمی کے افعال دوسروں کی ہمت بڑھاتے ہیں۔ یہ ذات ہے اسی قابل کہ اسکے اوصاف زینت صفحات ہوں۔ مذہبی آدمیوں کا یہ اعتراض کہ اُسنے قدیم رواج اسلامی چھوڑ کے نیا طرز ان اختیار کیا بجائے خود صحیح ہو لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اسلام کے پائے نام کچھ زمین بہر حال رہنی چاہیے۔ یہ ضرورت جس طرح امکان نے اجازت دی اُس طرح پوری کی گئی۔ پڑوس دیورپ میں رہ کے پڑوسیوں کے عادات و اخلاق سے متاثر نہ ہونا دشوار ہے۔ یورپ میں مذہب ذریعہ اتحاد باہمی نہیں رہا۔ چال بازی اور قوت کا مانجھا اس ساری دوڑ پر دیا گیا ہے جسکا مانجھا تیز ہے وہی اس میدان میں "وہ کاٹا" کا نعرۂ فاتحانہ بلند کر سکتا ہے۔ اگر غازی موصوف نے ایسا لباس یا ایسا رویہ اختیار کیا جو اس آب و ہوا کے موافق ہو یا جو پڑوسیوں کے توحش کو فی الجملہ دفع کر دے تو سیاسی مصلحت۔ دوسروں کو اسمیں دخل دینے کی وجہ نہیں۔ ارے بھئی تم کون؟ ہم اوروں کیا مسلمانوں کی پرانی قائم کی ہوئی رودنیں پر نہیں چل سکتے۔ ایران کو دیکھیے اسے ابتداءً داڑھی سے نفرت ہوئی حالانکہ مرد ملک میں داڑھی چہرے کے لیے قدرتی تجمل ہے اور اگر سینے سے متجاوز ہوگئی تو پھر کیا کہنا۔ منو تیا اور ضیق النفس کے خلاف اسے "مجوجو" کہنا چاہیے۔ اُسکے بعد لباس میں کاٹ چھانٹ ہوئی۔ عبا کا دامن اونچا ہوتے ہوتے کوٹ بنا۔ شلوار تنگ ہوتے ہوتے پتلون بنی۔ ایک خوبصورت ٹوپی رہ گئی تھی اسمیں سے چھجا نکل پڑا۔ یہ چھجا نہ تو دھوپ کی چکاچوند سے آنکھوں کو بچا سکتا ہے نہ ہوا کو روک سکتا ہے۔ نہایت لغو اور بدصورت بنانے والی چیز ہے۔ مگر ہے اور فرنگی ٹوپی سے اشبہ و اقرب ہے جو صرف خوش اقبالی ہی سے نہیں بلکہ خدا سے بھی متصل کرنے والی شے ہے۔ پس مسلمان قربتہً الی اللہ نہیں قربتہً الی یورپ جو کچھ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں۔ اوصاف حمیدہ گدڑی ہی میں ہوتے ہیں شال دوشالے میں انکا وجود بہت کم ہے۔ حضرت خلیفۂ ثانیؓ کی خدمت میں جب ایران کا خزانہ لُٹ کے آیا تو جواہر مسجد میں ڈھیر کر دیے گئے دوسرا ہوتا تو مارے خوشی کے بند قبا ٹوٹ جاتے مگر انکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا یہی وہ چیزیں ہیں جنہے کسریٰ کے خاندان کو تباہ کیا اب یہ بلا یہاں آئی ہے۔ خدا اس کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ یہ جواہر اس قابل نہ تھے کہ بازار میں ان کی قیمت لگ سکتی لہذا بیت المال کی زمین پر ڈھیر کر دیے گئے۔

حضرت خلیفۂ رابعؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ بازار میں کھڑے ہیں اور اپنا کوئی ہتیار (غالباً کمان) بیچنا چاہتے ہیں۔ ایک شخص نے سبب استفسار کیا تو فرمایا زیر جامہ پرانا ہوگیا ہے اسکی قیمت ملے تو نیا بنا لوں۔ کسی نے نیا پاجامہ اس وعدے پر مول لے دیا کہ جب دام آپ کے پاس ہونگے تو ادا کر دیجیے گا۔

اب اسلام رہتا ہے عیش محل میں پس عیش محل کے مقتضیات کیونکر نہ درکار ہو سکتے۔ اس پر مزید یہ کہ یورپ سے عیش پرستی اور عیاشی کے دلفریب سامان ایجاد ہو کے عام ہو گئے۔ جمل تے الارض دیتے موٹر کار کہتے ہیں اسوقت عام ہوا جبکہ بائیسکل کی سواری نے پچھلے دامن حذف کرا دیے تھے اور دم بریدہ کوٹ وضع میں داخل ہو چکا تھا۔ مطلب یہ کہ عادات کے تبدل و تغیر میں بہت کچھ دخل ایجادات کی قدر افزائی کو بھی ہے۔ دولت جب شرعی مصارف میں صرف نہیں ہوتی اور بچ رہتی ہے تو ایجادات کی قدر کیوں نہ کیجائے۔ اور پڑوسیوں کی سی معاشرت کیوں نہ مرغوب ہو۔ قیامت میں سونا چاندی گرم کرکے پیشانیوں کے داغے جانے کا خوف دل سے مدت ہوئی رخصت ہو چکا۔ مُلا ہزار طعن تشنیع کریں اب انکی سننے والے نہیں رہے۔

اگلا خیال یہ تھا کہ زر علیہ السلام کیوں گھر میں بچ رہے اب یہ خیال ہے کہ آمدنی میں سے کیوں پس انداز نہیں ہوتا۔ یہ ناممکن ہے کہ مصطفےٰ کمال کے لیے ترکیہ کی خزانہ مرثیہ پڑھائے اور رضا شاہ اپنی ٹانگ کی ازار کے لیے نخاس میں بندوق بیچیں۔

اس مضمون کے بعد ایک عنوان ہے "مسلمان مردہ قوم نہیں" ملخص اس کا یہ ہے کہ "مسلمان مردہ نہیں بیمار ہیں۔ اور جب تک سانس ہے تب تک آس ہے"۔ نہ تمام مضمون ہی مجرا ہے نہ خیال ہی بالکل غلط ہے۔ لیکن یہ واقعہ ضرور ہے کیا معنے کہ جو لوگ صحیح معنی میں مسلمان ہیں انکی تعداد اقل قلیل ہے۔ اب رہے ضعفائے قوم جنکی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ غلط کار لیڈروں کی ڈوری میں بندھے ہوئے ہیں۔ قوم کی قوم

جو ناچ نچاؤ ناچتی ہوں

پر آمادہ ہے۔ یہ مرض عسیر الزوال ہے اور موت کی طرف کھینچ رہا ہے خصوصاً ہندوستان کے مسلمان تو پڑے سسک رہے ہیں۔ ایک غیرت مند عرب عورت بیمار تھا بیماری کئی سال سے تھی۔ بی بی پڑے پڑے دھوتے دھوتے تنگ آگئی۔ دروازے پر کھڑی تھی کسی نے پوچھا کہو تمہارے میاں کا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا۔ "لا ھو حیّ فیرجیٰ ولا میت فینعیٰ" ترجمہ اس کا یہ ہے۔

نہ جیتے ہیں تربت عاشق کہ رو نائے کوئی
نہ مرتے ہیں کہ پہلا یا بھی کل جائے کوئی

بستر بیماری پر میاں لیٹے ہوئے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ سمجھے کہ بی بی کو کیو لی کی بہت فکر ہے۔ بیچارے ہم کہ

اسے دفعۃً ہم بدلا تو ہما سے واسے واویلا اور جھینا وہ بکمبخت غدار ہے اس کا ساتھ نہ دو۔ جسطرح پہلے موقع وبمعتبر آوازیں لیڈر کے حق میں ٹھنی گئی تھیں۔ ایسے بعد کو قرآن و حدیث کے حوالے کے ساتھ اس کے خلاف حکم سنے۔ عوام جسطرح واہ واہ میں ہم آواز تھے اسی طرح "آہ آہ" میں ہمدرد بن گئے۔

اس مضمون سے ملحق ایک اور نثر مضمون ہے جس میں غالب کے اس شعر کی شرح ہے ؎

ڈھونڈھے ہے اس مغنیِ آتش نفس کو دل
جس کی صدا ہو جلوۂ برقِ فنا مجھے

یہ مضمون صرف مضمون نویس کی وسعتِ نظر پر دلالت کرتا ہے۔ بے شک مؤلف مضمون کو فارسی شعرا اور حضرات متصوفین کے حالات پر کامل اطلاع ہے۔ مگر حاصل کے اعتبار سے اس کے مفید ہونے میں کلام ہے یعنی ہمیں ایسی موت کے دل پسند ہونے میں شک ہے۔ ہم ہرگز اسے اچھا نہیں سمجھتے کہ ایک مغنی مردود روح قبض کرنے والا گیت گائے اور ہم اُسے سنتے ہی مرحوم ہو جائیں۔ خدا غارت کرے ایسے مغنی کو۔ افسوس ہے کہ اسباب قتل کی فہرست میں "نغمۂ روح ربا" موجود نہیں ورنہ ہر مغنی کا گلا پھانسی کے پھندے میں پھانسا جاتا اور اس نامعقول کی جان گنگری مُرکی میں نکلتے کا تماشا کھرج کے سروں میں دکھائی ہوئی نکلتی۔ فاضل مضمون نگار نے کشتگان مغنیِ آتش نفس کی ایک طویل فہرست سے مضمون کی تزئین فرمائی ہے رحمہم اللہ۔ حالانکہ مرتے وقت کلمۂ شہادت سننا غالباً زیادہ درست ہے نہ کہ مغنیِ آتش نفس کی جان سوز تان۔

مضمون کے درمیان میں دو تصویریں صاحبِ ذوق اڈیٹر صاحب نے داخل کر دی ہیں۔ ایک تصویر کے نیچے "ڈراما" لکھا ہے۔ گویا یہ ڈرامے کا تخیلی مجسمہ ہے۔

اگر کسی صاحب نے آگرے کی بہاڑی پر ٹٹیوا رکو دو پٹا پھیلا کے ناچتے دیکھا ہے تو وہ اپنے تصور میں اسی ٹٹی یا کبوتری کو لے لیں بس ڈراما حاضر فی الذہن ہو جائے گا۔ ڈراما تو ایک انگریزی اصطلاح ہے۔ اس تصویر کے نیچے "رہس" لکھتے تو ایک بات بھی تھی۔ کہ رہس میں اس قسم کا زیور دلیا کبھی مستعمل تھا۔ سر پر چھپکا۔ کان میں موٹے موٹے کرن پھول ناک میں کیل۔ گلے میں چمپاکلی۔ ہاتھوں میں چوڑیاں اور سمرتیں انگوٹھے یا ٹھینگے میں آرسی۔ یہ تو ڈرامے کا زیور ہوا۔ بھولام کا چادرا۔ کرتی مدارد۔ چادر سے نیچے ایک باریک ڈوپٹا اس طرح برہنہ سینے پر آڑا لپٹا ہے جیسے نان بائی پیڑوں پر صافی بھگو کے پھیلا تا ہے تاکہ پپڑیا نہ جائیں۔ یہ ہوا لباس۔ گردن کندھے کی جانب مائل۔ آنکھیں بالکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ سڑے ہوئے لیچو کے چھلکے میں دڑاڑ پڑ گئی ہے گو دا جھانک رہا ہے۔ یہ ہوئی صورت شکل اس تصویر کی پشت پر ایک تصویر شاعری کی ہے اس کا سراپا سنیے:-

ایک بی صاحب فرشِ خاک پر اکڑوں تشریف رکھتی ہیں مگر ٹانگیں گھٹنے کے پاس سے آگے کو پھیلی ہوئی ہیں اور جوتیاں زمین پر جمے ہیں۔ ٹھڈی آسمان کی طرف ہے۔ گُدّی پشت سے لگی ہوئی۔ گویا گردن لقا کبوتر کی طرح "دکنش" دکھا رہی ہے۔ یا لوٹے کا گلا ایک طرف دھنس گیا ہے۔ آپ خیر سے دھوتی باندھے ہوئے ہیں۔ آپ کے جوتروں کی خوشبو سے ایک سیاہ خرگوش کا جوڑا اپنے مشام کو معطر کر رہا ہے خرگوش کے پاس ہی ایک کبوتر کو لوں کو غالباً چھتری سمجھ کے بیٹھنا چاہتا ہے۔ داہنے ہاتھ میں پنسل یا قلم ہے جسکے پاس ہی کاغذ کی چٹیں پڑی ہوئی ہیں لمبے لمبے قدموں کے قریب ایک ناچتا ہوا مور کھڑا ہے جیسے بی شاعری جان چھوٹ دکھا رہی ہیں۔ اور آخری کونے میں دوسرا سفید خرگوش غالباً بوسے اشعار اسفل سے مست ہو کر مصروف مراقبہ ہے۔ اس تصویر میں اینجانب کو مناسبات شاعری نظر نہ آئے (نظر کی کوتاہی) کوئی تخیل کا دھنی اگر مطلب سمجھا دے تو شاید عقل آجائے۔ نہیں معلوم ہوا کہ خرگوش پر شاعری کا اطلاق کیا جائے یا کبوتر پر یا طاؤس پر۔

کیوں صاحب! کیا کسی گلابیٹی لونڈیا کا نام شاعری ہے!۔ واللہ اگر یہی شاعری ہے تو اس چڑیل پر خدا کی مار۔ خدا ہر بھلے مانس کو اسکے قرب سے محفوظ رکھے۔

(باقی آئندہ)

راقم خاکسار ادبار الادب والانشا۔

ٹک جائے امتحاں میں کوئی یسا فرد کا!
اک نکتہ چیں دوشیزہ طلبگار مرد کی

آپ جانتے عورت ایک سمندر ہے جسکی تھاہ لینا آسان کام نہیں پھر پڑھی لکھی عورت اس پر طرہ یہ کہ فرنگن۔ بھلا اسکی مزاج شناسی کا ٹھکانا ہوتا کس میں ہے۔ چنانچہ کوئی مس مولی ہولی ہیں انھوں نے اب تک کنواری رہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان کے مزاج کے موافق شہروں شہروں مارے ڈھکیلے پھرنے کے بعد بھی کوئی لائق مرد دانہ ملا۔ انھوں نے مختلف مقامات کے مردوں کو آزمایا اور ہر ایک کھیسڑی نکلا۔

جرمنی مرد۔ نرا گنوار۔ اے ہے نگوڑا زود رنج۔ خود پسند۔ بس اپنی چھب پکتی دیکھتا ہے تعصب کا یہ حال کہ کسی انگریزن پر نگاہ پڑی اور تن بدن میں مرچیں لگ گئیں۔ نگاہیں سیکھ نکالنے "ابھی اس سے کون رشتہ جوڑے۔ کس کے پاس قارون کا خزانہ ہے جو ہر دم نئی نئی سوغاتیں مول لیتا پھرے تھیٹر تماشے دکھائے اتنے نکتورے اٹھانے پڑے گا کیا! ایک چھچھلا اوچھا کھٹا سیٹھا کبھی ہوس۔ اللہ بس باقی ہوس۔

یہ حال ہے تو کس عورت کی کھاٹ کٹی ہے جو جرمنی مردوں سے پہلو آباد کرے گی۔ دور بھی کرو نگوڑا نکما۔ بے سوادا۔ خود غرضا۔

فرانسیسی مردوا۔ اے اللہ تو بہ! بات کا میٹھا۔ طبیعت کا خبیث۔ منھ دیکھے کا عاشق۔ میٹھی پھیری اور ان تلوں تیل ہی نہ تھا۔ یہ لوگ عورتوں کا پھول سمجھتے ہیں۔ کوڑا اسونگھا گلے کا ہار بنایا یا از رجیب۔ وہ مرجھا گیا تو دل کے پھینکدیا جیسے کوئی تھیٹر دیکھتا ہے۔ آن کی آن میں بھلا یا ہر کھیم مطالبہ پر

موذی کاٹے کھاتے ہیں کہ شکار کی گھات لگانے میں بلوعت ہے وہ شکار کر لینے میں نہیں۔

اٹلی کے مردوے ۔ فرانس والوں سے اچھے ہوتے ہیں مگر چھچھورے ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی ملے جو ساٹھ سوٹ سے زیادہ ان کے پیٹ کا خیال رکھے تو یہ خوش رہتے ہیں ورنہ مبہوت ہو جاتے ہیں۔ ذرا ان کے کھانے میں خلل پڑے تو دیکھو تماشا ۔ نرا اکھڑا دلی اور صورت اور سیرت میں شیطان ہو جاتا ہے۔ ذری مروت نہیں کرتا۔

میرے سامنے ایک اٹلی کی عورت نے امریکن لیڈی سے کہا۔ بھلا وہ بھی کوئی بی بی ہے جو اپنے میاں کے لیے کھانا بھی نہ پکائے۔

امریکا زادے ۔ مزے کے ۔ الو کی دم فاختہ ہوتے ہیں۔ ایک موم کی گولی سمجھو۔ بی بی نے جیسی شکل بنا دی ویسے ہی بن گئے۔ بیبیاں بھی وہاں کی ایسی اللہ تلے باز ہوتی ہیں کہ میاں کی کمائی عیاشیوں میں اڑاتی ہیں۔ بیچارہ مردوا دن بھر کولھو کا بیل بنا روپیہ کمایا کرتا ہے شام کو ٹھس ہو کے پڑ رہتا ہے ۔ نانگ کی ازار کا ہوش نہیں رہتا۔ ایسے نگوڑے زن مریدوں جورو کے غلاموں سے کیا خاک مزا مل سکتا ہے؟ ۔ نہ ان کو خدا نے دماغ دیا ہے نہ ان میں جیسی چالاکی ہے۔

ہندوستانی ۔ شوہر نہیں غلام ۔ نگوڑے میلے کچیلے گھنونے ۔ میرا ان سے دل نہیں مل سکتا۔ بس سفید رنگ ۔ اس کو خدا سمجھتے ہیں۔ چاہے گوری عورت ہو یا گورا مرد ۔ تمھیں انصاف کرو کہ بندے اور خدا میں کہیں بیاہ رچ ہو سکتا ہے؟ اور ہو بھی جائے تو مزا کیا ملے گا ۔ نہ شوخی ہوگی نہ دل لبھانے کی گھاتیں ہوں گی نہ برابر کی چوٹیں چلیں گی ۔ ان موئے اگھیلوں سے تو بندی بیزار نے میں لوٹا بھی نہ رکھوائے۔

انگریز مردوے ۔ ارے یہ تو نرے اناڑی ہوتے ہیں ۔ انھیں اتنا سلیقہ بھی نہیں ہوتا کہ بی بی کے تیور پہچان لیں۔ بس اپنی دھن کے پکے ہوتے ہیں۔

ورزش کا شوق ہوا تو اللہ دے اور بندہ لے ۔ ہزاروں کتابیں ورزش کی جمع کر لیں ۔ دن ورزش ہے رات ورزش ۔ گھوڑے کی سواری یا شکار کا مزا ہوا تو اب نہ کھانا یاد آتا ہے نہ جورو یاد آتی ہے ۔ اصطبل میں لید کی بو سونگھا کرتے ہیں یا جنگل بیابان میں ہرن اور خرگوش کی زندگی دوبھر کرتے پھرتے ہیں۔ گھر پر بھی آئیں گے تو ورزش یا شکار یا سواری ہی کا دکھڑا رو دیں گے نہ ان سے نخرے کی داد مل سکتی ہے نہ غمزے کی۔ انھیں جورو کی میٹھی میٹھی باتوں سے زیادہ لذت کلب گھر میں تاش کھیلنے یا اخبار پڑھنے سے ملتی ہے۔ جب تک بن بیاہے رہتے ہیں عورت کے نام سے جلتے ہیں اور اگر کسی عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ بچوں کی سی محبت ہوتی ہے۔ جورو کوئی ماں تو ہوتی نہیں جو ہر حالت میں انکا ماں گون کرے اور "بچہ ہے بچہ" کہہ کے ٹال دے ارے انھیں تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہم سے کیا خطا ہوئی ۔ جو خطا پر بگڑو تو کوے کی طرح منھ دیکھتے ہیں ۔ نہ رنج کے شریک نہ راحت کے ہمدرد۔ کاش جتنی محنت شکار پھانسنے کے گر دل سے واقف ہونے میں کی تھی اتنی "جورو داری" کے نکتے حل کرنے پر کی ہوتی۔ کوئی بتاؤ کہ جب دنیا عورت کے مزاج شناس مردوں سے خالی ہے تو بھلا عورتیں عمر بھر کنواری کیوں نہ رہیں؟ ۔

میں ایک مرتبہ ایک فرانسیسی کے پھندے سے بال بال بچی ۔ اے اللہ تیرے قربان جائیے تو نے بچا لیا۔ دوسری مرتبہ اپنے ہم وطن مردوے سے یہ میاں تو دو چار ملاقاتوں ہی میں دیوانے ہو گئے۔ کہانی سنو ۔ سمندر کا کنارہ تھا چاندنی چھٹکی ہوئی تھی ہم دونوں ٹہل رہے تھے کہ میاں کو وحشت سوئی اور گھٹنے ٹیک کے بولے "پیاری مجھے اپنی غلامی میں قبول کر لے"۔

ارے کیوں نہ ہو ۔ بہت جلدی مزے میں آ گئے۔ میں نے کہا "یا حضرت کے آدمی وکے پھیر شدی بھلا میرے اور تمھارے میل جول کو ابھی کے دن ہوئے ہیں!"

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ ۔ قاعدہ ۱ و ۵)

بحکم جناب حاجی مولوی خلیل الدین احمد صاحب بہادر منصف شرقی الہ آباد۔

نمبر مقدمہ ۷۹ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت منصفی شرقی ضلع الہ آباد۔

گمبھیر سنگھ وغیرہ قوم چھتری ساکن کلیان پور پورہ تیواری پرگنہ و تحصیل سورام ضلع الہ آباد مدعی

بنام

رام اوتار سنگھ وغیرہ

رام پرشاد ولد موہن قوم اہیر ساکن بگیا پور مزرعہ موضع لراہ پرگنہ و تحصیل و ضلع پرتاب گڑھ مدعا علیہ

ہرگاہ کہ مدعیان نے آپ کے نام ایک نالش بابت رہن کے دائر کی ہے لہذا آپکو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۱ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں ۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں ۔ آپ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بلا حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۶ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔ دستخط حاکم

مہر عدالت

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ ۔ قاعدہ ۱ و ۵)

بحکم جناب حاجی مولوی خلیل الدین احمد صاحب بہادر منصف شرقی الہ آباد۔

نمبر مقدمہ ۲۷ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت منصفی شرقی ضلع الہ آباد

گمبھیر سنگھ وغیرہ قوم چھتری ساکن کلیان پور پورہ موہنی پرگنہ و تحصیل سورام ضلع الہ آباد مدعی

بنام

رام اوتار سنگھ وغیرہ

رام پرشاد ولد موہن قوم اہیر ساکن بگیا پور مزرعہ موضع لراہ پرگنہ و تحصیل و ضلع پرتاب گڑھ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت رہن کے دائر کی ہے لہذا آپکو حکم ہے کہ آپ بتاریخ ۲۱ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے کی کریں ۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے حاضر ہونے کیلیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں ۔ آپکو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بلا حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۶ ماہ مئی سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

کھول کر آنکھ ذرا دیکھ تماشا کیا ہے

وہم ہے یا کہ حقیقت ہے یہ ہوتا کیا ہے

Established
1839
ستی حضور نظام
خلد اللہ ملکہ
حسن بلڈنگ
کا افتتاح حضور نظام نے فرمایا
اور سرپرستی قبول فرمائی
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
شاخ
قنوج
حیدرآباد دکن
دہلی
ٹیلیفون نمبر ۱۳۶
جانوں کی جان
عطر حنا
فہرست مفت طلب فرمائیے

فرمانے لگے اس سے کیا ہوتا ہے تم خود تم شادی کو منظور کرو گی۔ پھر مجھ میں کیا کیڑے پڑے ہیں؟ واللہ دیر نہ کرو ابھی چلو گرجے چپٹ منگنی پٹ بیاہ۔ ان اہم ترنہ ہند شکار کھیلیے تم مصاحبت کرو۔"

شکار کا نام سنتے ہی میں جل گئی۔ سر دکھا منہ بنا کے جواب دیا کہ ہندی کو شکار سے ذرہ بھر رغبت نہیں۔" تو سادگی دیکھیے کہ آپ جھٹ بول اٹھے اچھا تو میں شکار کھیلوں گا تم صحرا میری کے سر چڑھنا۔ یا جنگلی پھول چن کے گلدستے بنانا کہو اب راضی ہو۔ اسکا جواب ہی کیا تھا یہی کہ عورت کے مرنے دل کا شکار۔ ان پھندوں سے ناممکن ہے جا دنیا ہوا کھاؤ۔

مولانا پنچ کسی اور جگہ کے ذکور سے تو ہمیں غرض نہیں مسز ہولی پولی نے ہندوستانی حضرات کی جو مدح فرمائی ہے وہ ذری اہم ہے کیا معنے کہ مسز ہولی پولی کا منھ خدا بنے پر بھی متورم ہی نظر آتا ہے۔ پرستش بھی انکا عادی نہیں۔ ادھر ہندوستان تو کا یہ حال ہے کہ بندہ بننے پر آمادہ ہیں۔ حالانکہ ان کے وطن کی بیبیاں خود انہیں مجازی خدا سمجھتی ہیں۔

مسز ہولی پولی نے صاف صاف یہ نہیں فرمایا کہ مرد میں کیا اوصاف ہونے چاہییں۔ جو کوئی امیدوار اچھا شوہر بننے کی کوشش کرتا۔ اکثر ہندوستانی باوجود گھناؤنے ہونیکے صاحبیت اختیار کرنے میں بہت مشتاق ہیں الغرض محسوس ہوا کہ عورتوں کی اسی طرح قدر کرنی ہے جسطرح فرنگستان میں کیجاتی ہے۔ اور جھٹ بوسے کرکے عوض سجدہ کرنے پر مستعد ہو گئے۔ انھوں نے انگریزی طریقے کے نام رکھے انھوں نے اپنی پوشاک بدل لی۔ وہ انگریزی طرز پر کھانا کھاتے ہیں۔ انگریزی وضع کے مکانوں میں رہتے ہیں۔ کھڑے ہو کے پیشاب کرتے ہیں۔ کاغذ سے آبدست لیتے ہیں۔ صابن سے منھ دھوتے ہیں۔ پس انکے واسطے مسز ہولی پولی کے خیال کے مطابق شوہر بننا کیا دشوار ہے!

راقم۔ خاکپائے مردان روزگار

خر ـ رسوائی ہنی مون (زمانۂ آئندہ)

مولانا پنچ کی نوٹ بک

دل لبھانے کی تعلیم اور معاوضہ باطل

چند روز ادھر استاذ الحکام سول ملٹری گزٹ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ جو افسر انقلابی نابکاروں کے ہاتھوں ہلاک ہو اسکی بی بی کو "دیت" یعنی اسقدر زر نقد عطا کیا جائے جسکا سود اسکے شوہر کی تنخواہ کے مساوی ہو۔ یہاں تک جو مشورہ دیا وہ کچھ بیجا نہیں۔ مگر آگے چل کے فرماتے ہیں کہ یہ خون بہا قاتل یا اسکے خاندان سے وصول کیا جائے۔ یوں نہ وصول ہو سکے تو پھر اسکے تمام رشتہ داروں سے اور جو رشتہ دار نا نصیب اس قابل نہ ہوں تو پھر اس گاؤں بھر سے یا شہر بھر سے یا پورے ضلع بھر سے لیا جائے۔ یہ عنوان اختیار کیا گیا تو دیکھیے گا پبلک ایسے واقعات کے متعلق اپنی ذمہ داری محسوس کرنے لگے گی۔"

ایسا قانون دنیا میں بر پا (اور وہ کامیاب) نہیں ہو سکتا جب عہد وحشی میں جو کہ خیر چند تھا نہ چلا تو عہد حاضر میں جو کہ مہذب ہے خصوصاً برطانیہ میں جو کہ عدل عدل کا دم بھرتی ہے کیا چلے گا کہیے تو خوشامد سے کہدیں حکومت ہند کو لکھیا ہے وہ اس مشورے پر عمل کر کے دیکھ لے۔ جرمانہ بھی ایک تعزیر ہے قید اور پھانسی بھی ایک تعزیر ہے۔ ایک تعزیر کے بارے تمہا سول ملٹری گزٹ نے مشورہ دیا دوسری تعزیر کے متعلق ہم مشورہ دیتے ہیں کہ جب کوئی افسر انقلابی نابکاروں کے ہاتھوں ہلاک ہو مجرم کا پتہ نہ لگے تو پکڑ دھکڑ اسکے قرابتداروں کو اور حد قصاص اسپر جاری کر دو پھر جو قریب کا عزیز موجود نہ ہو تو دور کے رشتہ دار دینکو تا بہ آخر کرد اور ہو سکا ذرہ پس از ملاگو دہ نگوڑا کا تھا ہو د (بقول لہ انیس بن) تو محلے والے اور گاؤں والے پکڑے جائیں بعد قصاص کے حدود صوبے بھر کے افراد تک پھیلا دیے جائیں۔ ان شاء اللہ بعد قصاص پبلک اپنی ذمہ داری محسوس

کرنے لگے گی۔

اگر ہم حاکم ہوتے تو سب سے پہلے سول ملٹری گزٹ کو ایام میں پھانسی دیتے۔ کہ اس نے حکام اور گوروں بلکہ شاہ ودیت کے مابین بد ظنی پھیلانے اور بھڑکانے کا فتنہ برپا کیا۔

کیا آرڈیننس اس طرف توجہ کرے گا۔ بے جا ہے؟

دلائل نبوت

مسلمانوں کے سوا حضرت مسیلمہ (کذاب) سے جو کہ بعض معجزوں کے باعث نبی مان لیے گئے تھے بہت کم لوگ واقف ہوں گے۔ نبوت کے دعوے سے قبل آپ مختلف تجارت کی منڈیوں میں گھوما کرتے تھے عرب و عجم کی کوئی منڈی آپ سے نہیں بچی مثلاً ایلاکا بازار۔ بقہ اور بنارس کا چوک یا حیرت کی نینیٹھو۔ تاجر پیشہ لوگ تو اپنے کاروبار کی دھن میں رہتے مگر آپ نیرنگ و شعبدہ نجوم و کیمیا کے نکات حل کرتے حیلہ ہائے ناحق کی تحقیقات کی اُدھیڑ بن میں وقت بسر فرماتے۔ آپ جانیے جو ئندہ یابندہ۔ چند شعبدے آپ نے اپنی نبوت کو مدلل بنانے کے لیے حاصل ہی کر لیے۔ مثلاً آپ نے تنگ منھ کی بوتل میں انڈا اُتارا جاہل عرب متعجب ہوئے۔

اور رایت شاذن میں جھانجھ و گھنٹیاں باندھیں دیکھا کہ دیکھو میرے گھر میں فرشتے اتر رہے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ رایت شاذن کوئی بڑے بزرگ ہوں گے نہیں جناب یہ کنکوے کا عربی نام ہے۔ شام اور ایران میں کنکوا ٹھیک اسی طرح بنا کے اڑایا جاتا تھا۔ جس طرح آج اڑتا ہے۔ اندھیری رات ہوئی آندھی چلی اور آپ نے چپکے سے ہوا کے رخ پر کاغذ یار کو چھوڑ دیا گھنٹیوں اور گھنگرووں میں حرکت ہوئی۔ ٹن ٹن چھن چھن کی آواز امت نے سُنی اور خیال کیا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں رات کو دور کسے سوجھائی دیتی۔

ایک عربی شاعر نے آپکی شان میں قصیدہ کہا جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

ببیضۃٍ قارورۃٍ و رایۃ شاذن
و توبیل مقطوع من الطیر حاذق

دو معجزے تو یہ کہ مصرعے میں ہیں جنھیں ہم بیان کر چکے تیسرا معجزہ دوسرے مصرعے میں ہے کہ حضرت چڑیا کے کٹے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے بازو جوڑ دینے میں بہت ماہر تھے ادھر آپ نے معجزے کا بازو جوڑا اور وہ اڑی۔

اس زمانے میں ایسے معجزات کوئی وقعت نہیں رکھتے لیکن انگلستان کی وزارت عظمیٰ ہندوستان بھر کو جاہل عرب خیال کرتی ہے جب ہی تو مطالبات کی آندھی چلنے پر اُسنے اصلاحی کنکووں میں بامنے دبھینی جلوں کی گھنٹیاں باندھ کے فرشتگان رحمت کے نزول کی امید دلائی۔ رایت شاذن اُڑا اجلاجل کی صدا بلند ہوئی آخر ڈور کھنچ لی گئی فرشتگان رحمت جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چھن چھن کرتے سدھار گئے۔

پہلے سائمن کمیٹی نے رپورٹ کا انڈا آئینی و ترقی کے سر کے میں بھگویا اور چھوٹے منھ گھڑے کی بوتل میں اتار کے دکھایا پھر کہا ایمان لاؤ ورنہ عاقبت کی رستگاری سے ہاتھ دھو رکھو۔ اب لوتھیان کمیٹی نے مشلول ہندوستانیوں کے ٹوٹے بازو جوڑنے اور پرواز کے قابل بنانے کی سعی فرمائی ہے۔ بالفعل انڈے اور چڑیا کی تقدیم و تاخیر کا مسئلہ انگلستانی پارلیمنٹ کے ارکان میں قابل بحث ہے کوئی کہتا ہے انڈا نہ ہوتا تو چڑیا نہ پیدا ہوتی اور کوئی کہتی ہے کہ مقدم چڑیا ہے جسنے انڈا دیا گو کہ چڑیا کا وجود انڈے کے بعد ہوا۔

برنارڈ شا اور دیگر مشلسٹ اپنی جگہ تقریر بازی میں مصروف ہیں کہ انڈا سرکے میں بھگویا گیا تھا اسمیں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ رہ گئی چڑیا تو اُسکے بازو عارضی ہیں۔ یہ امید فضول ہے کہ ؎

شاید کہ ہمیں بیضہ بیار دپر و بال چڑیا گردد

ہم سے ضعیف الایمان معجزے دیکھتے ہیں اور منتظر بلائے بیٹھے ہیں۔ انڈے کے بارے میں کچھ کہیں تو ڈنڈا پڑتا ہے چڑیا کے متعلق جو کچھ لکھیں تو آرڈیننس کا پھندا تیار ہے۔ رایت شاذن پر لنگر پھینکیں تو پتا توڑنے کے مجرم ٹھہریں کم از کم حکومت کی جانب سے ہمیں اتنی اجازت ملنی چاہیے کہ معجزے اور شعبدے میں امتیاز کر سکیں۔ ورنہ جب معجزہ طرازی کا زمانہ ختم ہو جائیگا تو ایمان لانیوالوں کی تعداد مومنین موقنین سے کہیں زیادہ ہو گی۔ ادھر چڑیا کے بچہ شیرینہ ہونے کا احتمال ہے۔

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اُنکے علاوہ دیگر مشاہیر کا ذخیرہ نادر بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۱۹

مضامین

۵ جون ۱۹۳۲ء

کسونجی کی جڑ

کوئی دیکھے لالے گلاب کے پھول
کہ ہم کو کسونجی کی جڑ دیکھتے ہیں

(دنبالۂ ماقبل)

اس کے بعد شاہانِ مغلیہ کی آخری آرامگاہیں مع تصویر مقابر ہیں۔ چونکہ فنونِ لطیفہ میں عمارت سازی بھی ایک مرتبہ رکھتی ہے۔ اس کاغذی رسالے میں شاعری اور مصوری کے اعلیٰ نمونے دکھائے گئے تھے۔ یہی ایک بات باقی تھی حفظ العلاکرے مضمون نگار صاحب کا مضمون نے بابر کا مقبرہ ہمایوں کا مدفن۔ اکبر کی آرامگاہ۔ جہانگیر کی تربت۔ شاہجہاں کی لحد پر ایک مضمون لکھ کے جو کسر باقی رہ گئی تھی پوری کردی۔ یہ مضمون نہ اچھا ہے نہ برا۔ نہ ضروری ہے نہ فضول۔ ہاں جو تصویر اس میں متصل ہے وہ ضرور قابلِ التفات ہے۔

اس تصویر کا نام ہے رقص۔ قابل مصور نے تخیل کا کمال دکھایا ہے۔ دُنیا میں رقص کا ایسا دلچسپ مرقع شاید کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو۔ ایک دُبلی پتلی قاف موٹے موٹے ہونٹوں اور پچکے گالوں والی عورت آدھے ڈیل سے برہنہ، صرف شلوار پہنے ایک ٹانگ زمین پر دوسری ہوا میں اٹھائے کھڑی ہے۔ یہ شلوار اوپر سے چنٹ دار جیسی بالکل چالی چلمن کی اُترن معلوم ہوتی ہے جس کی مہری پنڈلی کے پاس ڈورے سے باندھ دی گئی ہے جو ٹانگ زمین پر ہے وہ مقوس (قوس نما) ہے۔ اور جو بلند ہے وہ انگریزی کے (8) حرف اے کی طرح ہے۔ داہنا ہاتھ داہنی ران سے کچھ فاصلہ پر لٹکا ہے بایاں ہاتھ کہنی کے پاس سے روبہ سوئے آسمان ہے جسکی انگلیاں نہایت برتاہیں کہ انگلی کوئی موٹی کسی میں پوریں ندارد۔ انگوٹھا ایسا خوشنما ہے کہ سبحان اللہ۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آزوی میں پتیا لگی ہے۔ سینے پر دو بوٹے دار سرپوش ہیں وہ داری کررہے ہیں جسکی زنجیر پشت اور گلے سے معلق ہیں۔ بالائی حصۂ جسم پر صرف یہی سرپوش ہیں یا دو تین موتیوں کے مالے سیر پر چمگادڑ کے بازو کی طرح ایک چادر اڑتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ چادر کہیں پر ٹکڑی کی ہے (مربع خانہ دار جیسا شطرنج کے مانند) اور کہیں پیوندار ہے۔ سر پر ایک پگڑی بندھی ہے معلوم ہوتا ہے دو احول کرنے کا کھول سر پر ادھر ادھر ہے۔ کانوں میں کچھ عجیب اہیات ساز یور ہے جسکا نام شاید مصور ہی کو معلوم ہوگا۔ ہاتھ میں چوڑیاں ہیں اور بازو پر بھی پٹی ہے پیچھے پاؤں کا لنگر کھینچ جائے تو شاید بیس برکا زاویہ بنا ہے ہر قسم کی شکل دیکھ کے غصہ آتا ہے خصوصاً ان کی لکیر پر جو شلوار کے پشت پر نیچے لٹک جانے سے کیچوے کی صورت میں نمایاں ہوگئی ہے۔ نظر پڑتے ہی جی میں آتا ہے کہ سوگلانے او بھول جائے تو پھر سے شروع کردے۔ کمر کے حلقے میں سفید سفید دوہری اور اکہری لڑیاں پاؤں تک لٹک رہی ہیں جو غالباً گردش کی وجہ سے بے ترتیب ہوگئی ہیں۔ تصویر کی زمین سیاہ ہے اور ڈیل تمام سفید۔ صفحہ تصویر کے نیچے سے لے کر اوپر تک ایک بڑی سی شمع جسکی چربی لو کے پاس سے گرمی کے باعث پگھل گئی ہے۔ ستون کی وضع سے نصب کی گئی ہے اور لو بھی نیچے سے موٹی درمیان سے باریک اور اوپر سے چوڑی ہوگئی ہے۔ ایسی شمع (بشرطیکہ یہ شمع ہو) مصور کے سوا دُنیا میں کسی نے دیکھی نہ ہوگی۔ شمع کے نچلے حصے کے متصل ایک مور ناچ رہا ہے اور مور کی ٹانگوں سے بیچی ہوئی ایک دوسری مردار (شاید رقاصہ کی بہن) صرف لنگی باندھے ہاتھ میں چنڈو کی سی نگالی لیے پالتی مارے بیٹھی ہے۔ چنڈو کی نگالی سے دھواں نکل رہا ہے۔ اس چڑیل کے سر پر بھی پگڑی بندھی ہے۔ مگر پگڑی میں گلدستے کی طرح کوکا بیلی کا پھول لوکروں تو پر سارہا ہے۔ قابل مدح و ثنا دونوں شکلوں کی آنکھیں ہیں جو تنکے سے (نہ موقلم سے) بنائی گئی ہیں۔

ایک سوت کی کاڑی لیجیے اور اُسے کتے کی دُم میں باندھ دیجیے کتا اس سے کھیلے گا جھنجوڑی دینے سے گکڑی کی جو شکل بنے گی وہ اس قماش کی شکل کی توضیح کردے گی۔

غالب کا شعر ہے ؎

دیکھو تو دلفریبی اندازِ نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

رقاصہ کی ایڑی کے نیچے مصور نے گل کتر کے دکھائے ہیں۔ یعنی فرش پر ٹکا ہے ایڑی اونچی ہے ایڑی کے محاذی روندے ہوئے پھول کی پنکھڑیاں پڑی ہیں۔ یہ گلکاری آنتابی اکثر خوش مذاق ناظرین کو یقیناً مرغوب ہوگا خصوصاً انھیں جو بہرحال رسالے کے مداح و ثناخواں ہیں۔

شاعر کہہ گیا ہے ؎

ہم بروئے زمین ہمہ ہست و ہم زیر زمیں
ایں صفحۂ خاک پُر از درد و تصویر است

یہ صفحۂ کاغذ بھی "پُر از درد و تصویر" ہے۔ شاعر نے تو دُنیا کے زندوں مردوں کے دو صفحے بنالئے تھے۔ جناب اڈیٹر صاحب نے اپنے خیال میں خدا معلوم زندوں کی تصویریں جمع کی ہیں یا مردوں کی۔ لیکن ان میں سے ایک جس کا ذکر اوپر ہوا درحقیقت ایک لعنت کی تصویر ہے۔ رقص کی نہیں۔ اور دوسری جس کا اسم گرامی ہے "بنگالی آرٹ" وہ ایک رندی نوش و "رندۂ مینوشر" یعنی بادہ رندکی ہے۔ میاں چہار زانو مٹھی بند کیے اپنے منھ کو آپ ہی انگوٹھا دکھا رہے ہیں۔ ایک چوکی ہے جس پر دونوں جلوہ فرما ہیں۔ رندصاحب کنٹوپ کی طرح کی پگڑی جیسے لٹ پٹی دستار کہنا چاہیے باندھے ہوئے ہیں۔ گردن سے نیچے تک بٹے ہیں جو پگڑی کے ہمرنگ اور ملحق ہونے کے باعث بالکل کنٹوپ معلوم ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی دوپائی (کوبی پائے دکھائی دیتے ہیں) پر مٹی کی دوات کی سی صراحی اور برف کی قلفی کا سا جام رکھا ہے

گر جام سے صراحی چھوٹی ہے۔ اس میں جام کی آدھی آدھی شراب انڈیلی جائے تو بھی لبالب مملو ہو جائے اور ابل پڑے۔ رند ابھی لونڈا ہے گر زندہ لونڈیا نہیں ابھی خاصی عورت ہے خدا جانے کیا بات ہوگئی ہے جو ساقہ منہ پھلائے رند کی جانب سے رخ پھیرے یک زانو بیٹھی ہیں۔ ایک ہاتھ گھٹنے کی چپنی پر ہے دوسرا دوپٹے کے اندر ہے اٹھے ہوئے گھٹنے پر بیٹے کی ٹھنڈ ہے اور پڑے ہوئے زانو پر بیٹے کا تو بیا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے نے ماں کے آغوش میں جان دے دی ہے۔ ایک بڑا سا خاصدان دستر کے گنبد کے برابر، پاس رکھا ہے۔ خاصدان کے قریب چھوٹی سروتی کے برابر نیچا۔ (بہر حسن مناسبت خاص رکھتی ہے) پڑی ہے۔ جس بچہ کی بہو دونوں بیٹھے ہیں اس کے نیچے پیڑا (چوبی تختہ) ہے بڑے پہ میں (دباجا) رکھی ہوئی ہے۔ اور ریک "تی شاخا" شمعدان بحالت افسردگی اہل محفل کو "ٹلی لی" کہہ کے جھلملا رہا ہے۔

اگر ایسی مصوری دنیا میں پیش کرنے کے قابل ہے تو یہی بات۔ ہمیں تو امید نہیں کہ اہل نظران تصویروں کی جانب التفات بھی کریں گے۔

حال کے ادبی رسالوں کے اڈیٹروں کا تصاویر کی وبا میں مبتلا ہونا اور تصویر کے حسن و قبح جانچنے کی نظر نہ رکھنا دنیا کے واسطے نہایت عجیب ہے مگر ہمارے نزدیک ذرا بھی عجیب نہیں۔ اسلیے کہ انہیں سے اکثر کی ادبی قابلیت و استعداد بھی ایسی ہی ناستحکم ہے۔۔ ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں کی جاسکتی اور شکایت کی بھی جائے تو جواب ویسا ہی معقول ملیگا جیسا کہ کسی خانساماں نے اپنے آقا کو دیا تھا۔ خانساماں میز پر شوربے کا پیالہ رکھ کے چلا گیا۔ صاحب نے شوربے میں کئی مکھیاں پڑی دیکھیں۔ بہت بھن بھنائے بگڑ کے آنکھیں دکھائیں۔

"کیوں بے! اتنے سے شوربے میں چار چار مکھیاں؟"

خانساماں نے دست بستہ عرض کی "حضور خدا کی قسم میں نے آٹھ مکھیاں ڈال کے لایا تھا۔ نہ معلوم چار کون کھا گیا!"

ان حضرات کو ہر عیب ہنر دکھائی دیتا ہے۔ ان تصویروں میں ہمیں تو اتنے ہی عیب نظر آئے۔ ممکن ہے کہ چار نہیں آٹھ مکھیاں ہوں۔

انگریزی رسالوں اور اخباروں کا فنون کی تقلید بھی آسان نہیں۔ اس لیے کہ ان میں تصویریں بھیجنے والے اس فن خاص میں مہارت کامل رکھتے ہیں اور مالکان جرائد خود بھی صاحب نظر ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہندوستان کے اکثر اردو رسالے اور اخباروں کا مخذ نہ خود اس فن سے واقف ہیں نہ ماہر مصور انھیں میسر ہیں۔

ان کے طبع زاد مضحک کارٹون ناظرین کو خود اپنے مصور و مولف پر ہنسواتے ہیں۔ اور وہ اس مسئلہ پر بالکل متاثر نہیں ہوتے جس پر تصویر کی بنیاد ہے۔ رسال گذشتہ ایک مقلد بے عقل نے مسٹر لائیڈ جارج سے متعلق تصویر بنوائی مگر چہرہ مسٹر لائیڈ جارج کا نہ تھا۔ بلکہ مسٹر سنوڈن کا تھا۔ ہاں سر تصویر پر نام لائیڈ جارج لکھ دیا تھا۔ راقم الحروف نہایت متعجب ہوا چند روز کے بعد اتفاق سے ایک ادبی انگریزی رسالہ سامنے آگیا دیکھتا کیا ہوں کہ بعینہ وہی تصویر ہے جو اردو کے رسالے میں تھی۔ تاریخ اشاعت پر جو نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ انگریزی رسالہ اس اردو مجموعۂ مہملات سے دو تین مہینے پہلے شائع ہو چکا تھا۔ اور اس نے مسٹر سنوڈن کو اس کارٹون میں بنایا تھا۔ اردو رسالے کے اڈیٹر صاحب نے شاید اس خیال سے کہ ہندوستان میں انھیں کون پہچانتا ہے۔ لائڈ جارج اور اسنوڈن دونوں انگریز ہیں اب لائڈ جارج کی تصویر کہاں ڈھونڈتے پھریں اور وہ کیونکر ملے گی مثل مشہور ہے "دیور ساس کے پوت سب ہی برابر" دیور جیٹھ خاوند ساس ہی کے پوت ہیں، کارٹون بعینہ نقل کر دیا۔ تصویر اڈیٹر صاحب کے مطلب کے موافق نہ تھی۔ اس لیے آٹھ سطر کی عبارت نیچے لکھدی کہ اب تو لوگ ہمارا مقصود سمجھ ہی لیں گے

اگرچہ عبارت اور ہیئات تصویر میں دور کا لگاؤ بھی نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر تبصرہ رسالے کی تمام تصویروں کا حال ایک ہی جگہ لکھ دیا جائے گزشتہ تصویروں کا نمبر تو یاد نہیں رہا۔ کون شمار کرے۔ لہذا اس تصویر کو جسکا نام "مناظر قدرت" ہے پہلی تصویر سمجھیے۔ یہ ایک جاپانی تصویر کی منقول اڈیٹر صاحب نقل ہے ادھر پہاڑ ادھر پہاڑ بیچ میں ندی۔ ندی پر ایک طلائی پل۔ پل کے حصہ زیریں میں پانی کے بیچوں بیچ ایک سونے کا ٹھاٹھر۔ ٹھاٹھر کے دونوں طرف پانی۔ اس ٹھاٹھر کی علت معلوم نہیں آیا ٹھاٹھر کی بُنیادوں پر پل قائم ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر افقی بلی کس مصلحت سے لگائی گئی۔ اور اڈیٹر صاحب نے اسے سنہلے رنگ سے کیوں رنگوایا۔ اس قسم کی طلائی بلیاں یا لکڑیاں اُن قبوں کے نیچے بھی لگی ہوئی ہیں جو ندی کے کنارے نمایاں ہیں یا پھر انہیں بنگار کو ہیا کی اتاری ہوئی کٹوری وار انگیا سے تشبیہ دیجا سکتی ہے انگیا بھی کیسی بادلے کی قبول کے وسط میں ایک ایک ستون گڑا ہوا ہے اور دونوں ستونوں پر ایک افقی ستون الگنی کی طرح بندھا ہوا ہے۔ یہ بھی طلا اور مذہب ہیں۔ بہرحال منظر تو ہے دلچسپ لیکن طلاکاری نے اُسے بالکل ضائع کر دیا۔ اُڑتی ہوئی چڑیاں تک سونے کی ہیں۔ ختنہ کرنے کے وقت جو بچہ معرض امتحان میں ہوتا ہے اسے بہلانے اور مسخر کرنے کے لیے نائی کہتا ہے۔ "وہ دیکھو سونے کی چڑیا اڑی جاتی ہے"۔ بچہ گھبرا کے اوپر دیکھتا ہے اور جب ایذا کی وجہ سے نیچے کی طرف آنکھ جھکتی ہے تو ذبح کی ہوئی لال لال چڑیا پر نظر پڑتی ہے۔ یہاں سونے کی چڑیاں فی الحقیقۃ اڑتی دکھائی دیتی ہیں افسوس ختنہ کرنے والا کوئی نہیں۔

یہ طلاکاری یقیناً جناب اڈیٹر صاحب کی خوش مذاقی ہے اور اگر یہ منقول عنہ کی صحیح نقل ہے تو سلیقۂ انتخاب تصویر کا حسن قابل اعتراض ہے۔

تصویر نمبر ۲ نقاشی کا تخیل ہے اس میں تین عورتیں ہیں بیچ والی عورت کے سامنے ایک لکڑی یا پتھر کا روضہ سا رکھا ہے اور قطع بھی روضے والیوں کی سی ہے جو گلی گلی پکارتی پھرتی ہیں "بلاؤ صاحبزادیو یہ نیاز روضہ جادر روضہ محبت بی بی (حضرت) کا یا رسول اللہ۔ یہ نئی کتاب نصیحت نامے کی یا رسول اللہ" فرق اتنا ہے کہ گھری دار چپت گھلنے کی جگہ رنگین ساری زیب جسم ہے۔ یہ بی صاحب گاؤ تکیہ لگائے آنکھیں بند کیے تشریف فرما ہیں۔ ایک گھٹنا کھڑا ہے دوسرا لیٹا۔ ایک ہاتھ گاؤ تکیے پر دوسرے میں پرکار ہے۔ پرکار کی دونوں ٹانگیں صفحۂ کاغذ پر ہیں۔ صفحہ بالکل سادہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ ڈیزائن بنانے کی فکر دامن گیر ہے۔ کسی عمارت یا مکان (روضہ) کی نقل آتارنے کا تعلق نقاشی سے اتنا نہیں جتنا نقشہ کشی سے ہے لہذا ہم اسے نقاشی کے تحت میں لاکے غلط اصطلاح کا گناہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہ نقاشی ہی ہے تو آنکھ بند کرکے پرکار سے نقاشی کرنے کا تماشا ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا خدا سلامت رکھے اڈیٹر صاحب کے حسن مذاق کو انھوں نے یہ نئی چیز دکھائی۔

تصویر میں سر چیز نئی ہے۔ کسی نقاش کی نشست بھی ایسی نہ ہوگی۔ "نہ کبھی تادن بانس کی ٹھہرنی" نہ سر سے پاؤں تک ساری لپیٹنے کے بعد (جو ہاتھوں کو بھی جکڑے ہوئے ہے) کوئی نقاش نقاشی پر قادر ہو سکتا ہے۔

ان تین جھلی پائیوں میں سے دو بالکل ساری میں ملفوف ہیں ایک جو پشت پر ہے البتہ خوش غلاف ہے مگر یہ نقاش نہیں معلوم ہوتیں۔ ہاتھوں میں تصویریں لیے مطالعہ کر رہی ہیں۔ نقاش کے پاس کوئی اور سامان مثلاً پنسل یا رنگ کی ٹیوبیاں یا رول کرنے کی پٹری نہیں ہے۔

تصویر میں کوئی ایسا دلفریب جمال بھی نہیں بجز منیر جو ہم سے بڈھوں کے لیے قابل التفات ہو ہاں یہ ممکن ہے کہ جوانوں کی طبیعت کو تھوڑی دیر کے لیے بداخلاقی پر آمادہ کر سکیں۔ مگر خوش مذاق نوجوان کی طبیعت اس سے مستثنے ہے۔

(باقی آئندہ)

راقم

ادبار الجرائد والانشار

کنایۂ عرب

بیٹھے بیٹھے جی گھبرایا تو ایک عربی کتاب اٹھالی۔ اتنے میں مولانا اودھ پنچ کا خفتہ بفرمائش مضمون وارد ہوا۔ آپ جانیے لارڈ ولنگڈن کی عنایت سے صاحبان جرائد کا قلم جو بیڑے سے اُسی طرح قلم ہو چکا جسطرح کسی اموی خلیفہ کے حکم سے عرب کے گویّوں (مغنی) کا آبادی بڑھانے والا اوزار۔

روایت ہے کہ ایک اموی سلطان گانا تو پسند کرتا تھا مگر گانے والوں سے کلی نفرت تھی۔ شاید اسوجہ سے کہ عورتوں کی تسخیر میں خوش آوازی کو دخل کامل ہے گویّے صاحب نے سُر میں ڈوب کے ایک تان لی اور بی ناگن جان کو انگڑائی لینے کی ضرورت ہوئی۔ بس زنانی محفل میں ان لوگوں کا ہتیار بند شامل ہونا اچھا نہیں۔ لکھو ہر ایک صوبے کے گورنر کے نام ایک حکمنامہ "اَحْصِ مَنْ قِبَلَكَ مِنَ الْمُغَنِّيِينَ" (تمہارے یہاں جتنے گویّے ہوں انھیں خصی کر ڈالو) پھر تو اللہ دے اور بندہ لے ہر گویّے کی بین سے تونبی نکال دی گئی۔

لبعض شاہی طرفداروں نے کہا کہ صاحب یہ "اَخْصِ" نہ تھا جسکے معنی خصی کرنے کے ہیں بلکہ "اَحْصِ" تھا۔ (بجائے خطی) جسکے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ یہ تاویل اس کاتب کو پسند نہ آئی جسنے شاہی فرمان دیکھا تھا کہنے لگا "جھک مارتے ہو۔ كَانَتِ النُّقْطَةُ عَلَى الْحَاءِ كَالزُّحَلِ" (حا پر زحل ستارے کے برابر تو نقطہ چمک رہا تھا)۔

الغرض ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد پریس آرڈیننس اور قانون ریاستہائے ہند وغیرہ کے متعلق حکومت ہند بھی عذر کرے کہ "اَخْصِ" نہ تھا "اَحْصِ" تھا لیکن ابھی تک تو اَخْصِ پر عمل درآمد ہے۔ باانیہمہ خصی سازی اہل جرائد کے واسطے ادبی و اخلاقی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اردو میں کنایات پر کوئی خاص کتاب موجود نہیں۔ عربی میں کئی کتابیں ہیں۔ چنانچہ جو کتاب ہمارے مطالعہ میں اس وقت ہے وہ بھی کنایات ہی کی بحث میں ہے۔ بالفعل تو ہم عربی کنایات

... مرحوم ... بیان کرتے ہیں ... (شدہ) ... ودلیہ ...
... یات ہیں وہ نکھیر گئے۔

(۱) عرب کہتے ہیں فلاں من قوم موسیٰ (فلاں شخص موسیٰ کی قوم سے ہے یعنی رنج میں مبتلا ہے۔ موسیٰ کی امت ایک ہی قسم کی غذا کھاتے کھاتے اکتا گئی تھی اور رنجیدہ رہتی تھی۔ لن نصبر علی طعام واحد (ہم ایک ہی طرح کے طعام پر ہرگز صبر نہ کر سکیں گے)۔

سچ پوچھیے تو آجکل کے ہندوستانی بھی بلا تشبیہ موسیٰ کی قوم سے ہیں حکومت نے ان کو ڈیڑھ صدی سے ابالی دال کھلانا شروع کی تو آجتک اپنا دستور نہ بدلا۔

ادھر سے من وسلویٰ برستا رہا ادھر سے لن نصبر کا تقاضا ہوتا رہا۔

... ابھی پولیٹکل سرزمین کی طلبگار رہی لیکن گردش تا بحال باقی ہے۔ زیادہ شورش ہوتی ہے تو عالم بالا سے پتھر پر لاٹھی مارنے کا حکم آتا ہے حکومت جو تعمیل کرتی ہے مگر پتھر سے بارہ چشمہائے آب کی جگہ کانفرنسیں اور کمیشن نکلنا شروع ہوتے ہیں۔

(۲) عرب کسی حسین عورت کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں قد ابقت من رضوان (رضواں کی نگاہ سے بچ نکلی (رضوان جنت کا منیجر) یعنی بچ نہ رہتی تو جنت کی زینت بنتی ہمیں اس کا دیدار جیتے جی نصیب نہ ہوتا۔ ہم بھی جب کسی خوشحالی سے دوچار ہوتے ہیں تو دل میں کہتے ہیں کہ یورپ سے خدا جانے کیونکر ... نکل ...

(۳) کوئی ... یا لاموٹا ... کا مشہور آدمی ہوتا ہے ... خلیفہ شوکت تو ہے ... قائد الجمل کا ... ملتا ہے یعنی ایک ... اونٹ اونچا ... سرے سوار ... جسیم ... ہے ... غالباً اسی ... اردو ... پر ... یہ ہر ... ہر ... ہزار ... چندے ... نہ سکے ... کے بارے میں یہ ... کی جاتی ہے۔ فرض کیجیے خلیفہ شوکت نے بنا بر ... قومی چندے کی رقم حاصل کی اور حساب دیا ... یار لوگوں کا خیال ہے کہ ہم سے بچ کے کہاں جائینگے

... کی جو ... نیوٹرے ... تمام پر نوٹس ... دیا۔

(۴) قائد الحمار۔ عاجن۔ راکع۔ کنتی بوڑھے سے کنایہ ہے۔ بڑھاپے میں جب گدھے کی پشت پر اچک کے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہتی تو بڑے میاں اونچی زمین پر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ زمین ... بام پشت تک پہونچنے کے لیے زینہ بن جائے "قائد الحمار" یہاں بھی بہت ہیں خصوصاً بعض اخبار نویس جو کسی نہ کسی موقعے کو گدھا (بیوقوف) بناتے ہیں اور اونچی زمین پا جاتے ہیں تو تیمرجی کی گدھی پہ کھیلنے لگتے ہیں۔ مگر ان اخبار نویسوں کا بوڑھا ہونا لازمی نہیں۔

بوڑھے کو عاجن اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اٹھتے وقت ہتھیلیاں زمین پر ٹیکتے ہیں۔ عاجن اُس نانبائی کی بھی صفت ہے جسکے پیٹ میں کچھ نہ ٹھہرے کچا گا بھوڈال دے۔ بوڑھا اور بالا برابر ہے۔ راکع یعنے رکوع کی حالت ظاہر ہے۔ ڈیڑھ خمے نیچے کی قطع۔ کمان کی صورت۔

جوانی جاتے ہی کایا پلٹ کچھ ایسی ہوئی
کمان ہوگیا وہ قد جو تھا شباب میں تیر

کسی جوان نے ایک بڑے میاں سے ان کی دہری کمر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "یہ کمان کتنے کو بیچو گے؟" بڑے میاں مسکرا کے بولے "چند روز صبر کرو اگر جیتے رہے تو مفت ملجائے گی"۔ اب رہا کنتی کا لقب تو یہ کنایہ تمام کنایات سے زیادہ عبرت آموز ہے۔ بوڑھوں کی عادت ہے کہ اپنی جوانی کی کہانی بڑے شد و مد سے کہتے ہیں۔
کنت کذا وکنت ارکب الخیل وکنت ... (میں ایسا تھا، میں یوں گھوڑے پر سوار ہوتا تھا، میں رستم کا باپ تھا۔ میں شیر کے کلے چیر ڈالتا تھا۔ مجھ پر حسین عورتیں جان فدا کرتی تھیں) ہائے ہائے ؎

ماجرائے نوجوانی عہد پیری میں نہ پوچھ
شرم آتی ہے اب اس قصے کو دہراتے ہوئے

ہمارے خلیفہ شوکت البتہ اس بڑھاپے میں بانچال

اپنے مصاحبوں سے کہتے ہیں بے شرم چہ کسی است" ابھی ہم تو بڑھاپے میں ایسے ہیں کہ جوانی میں بھی نہ تھے۔

راکع اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کی حالت فقر سے بدل گئی ہو۔

(۵) جو شخص قاضی کو رشوت دیتا ہے تو کہتے ہیں۔ فلان صب فی قندیلہ زیتاً (اس نے تو قاضی کے چراغ میں تیل ٹپکا دیا)۔

یہ تماشا دیکھنا ہو تو مختلف محکموں کی سیر کیجیے دن دیکھیے سو میں پچھتر چراغ تیل کے انتظار میں منھ کھولے نظر آئیں گے۔ ہر چراغ پرائے تیل سے پٹیاں چکناتا دکھائی دیگا۔

(۶) جار الامیر وضیف الامیر (امیر کا ہمسایہ امیر کا مہمان) وہ شخص ہے جو خوب موٹا تازہ ہو یعنی کہ امیروں کے گرد مفت خوروں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اور مفت خوری ڈیل کو فربہ کرنے کا مجرب نسخہ ہے۔ یہ کنایہ حجاج کے وقت سے چلا مشہور ہے کہ حجاج نے غضبان بن قبعثری کو قیدخانے سے بلا کے طعنہ دیا۔ "ابھی تم تو خوب موٹے ہوگئے سارا ڈیل چربیلا ہوگیا"۔ غضبان نے کہا "من یکون ضیف الامیر یسمن" (جو کسی امیر کا مہمان ہوتا ہے وہ موٹا ہوجاتا ہے) ہندوستان کی جیلوں میں بھی یہی وصف ہے۔ ظاہر میں چاہے گوشت کے چھچھڑے نہ نکلیں۔ مگر جب وزن کیا جائے گا دو چار رتی بڑھانے پڑیں گے۔ اس لحاظ سے انھیں بھی "ضیف الامیر" (سرکاری مہمان) کہہ سکتے ہیں۔

اور اس وجہ سے کہ جناب شوکت کبھی ضیف الامیر تھے اب جار الامیر بلکہ خود امیر ہیں دونوں لقبوں سے ملقب ہو سکتے ہیں۔

(۷) زلوق الکبد۔ قموص الحنجرہ۔ اسیر الھند۔ الشیخ الغریب چاروں کنایے ہیں بہت جھوٹ بولنے والے سے۔ جگر میں پھسلن (زلوق الکبد) ہونا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کی بات کا قدم ہر جگہ پھسلتا ہے کہیں قیام نہیں کرتا۔

"رستم زمانہ حکومت"

گو نہیں ہند میں اسوقت تو نخچیر بہت
پر جو ہو جائیں تو ترکش میں ہیں یاں تیر بہت

بعض گھوڑوں کی عادت ہوتی ہے کہ آگے کے دونوں سُم جوڑ کے بلند کرتے اور پھر زمین سے گرا دیتے ہیں اس حرکت کا نام عربی میں قمص ہے۔ حنجرہ گلے کا وہ مقام ہے جہاں سے آواز خارج ہوتی ہے۔ لہذا قموص الحنجرہ سے مراد کنٹھے کا ــــــ بے معنی کود نا اچھلنا ہوا۔ جس طرح میاں غازی مردیے یعنی مسافہ زمیں سے کرتے ہیں۔ اُسی طرح جھوٹے صاحب کا نیٹو اسرت اپنا کرتب دکھاتا ہے یہ چال منزل طے نہیں کر سکتی۔

اسیر ہند (یعنی ہندستانی قیدی) شاید اس بنا پر کنایہ ہوا کہ اگلے زمانے میں بجرم جاسوسی و کوچہ گردی کوئی معمولی ہندی عرب میں جا پھنسا ہوگا جس نے اپنی ذات کو شہزادہ بتایا ہوگا مگر تحقیق و تفتیش سے وہ انگنو اچمار کا فرزند رشید ثابت ہوا۔ اب معلوم ہوا کہ ہندوستانیوں کا جھوٹ حضرت آنجہانی لارڈ کرزن ہی نے نہیں بتایا یہ مدتوں کی بھانی ہوئی بات ہے۔ اگرچہ غلط ہے ہندستانی جھوٹ بولنے میں کسی دوسرے کے شاگرد ہیں استاد یا موجد نہیں کنایہ کرنے والوں نے خود اپنا سراپا نہیں دیکھا ورنہ شرما جاتے۔ حدیث کی کتابیں جھوٹے راویوں سے بھری پڑی ہیں۔ جب حدیث کی کتاب جھوٹ سے خالی نہیں تو تاریخ و سیر کس شمار قطار میں ہے۔ ان کے علاوہ وہ جھوٹے کو "فاختۃ البلد" بھی کہتے ہیں یہ عجب جھوٹ ہے یعنی پہلے تو خود ہی فاختہ کی "غٹرغوں" یا "کوکو" سے یہ معنی اخذ کیے

"جاء اوان الرطب" (کھجور کا زمانہ آگیا) اور خود ہی خیر موسم رطب میں اُسے گھڑ کا کر تو جھوٹی ہے ابھی پھول نہیں آیا کہ ابھی نہیں پھوٹا پھر ہر جھوٹے کا نام فاختۃ البلد رکھ دیا۔

اب انصاف ہمدردان حیوانات کے حوالے ہے بچارے بے زبانوں کی وکالت کا حق مفت ادا کرتے رہتے ہیں۔ گونگا آپنی انگلیاں مٹکا کے غوں غوں کرتا ہے وہ تو لوگوں کی سمجھ میں اکثر نہیں آتا۔ حالانکہ گونگا ذی عقل ہوتا ہے۔ مگر آپ جلے ہیں فاختہ کی زبان سمجھنے۔ اے کیوں نہ ہو۔ آج اگر ہندوستان میں کوئی شخص فاختہ کو جھوٹ کی نسبت دے فوراً دفعہ (۵۰۰) تعزیرات ہند کا طوق گلے میں پڑ جائے دوسرے یہ کہ عرب ہی کے صوفیائے کرام نے انکی تکذیب بھی کر دی وہ فرماتے ہیں کہ فاختہ کہتی ہے "حق سرّہ" (اس کا بھید حق ہے) اور یہ جملہ موسمی نہیں بلکہ ہر وقت صادق آتا ہے۔ پوچھیے

ان کنایہ طرازوں سے کہ اب کون جھوٹا ہے آپ یا فاختہ یا تم؟۔ ارے ہم نے چار کنائے گنائے تھے ان میں سے الشیخ الغریب کا خیال تو جھوٹ ہی گیا بیچ میں بی فاختہ کود پڑیں۔ سنیے صاحب! ۔ شیخ غریب کے معنی ہیں مسافر بڈھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مسافر بشتاد سالہ عرب میں جا کے ہو رد خواہی پر آمادہ ہو گیا۔ منگیتر نے عمر کا سوال کیا تو فرمایا پچاس سے کچھ کم ہی ہے۔ نزلے سے بال سفید ہو گئے دانت گر گئے۔ کاٹھی پیدائشی خراب ہے۔ اُس وقت سے ہر جھوٹے کو شیخ غریب کہنے لگے۔ یہ کوئی صحیح قیاس نہیں تمام دنیا کے بڈھے خرانٹ ایسا نہیں کرتے۔ اگر ہر نو جوان پیرہ عاجن یہی کرتا ہوتا تو ضرور ہمارے دوست خلیفہ ہوس جوان اپنی نئی دُلھن کو اپنی عمر میں دھوکا دیتے مگر کوئی روایت اس واقعہ کی گواہ نہیں۔ لہذا یکتا بھونڈا اور بالکل بھونڈا ہے۔

(۸) زجاج۔ نسیم۔ صبح۔ طیب۔ یہ چار کنائے تمام یعنی چغلخور سے متعلق ہیں۔ (زجاج۔ شیشہ۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ طیب۔ خوشبو) خیال یہ ہے کہ شیشے میں جو چیز رکھی جائے اندر سے دکھائی دیتی ہے اس لیے وہ چغلی کھاتا ہے بھید چھپا نہیں سکتا۔ نسیم باغ سے پھولوں کی لپٹ لوگوں کی ناک میں پہنچاتی ہے اور پھولوں کے دشمنوں کو اُس کے وجود سے مطلع کر دیتی ہے۔ صبح شب کی بدکرداریوں کے علامات ہویدا کرتی ہے اور خوشبو (یہ بو بھی) تو خود بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی مثل مشہور ہے "مشک آنست کہ خود ببوید"

ہوں؟

"بے جا جھک مارتا ہے!"

ہماری رائے میں یہ تمام کنایات لطف سے خالی ہیں - کیوں ؟ اس لیے کہ نامی ہو دکھلوری ایک بری خصلت ہے اور یہ چاروں چیزیں ایک حسن رکھتی ہیں اگرچہ باعتبار حقائق کوئی منطقی سقم ان کنایات میں نہیں مگر دل کو کیا کیجیے جو اپنے شبہ پیدا شیشے کو بُرا عیب (نامی) لگانے پر رضامند نہیں - جیسے نسیم کے نرم نرم جھونکے ترو تازہ رکھتے ہیں جس کی تفریح کا وقت صبح ہے جس کو عطر سونگھ کے محبوب کی زلف عنبریں یاد آجاتی ہے -

(۱) فلاں وصی آدم علی وُلد ہ دنوں شخص فرزندان آدم کے حق میں آدم کا جانشین ہے) یہ اس قاضی کیلیے کہتے ہیں جو فہم کے اندیشے سے دُبلا ہو - گویا آدم کی تمام اولاد کے مصالح کا بار اُسی کی پیٹھ پر لدا ہوا ہے -

شہ ہے یہ ہے کہ ایک گاؤں میں کسی شخص کو ہیضہ ہوگیا سارے بستی اُٹھ چلی کہ اس کیلیے چندہ جمع کریں " ہمارے نزدیک آجکل کے تمام لیڈر "وصی آدم" ہیں آدم کے کنبے بھر کی کفالت ان ہی غریبوں کے سر ہے - اگرچہ ذاتی رفعت کے سوا دوسرے کو ان کی ذات سے کوئی نفع نہیں پہنچا - گیہوں کی روٹی خود کھاتے ہیں اور جو کی بھوسی اولاد آدم کو دیتے ہیں وہ بھی کب ؟ جب اولاد آدم میں سے کوئی شبانہ روز ان کی شہرت کے سامان بہم پہونچاتے اور ان کا بازار گرم کرنے میں خون پانی ایک کرتا ہے - ورنہ دیگر فرزندان آدم کا خون انھیں بحیثیت وصی ہونے کے حلال ہے - ان اوصیائے آدم میں سے اعلیٰ مرتبہ حال کے پیشوایان مذہب کو حاصل ہے - اس سے کم مرتبہ پولیٹیکل مقتداؤں کا ہے - ان سے کم درجہ اہل قلم یعنی اخبار نویسوں نے زبردستی ہتیا لیا ہے -

اوصیائے آدم کا مفصل حال آئندہ عرض کیا جائیگا -

راقم (فلاسفر)

مولانا شیخ کی نوٹ بک

شیخ عبداللہ کوئلم مرحوم شدہ

کسی زمانے میں یہ ایک مشہور مسلمان انگریز تھے - لیورپول میں رہتے تھے - قانون پیشہ تھے ۱۸۷۰ء میں باعلان مسلمان ہوئے اسلام کی حقیقت پر مختلف کتابیں لکھیں انھیں لوگ شیخ عبداللہ کوئلم کہتے تھے - انھوں نے ۱۸۹۹ء میں دو تین ناول لکھے جنمیں اسلامی مسائل فقہ کا مقابلہ دیگر قوانین مروجہ سے کیا اور بدلیل حصر یہ دکھایا کہ اس سے بہتر قانون عقلاً تجویز نہیں ہوسکتا جنمیں یہ ناول خود مرحوم کو خط لکھ کے منگالئے - ان کا طرز استدلال شگفتہ اور مضبوط ہے - عربی فارسی اور ترکی زبان سے اچھی طرح واقف تھے - ان کا پورا نام مسٹر ولیم ہنری کوئلم تھا - لیورپول میں ان کی تلقین و تبلیغ اسلام نے یہ اثر دکھایا کہ صدہا کوٹ پتلون والے مسلمان ہوئے - ایک مسجد تعمیر ہوئی جس کے مستقل امام وہ خود ہی تھے - کچھ دنوں بعد ان کی شہرت کا انگارا کجلا گیا - دنیا انھیں بھول گئی - گزشتہ ماہ میں انتقال کی خبر آئی - مگر بجز ایک آدھ اسلامی اخباری کاغذ کے کسی اسلامی پرچے نے ان کے حال پر توجہ نہ کی - اگر یہ ہوجاتے چندے مانگتے مشن بنالیتے - تصویریں اخباری کاغذوں میں چھپ جاتے - اسلامی رسالے محض چندہ وصول کرنے کے لیے نکالتے - مفت خوری کی بدولت تو ند پھلاتے - اور ڈکاریں لیتے رہتے تو آج ان کے مرنے پر ماتمی صف ہندوستان میں بچھتی ہائے وائے ہوتی یادگاریں قائم کیجاتیں مگر انھوں نے اس قسم کی دکان نہیں کھولی - اسلیے نہ وہ تعزیت کے مستحق ہیں نہ مسلمانوں کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کو نام پر ہندوستان میں بھیک نہ مانگے ملے -

خدا مغفرت کرے یہ ایک زبردست عالم اور ادیب تھے

آرڈیننس کی چوری لاٹھی ڈنس اور حکومت کا فرض

خیال تو کیجیے کیا لطف آیا ہوگا جب کنگز مین ہال لندن میں مسٹر فرین سابق رکن پارلیمنٹ اور حال سیاح ہندوستان نے لاٹھی چلانے والی ہندوستانی پولیس کی نقل کی ہوگی " یہ طمانچہ یہ پڑا یہ کمر پر سر پہ پلٹ یہ آئی یہ بھنڈ اور وہ بیچارہ کانگریسی آدمی ادھر گرا دھڑ سیم شہ

واقعہ یہ ہے کہ مسٹر فرین ہندوستان میں وارد ہوکے کانگریس کی چند در چند مقامی کمیٹیاں خلاف قانون جماعت قرار پاچکی تھیں - ادھر جھنڈے لیکے ٹولی نکلی اُدھر پولیس کی لاٹھی میں کھیلی ہوئی مسٹر فرین کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سالمت جماعت لوگوں پر لاٹھیاں برستے دیکھیں - ایک لاٹھی میں کسی پولیس والے سے حاصل کر لایا ہوں اس کا نمبر میں نے مٹا دیا ہے تاکہ وہ غریب کسی آفت میں نہ پھنسے یہ میری گڑھی ہوئی لاٹھی نہیں یہ اصلی لاٹھی ہے جس نے اپنے مفید چوٹے کا نقش سیکڑوں کانگریسیوں کے جسم پر یادگار چھوڑا ہے - اگر حاضرین محفل میں سے کسی کو شوق ہو تو آزما دیکھیے ؟ - میں نے ان وقائع کی اطلاع خط کے ذریعے سے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کو دی تھی مگر وہ ہوں کھینچ گئے - مجھے لوگوں نے جھٹلایا اور میرے اس مطالبے کو کہ آزاد کمیشن تحقیقات کے واسطے مقرر ہو پورا نہ ہونے دیا - خیر ! مگر مختتم فیصلہ یہ ہے کہ تیس کروڑ انسانوں پر لٹھ بازی کے بھروسے پر حکومت کرنا محال ہے -

معلوم نہیں مسٹر فرین سچ کہتے ہیں یا جھوٹ ! اب تو ہندوستانی لاٹھی (آرڈیننس) کے دائرۂ اختیار سے باہر ہیں - آرڈیننس انکا کچھ بنا نہیں سکتا - مگر ان پر دو مقدمے کھڑے ہوسکتے ہیں (۱) لاٹھی چرا لیجانے یعنی آرڈیننس لے بھاگنے کا مقدمہ (۲) لٹھیتی کے فن کا پولیس کے قبضے سے ناجائز طریقے پر حاصل کر لینا -

پہلے اشتہار دیا جائے کہ مدراس کے فلاں کانسٹبل نے اپنی لاٹھی کے چوری جانے کی رپٹ لکھوائی ہے - پھر یہ اعلان ہو کہ لاٹھی گھمانے اور حملہ کرنے کا فن جو ہندوستانی پولیس کے لیے مخصوص ہے دفعتہً غائب ہوگیا - امید ہے کہ اس تدبیر سے مسٹر فرین کے مطالبات ختم ہوجائیں گے - اور منہ زوری بھی غلا بازی کھاجائیگی کیونکہ ہی لاٹھی بھی لے بھاگے اور لٹھ بازی بھی ؟ اور جب یہ ثابت ہوجائے کہ فلاں کانسٹبل نے آرڈیننس بیچ ڈالا یا دے ڈالا تو پھر اسپر بھی ناجائز کمیٹیوں کی اعانت کا الزام عائد ہو - ورنہ اسطرح رفتہ رفتہ اکثر فنون حکومت کتے چیف کے قبضے میں چلے جائینگے - آج مسٹر فرین نے لاٹھی گھمانے کے کرتب کھائے کل کوئی بھلا مانس ہندوستانی قیدی کا روپ بھر کے سوانگ نے کھائے گا -

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

تار کا پتہ　　　　سرتی لکھنؤ

کارخانہ
مُقتدا خاں لقیدا خاں تاجرِ تمباکو و عطر لکھنؤ

عرصہ ۲۵ سال سے اب تک نہایت نیکنامی اور روز افزوں ترقی کے ساتھ

برانچ کلکتہ　　　جاری ہے۔　　　برانچ امین آباد لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس صنف کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو سطر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت ہے رو ورعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر جیسے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالبعلم شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں غریب یا نادار ہی یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم ہر پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے مینیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پرچہ اسی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے [illegible] سکتا اور ہر پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں تاخیر کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین ”اودھ پنچ“ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط و منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اول

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ [illegible] یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد ۱۲ محصول ڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد ۱۲ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی ۱۲ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

جلد ۱۷ نمبر ۲۰

مضامین

۱۲ - جون ۱۹۳۲ء

گرما گرم رباعیات

برجِ خاکی میں آیا خورشید جناب
دل اور جگر ہوئے ہیں گرمی سے کباب
ہر ایک مسام سے پسینا ہے رواں
یوں جسم اپنا ندیم ہے نقش بر آب

گرمی کی انتہا ہے آیا ہے جون
سوکھا جاتا ہے جسم کا سارا خون
کمزوری ہو رہی ہے غالب جو ندیم
صحت طاقت بھی کھنچی جاتی ہے سون

گرمی ایسی ہے ابکی حضرت اُف اُف
دل چاہتا ہے کہ بیٹھا رہے دل تف تف
بھنچی میں جب کوتاہوں لفظ گفتن
تن پھونکتا ہے بہتا ہے زبانی گف گف

کتا کاٹے تو جاتے ہیں سب کسرال
اک عرصے سے اس شہر میں ہے ایسی ہی چال
لیکن گرمی کا کتا جب کاٹتا ہے
جاتے ہیں مسوری شملہ و نینی تال

گرمی میں دو دلوں کا ملنا مشکل
الفت کے پینگ لے کے بلنا مشکل
ہر وادی تنگنا ہے الفت میں ندیم
دل کا ایسی طپش میں کھلنا مشکل

وہ راستا اس حبس کی گرمی نے لیا
دم ناک میں آگیا جو انسان جیا
نیچے بھی آگ اور اوپر بھی آگ
دُہری آتش نے سب کو دم پخت کیا

اب تو برداشت کے ہے باہر گرمی
حد سے باہر دکھاتی ہے سرگرمی
آتی ہے بن بلائے ہر ایک کے پاس
مہمان ناخواندہ کی ہے ہمسر گرمی

مشکل وہ نہیں نہ ہو جو آساں یارب
تیری رحمت پہ ہم ہیں نازاں یارب
مرجھائے دلوں میں ڈالنے کیلئے جان
کب آئے گی آہ فصلِ باراں یارب

ندیم

فرمائشِ عالیجناب سید ضمیر حسین صاحب انجاہ

اُف چین پھر مجھے دل و درد آشنا نہیں

مجنوں کے تن بدن پہ کوئی چیتھڑا نہیں
بیڑا نہیں ۔ لنگوٹ نہیں ۔ جانگیا نہیں

حسن مرتبہ تو ہم کے طمانچا پڑا نہیں
اُف چین پھر مجھے دل و درد آشنا نہیں

اُسکی گلی میں جائیں تو چالان کا ہے ڈر
نوٹس لگا ہوا ہے "ادھر راستا نہیں"

صیاد ہائے بچھڑ کے قفس سے کہاں کے بل
گرمی کے دن ہیں اور مرا گھونسلا نہیں

تم میم لوگ ٹھہرے میرا دل ہے انڈین
لائق تمہارے رہنے کے یہ جھونپڑا نہیں

اُردو میں مجھ سے کہتا ہے وہ فارسی نژاد
گوئیدِ درد دل میں گنجا ہے گنجا نہیں

خس کم جہاں پاک میرا غیر ہیں وہ خوش
مر دو درد کا وہ رد وہ نہیں فا تما نہیں

کچھ جانتے ہو وصل ہے کس جانور کا نام
پا صدر ہیں میرے کہنے کے بس کہدیا نہیں

دکھیو جفا و میرے تغافل شعار کی
کھڑکی کھلی ہوئی ہے مگر جھانکتا نہیں

ہم کون! تیرے عاشقِ صادق ۔ سلام کر
اب ہو گیا جہان تو پہچانتا نہیں

اگلے اُڑا کے لے گئے سب شاعری کا رنگ
اب بھی خلیل خاں ہیں مگر فاختا نہیں

اخاہ کا بیاہ رچے اب تو کس طرح
بیٹی کوئی بھی قیس کی نا کتخدا نہیں

غزل (از حضرت فیروز لدھیانوی)

کھل گیا ہے ہجر میں لے جا رہا ہے مگر میرا وجود
ریڑھ کی ہڈی میں لاکے ڈال بند رکھ خدا

شیخ جی کے رقص کا بس لطف آتا ہے وہاں
منعقد گر ہو کسی درگاہ پہ بزمِ سرود

سیکھ لی ہوش چلانی انکا شوفر بن گیا
خاکِ کوئے یار ہے اب سرمۂ چشم حسود

اس جی بافندگی سے ملک کی ہو گی نجات
کارگاہِ ہند کا بکھرا ہے لیکن تار و پود

یار سے لے کر پیام وصل کا کورا جواب
آ گئے ناکام میرے چارہ سازِ دنکے وفود

لوگ یہ سمجھے ۔ لگی اس جا سے اُٹھنے کی شین
سنکے میری ہچکیاں اور دیکھ کر آہوں کا دود

بینک میں زلفوں کے میرا نقد دل رکھو مگر
ہر مہینے دو مجھے اک بوسہ یعنی اسکا سود

سپاہ رد کے کاندھے پر عدو کے آرہے ہیں گھر
اے دل مشتاق دیکھو اس شوخ کی شان ورود

سینٹی ریزر کی فرمائش کریگے مجھ سے اب
دیکھ لی آج آئینے میں سبزۂ رخ کی نمود

آبِ دریائے فصاحت ہو رواں کر خوب بہ
اسقدر اچھا نہیں صاحب طبیعت کا جمود

بعض اشتہاروں کا مضحکہ طرز بیان

(از فیروز لدھیانوی)

اشتہار بازی آجکل معمول سے زیادہ زوروں پر ہے پنجاب کے بعض روزانہ اخباروں کے صفحات مختلف قسم کے اشتہاروں سے پُر ہوتے ہیں ۔ ہمیں یہ ظاہر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ کہ یہ گرگ باراں دیدہ اشتہار باز کن جعل آمیز ترکیبوں سے دنیا کو اُلّو بنا کر ٹھگ لیتے ہیں ۔ صرف ان اشتہار باز کی تحریروں کا مضحکہ خیز پہلو نمایاں کرنے کا ارادہ ہے ۔ چنانچہ ایک اشتہار کا مضمون حسب ذیل ہے ۔

(۱) ضرورت ہے

ایسے بارسوخ اور دیانتدار نوجوانوں کی جو مبلغ دو روپے سے دس روپے روزانہ پیدا کرنا چاہیں ۔ ضرورتمند اصحاب .... خط و کتابت کریں ۔

ذرا غور فرمائیے کہ بے زری اور کساد بازاری کے ان ایام میں جب کہ بڑے بڑے تاجر اور دوکاندار ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ دو روپے سے دس روپے تک پیدا کرنے کیونکر ممکن ہیں۔ اگر کسی ٹھگ بدیا سے ایسا ممکن بھی ہو۔ تو دیانتداری کی لاف زنی کا کیا محل ہے۔ اس اشتہار کا مضمون مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔

ایسے چلتے پرزے عیار اور مکار نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو سادہ لوح عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے گاہکوں کو سبز باغ دکھا کر ان سے روپیہ اینٹھ سکیں۔ اور یہ کمائی دیانتداری سے ہمارے حوالے کر دیں۔

اور لیجیے۔ ایک اشتہار ہے مضمون کی لطافت غور طلب ہے۔

(۲) بال جڑ سے کالا

تھوڑا پکا تین روپے۔ زیادہ پکا پانچ روپے۔ بے حد پکا نو روپے کے تیل میں کالا پیدا ہوگا۔ ساٹھ برس تک کالا نہ رہے۔ دونا دام واپس۔

غالباً پکا سے مراد سفید بال ہے۔ مگر طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشتہار باز کے ذہن میں خریدار کی ریش مبارک تربوزوں کی کیاری ہے جسمیں تھوڑے پکے زیادہ پکے۔ اور بالکل پکے۔ الغرض مختلف اقسام کے بال تربوزوں کی طرح موجود ہیں۔ پھر وعدہ ہے۔ کہ ساٹھ برس تک کالا نہ رہے تو دوگنے دام واپس۔ کیسی معتبر گارنٹی ہے۔

حضرت اشتہار باز کی عمر بھی غالباً تیس چالیس سے کم نہ ہوگی۔ اور خریدار جو اس تیل کو خریدیگا وہ بھی چالیس سال کے لگ بھگ ہوگا۔ اب یہ دونوں حضرات سو سو برس کی عمر پائیں۔ تو اس شرط کا انجام معلوم ہو۔ یعنی گاہک آپ کا تیل لگا کر ریش بڑھانی شروع کرے۔ جو شیطان کی آنت کی طرح بڑھتی جائے۔ قینچی یا استرہ تک لگانا حرام ہے۔ بال جڑ سے سیاہ ہی نکلتے چلے آئینگے۔ ساٹھ برس کے بعد اگر خدانخواستہ کوئی بال سفید نظر آئے تو دوگنے داموں کا جائز مطالبہ پیش کر دیجیے۔ اگر اشتہار باز زندہ رہا ہو تو یہ رقم مل ہی جائیگی۔ کیا معشوقانہ وعدہ ہے۔

ایک اور رشک مسیحا کا اشتہار ملاحظہ ہو۔

(۳) بجلی کی شیشی

امساک قوت باہ کا خزانہ۔ دوائی نہ کھانے کی ضرورت نہ پینے کی۔ وقت ضرورت اس شیشی کا کاگ کھولکر اس کی خوشبو ناک میں سونگھ لیں۔ پھر جوش جوانی لذت بہار کا تماشا دیکھیں۔ بالکل بے ضرر اور پاک ہے۔

ہمیں اپنے ہندوستانی دوا سازوں سے جو توقعات تھیں۔ وہ اس ایجاد سے پوری ہوگئیں۔ کیا یورپ اور امریکا کے ڈاکٹر کوئی ایسا نادر نسخہ پیش کر سکتے ہیں؟

وقت ضرورت یہ دوائی سونگھی اور لذت بہار کا

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

بحکم جناب منصف صاحب بہادر اٹاوہ

نمبر مقدمہ ۷۸۶ ۱۹۳۲ء

بعدالت خفیفہ منصفی اٹاوہ ضلع مین پوری

شمس الدین ولد امیر بخش قوم شیخ ساکن اٹاوہ محلہ بیرون فولہ مالک دوکان پٹرول اٹاوہ مدعی

بنام

سید علی قدر ولد نامعلوم سید ساکن لکھنؤ ساکن منڈی گولہ گنج مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت روپیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۰ ماہ جون ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں۔ اور یہ کہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپکے مسموع اور فیصل ہوگا۔

یہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ جون ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض قرارداد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۱۲ ۱۹۳۲ء

عدالت جناب منصف صاحب بہادر قیصر گنج مقام بہرائچ۔

دولہن ہرکھ زوج کنور رگھوبیر بیوہ اندر پال سنگھ قوم چھتری ساکن جاگیر پور پرگنہ بہرائچ مدعی

بنام

رامیشر دیال وغیرہ مدعا علیہ

بنام سماۃ پرانا زوجہ رام بھروسے قوم کلوار ساکن تاج پور پرگنہ حسام پور تحصیل قیصر گنج ضلع بہرائچ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعیہ نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلاپانے مبلغ ما لیتی ۵ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۹ ماہ جون ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۲ ماہ مئی ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نوٹس نسبت کھانے خرچہ کے (عام طور پر)

بحکم مسٹر احمد رضا صاحب بہادر منصف شہر سہارنپور۔

بعدالت منصفی شہر سہارنپور مقام سہارنپور ضلع سہارنپور

مقدمہ دیوانی نمبر ۲۱۵ بابت ۱۹۳۱ء

مقدمہ نمبر اجراء ۲۰۱ بابت ۱۹۳۲ء

محمد ابراہیم پسر رمضانی قوم شیخ ساکن سہارنپور محلہ ہوابی

بنام

حبیب احمد وغیرہ

سماۃ اصغری بیگم بیوہ حافظ نثار احمد متوفی قوم شیخ ساکن نیپانشہ گھر تحصیل کیوری ضلع ساگر

بنام انور حسین نابالغ پسر حافظ نثار احمد قوم شیخ بولایت سماۃ اصغری بیگم والدہ خود قوم شیخ ساکن سہارنپور وارد حال نیپانشہ گھر تحصیل کیوری ضلع ساگر

چونکہ ڈگری دار نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ جائداد مکفولہ نیلام کی جاوے لہذا آپکو اطلاع دیجاتی ہے کہ آپ اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بتاریخ ۵ اجولائی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے قبل دوپہر اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاویں اگر ایسا نہ کرینگے تو درخواست مذکور آپ کی غیر حاضری میں یکطرفہ سماعت ہوگی۔

آج بتاریخ ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

تماشہ کر دیا۔ اگر آپ یہ سوال کریں۔ کہ لذت بہار کا تماشا کیا ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس طرح یہ "وقت ضرورت" کے معنے ہوں گے۔ وہیں "لذت بہار" کے تماشے کا مطلب بھی موجود ہوگا۔

اسی قسم کے ایک اور چیلے کا اشتہار دیکھیے۔

طلسمی آلہ جرمنی

یہ آلہ جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد ہے۔ کمزور آدمی اگر دومنٹ میں طاقتور ہونا چاہتے ہیں۔ تو ضرورت کے وقت یہ آلہ استعمال کریں.........

غلط ثابت ہونے پر دام واپس۔

فسادات بمبئی کے موقع پر اس آلے کی سخت ضرورت تھی۔ بہت سے کمزور آدمی طاقتور روں کے ہاتھوں چپتیائے گئے۔ بمبئی کے باشندوں کو اس آلے کی سرپرستی واجب ہے۔ جہاں فریق مخالف کے غنڈوں کا ہجوم آتا ہوا دیکھا فوراً یہ طلسمی آلہ استعمال کر لیا۔ اور طاقتور بن کر خم ٹھونک آگے بڑھے۔

مگر ایک عیب ہے۔ اگر یہ آلہ سچ ہی پر غلط ثابت ہوا۔ اور فریق مخالف نے کھوپڑی پلپلی کر ڈالی۔ بعد ازاں ہسپتال جانے سے پیشتر ہی ملک عدم سدھارنے کی ٹھہری تو غلط ثابت ہونے پر دام واپس لینے کا یہی طریقہ ہوگا۔ کہ آلہ خریدتے ہی وصیت نامہ لکھ کر وارثوں کے سپرد کر دیا جائے تاکہ عند الضرورت کام آئے۔

(۴) ایک صاحب کرامت اشتہار باز کی تعلی دیکھیے۔

جو چاہو گے ہو جائیگا

عمل محبت کے شائقین ہمارا جنتر گوہر مراد دکھائیگا۔ اس کو اپنے پاس رکھ کر آپ اپنے دل میں کسی کا نام لیں گے۔ خواہ وہ کیسا ہی پتھر دل مغرور اور سخت کلام کیوں نہ ہو۔ جہاں بھی ہو۔ آپ سے ملنے کے لیے تڑپے گا۔ اور جب بھی آپ اس کے سامنے جائیں گے۔ وہ آپ کی محبت کا اظہار کرے گا۔

ہم نے بغور دیکھا لیکن اس اشتہار کے ہمراہ ہمیں حاجی شوکت علی صاحب کا سرٹیفکیٹ نہ ملا۔

کیونکہ ہمارے بعض احباب کا خیال ہے۔ باوجود عالم پیری عشق کے میدان میں حاجی صاحب کی یہ کامیابی کسی ایسے ہی جنتر کی رہین منت ہے۔

(۵) ایک سرمہ ساز کی نظر عنایت دیکھیے۔

سرمۂ ہندی

گرمیوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک۔ نظر کی تیزی اور ہر مرض چشم کا بہتر علاج سرمۂ ہندی۔ یہ لیجیے۔ آنکھوں کی ٹھنڈک کا بھی علاج ہے۔ اور نظر کی تیزی کا بھی۔

ایک سلائی لگائی اور یوں معلوم ہوا کہ گویا دہکتی ہوئی سلاخ آنکھوں میں گھس گئی۔ ٹھنڈک دور۔ جلن شروع ہو جائے گی۔

اور نظر کی تیزی تو ورم کافور ہوگی۔ سرمہ لگایا اور دن کو ادھر سوجھتا بند ہوا۔

سو پیکنگ کے استعمال کے بعد لوگ حافظ جی کہا کرینگے۔

کنایۂ عرب

(دنبالۂ ماقبل)

ہاں صاحب ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہندوستان کے "ارضیائے آدم" کی مزید توضیح کرینگے۔ لہذا سنیے۔

جب حضرت آدم خلیفہ روے زمین بنائے جانے والے تھے اور اللہ میاں نے فرشتوں کو اطلاع دی تھی کہ ہم ایک خلیفہ بنانے والے ہیں تو فرشتوں نے اپنا خیال ظاہر کیا تھا کہ روے زمین پر فساد و خونریزی کا عمل دخل ہو جائیگا۔ اللہ میاں نے اس نکتہ چینی کو باطل نہیں قرار دیا صرف یہ جواب دیا کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں اس سے تم واقف نہیں ہو۔ فرشتوں کی نکتہ چینی معاذ اللہ حضرت آدم سے متعلق نہ تھی بلکہ یہ جواہر قدسیہ اولاد آدم کے حرکات سے قبل آفرینش ہی واقف ہو چکے تھے۔ بس یہ اشارہ اولاد کی جانب تھا۔

آپ جانیے بھلا فرشتوں کے منہ سے نکلی ہوئی بات بغیر پوری ہوے رہ سکتی ہے؟۔ آدم کو دنیا سے رحلت کیے ہزاروں لاکھوں برس ہو گئے

ان کی اولاد نے جو کچھ فسادات کیے ان میں سے ہابیل اور قابیل کا قصہ خود ان کی آنکھوں کے سامنے ہی گزرا اور ان کی وفات کے بعد جو کچھ ہوا اُسے نوح کا ماجرا واضح کرتا ہے کہ فسادیوں کے نکالنے کے لیے اتنا بڑا الطوفان برپا ہوا جس نے عالم کے بڑے حصے کو غرق کر دیا۔ اب یہاں روحانی مؤرخین کی رائے سے دنیا کے مورخ مخالفت کرتے اور کہتے ہیں کہ پانی کا اثر ہندوستان کے بہت بڑے حصہ تک نہیں پہونچا ہزاروں مفسد بچ رہے (اسی طرح ایران اور عرب کا بہت بڑا قطعہ بھی محفوظ رہا) تخم فساد اگر تا طوفان پسر نوح

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۶۰ ایکٹ سہ ۱۹۲۶ء صوبۂ آگرہ

تاریخ پیشی ۲۴ جون ۱۹۳۲ء

نمبر مقدمہ ۲۴۲

بعدالت سید محمد عبد الصمد صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد

چونکہ مقدمہ نالش نواب شرف النسا بیگم زوجہ نواب سید خاقان حسین خاں رئیس شہر کا نپور باز ار رام بزاتہٖ بنام مستأجر معافی علی الاولاد زمیندار موضع بھیرپور مزروعہ برتل پرگنہ شمس آباد غربی بنام ..... ولد ..... ساکن ..... بھیرپور مزروعہ برتل مذکور جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت ۵۹۹ ف لغایت ۱۳۳۱ف بتاریخ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء صادر ہوئی اور مبلغ ماہیت جواب از روے ڈگری مذکور واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

اصل	روپیہ	آنہ	پائی
خرچہ نالش			
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش			
خرچہ اجراے ڈگری			
سود بابت خرچہ اجراے ڈگری			
میزان	۱۲۲	۲	۲

اور چونکہ کوئی تاریخ تمک ڈگری بلا انفکاری ہے۔ لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم ..... مذکور کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم زر مذکورہ مبلغ ماہیت جو از روے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ وصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم ..... ان کھیتوں سے جنکی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
شمس آباد غربی	بھیرپور مزروعہ برتل	۳ ۳ ۵۲ ۵ ۲۷ ۱۰۷ ۸۵ ۲۵ ۹۸ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۲	رقبہ ۷۱-۵ لگانی للعہ ۱۵

مہر عدالت	دستخط حاکم

کے ساتھ ہی نا پید ہو جاتا تو آج فساد لا ولد ہوتا حالانکہ فساد زادگان دہر بہ نسبت صلحائے خلقت کے بہت زیادہ ہیں اور اللہ میاں بھی اس کا اقرار ان الفاظ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت قلیل ہیں۔ بدحالی مورخ حضرت نوح کے ہمراہیوں کی تعداد اتنی تھوڑی بتاتے ہیں کہ اگر مفسدوں اور مصلحوں کے درمیان خدانخواستہ "مکاثرہ" کی ٹھہرے تو مصلحوں کو یقیناً شکست اٹھانی پڑے۔

اب ذری جالئے فساد پر غور کیجئے کہ یہ ہے کیا؟۔ اسکی بنیاد ظاکثر، مساوات بنی نوع کے انکار پر قائم ہوتی رہی ہے تاریخ عالم (غور طلب) عدم مساوات کا خیال اپنے بنی نوع کے مقابلے میں ہوا اور فساد کا ظہور را بھر گیا۔

جعول الشانی کو اللہ میاں نے فَضَّلْنَا بَعْضَهُم عَلَى بَعْض فرما کے یہ سند دی کہ عام مساوات میں استثنا بھی ہے۔ لہذا جس کو ہم افضل قرار دیں اُسے اپنے نفوس سے بہتر سمجھو باقی تمہیں اختیار ہے۔ اس حکم کو لوگوں نے کبھی نہیں مانا۔ انھوں نے کبھی انتظار نہیں کیا کہ خدائی علامتوں سے افضلیت جس کی ثابت ہو اس کے مقابلے پر ہم افضل ہونے کی سعی نہ کریں۔ تقوی اور نیک اخلاق وطوار کی تنقیع اس مقدمہ کی بحث سے خارج کر کے یاروں نے غیر حقیقی فضائل کی طولانی فہرست اپنی ذات فیض سمات سے منضم کر لی۔ کوئی روپے پیسے کی افراط پر نازاں اور مساوات کا منکر ہے کوئی اولاد کی کثرت کنبے قبیلے کی بڑھتی پر مغرور۔ کوئی جان لیوا ہتیاروں (سفاکی) اور مشینوں کی ایجاد پر آپے سے باہر۔ کوئی جسمانی طاقت کے غرور میں کمزوروں کا سردار بننے اور اپنے حقوق مرجح رکھنے پر کمر بستہ۔ حالانکہ یہ تمام قوتیں ٹھیک اسی معیار سے دی گئی تھیں جس معیار سے کہ دیگر حیوانات کو دی گئی ہیں۔ کسی کو تیز پنجے درشت ناخن۔ خنجر نا دانت نہ دیے تو دوڑنے کی طاقت اتنی عنایت کر دی کہ بھاگ کے جان بچا سکے یعنی اگر کوئی حربہ کسی پاس ضعیف ہے تو اُسکے ضعف کا ازالہ دوسرے وصف کے ذریعہ کر دیا گیا ہے تاکہ بقا کی صورت نکل آئے اور مساوات کا قانون بدلنے نہ پائے۔

گر حضرت انسان ان باتوں پر بھلا کیوں غور کرتے ہیں۔ وہ تو افضل الناس بننے کی فکر میں ہر وقت مبتلا رہتے ہیں اگر ساری دُنیا کا خون کرنے پر قدرت رکھتے ہوتے تو اپنی بات کی پچ پر عالم بھر کا خون بہانے کبھی نہ جھجکتے۔

طرفہ ماجرا یہ کہ حضرت کو اپنی کمزوری کا علم کمزوری ظاہر ہو جانے پر بھی نہیں ہوتا۔ ایک حکیم شاعر نے قوی اور ضعیف کا موازنہ کیا خوب کیا ہے ؎

الناس فی تعدادھم ضربان
من صنفی الذکور و النسوان

آدمیوں کی تعداد دو صنفوں پر ہے مرد۔ عورت ؎

واثر الاول بالایلاد
تاثر الاخیر فی المیلاد

پہلی قسم یعنی مرد تناسل و تولد میں موثر ہے اور دوسری قسم اثر قبول کرنے والی ؎

فقوة الاول قد تحتم
وکان ضعف غیرہ محتما

جس طرح پہلی صنف یعنی مرد کی قوت ضروری ہے اسی طرح دوسری صنف یعنے عورت کی کمزوری بھی ضروری ہے تاکہ ایک سے فعل صادر ہو اور دوسرا فعل کو قبول کرے ؎

ثم القوی دابہ ان یظلما
ویظلم الضعیف لا ان ینعما
وکان ذالک مفسد النظام
مخالفا لحکمة الانام

قوی مرد کی شان سے یہ تھا کہ وہ کمزور عورت پر ظلم کرتا ہے کبھی اچھی نظر سے نہ دیکھے چونکہ یہ بات نظام عالم کو درہم برہم کرنے والی اور حکمت کے خلاف تھی۔

فافرط الجمال بالنسوان
وبیغ الهیبات بالذکوان

لہذا اللہ میاں نے کچھ ایسا جمال بیگم صاحب کو

وزارت انگلستان کا خاموش مجسمۂ سنگین

"دومونہا ہے۔ چھ مہینے بعد ایک منہ بند ہوتا ہے دوسرا کھلتا ہے"

تار کا پتہ :-
"حنا" لکھنؤ
شاخ
قنوج حیدرآباد دکن - دہلی
ٹیلی فون
نمبر ۱۳۹
بناؤ سنگار
کے لیے
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
کے یہاں سے ہر قسم کے تیل اور عطر منگائیے انکی خوشبو دیرپا اور بہترین ہے۔ فہرست طلب فرمائیے
اور فرمائش بھیجیے تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے

اور فطرت کی اُس وقت تک کوئی پروا نہیں کرتے جب تک بالکل مجبور نہیں ہو جاتے۔ سچ پوچھیے تو سائے۔ لنگی ساری، دھوتی، لنگوٹی پاجامے۔ پگڑی نے اس وقت تک ان کی نسل قائم رکھی ہے کہ لنگس پیس کے شہید (مصطلح) ہو چکے ہوتے۔ بدل نہ لینے کے اہلِ طبقۂ نسواں کا بھی یہی حال ہوتا۔ اور زبردستی بالغ ہو جاتیں۔ یہ مصلحت اب اسلئے سے غالباً غیر قابلِ عمل ہے کہ یورپ کے اکثر مہذبوں نے فطرت سے تجدید بیعت کرنے کی قسم کھائی ہے جس کا یقین اگلی تہذیب کے مربیاب تک نہیں کرتے۔ جہاں کسی کو بنیا "ادبِ لطیف" کھولے مجمعِ عام میں پھرتے دیکھا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔ حالانکہ یہ ترقی یافتہ عملی "ادبِ لطیف" ہے۔ اور ظلم دیکھیے انگلستان نے جو لباس مردوں کو بچانے کے لیے اب اختیار کیا ہے وہ فرسودہ ادبِ لطیف کی یادگار ہے۔ اس میں صرف نصف سینہ کھلا رہتا ہے اور نصف طول تک ٹانگیں کہیے آخر یہ اتنا سا بھی پردہ کیوں ہے؟۔ اگر یہ جائز ہے تو (مکمل تہذیب) کیوں ناجائز ہے؟۔

اب زبانی ادبِ لطیف کا حال سنیے جس کا چرچا آزادی کے تصدق میں یہاں بھی کافی سے زیادہ ہے۔ یعنی شعرائے دہر و ادبائے عصر نے نہایت بیباکی کے ساتھ اپنے ہیجانِ طبعی کا اظہار نظماً و نثراً فرمانا شروع کر دیا۔ بوسہ بازی جسے تمہیدِ وصل کہتے ہیں کوئی حقیقت نہیں رکھتی بالفعل بالغان کی لونڈیا پر طبع آزمائی ہوتی ہے کہ وہ جوانی کے جوش میں کیونکر ابلی پڑتی ہے۔ مہترانی کے ٹوکرے میں ادبِ لطیف گھس جاتی ہے اور اس کے پوشیدہ اعضا کا حال علانیہ بیان ہوتا ہے۔ سنتے ہیں کہ لندن میں کوئی ڈی ایچ لارنس نامے ادیبِ لطیف ہیں جنھوں نے "لیڈی چیٹرلیز لوور" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی یہ کتاب لطافتِ ادب کی ہمہ طرح حامل تھی۔ مگر انگلستان کے پرانے نقادوں نے اسکی اشاعت گوارا نہ کی۔ بہ ناچاری مصنفِ لطیف نے اسے پیرس میں چھپوا لیا۔ اب جانیے ہندوستان ادبِ لطیف کے فیض سے محروم نہیں رہ سکتا لہٰذا ٹائمز پریس لاہور نے اس مقدس کتاب کی نقل اتلے چھاپی کہ ہندوستان کسی طرح مہذبین کے ذیل میں شمار ہونے لگے۔ حکومت کو اس کی سن گن مل گئی۔ تمام نسخہائے ادبِ لطیف ضبط۔ اور زیرِ دفعہ (۲۹۲) تعزیراتِ ہند پریس منیجر پر مقدمہ قائم۔

پرانی تہذیب کے خوگر تو حکومت کو اس فعل پر شاباشی دیتے ہیں مگر دنیا میں ایسے بھی اخبار نویس ہیں جو بقول خود اس "ادبی شاہکار" کے ناشر پر فحش کا الزام نہیں سہہ سکتے۔ ان کے نزدیک ایک ہندوستانی کی گرفتاری خواہ جائز ہو یا ناجائز نہایت لغو ہے۔ اور حکومت عملی ادبِ لطیف کو لسانی ادبِ لطیف پر ترجیح بلا مرجح دینے کے جرم کی مرتکب ہوئی ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں غور کرتے کہ باوجود آزادی و نیم برہنگی نسوانی جس کتاب کو اہلِ انگلستان نے فحش قرار دیا وہ ہندوستان میں جو ابھی تک لنگوٹی باندھنا یا ساری میں لپٹے رہنا واجب سمجھتا ہے کیونکر شائع ہو؟۔

کاربرائے خلیفہ شوکت

سنتے ہیں کہ بیکانیر میں بھی پولیٹیکل دیوانے بھیج گئے اور ایک انقلابی جماعت بھی تصنیف ہو گئی جنھنے مہاراجہ اور ان کی سلطنت پر پانی پھیرنے کی ٹھہرائی۔ مقدمہ چل رہا ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ الور میں مسلمانوں پر ہندوؤں نے کچھ سختی کی گولیاں چلیں۔ جانیں ضائع ہوئیں۔ یہ تو ہیں خبریں جن کی تفصیل نہ ہمیں درکار ہے نہ ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمیں حیرت ہے تو یہ کہ ابھی خلیفہ شوکت کس دھن میں ہیں جو نہ بیکانیر میں جا کے "مالن آئی بیکانیر کی" والا گیت گاتے ہیں اور نہ الور میں ان احسانات کا عوض اتارنے جاتے ہیں جو ان پر اور ان کے مرحوم بھائی پر مہاراجہ الور نے کیے۔ ایک جگہ سے گا کے اور نلیج کے راجہ کو بھاتے ہیں

جیل لکھ لو اچھا تو زرکا دکھا دوگی ہیں بے عملی فرمائیں۔ اور دوسری جگہ اس عربی بزدل شاعر کی تقلید کریں جسے کسی خلیفہ نے زبردستی ہیبا جنگ میں بھیجا تو اس نے مبارز سے کہا "یار یہاں تمھارے کوئی باپ مار سکا بیر تو ہے نہیں۔ میں تم سے لڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اے لو یہ روٹیاں آؤ ہم تم بیٹھ کے کھائیں پھر تم اپنے گھر جاؤ۔ بندہ اپنے گھر سدھارے۔

ختمِ وقت کی اطلاعی خطوط روانہ ہو رہے ہیں منی آرڈر بھیجیے۔ دیر کا انتظار طرفین کیلیے باعثِ نقصان ہے۔

ضروری التماس معاصرین سے

اگر اودھ پنچ کے مضامین پسند آئیں تو اتنی مہربانی کیجیے کہ منقول عنہ کا نام ضرور لکھ دیجیے تاکہ ہم کو چپک دلی وتنگ خیالی کا گمان نہ ہو اور آپکے ناظرین کے خیال میں "اودھ پنچ" کا نام بھی باقی رہے۔ اسمیں خدا نے چاہا تو آپ کو ضرر نہ پہنچے گا۔ فقط۔ نیاز مند پنچ

سمن اغراض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۸۹

بعدالت مال تحصیل ہنڈیا ضلع الہ آباد

رائے امرناتھ و بابو رام کشور و بابو راجیرن زمیندار ان موضع دولاپور پرگنہ کیوری

بنام

مہابیر سنگھ ولد بلی سنگھ قوم چھتری ساکن و کاشتکار موضع دولاپور پرگنہ کیوری

واضح ہو کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت لگان کے دائر کی ہے لہٰذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۱۵ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام ہنڈیا اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تمانید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ۸ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) روپیہ [illegible] کرنا ہوگا۔
(۲) اگر [illegible] ہوتے ہی [illegible] روانگی موقوف کر دیجائیگی۔
(۳) باقی ہمیشہ [illegible] کی جائے گی۔
(۴) حساب [illegible] کرنا ہوگا اور چارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔
کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائیں گے۔

مینیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۲ء
رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳
جلد ہفت دہم
غذائے روحانی
معارف النغمات
یعنے
وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی
اور
ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے
یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے
اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر
اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے
حصہ دوم میں مصنف نے
اساتذہ فن کے علم سینہ
کو
علم سفینہ بنایا ہے
یعنے
تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے
اُستاد محمد علی خاں
میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الحقیقہ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادیت کی جدت رائے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و مذہبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط!

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چاند روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلاقیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں غریب یا نادار یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حیثیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گھپ ہوجاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط لینے پر بنیاز مند خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی ملامت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف صاف کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۱۲

مضامین

۱۹-جون ۱۹۳۲ء

ایک صحت افزا پیشہ

مضر صحت جراثیم سے بچنے کا سہل طریقہ

(از فیروز لدھیانوی)

ہر فرد بشر کو معلوم ہے۔ کہ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ لیکن باوجود اس علم کے نوّے فی صدی انسان دائم المرض اور حکیموں کے زیر علاج رہتے ہیں۔ کیوں؟ محض اس لیے کہ وہ اپنی صحت کے قیام کی تدابیر پر تماما عمل نہیں کرتے۔

[illegible] جراثیم کی کثرت ہے۔ آب و ہوا میں غذا میں [illegible] [illegible] [illegible] مقامات میں۔ الغرض ہر جگہ وہ ہر شے [illegible] ننھے ننھے بصورت رسال کیڑے جو صرف [illegible] خوردبین کی مدد سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ موجود ہیں۔ کوئی بھی مرض ایسا نہیں۔ جسکے جراثیم موجود نہ ہوں خصوصاً بڑے اور گنجان شہروں میں محکمہ حفظان صحت انتہائی کوشش کے باوجود یہ ننھی ننھی ہستیاں اس اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان پر قابو پا کر اور اُسے مریض بنا کر اس امر کا ثبوت مہیا کر رہی ہیں۔ کہ انسانوں کا برتری و فوقیت کا دعوی بے بنیاد ہے۔ کیا آپ ان جراثیم سے دب جائینگے۔ کیا ہاتھیوں اور شیروں کو بس میں لانے والا انسان ان حقیر کیڑوں سے عہدہ برآ نہ ہوسکے گا۔ انسان کی بے بسی اور اس شکست کا راز حل ہوگیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں اوقات بسر کرنے کے لیے مختلف پیشے اختیار تو کر لیتے ہیں۔ لیکن اس امر کی تفتیش نہیں کرتے۔ کہ آیا ہمارا پیشہ صحت افزا ہے یا مضرت رساں ایسا کسب جو انسان کی صحت کو ستیاناس کردے خواہ کتنا ہی منفعت بخش کیوں نہ ہو۔ ترک کرنے کے قابل ہے اور بہترین صحت افزا پیشہ کی تلاش ضروری ہے۔ آپ کے ہی خواہ ماہرین صحت مدت سے ایک صحت بخش پیشے کی جستجو میں تھے۔ کافی مانش کے بعد ان کا فیصلہ ہے۔ کہ دنیا بھر کے پیشوں میں سب سے صحت افزا پیشہ خاکروبوں اور کوڑا کرکٹ اُٹھانے والوں کا ہے۔ آپ میونسپلٹی کی کوڑے سے بھری ہوئی گاڑی کا قرب گوارا نہیں کرتے اگر اتفاقاً کہیں مڈبھیڑ ہو بھی جائے تو ناک پر ریشمی رومال رکھ کے الگ سرک جاتے ہیں۔ آپکو معلوم ہونا چاہیے۔ کہ جس گاڑیبان سے آپ کو گھن آتی ہے۔ وہ جراثیم کے لشکر کا فاتح ہے۔ وہ ایک ایسی جسمانیت کا انسان ہے۔ جسے مہلک سے مہلک جراثیم کی قطعاً پروا نہیں۔ وہ سینہ تان کر کہنے کا حقدار ہے کہ جن جراثیم سے بڑے بڑے ڈاکٹروں کی روحیں کانپتی ہیں وہ میرے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

اب آپ اپنے ملک کے خاکروبوں کی حالت پر غور کیجیے۔ کیا ان سے زیادہ مطمئن اور مسرور کوئی اور طبقہ ہے۔ ان کی جھونپڑیوں کے پاس سے گزریے تو شام کے وقت سرود اور راگ کی روح افزا صدائیں گوش زد ہونگی۔ یہ لوگ خوب گاتے بجاتے اور عیش سے دن گزارتے ہیں۔ اگرچہ ان کے راگ ادبی سانچوں میں نظر نہیں آتے۔ اگرچہ ان کا لب و لہجہ شیریں نہ ہو۔ لیکن ان کی روح میں موسیقی تو ہے۔ کیا آپ اس طرح بے تحاشا گلا پھاڑ پھاڑ کر گانے کے قابل ہیں۔ کیا آپ کی طبیعت خود بخود ملاریں گانے کے لیے آمادہ ہے۔ جی نہیں کبھی نہ گی اور ہو کس طرح۔ آپ کے گلے اور ناک میں تو نزلے اور زکام کے جراثیم موجود ہیں۔ جسم میں مختلف امراض کے جراثیم خون کو کمزور اور طبیعت کو مضمحل کرنے پر آمادہ ہیں۔ آپ کو خدانخواستہ خاکروب بننے کی ترغیب نہیں دی جاتی۔ لیکن اگر آپ کو اس کسب سے رغبت ہو جائے تو آزریری طور پر کام کرنے کے لیے کافی میدان موجود ہے۔ آج آپ اپنی لائبریری کی کتابیں بھی جھاڑ۔ گرد و غبار سے صاف کرکے رکھ دیں۔ ممکن ہے۔ آپ کو کوئی ایسی کتاب ملے۔ جو آپ نے کسی دوست سے عاریتاً لے کر الماری میں ٹھونس دی ہو۔ آپ یہ کتاب اسے واپس کردیں۔ ایک کتاب تو ہاتھ سے جائے گی۔ لیکن دوست واپس مل جائے گا۔ کل آپ اپنا پیانو جھاڑیے۔ دیکھیے۔ وہ گلدان کس قدر گرد آلود ہے۔ اگر آپ روزانہ دس منٹ جھاڑن اور جھاڑو سے کام لیں تو ایک ماہ کے بعد آپ کو کوئی مسہل کا بل ادا نہ کرنا پڑے گا۔ اور رفتہ رفتہ آپ کی صحت بحال ہو جائے گی۔

پنچ: بڑے حضرت! اس میں شک نہیں کہ دنیا آجکل نہایت وہمی ہوتی جاتی ہے اور اس مرض کی ذمہ دار حال کی سائنس ہے۔ جسنے مکھی مچھر کھٹمل ٹھنگے چیونٹے بلکہ تمام اُن حشرات الارض کو بھوت بنا کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے جو ہمارے قدیمی اور پرانے یار ہیں۔ سنتے ہیں کہ اگلے زمانے میں انسانوں کی صحت آج سے کہیں بہتر تھی۔ عمریں بڑی ہوتی تھیں۔ حالانکہ اُس وقت بھی مکھیوں مچھروں کی فوج ایسی ہی قلعہ شکن تھی جیسی کہ آج ہے۔ میونسپلٹی نہ تھی۔ کنین کا پتہ نہ تھا۔ کبھی مار کاغذ کے نام سے بھی لوگ نا واقف تھے۔ فنائل کا چھڑکاؤ نہ ہوتا تھا۔ بی مکھی خانم کا یہ حال تھا کہ ہر دال اور سالن کے دریا میں شناوری کے کرتب دکھایا کرتی تھیں۔ حلوائیوں کی دوکانوں میں شیشے کی الماریاں اور جالی دار سرپوش کسی نے دیکھے بھی نہ تھے۔ "دودھ کی مکھی" تو ضرب المثل ہے۔ کہاوت ہے "فلاں شخص نے ہمکو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا"۔ وہ کون سا دودھ ہے جو مکھی کا مشتاق دیدار نہیں ہو۔ ایک مشہور کنایہ ہے۔ بخیل کو "مکھی چوس" کہتے ہیں یعنی فلاں شخص ایسا کنجوس ہے کہ اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے بھی چوس لیتا ہے تاکہ جو غذا اسکے پروں میں لگ گئی ہے۔ وہ ضائع نہ ہو۔ یہ واقعہ ضرور کبھی گزرا ہوگا۔

خود خلق کی آواز سے بجائے "حلق سے نکلی خلق میں پڑی" ورنہ مستقل کنایہ نہ معین ہوتا۔ الغرض مکھیوں کا استعمال بہت پرانا ہے۔ ان سے جدائی بھی خصوصاً لکھنؤ میں غیر ممکن ہے۔ ہم کبھی ان کی دشمنی کو وسیع نہ سمجھتے تھے لیکن اب تو ادھر دیکھا رکھتیاں نظر آئیں اور رہیں "تمیس مار خاں" کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی "ہائے ہائے مکھی۔ ارے۔ رے رے۔ وہ مکھی۔ مم مم مک مکھی۔"

مکھی ایک جسم محسوس ہے۔ اگر یہ بی بی شادی "جوجو۔ ہوا" ہمارے حق میں بن گئی تو خیر قسمت! لیکن مشکل تو یہ ہے کہ ہم مکھی مچھر کھٹمل سے خالی مکان میں بھی مطمئن نہیں رہ سکتے۔ کیا معنے کہ نظر نہ آنیوالے دشمن بھی تو "علم الکیڑا والمکوڑا" نے جان پر مسلط کر رکھے ہیں۔ "بی بی" کے لب لعلین کا بوسہ بھی لینا علم الکیڑا والمکوڑا نے گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ "کیا معلوم اس عسل مصفے میں کتنے کیڑے ہوں اور جیٹا نج کی صدا بلند ہوتے ہی آدمی کو جھٹ پٹ کردیں" خدا اس بیہودہ خبط کا جلد استیصال کرے۔ آمین۔

چہل سال عمر عزیزت گذشت

اپنے مزاج میں بچپن کی شوخی قائم رکھیے

ایک ٹانک TONIC مضمون

(از فیروز لدھیانوی)

کیا آپ اپنی چالیسویں سالگرہ منا چکے۔ منا چکے۔ تو مبارک ہو۔ اب فرمائیے صحت کیسی ہے طبیعت کا کیا حال ہے۔ مزے میں ہے نا؟ وہ جوانی کی امنگیں۔ وہ ولولے۔ وہ مستعدی موجود ہے؟ آئینے کی طرف نہ دیکھیے۔ جی برا ہوگا۔ کنپٹیوں کے بال سفید ہو چلے ہیں۔ یہ بازاری ہیر آئل استعمال کرنے کا نتیجہ ہے۔

نزلے سے بھی نہ گھبرائیے۔ یہ موجودہ تہذیب کا تحفہ ہے۔ اسقدر کتب بینی اور دیدہ ریزی سے دماغ کا کمزور ہونا ضروری تھا۔ کیا آپ کبھی کبھی بھی پریشان رہتے ہیں۔ پریشانی سے میری مراد یہ ہے۔ کیا طبیعت بعض اوقات بہک جاتی ہے۔ مثلاً آپ کا کبھی جی چاہتا ہے کہ جس استرے سے حجامت بنا رہے ہیں۔ اسے آہستہ سے ایک دفعہ اپنے حلقوم پر پھیر دیں۔ زیادہ نہیں۔ صرف ایک دفعہ۔

یا کبھی جب آپ سے ٹرین مس ہو جائے۔ تو ریلوے کے اوور برج پر سے گذرتے ہوئے جی چاہتا ہے۔ کہ اس پل پر سے کود کر آنے والی ٹرین کے انجن کے سامنے گر پڑوں۔ اور ٹرین کی دھنکی مجھے روئی کی طرح دھنک ڈالے۔ کیا آئس کریم کا ایک گھونٹ پینے کے بعد آپ کو خیال آتا ہے۔ کہ یہ کانچ کا گلاس

نوٹس نسبت دکھانے وجہ کے (نمونہ عام)

بعدالت جناب منشی عبدالمجید خاں حاکم تحصیل صاحب بہادر شاہ آباد مقام ہردوئی

پنڈت گنیش پرشاد ڈگریدار ولد پنڈت ٹیکو لال قوم برہمن ساکن شاہ آباد

بنام

جگی سنگھ وغیرہ مدیونان ساکنان موضع منجھلا پرگنہ عالمنگر

بنام

جگی سنگھ ولد جاگر سنگھ قوم ٹھاکر، ببول سنگھ نابالغ بولایت ٹھکرائن سنگھ ٹھاکر، ساکنان موضع منجھلا پرگنہ عالمنگر تحصیل شاہ آباد

ہرگاہ مسمی پنڈت گنیش پرشاد نے درخواست اس عدالت میں گزرانی ہے کہ تمہاری جائداد موضع منجھلا دل مقروقہ مورد ڈگری زراعتی قرار دے کر نیلام کی جاوے اور مطالبہ ڈگری مذا وصول کرا دیا جاوے اس میں تم کو کیا عذر ہے

لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے کما حقہ واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۲۳ ماہ جون ۱۹۳۲ء اس عدالت میں حاضر ہو کر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۱۰ ماہ جون ۱۹۳۲ء میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱، ۵)

نمبر مقدمہ ۱۷۲ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت منصفی بلیا ضلع بلیا

اجلاس مسٹر شاہ ولی عالم صاحب بہادر منصف بلیا

بابو سورج نرائن سنگھ پسر بابو ہو سنگھ ساکن سریگنہ خرید مدعی

بنام

بھگوان داس ولد نامعلوم ساکن سریگنہ خرید قوم براہمنی مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت [illegible] کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے کما حقہ واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دعوی کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز کل دستاویزات کو جن پر آپ بنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہونگے تو مقدمہ بغیر حاضری آپکے مسموع و فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ جون ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اطلاعنامہ

بنام رسپانڈنٹ مشعر اطلاع اس تاریخ کے جو سماعت اپیل کے لیے مقرر کی جائے

اجلاس جناب مولوی محمد اویس قرنی صاحب بہادر سب جج گورکھپور

(آرڈر ۴۱ - قاعدہ ۱۴)

بعدالت منصفی گورکھپور ضلع گورکھپور اپیل نمبر ۴۸ سنہ ۱۹۳۱ء

بعدالت اڈیشنل منصفی گورکھپور

نمبر مقدمہ ۱۰۶۸ سنہ ۱۹۳۱ء

سورج دیو پرشاد مدعی بنام بیجناتھ پرشاد وغیرہ مدعا علیہم

جے گوبند سنہا اپیلانٹ

بنام بیجناتھ پرشاد وغیرہ رسپانڈنٹ

اپیل بنا راضی فیصلہ عدالت اڈیشنل منصفی مقام گورکھپور مورخہ ۱۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء

بنام بیجناتھ پرشاد [illegible] بشوناتھ پرشاد نابالغ پسران رگھوناتھ پرشاد متوفی ساکنان محلہ کلیان پور شہر گورکھپور رسپانڈنٹ

مطلع ہو کہ اپیل بنا راضی ڈگری ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء اس مقدمہ میں اپیلانٹ نے پیش کیا اور اس عدالت میں درج رجسٹر ہوا اور اس عدالت نے تاریخ [illegible] جولائی سنہ ۱۹۳۲ء واسطے سماعت اس اپیل کے مقرر کی ہے۔ اگر خود آپ یا آپ کا وکیل یا کوئی اور شخص جو قانوناً آپ کی طرف سے اپیل مذا میں جوابدہی کرنیکا مجاز ہو حاضر نہ آئیگا تو اس کی سماعت اور تجویز آپ کی غیر حاضری میں کی جائے گی

آج بتاریخ ۱۱ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اس پالی سیٹ سوڈے فروش کے منہ میں کھینچ مارو۔

کیا آپ اپنے تئیں دنیا کی ناکام ترین ہستی تصور کرتے ہیں۔ کیا آپ اپنے بے تکلف دوستوں کی گفتگو سے بیزار ہو جاتے ہیں؟۔ اور یہ جی چاہتا ہے کہ سیاسی موضوع پر اس ہرزہ سرائی کرنے والے کی ٹینٹوا دبا دوں۔ کیا آپ مجمع سے گھبراتے ہیں؟۔ اور جب تنہائی کا موقعہ ملے تو اپنے سایے سے بھی ڈرتے ہیں۔ کیا آپ کو اپنی صحت کی جانب سے کوئی خطرہ لاحق ہے۔ کیا مالی مشکلات سے آپ دبے ہوئے ہیں؟۔ اگر ایسا ہے تو دبے نہ رہیے۔ آپ سینہ تان کر گھٹنے پر ہاتھ رکھے بغیر اٹھیں۔ ابھی تو آپ کل کے بچے ہیں۔ چالیس سال کا سن ہوتا ہی کیا ہے۔ اٹھیے اور ان موہوم وسوسوں اور خطرات کو روندتے ہوئے آگے بڑھیے آپ کو یہ انسانی خلقت۔ یہ ہاتھ پاؤں۔ یہ ہوش و حواس۔ زندگی کا لطف حاصل کرنے کے لیے عطا کیے گئے ہیں۔ کیا آپ قربانی کے بکرے ہیں کہ اہل و عیال۔ احباب یا دیگر متعلقین کی آسائش کے لیے بھینٹ چڑھنے کو خلق کیے گئے ہیں۔ آپ ایک کامیاب شخص ہیں۔ اوپر کی طرف نہ دیکھیے کون کہتا ہے کہ آپ مسولینی۔ مہاتما گاندھی یا راک فیلر بن جائیں۔ ایسی ہستیاں خال خال ہوتی ہیں۔ آپ جس حلقے میں پیدا ہوئے ہیں۔ جس سوسائٹی میں حرکت کرتے ہیں۔ اس ماحول کے مطابق ماشاء اللہ ممتاز ہیں۔ کامیاب ہیں۔ ذرا اپنی بائیں جانب دیکھیے۔ آپ کے بہت سے احباب آپ کی حالت کو بہتر جانتے ہیں۔ بلکہ آپ کی فراغت اور آسائش پر رشک کھاتے ہیں۔ البتہ قدرے احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک گھنٹا سیر کے لیے نکال لیجیے۔ اتنی فرصت نہ ملے تو اپنے کمرے ہی میں ہر روز کوئی ورزش کیجیے۔ اور سنیے تو۔ مزید اولاد کی کیا ضرورت ہے۔ اس خیال کو جانے دیجیے۔ اب وقت نہیں رہا۔ میں برتھ کنٹرول کے آلات کے استعمال کا مشورہ نہ دوں گا۔ ضبط اور کافی ضبط کی ضرورت ہے۔ وہی لطف ہے۔ جو آپ بارہا اٹھا چکے ہیں۔ غذا سادہ کھائیے۔ اور چپاکرہ اور یہ کی تمام بوتلوں کو بدر رو میں الٹ دیجیے۔ اور قوت ارادی کو مضبوط کیجیے۔ اپنے تئیں ایک بچہ فرض کیجیے۔ ہنس مکھ۔ شوخ۔ بذلہ سنج۔ اور بے فکر ہو جائیے تاکہ آج سے بیس برس کے بعد بھی میں آپ کو ساٹھا پاٹھا لکھ سکوں۔

کنایۂ عرب

نمبر (۳)

(پیوستہ بگذشتہ)

عزیزوں سے جورو علیہا الصلوٰۃ کی بدولت قطع تعلق کی مثالیں اب تلاش کی محتاج نہیں۔ جب سے "صنف نازک۔ جنس لطیف۔ بہترین نصف حصۂ جسم" کے القاب نے رواج پایا "زینت پہلو آبادی خانہ عدم وہمرانہ کرم" تن تو ان کے خطابات ترک ہوئے۔ اسی وقت سے یہ آفت گھروں میں نازل ہو گئی۔ ادھر میاں کی شادی ہوئی۔ بی بی نے گھر میں قدم رکھا اُدھر والدین نگاہوں سے گرے۔ اور بہترین آدھے دھڑ کی اطاعت واجب ہو گئی۔ اس اطاعت میں بھلا کون شریک ہو سکتا ہے؟۔ یہ بات بہت پرانی ہے۔ توراۃ مقدس نے سفر پیدائش رتخلیقہ میں اسکی علت بیان کر دی ہے چنانچہ۔ دوسرے باب میں ہے کہ دادی جان (حضرت حوا) دادا جان کی پسلی سے مشتق ہوئیں۔ آدام (آدم) انھیں اپنی جان و روح سمجھتے تھے لہذا دادا جان کی تقلید میں پوتے مبتلا ہیں ماں باپ کو چھوڑ چھاڑ جورو کے پہلو میں خود گھسے اور اپنی پسلی سے جوڑے رہتے ہیں۔ ادھر چند لمحے کے لیے بھی فراق ہوا اور پسلی پھڑکی۔

شعر مذکور الصدر کے بعد استاد شاعر رحمۃ اللہ علیہ نے شوہر صاحب کی طبعی زن مریدی کا مفصل حال سنایا ہے کہ جناب شوہر کیونکر اپنے دل کے بھید بی بی سے کہتے اور جان و مال ابرو بلکہ اماں باوا کو بھی اُن پر قربان کر دیتے ہیں۔ خود قوی الجثہ اور دلاور ہونے کے باوجود ایک بودی کمزور مخلوق کی مدح و ثنا قصائد کی تشبیب میں فرماتے اور اُس کی جفا کے ساتھ اپنی مظلومی کا بیان کرتے نہیں شرماتے۔ بلکہ اپنی بی بی کو اللہ میاں کا شریک ٹھہراتے نہیں جھجکتے ؎

جَلَّ مَن قَوِیٌّ کَذَا ضَعِیفًا
مُحوِّجًا تجاھہُ شریفًا

جلیل و بزرگ ہے وہ (خدا) جس نے ایسی کمزور جان کے بس میں قوی الجثہ شریفوں کی باگ سپرد کی ؎

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء صوبۂ آگرہ

مقدمہ نمبر ۲۱۸ جناب مولوی سید مظہر صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیل بلہور ضلع کانپور

عدالت مال مقام بلہور

چونکہ بمقدمہ نالش سمان سنگھ وغیرہ ڈگری دار موضع دہلیا پرگنہ بلہور بنام رام سنگھ وغیرہ کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت سنہ ۱۳۳۹ لغایت ۱۳۴۰ فصلی صادر ہوئی اور ۱۰۴ روپیہ ۱۴ آنہ ۲ پائی جو از روئے ڈگری مذکور واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۸۰	۱۵	۹
خرچہ نالش	۱۱	۰	۰
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۱	۳	۰
خرچہ ابرائے ڈگری	۳	۲	۲
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	۸	۴	۲
میزان	۱۰۴	۱۴	۲

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بالا الیقایا ہے لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم بہادر سنگھ ولد رام سنگھ ٹھاکر ساکن ملی گڈھ و رام سنگھ ساکن موضع دہلیا پرگنہ بلہور مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ۱۰۴ روپیہ ۱۴ آنہ ۲ پائی جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تاریخ پیشی ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء مقرر ہے۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
بلہور	دہلیا	۱۴۵	[illegible]
		۱۰۹	[illegible]
		۲۹۱	[illegible]
		۳۵۸	[illegible]
		۵۷۲	[illegible]
		۵۷۳	[illegible]
		۷ قطعہ	[illegible]
		میزان	[illegible]
مہر عدالت		دستخط حاکم مجاز بلہور	

واستضعفت الولدان بالعیان

فاستخفن مواخن اثدالسوان

بظاہر جوان زن و مرد سے زیادہ کمزور بچے ہیں۔ مگر ان کی کمزوری نے تو ان ہی صاحب کے بھی کان کاٹے۔ وہ جو بڑے توانا اور زور زنگ بہادروں سے پانی بھرواتی تھیں وہی ایک ناتوان بچے کی لونڈی بن گئیں ۔

یخوفنھم کرھا مع الانتجان

یضعضھم کن امع الاحزان

تو پہلے تک خواہ مخواہ کا بوجھ مجبوراً پیٹ سے باندھے پھریں۔ پیٹ رہتے ہی جوارح کی چستی سستی سے بدلی۔ مزاج کی پھرتی نے کاہلی کا روپ بھرا۔ سوء ہضم نے گھیرا۔ ابکائیوں پر ابکائیاں آئیں۔ کالبس کی ٹکیاں۔ سوندھے کوزے کا اڈی آبخوروں کے ٹکڑے بسنگی حت چکنی مٹی۔ کھٹ مٹھے بیر غرض الم غلم جو پایا چبا گئیں پھر جب جننے کی ساعت آئی تو اللہ دے اور بندہ لے۔ کبھی تتلی کی طرح ادھر ادھر اڑی اڑی پھرتی تھیں اب پڑے پچھاڑ کے پلنگ پر لیٹیں۔ وہ پوشاک جو سہاگی کی دھونی اور پھول عطر سے بسائی جاتی تھی کالے دانے اور بھوسی کے خوشبودار بخور سے بسی۔ کیسا کیوڑا گلاب و کاربالک ایسڈ میں نہانا پڑا۔ سارا نخرہ بدبودار ہو کے رہ گیا۔ جس نازک پیٹ پر کریپ کی کرتی آہنی زرہ سے زیادہ بھاری ہوتی تھی اسی پر انگوٹھے ٹیک کے دائی نے جمناسٹک کے کرتب دکھلائے یعنی "جھیل" کی مصیبت جھیلی۔ "آہ" ہوئی "اوہ" ہوئی۔ ٹونے ہوئے ٹوٹکے ہوئے فریادی ماتم ہوئے۔ تعویذ پلائے گئے۔ خدا خدا کر کے ننھی سی "تی ہوں تی ہوں" سنائی دی غش سے افاقہ ہوا تو نہ خدا کا خیال آیا نہ رسول کا۔ آیا تو اسی ننھی ناتوان بے حقیقت سی جان کا جسکو چٹکی سے چاہتیں تو مسل کے پھینک دیتیں۔ پھر بھی کمزوری کی خدمت کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ۔

یضعضھم بالصعب الالام

الی بنیة الا مدیة الفطام

ہزاروں پاپڑ بیل کے تیس دھار کا دودھ دو برس تک چسایا اور دودھ بڑھائی تک ترک لذات کرنا پڑا ۔

ینشرن فی ھواھم شعورا

یرفضن فی رضاھم امورا

جو لمبے لمبے بال صبح سے شام تک کنگھی اور برش کی الجھن میں پھنسے رہتے تھے ان کی لٹیں بکھر گئیں۔ نہ میاں سے غمزے کرنے کا ہوش ہے۔ نہ مسی کاجل سرمے کا دھیان۔ لوٹھا ذری سا رویا اور دل بے چین ہو گیا۔ "ارے گھٹی لاؤ میں چبا کے منہ میں دوں"۔

مستبدلات الذھب بالابوال

والعطر من روائح الاطفال

گیا وہ تیل پھلیل اب تو پیشاب کی "باش" میں گیسو ڈوبے رہتے ہیں ۔

لابسھم یغزلن بالمغازل

تانسن للجلوس فی المنازل

اے ہے بھیا کے پاس کرتا نہیں ذرا چرخا کات کے کرتا بنوالو۔

دیکھو دیکھو انگنائی میں شیشے پڑے ہیں بچہ کھیل رہا ہے کہیں چبھ نہ جائیں۔ جھاڑو اٹھاؤ میں کوڑا کرکٹ بہار دوں۔ سچ کہا ہے:۔

"سارا جوبن کھائے تو ایک پائے"

سبحان من قوی کذا صغیرا

مذ لا قباله کبیرا

پاک ہے وہ جس نے ایک ننھے سے کیڑے کو اتنا تنومند بنادیا کہ قوی ہیکل مرد اور ناز اٹھوانے والی عورت دونوں اسکے غلام فرمانبردار ہو گئے۔

دیکھا آپ نے! بارہا حضرت انسان پر آشکار ہوتا ہے کہ حیوۃ نہایت ناپائدار اور اختیار نہایت محدود ہے۔ پھر بھی اللہ میاں کی قہار طاقت اور انکے قطعی انصاف کے فیصلے پر قناعت نہیں کرتے یعنی اپنے برابر کسی کو سمجھتا ہے؟ استغفر اللہ! جب انسانی اوصاف کے طفیل ذاتی مساوات

اعلان آل انڈیا مشاعرہ

بصدارت عالیجناب مسٹر اڈیسی لے۔ ایس ہوبارٹ صاحب بہادر آئی سی ایس کمشنر قسمت گورکھپور بتاریخ ۱۶ جولائی سنہ ۳۲ء یوم شنبہ ساڑھے آٹھ بجے شب بمقام یونین کلب گورکھپور ایک عظیم الشان آل انڈیا مشاعرہ ذیل کی طرحوں پر منعقد ہوگا جسمیں ہندوستان کے تمام مشاہیر شعرا خصوصیت کے ساتھ مدعو کیے گئے ہیں اور باہر سے آنے والے شعرائے کرام کے لیے قیام و طعام کا خاص اہتمام رہیگا بشرطیکہ ایک ہفتہ قبل وہ اپنی آمد کی اطلاع مجھے دیں غزلیں ذیل کی طرحوں میں سے کسی طرح میں ہونی چاہییں:۔

نمبر۱۔ "بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے"

قافیہ:۔ قاتل، بسمل، ساحل۔

نمبر۲۔ "شرم بھی جائے تو میں جانوں کہ تنہائی ہوئی"

قافیہ:۔ تنہائی، شرمائی، رسوائی۔

نمبر۳۔ "زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے"

قافیہ:۔ آسماں، مکاں۔

رام گوپال مصر ڈپٹی سکریٹری آل انڈیا مشاعرہ گورکھپور

"طوفان میں کودنے کا سامان اور کراماتی لائف بلٹ"

دونوں حکومتیں۔ ـــ "دریں طوفان شور افزا نہ تم ڈوبو نہ میں ڈوبوں + آپ کی عنایت ...... جی آپ کی نوازش"

مسٹر پنچ۔ کودنے پھاندنے سے یا لائف بلٹ سے طوفان ہٹ نہیں سکتا ــ کر دو ایسا کوئی سامان نہ تم کود و نہ وہ کودیں + کہ جلدی ختم ہو طوفان نہ تم کو دو شور کریں

باقی نہ رہی تو بھلا حقوق میں تساوی و تعادل کا لحاظ کیوں رہتا۔ فساد کی جڑیں اس وقت تک پل نہیں سکتیں جب تک ذوصیلے آدمی قائم ہیں۔ رہا یہ دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ علم کی زیادتی رفع فساد کی کارگر تدبیر ہے۔ لیکن ہم سے پوچھیے تو بتائیں کہ حضرت علم کے علم برداروں نے دنیا کو کیسی کیسی زحمتوں میں مبتلا کیا۔

اگلی دنیا علم کو ذریعۂ معاش بنانے کی شدید مخالف تھی۔ مدتوں تک علم ذریعۂ معاش بننے سے محفوظ رہا پھر بھی جب ایک سچے عالم کی خدمتیں عوام کے دل میں گھر کر گئیں تو ان کے ساتھ تعظیم و تکریم کا غیر معمولی برتاؤ ہونے لگا۔ یہ تعظیم کچھ لوگوں کے لیے غبطہ کا موجب ہوئی اور بعض کے واسطے حسد کا باعث بنی۔ اہل غبطہ نے تو یہ سعی کی کہ ہم تحصیل علم کے بعد ایسے ہی معظم و مکرم ہو جائیں۔ اہل حسد کی جوتی کو کیا غرض تھی جو کڑی جھیلتے انھوں نے زبردستی عالم بنکے جوڑ پھڑکانے کی سعی فرمائی۔ ظاہر ہے کہ مؤخر الذکر صنف کے لیے بغیر مکاری و عیاری کے سامان تعظیم بہم پہونچانا غیر ممکن تھا چنانچہ اس عیاری کی ابتدا تبدیل لباس سے ہوئی۔ ڈیڑھ سو تھان کا عمامہ سر پر لپیٹا۔ زیر ناف تک داڑھی بڑھا کے سنتین کی تلافی فرمائی۔ چند جاہلوں کو باجرت شاگرد بنایا۔ خاموشی کا یہ عالم کہ سلام کا جواب دینا بھی گلا رہ شاعر کہتا ہے ؎

اے مولوی از کبر دماغت گنند

ہر گہ کہ کند سلام بر تو جنبدہ

چنداں حرکت کنی کہ از ضعیفاں

معلوم شود کہ مردہ ای یا زندہ

حقیقی علما کو زک پہونچانے کی گھاتیں سوجھنے لگیں۔ مثلاً روایت ہے کہ مولوی جامی اپنے وطن میں نہایت معزز و ممتاز تھے۔ باہر سے ایک شیخ آیا۔ آتے ہی اس نے مولوی جامی کی تنقیص کا لگا لگا دیا۔ "ابجی وہ کیا جانتے ہیں۔ پڑھے نہ لکھے نام محمد فاضل ان سے کہو ابھی کچھ دنوں یاروں کی جوتیاں سیدھی کریں پھر علم کا نام لیں"۔

بات بڑھ گئی دونوں کے مریدوں اور معتقدوں نے

ارے رے رے رے دھون !

دہاڑ ڈال کے پالا بدا۔ تاریخ معین ہوئی۔ شیخ اپنی جگہ پر بیٹھا سانپ کی طرح پھنکاریں مارتا اور جھومتا رہا۔ شیخ کی حقیقت مولوی جامی کے آگے کیا تھی مگر مقابلے کی ڈھاک نے دل کو دہلا دیا۔ دیکھیے میاں کس کے ہاتھ رہتا ہے۔ آخر وقت آ پہونچا۔ دریاں بچھیں۔ انبوہ انبوہ لوگ آنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں مبارز بھی تشریف لائے۔ آج شیخ کی رعونت پورے ہزار درجے طے کر چکی تھی۔ بحث کے دروازے کا افتتاح کون کرے؟ سائل کون ہو اور مجیب کون؟ مولانا جامی شیخ کے مبلغ علم سے واقف تھے۔ لہذا انھوں نے شیخ ہی کو پہلا وار کرنے کی اجازت دی۔ شیخ نے کہا! "جامی غرہ مشو۔ بیا بندہ یک حرف تمی توانی زد"۔

عارف جام نے شیخ کی صورت دیکھی اور آسمان کو دیکھا۔

شیخ: "لا ادری چہ معنی دارد"

جامی: "نمیدانم"

شیخ: "لا اعلم چہ معنی دارد"

جامی: "نمیدانم"

شیخ: "ما عرفت چہ معنی دارد"

جامی: "نمیدانم"

شیخ: "اے مرداں بشنید سہ سوال کردم مولانا ان گوید نمیدانم" ما اخوتان انصاف دہید کہ مولانا مجروح شد یا نہ؟"

اب تو جامی کے معتقدین کے منھ تین بالشت بھر لٹک گئے۔ کہاں کہاں تو یہ دعویٰ تھا کہ ہم یکتائے دہر ہیں۔ شیخ نے جو ایک بات پوچھی تو کہتے ہیں "نمیدانم" لاحول ولا قوۃ یہ سارا القاب دیکھنے ہی بھر کا تھا"۔ کسی تجربے نے سوال کیجانب توجہ کی کہ ان الفاظ کے معنی ہی نمیدانم ہیں۔ اچھا وہ معنی

شرائط ایجنسی اودھ پنچ

(۱) پیشگی جمع کرنا ہوگا۔
(۲) رقم جمع کرکے ادا ہوتے ہی پرچے روانگی ہونگے دیا جائیگا۔
(۳) پانچ پرچے فی ہفتہ سے کم کی ایجنسی قبول نہ کی جائے گی۔
(۴) بحساب ۱۲ آنہ فی پرچہ قیمت کا حساب کرنا ہوگا اور چہارم کمیشن ایجنٹ صاحب کو دیا جائے گا۔

کسی حالت میں بھی پرانے پرچے واپس نہ لیے جائیں گے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟

اگر آپ اشتہاری ادویات وعطائی نسخہ جات، جاہل و خود رو طبیبوں کے ہاتھوں اپنی کمائی نثار صحت سے مایوس ہوچکے ہیں اور اس عالم یاس میں کیفیت صحت حاصل کرنا یا سچا اور مخلصانہ مشورہ کے متلاشی ہیں اگر آپ ماہر تجربہ کار کامل الفن اور حذاق اطبا کے مشورہ سے بلا ادائے فیس فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ لکھ کر دواخانہ معدن الادویہ کی جدید فہرست طلب فرما کر فائدہ اٹھائیے اور دوسرے بھائیوں کو بھی نفع پہنچائیے۔
تمام خط و کتابت بصیغۂ راز رہتی ہے۔

المشتہر:- دواخانہ معدن الادویہ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

غذائے روحانی
معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے "قواعد سکھائے"

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے بکھیڑ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات وظائف علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اوّل قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

توجہ شرط ہے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تہذیبی مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گو یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے۔ اسلیے کہ گو ہر اور خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے ردو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رہے۔ انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چاند روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں سبب یا نامداری یا تیمی کا واسطہ دلانا خلاف تہذیب ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نے بہ نیاز مند خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ — نمبر ۲۲

مضامین

۲۶ جون ۱۹۳۲ء

پاک روح

(از حضرت اعجاز علوی)

(کچھ ضروری نہیں کہ مسرت آمیز مضامین کسی ظریف پرچے میں نہ ہوں "لندن پنچ" میں کئی نظمیں اس طرز کی چھپ چکی ہیں۔ اودھ پنچ میں بھی دو ایک مضمون ایسے ہی نظر آتے ہیں۔
اس نظم میں شاعر نے قانون کا معاملہ انسانی قوانین سے کیا ہے۔ جو لطف سے خالی نہیں۔ ایک نصیحت ہے جو اپنے انداز پر شاعر نے اپنے بنی نوع کے کانوں تک پہونچائی ہے۔ خبیث روحیں ممکن ہے کہ بُرا مانیں۔ مگر کچھ پروا نہیں۔ (ایڈیٹر)۔

ساتھ میں یاروں کے نکلا سیر کو جو ایک دن — اتفاقاً سوئے گورستاں ہوا میرا گزر
قبریں کچھ پختہ تو کچھ تھیں خام اگلے وقت کی — بعض اُن میں کی تھیں کہنہ اور شکستہ سر بسر
ساتھ اُن یاروں کے آیا فاتحے کا مشغلہ — پر ہوا عبرت سے میں محو خیالات دگر
پوچھا یاروں سے میں نے کن کی ہیں یہ تربتیں — مجھکو بھی واقف کرو تم انسے واقف ہو اگر
عذر لاعلمی کا ہی مجھ سے اُن سب نے کیا — کیونکہ اُنکے حال کی مطلق نہ تھی اُن کو خبر
سُنکے اُنسے یہ جواب صاف اک اُلجھن سی تھی — اتفاقاً پڑ گئی میری نظر اک قبر پر
اس طرح وہ قبر تھی بائیں کے جانب گری — نصف حصہ مردے کا صاف آتا تھا باہر نظر
استخواں بوسیدہ تھے اور کاسۂ سر چور تھا — یہ تن بے جان کی باقی تھی نشانی خاک پر
ہو چکا تھا خاک گل کر جسم اک عرصہ ہوا — بیکسی روتی تھی اُس پر اُسکی حالت دیکھ کر
شمع تربت تک نہ تھی بالیں پہ رونے کیلیے — کون تھا جو گل چڑھاتا آکے ایسی قبر پر
دیکھ کر یہ حال عبرت خیز میں نے یوں کہا — اے بزرگ باصفا تم کو ہے اپنی کچھ خبر
کیوں ہو چپ لب بستہ ہے کیوں یہ مُہر خاموشی لگی — بے حس و حرکت پڑے ہو اسطرح کیوں خاک پر
پوچھتا ہوں میں کہو کچھ تو دہان گور سے — جو تمھارا حال اب ہے کیا یہی تھا پیشتر
پرزے پرزے جامۂ ہستی کے تم نے کر دیے — بنگئے ملک عدم کے تم فدائی اس قدر
کون ہی شے ایسی واں ہے جس میں دلکشی ہے یہ — پھر نہیں آتا ہے واپس جو کہ جاتا ہے اُدھر
کیا یہاں سے بڑھکے ہوتی ہے وہاں پر فصل گل — کیا گماں پھولوں کا ہوتا ہے وہاں کے خار پر
ملک ہے وہ برف کا یا خشک ریگستان ہے — ہے زمیں شاداب اس کی یا ہے وہ سرسبز
کیسی ہوتی ہے زراعت اور ہے پیداوار کیا — منڈیوں میں ہے گراں غلہ کہ ارزاں نرخ پر
ریل ہے سڑکیں ہیں پختہ یا کہ ہیں پگڈنڈیاں — راستے محفوظ ہیں یا رہزنوں کا ہے خطر
صنعت و حرفت تجارت کا وہاں کیا حال ہے — ہے درآمد اور برآمد کی نکاسی کس قدر
کون سا قانون نافذ ہے عدالت میں وہاں — فیصلہ ہے حصر ججوں پر کہ جج کی رائے پر
گورے کالی صورتوں میں فرق تو کرتے نہیں — رنگ میں پانا چڑھاتے تو نہیں انصاف پر

بادشہ ہے کون اور رنگ جہاں بانی ہے کیا — سلطنت شخصی ہے یا جمہوری ہے رائے پر
حرب کے آلات واں کیسے ہیں کیسی فوج ہے — آتشیں ہتیار رائج ہیں کہ ہے تیغ و تبر
ہے پولس ایسی ہی واں کی سخت یا ہے رحمدل — بیگناہوں کو تو پھنساتی نہیں ہے پھانس کر
انتظام مملکت میں ابتری تو کچھ نہیں — سلطنت میں امن ہے یا ڈاکوؤں کا ہے خطر
کرتی ہے بلوے رعایا یا مطیع حکم ہے — سلطنت سے اسکو الفت ہے کہ نفرت سر بسر
بستیاں کیسی ہیں واں کی حال خلقت کا ہے کیا — عالم و عاقل مہذب ہیں کہ جاہل ہیں بشر
مدرسے کالج کھلے ہیں یا کہ مکتب خانے ہیں — کیسی ہوتی ہے پڑھائی اور ہیں کیسے ماسٹر
کچھ مفید ملک بھی تعلیم ہوتی ہے وہاں — یا کہ قال و قیل میں کھوتے ہیں عمریں سر بسر
رہ گئے ہے آزاد یا پابند حکم نادری — یا لگی ہے مُہر سرکاری قلم کی نوک پر
واں مسلمانوں کا کیا ہے رنگ کس حالت میں ہیں — خواب غفلت سے بھی چونکے یا ہیں سوتے بیخبر
اُنکی پوشش ہے مہذب اہل یورپ کی طرح — وحشیوں کے یا کہ جامے میں وہ آتے ہیں نظر
قوم میں لیڈر بھی کوئی ہے نئی تہذیب کا — لے چلے جو متحد کر کے انھیں اک راہ پر
دوسری قوموں سے تو وہ علم میں پیچھے نہیں — وہ ہنرمندوں میں ہیں مشہور یا ہیں بے ہنر
ملک میں دار العلوم انکا ہے قومی بھی کوئی — یا کہ ہیں جھولی لیے پھرتے گدائے چار تڑ
اپنے پیروں پر کھڑے ہونیکی طاقت انمیں ہے — یا بھروسہ ہے فقط ان کا عصائے پیر پر
کام بھی کرتے ہیں کچھ یا خالی باتوں ہی کے ہیں — پھوٹ ہے اُن کے دلوں میں یا اخوت جلوہ گر
پاس دولت بھی ہے اُنکے یا کہ سب قلاش ہیں — فاقے کرتے ہیں کہ کھاتے ہیں مزعفر تر بتر
صنعت و حرفت تجارت میں بھی اُن کو دخل ہے — یا کہ ہے اُنکا بھروسا غیر ملکی مال پر
دخل آزادی سے رکھتے ہیں حکومت میں بھی وہ — زندگی کرتے ہیں یا قید غلامی میں بسر
تُمپہ واں کیسی گزرتی ہے کہو کچھ اپنا حال — رنج میں ہوتی ہے صاحب یا کہ راحت میں بسر
یہ جواب صاف آیا ان سوالوں کا مرے — ٹکڑے ٹکڑے جسکو سنکر ہو گیا قلب و جگر
موت میں انساں کے ہے اک راز قدرت کا نہاں — زندگی میں کھل نہیں سکتے جو ہرگز خلق پر
عالم برزخ ہے اک تادیب خانہ روح کا — کرتے ہیں آلائش دنیا کا یاں زائل اثر
حسب استعداد اک مظہر اُسے دیتے ہیں یاں — جسقدر طاقت ہو اُسمیں ہیں مدارج بیقدر
پوچھتا کیا ہے تو اے غافل بتاؤں کیا تجھے — تجھپہ کھل جائیگا خود ہی جب تو آئیگا ادھر
ایک ہی حالت میں رہتے ہیں یہاں شاہ و گدا — ہے یہاں فقر و غنا دونوں کا مسکن خاک پر
کام کچھ آتا نہیں طبل و علم اور ملک و مال — پوچھتا کوئی نہیں تو ہے گدا یا تاجور
سلطنت اُسکی ہے یاں جسکا کوئی ثانی نہیں — اسکی فرد احد ذات رکھتی ہے شرف جمہور پر
ہے دوامی سلطنت زیبا اُسی کے واسطے — ہے اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہر اک خیر و شر
پاک ہے قانون اُسکا سہو سے ابہام سے — جسکا ہر صفحہ ہے رحمت ہر سطر ہے دادگر
امتیاز رنگ و صورت مطلقاً یاں پر نہیں — ہے عدالت کی یہاں اعمال حسنیٰ پر نظر
یاں نہیں قانون وہ جسکے نظائر مختلف — ملزموں کو یاں نہیں جھوٹی گواہی کا خطر
یاں نہیں ہے وہ پولس جس سے پریشاں خلق ہو — چل نہیں سکتا کوئی بے ضابطہ اک بال بھر
یاں فقیر و رابھی وقعت کا پاس حاکم کو نہیں — گورے چمڑے کا نہیں پڑتا عدالت پر اثر
یاں نہیں ہے کورٹ فی کچھ دادخواہوں کیلیے — یاں نہیں نقصان لگتا سیم و زر سے تول کر

کنایۂ عرب

نمبر ۴

(لاحق بہ سابق)

لیکن ہر شئے کی بلا سے تبرک نہیں ہوتی اگر ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تو پھر کیا کہتے تھا حق و باطل میں اشتباہ ہرگز نہ ہو سکتا۔

ایک جانب تمام علمی پیشہ ور قانون عدل و مساوات کے شیشے کو باہمی تفوق کے پتھر سے چکنا چور کرنے میں لگے ہوئے تھے دوسری طرف علم کے مقابلے پر مال نے زور باندھا اور مالی فضل کے آب طمع نے فساد کے درخت کو ایسا بارور کیا کہ شاید قیامت تک اسمیں خزاں نہ آئے گی۔ علمی اوصیائے آدم تو پھر بھی خدا سے کسی قدر ڈرتے ہیں مگر مالی اوصیائے آدم بالکل شیطان کے بس میں ہیں۔ فرض کیجیے کہ ایک بنا ہوا طبیب تمباکو کے گل کی راکھ پڑیاں بنا کے بیچتا اور کہتا ہے کہ یہ منجن خاص الخاص بقراط کا ایجاد ہے باوا جان نے معنا طیسی عمل کے ذریعے سے بقراط کی روح کو بلایا اور نسخہ پوچھ کے مجھے بتایا۔ یہ منجن پیر نود سالہ کے منھ میں دودھ کے دانت پھر سے اگاتا ہے۔ لوہے کے چنے چبانے کے قابل بناتا ہے۔ ایک دندان برآوردہ بالوش کے کھلے منھ میں مل دیا گیا تو اس کمبخت نے پینڈ نکلے پاؤں کو جھنجھوڑ کھایا۔

مصنوعی طبیب کی یہ زیٹ چنداں موذی نہیں کیوں؟ راکھ دانتوں کو جلا دیتی ہے اور بعض امراض دندان کے واسطے مفید بھی ہے۔ اُسے مخلوق کے ساتھ دشمنی تو ہے نہیں جو اچھے بھلے منھ کو پوپلا بنانے کے درپے ہو۔ علیٰ ہٰذا القیاس مذہبی عالم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا کہ جائز فعل کو ناجائز اور حرام کو حلال کر دے برخلاف مالی اوصیائے آدم کے ہاں یہ تو ایک آگ ہیں جو دُنیا بھر کے جلانے پر مستعد ہیں چنانچہ حال کی تجارتی جد و جہد کو دیکھیے۔ جو علم پر محیط ہے۔ ایجادات پر بھی۔ امن و امان پر بھی۔ فوجی طاقت پر بھی۔ اخلاقی قوت پر بھی۔ عدل پر بھی۔ دین پر بھی۔ ایمان پر بھی۔

اودھ پنچ مختلف پیرایوں سے ان لوگوں کا حال بیان کر چکا ہے۔ اب سنیے اُن اوصیائے آدم کا قصہ جو لیڈر کہلاتے ہیں "دبانی اوصیائے آدم" اُنکا اصطلاحی نام ہے اور دُنیا بھر کے ڈیل میں گُلاج کی پہلی کل کے تماشا دیکھنا انکا اصلی کام۔

عالموں کے دل میں ہوک اس بات کی اُٹھی تھی کہ لوگ جاہل ہیں مذہبی امور کی پابندی نہیں کرتے۔ لہذا ہمیں ان کا پیشوا بننا چاہیے۔ پیشہ وروں کے پاجامے میں بھڑیں اسوجہ سے گھسیں تھیں کہ دنیا ان کی خدمات کی محتاج ہے۔ یہودیوں کے پیٹ میں کھلبلی اسوجہ سے گھوری تھی کہ دُنیا دقتوں میں مبتلا ہے اسے آسانی کی طرف لے جانا چاہیے۔ مگر لیڈروں کی مامتا نے اس لیے زور باندھا کہ بنی آدم کی فطرت "تمدن" ہے اور ہم وصی آدم ہیں لہذا ہمیں تمدن کی گھوڑی کے منھ میں لگام دینے کا حق ہے۔

آپ زمانہ حال کے لیڈروں کے حالات پر سرسری نظر ڈالیے۔ تو بھانڈوں کے گھوڑے کی طرح عجب حالات کے نظر آئینگے (باستثنائے بعض) درحقیقت اُنکی پیداوار "مالی اوصیائے آدم" کی تفوق جوئی اور تمدن کی ساکھ شکنی کی مرہون منت ہے۔

مضمون کنایات عرب سے متعلق ہے۔ لہذا مبادی "لیڈریت" پر اکتفا کی جاتی ہے۔

اصل اول لیڈر آں باشد (حکم بر اکثر است نہ بر کل افراد) کہ نہ ماں رکھے نہ باپ نہ بھائی رکھے نہ بہنوئی نہ جورو رکھے نہ سالا۔ نہ گھر ہو نہ یار رہے نہ کاسب ہو نہ صناع۔ نہ عالم ہو نہ جاہل۔

اصل دوم۔ زبان کا تڑا ہو۔ الجھ پڑنے پر غرّہ ہو۔ حکمت سیاسی کے سمجھنے سے بالکل کورا ہو۔ مگر خطابی لائل کے زور پر بڑے بڑے مُرحانیوں اور منطقیوں کو نیچا دکھا دے۔

اصل سوم۔ پہلے تو کسی بڑے لیڈر کے ساتھ ملکوں ملکوں مارا مارا پھرے اور جب تھے نیامین روشناس ہو جائے تو پھر اسی لیڈر سے ٹکر لڑائے۔

اصل چہارم۔ چاہے آٹھویں درجے میں فیل ہوا ہو مگر انگریزی میں گفتگو کر لینے پر قادر ہو۔

اصل پنجم۔ ایسوسی ایٹڈ پریس یا اسی قسم کی دوسری

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۳ ضمن ۱۷

بعدالت جناب بابو نرنجن داس گگر صاحب تحصیلدار صاحب بہادر بمقام سندیلہ ضلع ہردوئی۔

شیخ تکفیر حسین ولد محمد رضا قوم شیخ قصبہ سندیلہ نمبردار موضع مانڈر پرگنہ سندیلہ مدعی

بنام

مسماۃ شیو رانی زوجہ فتح چند قوم کایستہ ساکن موضع مانڈر پرگنہ و تحصیل سندیلہ مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت لگان یا مالگزاری تعدادی ۲ ؍ ۶ ۱۲ بابتہ ۱۳۳۸ف کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام تحصیل سندیلہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے سب گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ماہ جون ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ - قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۹ ۱۹۳۲ء

بعدالت منصفی قنوج ضلع فرخ آباد باجلاس جناب قاضی غلام نذیر صاحب بہادر منصف بی۔ اے، ایل ایل۔ بی

شیو داس ولد کبیشر قوم برہمن ساکن سرائے میران پرگنہ قنوج مدعی

بنام

بیوری لال ولد سون لال قوم برہمن چوبے ساکن سرائے میران پرگنہ قنوج مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بمعا علیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء بوقت ۷ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوی کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنے جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۲ ماہ جون ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اخبار نویسیوں سے ربط ضبط بڑھائے تاکہ وہ اخبار کی کئی عدد بر سبیل مفت حضرت افسر و لیکریں اور ان کے مقالات کی اشاعت کا ذریعہ قرار پائیں۔ اور بڑے لمبے چوڑے القاب کے ساتھ ان کا نام لیا کریں مثلاً (بے پڑھے) علامہ (بے لکھے) منشی (ریشی) زاہد (بے نمازی) امام حضرت ابوالاحرار سے آج ایسوسی ایٹڈ پریس کے رپورٹر نے انٹرویو کیا آپ نے فرمایا کہ گورنمنٹ معاملات ہند میں نہایت غیر عاقلانہ طرز عمل کی مرتکب ہو رہی ہے۔ بندہ عنقریب اپنے کچالو کابلی مٹر۔ امرود کے پتوں کے سینڈھے۔ ماش کی دال کے رکھ نیچے۔ اور دیگر بادانگیز اشیا تناول کر کے نافرمانی آتشی پر مستعد ہونے والا ہے۔

دیکھیے گا توپ اور بندوق کا مقابلہ یہ شکم پر باد کس طرح سر کرتا ہے۔ مگر پیٹ کا یہ گزریا جمع کرنے کے لیے پبلک کی حمایت لازمی ہے۔ ؎

الٰہی زمن معدۂ من مرنجاں
دگر ہر چہ رنجید رنجیدہ باشد

اصل ششم۔ بے شرافت بالکل نہ آنی چاہیے۔

کم از کم قول کی پابندی سے احتراز واجب ہے۔

اصل ہفتم۔ نہایت ضروری اصل ہے یعنی لیڈر صاحب کا طامع اور حریص ہونا۔ جو لیڈر قسمت کے دھنی ہیں۔ اُنکی جانب خلقت کی دولت کا بہاؤ خود بخود ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسے بدقسمت بھی ہیں جنکو صلہ ملا تو اتنا ہی کہ "خالی پچھوڑیں اُڑا اُڑ جائے" پھر بھی شہرت نے اسقدر فائدہ ضرور پہونچا دیا ہے کہ کوئی روزگار نہیں تاہم گوشت روٹی دونوں وقت باآسانی ملجاتی ہے۔

اصل ہشتم۔ لیڈر وہ ہے جو نہایت حساس ہو۔ اگر کسی بل میں سٹرچ ہے اور سستی چوہا چوں چوں چوں چوں کر رہے ہوں تو فوراً مذہبی کانوں سے شکنجے میں کھینچ کے استادہ کرے ہوئے ہوں۔ اسی چوں چوں کے معنی یہ ہیں کہ چوہا غیر محفوظ ہے اور چوہیا مسلمان۔ اچھا دباؤ ڈالتا ہے کہ چوہیا کا نفس ہو جائے۔ خوب! ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی حقوق کی ناگوارانی اب قابل برداشت نہیں رہی۔ یقیناً کانگرس والوں نے اس چوہے مردود کو بھڑکایا۔ اشتہار دے دو کہ آئندہ مسلم کانفرنس میں مولانا...... اسلامی حقوق کے لیے ایک زبردست رزولیوشن پیش فرمائیں گے۔ اور ایک "سوشل بل" کا مسودہ سنائینگے۔ جو بعد اصلاح ضروری لوزان کانفرنس میں بھیجا جائیگا۔

اصل نہم۔ بقول بوالفضین کے نین متنا ہو یعنی جہاں ضرورت پڑے وہاں فوراً آنکھوں کے نیچے رے کو دبا کے چند عدد موٹے موٹے آنسو نکال باہر کرے۔ یہ قومی یا مذہبی درد کے وجود کی بہت بڑی علامت ہے۔

آخری قسم "قلمی اوصیائے آدم" کی ہے جس میں اس قلم کی بدولت لوگ ہم کو بھی شامل کرلیں تو کیا جاوے ہے۔ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ خیر۔ ہم ہوں یا کوئی اور۔ افعال خود ہی فاعل کی طرف اشارہ کرینگے بعض مستثنے افراد کے علاوہ جن کے نام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں باقی جملہ قلمی اوصیائے آدم ان صفات سے متصف ہیں۔

وصف اول۔ زبان دانی پر محنت کیے بغیر اعلیٰ درجے کے انشا پرداز ہیں۔ انگریزی کا بی۔ اے ہونا اُردو کی مہارت کے ہم معنی ہے۔ بی۔ اے ہونا بھی لازمی نہیں۔ چار دن کسی اخباری دفتر میں یا رسالے کے اڈیٹوریل اسٹاف میں رہے اور صاحب طرز بن بیٹھے۔

وصف دوم۔ انتہا کے بے شرم و بے حیا۔ ان کے نزدیک علمی دلائل کا دنداں شکن جواب گالی ہے جب کسی کو گالیاں دیتے ہیں تو نہایت مغرورانہ انداز سے احباب کے سامنے اپنی تحریر پیش کرتے ہیں۔

وصف سوم۔ جس علم یا فن سے نابلد ہیں اُسی کے عالم بن بیٹھنے کا ملکہ انھیں بوجہ اتم ہے۔

وصف چہارم۔ مذہبی لڑائیوں کے بانی مبانی ہونگے باوجودیکہ انکی ذات ہمیشہ جانبداری سے بری رہتی ہے ہر اخباری کا عذر کا افتتاح ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ مناقشات سے ہمارا قلم پاک صاف رہے گا۔ مگر جب کوئی ہندو کسی جرم میں سزا پائیگا تو جلی قلم سے لکھیں گے کہ آج فلاں ہندو نے فلاں جرم میں سزا پائی۔ اور آخری سطور میں یہ ہوگا کہ ہندو "غنڈے" اپنی دل آزاری کو سے نہیں باز آتے۔ علیٰ ہذا القیاس ہندو قلمی اوصیائے آدم مسلمان غنڈوں کا رونا ضرور روئینگے۔ مثلاً "مسلمان غنڈوں کی تازہ شرارت"

وصف پنجم۔ ہر قسم کی بداعمالی بشرطیکہ وہ کسی متمول فرد سے سرزد ہو۔ اُن کے حق میں وسیلۂ رزق بنجاتی ہے۔ میں اسوقت تفصیل اور توجیہ کے پھیر میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ ہے کہ اوصیائے آدم کی یہ صنف اکثر انتہائی درجے کی خوشامدی خود غرض منہ پھٹ۔ زبان دراز یاوہ گو اور جھوٹی ہوتی ہے۔ دکھتی رگ کا دبانا جانتی ہے۔ سوئی کو بھالا اور رائی کو پہاڑ بنانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

(۱۰) جو اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرتا ہے اُسے عِظامی کہتے ہیں شاعر کہتا ہے ؎

اذا ما المرءُ عاش بعظمِ مَیْتٍ
فذاک العظمُ حَیٌّ وھو میت

(بزرگوں کی ہڈیوں پر جسکی زندگی منحصر ہے اُسے مردہ سمجھنا چاہیے اور ہڈی کو زندہ)

۱۱۔ جو اپنے نفس پر فخر کرنے کا عادی ہے اُسے عصامی کہتے ہیں۔ عصام نعمان (بادشاہ) کا دربان تھا۔
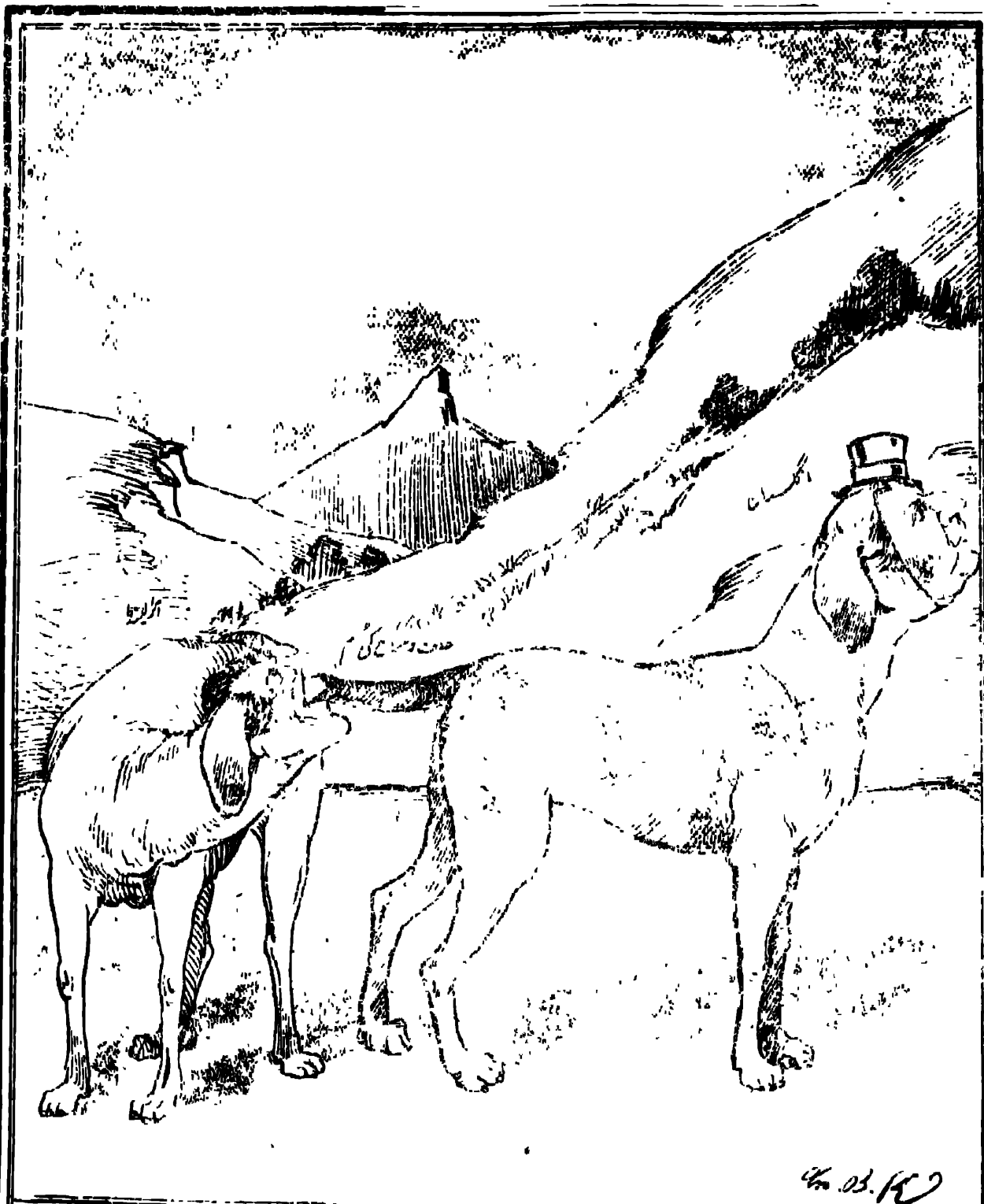
"دُم کی طرف سے توأم"

تفریق انصال کی سعی

"——عو عو۔ عو۔ عو۔ بھو بھو۔ بھو بھو——"

تار کا پتہ:- "حنا" لکھنؤ
شاخ
قنوج حیدرآباد دکن دہلی
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
بناؤ سنگار
کے لیے
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
کے یہاں سے ہر قسم کے تیل اور عطر منگائیے انکی خوشبو دیرپا اور بہترین ہے۔ فہرست طلب فرمائیے۔
اور فرمائش بھیجیے تاجروں کے ساتھ خاص رعایت کیجاتی ہے

شاعر کہتا ہے ؎

بنفس عصام سودت عصاما
وعلّمتہ الکرّ والاقداما
وجعلتہ الملک الہماما

(عصام کے نفس نے اُسے سردار بنایا حملہ کرنا اور آگے بڑھنا سکھایا۔ آخر اُسے بادشاہ بنا کے بٹھا دیا)۔

(۱۲) بغیر کسی اولیت اور اولیت کے جو کوئی فخر کرتا ہے اُسے خارجی کہتے ہیں۔ ایسے فخر کرنے والوں کی ہندوستان میں کمی نہیں۔ طبقہ شعرا میں ڈھونڈھیے تو بہت سے مل جائینگے۔

(۱۳) قذی الشعراء (شراب کو کوڑا کرکٹ) اُس شخص سے تنا یہ کرتے ہیں جس کا صحبت اہل بزم کو گوارا نہ ہو۔ قدح لبلاب بھی ایسے بار خاطر حضرات سے کنایہ ہے۔ لبلاب ایک کڑوی دوا ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

"انت عندی قدح اللبلاب فی کف العلیل"

(تو میرے نزدیک لبلاب کا پیالہ ہے جو بیمار کے ہاتھ میں دیا جائے)۔ قدح اول بھی مردثقیل سے کنایہ ہے۔ شراب کے پہلے گھونٹ یا ساغر سے طبیعت گھبراتی ہے۔ پھر عادت ہو جاتی ہے۔

(باقی آئندہ)

سراف ـــــــــــ ہ

نلاسفر

روزنامہ زمیندار لاہور

دوستوں میں سے ایک بھی غیر حاضر ہو تو صحبت میں اُسکی جگہ خالی دیکھ کے دل گھبراتا ہے۔ زمیندار لاہور اعلیٰ شہرت کا مالک اخبار ی کاغذ ہے قوانین کی روح فرسا عنایت اخباری کاغذوں پر کب نہ تھی جسکی شکایت آج کیجائے۔

بقول شاعر ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

تنبیہ ضمانت ضبطی کی کشمکش سے شاید ہی کوئی بچا ہو۔ منجملہ ان ستم رسیدوں کے زمیندار بھی ایک ہے جو کئی مرتبہ ؎

ہوئے تم دوست جسکے اسکا دشمن آسماں کیوں ہو

کا مرثیہ مجبور پڑھ چکا ہے۔ مگر آخری نظر عنایت کچھ زیادہ زہر آلود تھی جس نے کئی مہینے اس غریب کو بستر ناچاری سے اُٹھنے نہ دیا۔ شکر ہے کہ اب چند روز سے پھر اُسنے پنجاب کی سونی بزم اخبار نویسی میں ایک قسم کی چہل پہل پیدا کر دی۔ اہلاً وسہلاً ومرحبا۔

سُنا جاتا ہے کہ اب لمیٹڈ کمپنی کے زیر اہتمام یہ اخباری کاغذ نکلا کریگا۔ کوئی بُرا مانے یا بھلا ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ لمیٹڈ کمپنی سے ہزار درجہ شخصی قوت بہتر ہے۔ کیا معنی کہ ایسی لمیٹڈ کمپنیوں کا تجربہ بہت سے ہو رہا ہے اگر ہم نام گنائیں تو ان کے بانی مبانی دل میں بُرا مانیں گے۔ لمیٹڈ کمپنی بھی آمدنی کی قوت پر چلتی ہے۔ آمدنی کا یہ حال ہے کہ خریداران کا معدہ اخباری کاغذ کی قیمت ہضم کرنے میں اکثر بیس و پیش نہیں کرتا اور ڈکار لیے بغیر ہڑپ کر جاتا ہے۔ ایک کو وعدہ ہائے غیر قوبلی کے قبول کیے بغیر چارہ نہیں۔ کیا معنی کہ کہ ایک تو مثل مشہور ہے "بابا بنیا سودا کرے"۔ دوسرے وعدے پر اعتماد نہ کرنا دراصل کسی کی نیت پر حملہ کرنا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہر اخباری کاغذی زندگی اسوقت حکومت کے رحم پر منحصر ہے۔ زود فریبی اور زود لاغری سا کھ جمنے نہیں دیتی جو صادق الوعد خریدار ہیں وہ قیمت کے ڈوب جانے کے اندیشے میں مبتلا ہیں۔ ان حالات میں کون ہے جو جیتے خریدے

مالک ہند (حکومت)

بمبئی کے فسادی

ماں "کمبختو۔ بہت شوخی پر آمادہ ہو۔ میں خوش ہوئی تمھارے چوٹ لگی"۔
بچے "ہاں اماں۔ تو ہماری شوخی تمھارا کیا نقصان کرتی ہے؟"

اور نفع کی توقع کرے گا۔

چاہے لمیٹڈ کمپنی ہو یا شخصی انتظام آمدنی تو خریداروں ہی کے ہوتے پر قائم ہے۔

بہرحال ہمیں زمیندار کے دیدار سے فرحت ہوئی خدا کرے چلنے کا یہی نسخہ اپنا مفید اثر دکھائے۔

اقدام

کانپور سے ایک تازہ روزنامہ جناب شیر حسن صاحب قتیل رونما ہوا ہے۔ قتیل صاحب کی اخبار نویسی ؎

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

کبھی ہوئی اس موسم بہار میں لہلہاتی دکھائی دیتی ہے۔ یہ قومی پرچہ ہے کسی مذہب ملت سے مخصوص نہیں۔ ہندو مسلم کے اتحاد کا حامی ہے۔ خود اڈیٹر صاحب ایک کہنہ مشق اخبار نویس ہیں۔ لہٰذا ناپسند ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ بارہا ہم نے کہا اور اب بھی کہتے ہیں کہ کانپور کی نہر کا پانی اُردو اخبار کی غذا کو آج تک راس نہیں آیا۔ ایک آدھ ہفتہ وار جو زندہ دکھائی دیتا ہے۔ اُسکی زندگی کی علت مخفی ہے۔ ایک آدھ منطق میں "تن کا زایر و کا زاکا" مسئلہ بہت مشہور ہے۔ یعنی کسی معلول کی غیر حقیقی علت گڑھ لینا۔ کہیے تو تن کانا پر دکا زا ایکٹ کر کے ہم ان ہفتہ وار جرائد کی علت حیوۃ آئین بائیں شائیں بیان کر دیں۔ مثلاً کہہ دیں کہ ان کو کسی فقیر نے "دست غیب" کا عمل سکھا دیا ہے۔ یا یہ کہ فلاں حاکم مہربان ہے وہ عدالتی اشتہار بھیج دیتا ہے۔ یا یہ کہ حضرت خضر سے ملاقات ہو گئی انھوں نے سکندر کے حصے کا پیالہ انھیں پلا دیا۔ مگر ہیں یہ سب غیر حقیقی علتیں۔

اقدام کا نمبر ۸ پیش نظر ہے۔ منیجر صاحب فرماتے ہیں۔

"معاونین کرام .... اقدام صحیح معنوں میں ایک قومی اخبار ہے۔ اور اُسکی زندگی کا دارومدار جمہور کی امداد پر ہے .... اگر کسی خاص وجہ کی بنا پر کسی صاحب کو خریداری میں عذر ہو تو براہ کرم پہلے ہی سے مطلع فرما دیں۔ اور وی پی واپس کر کے دفتر کو بلا وجہ زیر بار نہ کریں ——"

اس نوٹ سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً منیجر صاحب وی پی بھیج کے زر قیمت وصول ہونے کے امیدوار ہیں۔ اگر خدانخواستہ اُنھوں نے اس پر عمل فرمایا تو بُرا ہوگا۔ درخواست یہ ہونی چاہیے تھی کہ حضرات آپ کو اگر خریداری میں عذر ہے تو خدا کے لیے پرچے برابر وصول فرما کے امیدوار نہ بنائیے اور جس طرح وی پی واپس فرمانے میں تجمل نہیں کرتے اسی طرح پرچہ وصول فرمانے میں سخاوت نہ دکھائیے۔ ڈاکیے سے کہہ دیجیے "پرچہ لینا منظور نہیں" وہ خود ہی ارشاد عالی کے الفاظ پرچہ پر لکھ دے گا۔ بخیر شما بسلامت جس طرح "دُنیا بامید قائم" کی کہاوت صحیح ہے اُسی طرح الیاس احدی الراحتین بھی۔ (نا امیدی میں بھی ایک قسم کی راحت ہے)۔

خیر میاں اقدام اب آ گئے ہو تو زندہ رہنا۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

دکن حیدرآباد کی خبر

حیدرآباد سے اس اڈریس کی نقل مع جواب کے جو نواب مہدی یار جنگ بہادر صدرالمہام سیاسیات کی کی خدمت میں سناتن وشنو دھرم فرقے کے مذہبی پیشواؤں نے پیش کیا موصول ہوئی۔ اس دل خوش کرنے والے سوال وجواب کی گنجایش پرچے میں نہیں۔ اڈریس پیش کرنے والوں نے اول اسکا یقین دلایا ہے کہ وہ بادشاہ کو مظہر الٰہی سمجھتے ہیں اسلیے باغیانہ خیالات پاپ اور گناہ میں شامل ہیں۔ دوم یہ کہ اُنکے اکثر مندروں کو معاش (مالی مدد) حکومت سے ملتی ہے اور بعض مندر محروم ہیں۔ اُنکے واسطے کچھ مقرر ہونا چاہیے۔ سوم یہ کہ ایک جدید فرقہ ہندوؤں کا انکے مذہبی پیشواؤں کی توہین کرتا رہتا ہے ان کی زبان وقلم پر قانون کا پھندا لگانا چاہیے۔ چہارم یہ کہ مذہبی جلسوں کو علی الاطلاق آزاد رہنے دیجیے۔

نواب صاحب موصوف الصدر نے پہلی بات پر اظہار امتنان واطمینان فرمایا۔ دوسری بات پر حکومت کو متوجہ کرنے کا وعدہ کیا جو کہ ان کے عہدے سے تعلق نہیں رکھتی۔ تیسرے معاملہ کو قانون کے حوالے کیا یعنی کوئی وجہ شکایت پیدا ہو اور کوئی دل آزاری کرے تو قانون تمھاری مدد کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ پھر چوتھے امر سے انکار فرمایا یعنی خالص مذہبی جلسے ہمیشہ باجازت حاکم برپا ہو سکتے ہیں حکومت اور رعایا میں تو یہ مخلصانہ برتاؤ ہے۔ دیکھیے جو بیرون دکن کے مفسد اس خلوص میں بادعا فہ لگائیں!۔

انتظام اور تدبیر کے قابل بیرونی مداخلت ہے۔

بیاہ کے بعد سہاگ پُڑا

نو آبادیوں کے وزیر مسٹر ٹامس اب آنکھیں نکالتے ہیں جب ڈی ویلرا کا سامنا جاتا رہا۔ ایک صاحبزادی کے والد محترم تھے افیمی۔ جب صاحبزادی دلھن بنی تو دلھن کی ماں نے میاں کو سہاگ پڑا لینے بلا بھیجا۔ آپ جانیے افیمی کی خاصیت یہی ہے کہ جلدی اور کھلاہٹ مزاج سے جاتی رہتی ہے۔ میاں جو سہاگ پڑا لینے گئے تو چوتھی کے روز پلٹے۔ بی بی نفرینیاں اُڑانے لگیں۔ آگ لگے تمھاری افیم کو۔ اے آج لوہرے ہو۔ لڑکی تو سسرال سدھاری۔ اب یہ سہاگ پڑا کس کام کا جاؤ پھیر آؤ۔ میاں نے فرمایا۔ لاحول ولاقوۃ۔ لڑکی سسرال گئی تو کیا سہاگ بھی سسرال گیا"

افیمی کا سہاگ پڑا اور مسٹر ٹامس کا غصہ ایک ہی تال پر کی اطلاع۔ ادھر تو آپ کہتے ہیں کہ سہاگ سسرال نہیں گیا؟ دھر ڈی ویلرا مفسد کہتا ہے کہ سہاگ پڑا ابھی تہہ کر کے رکھو اور سہاگ بھی اب تو آئرلینڈ کے جنوبی اور شمالی حصے ایک کر دیے گئے دونو کا بیاہ ہو گیا جو تھی چالے بھی ہو چکے۔ دیا پڑا تا مہر نامہ تو ایک ہو جانے کے بعد اسکی ضرورت نہیں۔ ہمارے نزدیک مسٹر ٹامس کو دوبارہ عہد کے ہنگام کا انتظار کرنا چاہیے۔ یہ انتظار موقع ہاتھ سے ضایع کرنے والوں کا حق ہے۔ ایک افیمی صاحب اپنی بی بی کو بعد از پشیمانی یہاں الفاظ دھاڑس دیا کرتے تھے "صبر کرو بی بی کیا ہر عید آئیگی" اگر آئرلینڈ بھی اُسی رسی میں باندھا جاتا اور ڈومینین بازی کی رکابی جیسی ہندوستان پکڑا گیا ہے تو یہ نوبت نہ آتی۔ نو آبادی کی وزارت بدلنے کے قابل ہے۔ اگر اسکا بھی ......

[illegible]

غذائے روحان

معروف بالنغمت

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں بلطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERED No. A. 783
مشہور باتصویر
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अखबार
अवध पंच
लखनऊ
1932
OUDH
PUNCH
قیمت پیشگی (اندرون ہند)
سالانہ ..... صہ
ششماہی
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ عہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW
ممتاز المطابع کٹھوریا سٹریٹ لکھنؤ میں چھپکر باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین الٰہ آبادی ایڈیٹر شائع ہوا
قیمت فی پرچہ دو آنہ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم وادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین
کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین
کا بے بہا خوبینہ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع
کے ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ
محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات
ذخائر علم وادب وظرافت اور سیاست سے مالا مال
ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت
فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔
خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے
اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ
مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند
جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت
فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار
"منیجر"

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس مضحکی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ کوہ و خرمن میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج و واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و دلی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد وضوابط!

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چہ روپیہ (عمہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں نہ یہ کہ نادری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں پھر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے۔ دکھانے پر بنیاز مندخور نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا خوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا اس امر میں تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلم پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ ضروری: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ۲ نا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۲۳

مضامین

۵ جولائی ۱۹۳۲ء

غزل

(از سید ضمیر حسن صاحب آفاہ)

گریۂ فرقت میں آنکھیں بہ گئے ہیں کس کام کی — رہ گیا بادام غائب ہے گری بادام کی
دل کی حالت کیا بتاؤں خلفشارِ عشق میں — جیسے اک چوسی ہوئی گٹھلی ہو تخمی آم کی
دوسر عشقِ بت مغرب میں بڑھتا ہی گیا — کر نکلے ہر چند پاشں اور رنیل بام کی
وصل میں معشوق چینی - یار زنگی بن گیا — منھ پہ کالک مَل گئی آکر سیاہی شام کی
کیت مینو فنی بڑھا دے تیز دندانی اگر — دیگی بابچہ کا مزا ٹوٹی گلگڑ بھی جام کی
صدقے اس موسم کے مجھکو بھینا یاد آگیا — شیر بادر بن گئی لذت رسیلے آم کی
جا کے دے آفاہ اجلی داڑھی والوں کو فریب — زالِ دنیا ہم جوانمردوں کی ہے کس کام کی

انسانی مشین

سائینس کی نگاہ میں اسکی کیا وقعت ہے

(از فیروز لدھانوی)

انسان دراصل حیوان ناطق ہے - اسے اشرف المخلوقات مسجود ملائک خلیفہ ارض کے معزز خطاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے - جامۂ انسانی شرافت کی نشانی ہے - دیگر مخلوق سے بنی آدم کا رتبہ بلند ہے - لیکن بشر کی اس فوقیت اور برتری کو سائینس دان چنداں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے - آجکل مقابلے کا زمانہ ہے - ترقی کے دور میں جو چیز آگے بڑھ جائے - اسکی قدر اور ضرورت ہے - موجدوں اور مشین منوں کی نگاہ میں انسان بھی گوشت پوست - رگوں - پٹھوں - خون اور ہڈیوں کی ایک جسمی مشین ہے اسے زیادہ اس کی قدر و منزلت نہیں - اگر انسانی مشین کار آمد ہے اس کے کل پرزے درست ہیں - سرمایہ داروں کو تھوڑی لاگت پر زیادہ کام دے سکتی ہے - تو اس کی ہستی کی ضرورت ہے - اگر اس کے مقابلے میں کوئی آہنی مشین بہترین کارگزاری دکھا سکتی ہے تو انسان ایک بے مصرف اور بے وقعت شے ہے - اور اس قابل نہیں کہ اس کی بقا اور قیام کی تکلیف گوارا کی جائے - آہنی مشینوں کی ایجاد سے قبل انسانی مشین کار آمد آلہ تھی - اس سے مختلف کام لیے جا سکتے تھے -

صنعت اور حرفت کے شعبوں میں انسان کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی -

لیکن آہنی مشینوں کی کثرت نے اس جسمی مشین کی آبرو کھو دی ہے - ایک مضبوط تنومند - چاق چوبند انسان کا مقابلہ کسی معمولی مشین سے کیجیے - فوراً اندازہ لگ جائیگا کہ یہ خاکی پتلا کسقدر ناچار ہے - بیس پچیس روپے کی ایک بائیسکل تین من بوجھ اٹھا کر بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پانی اور خوراک بغیر بے تکان پچاس ساٹھ میل جا سکتی ہے - کوئی مضبوط سے مضبوط قلی اگر اتنا کام کرے تو وہی روز میں گھس پس کے فنا ہو جائے -

آٹا پیسنے کی مشین گھنٹا بھر میں اس قدر مین آٹا پیس کر رکھ دے گی - کہ انسانی ہاتھ سے ایک مہینے میں بھی نہ پس سکے - کاتنے - بننے - سینے کے لیے انسانی مشین سے زیادہ کارگزار - سستی اور دیرپا - آہنی مشینیں موجود ہیں - نوے فی صدی کام ان مشینوں کے ذریعے سے سرانجام دیے جاتے ہیں - اور بیچارہ انسان ایک فضول اور بے مصرف ہستی رہ گیا ہے - بندر - شیر اور دیگر حیوانات کے مقابلے میں انسان برتری کی ڈینگ مار سکتا ہے لیکن مشینوں کے سامنے وہ قطعاً بیچارہ اور ناکارہ ہے -

بیکاری اور بے روزگاری

ٹرینوں - موٹر کاروں کی کثرت نے گھوڑوں - گدھوں - اور دیگر باربردار جانوروں کو بیکار کر کے ان کی ہستی تلف کر دی - مہذب ملکوں میں یہ جانور نہ ہونے کے برابر ہیں - اور عجوبے کے طور پر چڑیا خانوں میں موجود ہیں - اسی طرح مشینوں نے حضرت انسان کو بیکار اور فضول چیز بنا دیا ہے - یہی باعث ہے کہ تمام ملکوں میں لاکھوں انسان نکمے اور بے روزگار پھر رہے ہیں - ان کا شکوہ ہے کہ ہمیں کام نہیں ملتا - کام تو ہے لیکن سرمایہ دار اور مشینوں کے مالک انسانی مشین کی بہ نسبت آہنی مشینوں سے عمدہ - سستا اور اچھا کام نہایت قلیل وقت میں لے سکتے ہیں - انھیں حضرت انسان کی ناز برداری اور قدر دانی کی کیا ضرورت ہے - انسانی جسم کا نعم البدل مشینوں کی صورت میں مل گیا ہے - صرف انسانی دماغ کار آمد شئے ہے - لیکن ہر ایک دماغ نہیں - صرف وہی دماغ جسکی نشو و نما سائینس کے گہوارے میں ہوئی ہے - باقی عالی دماغ اشخاص مثلاً شعرا - مصنفین - حکما - علما - اپنی دانست میں خواہ کچھ بنتے پھریں - سائینس ان کی ہستی کو تسلیم کرنے سے منکر ہے - اس کے خیال میں یہ لوگ مسخرے اور بھانڈ ہیں جو فرصت کے اوقات کو خوش آئند بنانے کے ذریعے ہیں آتنی خوبی کا جتنی قدر کیجیے زیبا ہے -

انسانوں کو بھی اپنی اس کم مائگی اور بے وقعتی کا احساس ہو گیا ہے - مزدور سرمایہ داروں کے برخلاف ایجیٹیشن کرتے ہیں - لیکن یہ حرکات مذبوحی ہیں - ان کا نتیجہ خاطر خواہ نہیں ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے مہلک آلات موجود ہیں مشین گنیں - ہوائی بم - ان سرکشوں کو چشم زدن میں خاک سیاہ کر سکتے ہیں سائینس ان خاکی پتلوں کی پرورش سے قطعاً بے پروا ہیں - انسانی نسل کو قطع کرنے اور

ان کو مچھروں کی طرح چٹکی سے مسلنے کے ساز و سامان مکمل ہیں۔ وسیع پیمانے پر ہلاک کرنے والے مہلک آلات گیس اور بمب تیار ہو سکتے ہیں مشینری کا ایک ماہر انسان لاکھوں انسانوں کی منتی فوج کے لیے کافی ہے۔ کارآمد اور صاحب قدرت انسان اس فکر میں ہیں کہ اگر ضرورت کا تقاضا ہو تو ان غیر ضروری اور بے مصرف انسانوں سے کرۂ ارض کو خالی اور پاک کرنے میں زیادہ دقت محسوس نہ ہو۔ ابتدائی تدابیر پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ زبردست انسان زیردست انسانوں کو تلف کرنے کے ایسے بندوبست کر رہے ہیں جن سے انسانی پود کم بھی ہو جائے اور اس ہلاکت کی ذمہ داری بھی کسی پر عائد نہ ہو۔ مثلاً خوراک میں حیاتیات کے بجائے صنعت کا دخل ہو گیا ہے۔ مصنوعی دودھ، مصنوعی انڈے، مصنوعی گھی، مصنوعی گوشت مہیا کیا جاتا ہے۔ تاکہ انسانی مشین کمزور ہو جائے۔ اور اولاد کی پیدائش میں کمی واقع ہو۔

مہذب ممالک میں عورتوں کو مردوں کی رفاقت اور متابعت سے آزاد کرنے کا پروپیگنڈا جاری ہے۔ انھیں گھر بسانے اور شادی کرنے کا تذکرہ بھی خلاف تہذیب ہے۔ برتھ کنٹرول کے آلات مارکیٹ میں آگئے ہیں۔ اولاد نہ پیدا کرنے کا طریق بتانے والا لٹریچر مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ طلاقیں لینے میں آسانیاں پیدا کی جاتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ انسان اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہیں۔ بعض لیڈر اور ڈاکٹر تو کھلے بندوں کہہ رہے ہیں کہ غلام مزدور۔ اور کمزور بچے پیدا کرنے نامناسب ہیں۔ بہت سے شادی شدہ جوڑے ایک بچہ پیدا کرنے کے بعد قطع تولید کے سامان کر لیتے ہیں۔

انسان زندگی سے بیزار ہیں

ناقدردانی اور بے وقعتی کے اس زمانے میں جو لوگ ان انسان موجود ہیں۔ ان کی جو درگت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ ناخواندہ لوگ تو اپنے جسم سے کام لے کر روزی پیدا کر ہی لیتے ہیں۔ خواندہ لوگ ہر ملک میں ننگے اور بے روزگار پھر رہے ہیں۔ وہ بیکاری سے اس قدر ناچار۔ اس قدر مفلس۔ اور نادار ہیں۔ کہ کسی ہونے والی مہلک جنگ کی افواہ بھی انھیں مسرور کر دیتی ہے۔ وہ بستی میں رہ کر کس مپرسی کے عالم میں فاقہ کشی کرنے کی بہ نسبت کسی میدان جنگ میں جا کے گولیوں سے سینا چھلنی کروانے اور جان دینے کو غنیمت جانتے ہیں۔ لیکن جنگ ہمیشہ نہیں ہوا کرتی۔ علاوہ ازیں زمانہ حال کی جنگوں میں جنگی آلات پر اس قدر لاگت آتی ہے کہ حکومتیں مقروض ہو جاتی ہیں۔ اسلیے جنگ گھاٹے کا سودا ہے۔ شاہان زمن اس سے کچھ مجتنب نظر آتے ہیں۔ اور بیکار نوجوان کو چند ٹکوں کے عوض جان فروشی کا موقع بھی نہیں ملتا۔

فضول اور بیکار لوگوں کی اس کثرت کا انجام کیا ہوگا۔ وہ دن دور نہیں کہ اس اشرف المخلوقات کا شمار حشرات الارض میں ہو جائے۔ اور اس کے دفعیے اور اتلاف کے لیے ایسے ہی بندوبست کیے جائیں۔ جیسے کہ حفظان صحت کے محکمے مچھروں اور مکھیوں کے دفعیے کے لیے کر رہے ہیں۔

آجکل صورت حالات موافق نہیں

کمزور۔ بے علم۔ اور سائنس سے نابلد لوگوں کی ہستی مخدوش ہے۔ آنے والے زمانے میں موجد اور ماہرین آلات۔ مشین مینوں کی حکومت ہوگی۔ باقی انسان عضو معطل اور ناکارہ ہوں گے۔ اگر سائنس دان اس انسانی مشین کو قائم اور برقرار رکھنے میں مصلحت سمجھیں گے۔ یا اس کو کارآمد بنانے کی تجاویز سوچیں گے تو شاید انسانوں کی اوقات بسر کرنے کا ساز و سامان ہو سکے۔ ورنہ بظاہر تو یہی معلوم دیتا ہے کہ نوے فی صدی انسان بیکار محض اور سوسائٹی پر ایک ناگوار بار بن جائیں گے۔ اور ان کی ہستی سائنس دانوں کے رحم پر موقوف ہوگی۔ ہاں صرف ایک خداوند تعالےٰ کی ذات پاک پر بھروسا ہے۔ جو اپنے عاجز بندوں پر رحم کرتا ہے۔ اور اکثر اوقات مچھر سے نمرود کو ہلاک کروا دیتا ہے۔ انہیں کی خاص مہربانی ہو۔ تو انسان کی عزت و آبرو برقرار اور اس کا اقتدار قائم رہ سکتا ہے۔ ورنہ سائنس تو انسان کو مکھی کے برابر بھی درجہ دینے پر آمادہ نہیں۔ اس کے نزدیک یہ اشرف المخلوقات۔ انسان حشرات الارض کے برابر ہے۔

پنچ:۔ حضرت! آپ کیوں افسوس کرتے ہیں۔ عالموں کی نگاہ میں عوام ہمیشہ حشرات الارض سے زیادہ بے وقعت تھے۔ ایسے انسانوں کی مثال مذہبی کتابوں میں پتنگے سے دی گئی۔ کبھی "انعام" یعنے چرندے چوپایے سے۔ ایک زمانہ تھا جب ان عالموں کی صدا پر ہزارہا آدمی گردنیں کٹوا دیتے تھے۔ اب انھیں عالموں نے جان لینے کی دوسری مشینیں ایجاد کر لی ہیں تو انکی مرضی "رضینا بقضاء السائنس"۔

آپ کے مضمون میں سب سے زیادہ توجہ کے قابل

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۲۲۲ سنہ ۳۲ء

عدالت منصفی آگرہ باجلاس جناب سید محمد احسن کاظمی صاحب بہادر منصف آگرہ۔

فرم بھیکن داس رام لال واقعہ بیلنگنج آگرہ بذریعہ بابو سوری سنگھ ولد کنہیا لال قوم ٹھاکر ساکن منڈی حجام آگرہ یکے از مالکان فرم مدعی

بنام

فرم لالہ منی رام ولد نامعلوم و رام دلال ولد لالہ منی رام قوم ویش بذریعہ منی رام ساکن راجہ کٹرہ ریاست دھولپور حال مقیم بقادہ بھرتنا ضلع اٹاوہ مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی مذکور نے آپ کے نام ایک نالش بابت اعمالہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۹ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء وقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوی کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر و نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہیں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ جون سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی | مہر عدالت

مشین ساختہ بیگم صاحب اور مشین زاد شوہر صاحب کا وجود ذہن میں رہے۔

بے شک یہ برقی بیگم صاحب جو برقی قوت کے کھلائے پلائے نخرے کریں گی۔ وہ قدرتی اور غیر مصنوعی مرد کے واسطے ذرا بھی دلچسپ نہ ہوں گے۔ علیٰ ہذالقیاس قدرتی عورت برقی "ملے جی" دشوہرا کے کرتبکے چوچلے ہرگز پسند نہیں کر سکتیں۔

کل کی گڑیا پیٹ دبانے سے "ماما پاپا" کی آواز نکالتی اور بچے کی طرح روتی ہے مگر یہ صرف بچوں کو بہلا سکتی ہے جو اتنا میاں بی بی اسے بچے کا قائم مقام نہیں سمجھ سکتے۔ دیکھیے ہندوستان مانع آبادی کو "سو سیائی آزادی" کا "ماما پاپا" کہتا ہوا اور برقی مشین کے زیر فرمان کتنا موستا قافتاریاں مارتا بچہ ملتا ہے مگر وہ کسی طرح بہلائے نہیں بہلتے۔

اب رہا بے روزگاری کا معاملہ تو وہ تھوڑے ہی دنوں کا ہے۔ بقول آپ کے موجودہ نسل کو تو مشینیں چٹ ہی کر جائیں گی رہ کون جائیگا بادہی جو برقی اولاد سے اصلی انسان کی طرح کام لینے پر قادر ہونگے۔ ان برقی آلات کو روزی روزگار کی ضرورت نہیں۔ الغرض دنیا کا کام بند نہ ہوگا۔ نہ ایسے بچوں کی تلاش ہوگی جو بڑھاپے میں عصا بنیں اور مرتے وقت دو بوند پانی ماں باپ کے حلق میں ٹپکائیں۔ والسلام۔

استفسار

معظم بندہ دام عنایتہٗ۔ تسلیم۔ حسب ذیل دو شعر جو میرے ایک عزیز کے ہیں۔ اور جن پر ایک صاحب نے اعتراضات کیے ہیں۔ براہ علم دوستی و تحقیق پسندی ان اشعار کو اپنے اخبار جواہر بار کی کسی قریبی اشاعت میں غور احباب کرام پر تبصرہ فرمائیے کہ در اصل اعتراضات مذکور بیجا ہیں یا بجا؟ تاکہ آپ کی عالمانہ رائے باعث تصفیہ منازعت ہو سکے۔ اور وہ یہ ہیں۔

وہ ماہ آگیا مرے ظلمت کدہ میں جب
میں نے شب برات سے بڑھکر منائی رات

(نوٹ)۔ اس شعر پر معترض صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ شب برات کے جملے میں اضافت صحیح نہیں ہے۔ پس اس پر مع دلائل کے روشنی ڈالیے۔ دوسرا شعر یہ

جسنے کہ کار یار میں اپنی کھپائی رات
سب نے گنوائی حق کی قسم اُسنے پائی رات

(نوٹ) اس شعر پر معترض صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ محاورہ "کھپائی رات" صحیح نہیں ہے پس اس پر بھی اپنی توجہ عالیہ بالدلائل مبذول فرمائیے تاکہ معترض صاحب مزید سر کھپائی سے بچیں۔

(نوٹ) اگر اسقدر تکلیف گوارا فرمائی جائیگی تو باعث مشکوریت و موجب علم پروری ہوگا۔

(نوٹ) شعرین مذکورہ بالا والی پوری غزل حسب ذیل ہے اگر اس پوری کی پوری غزل کو شائع فرما دیا جائیگا تو مزید ممنونیت کا سبب ہوگا۔ فقط

غزل

گفتہ محمد مخدوم علی صاحب سہروردی تاب وکیل ہائی کورٹ (گلبرگوی)

یہ بات خفیہ طور پہ دل نے بتائی رات
خالق نے وصل یار کی خاطر بنائی رات

وہ دن نہیں رہے نہ وہ معشوق ہی رہے
اپنی کبھی تھی رات پر اب ہے پرائی رات

کالی بلا سے کم نہیں سمجھا میں اُسکو تب
جب ہجر دلربا میں مرے سر پہ آئی رات

پھولا نہیں سمایا خوشی سے میں اُس گھڑی
مژدہ وصال یار کا جب لیکے آئی رات

وہ ماہ آگیا مرے ظلمت کدہ میں جب
میں نے شب برات سے بڑھکر منائی رات

جس نے کہ کار یار میں اپنی کھپائی رات
سب نے گنوائی حق کی قسم اُسنے پائی رات

اس شمع رو کا دل میں تصور جما لیا
یہ شمع خاص خانۂ دل میں جلائی رات

دن گرچہ عام و خاص کے نزدیک ہے بھلا
ہر نیک و بد کو دن سے گر بڑھکے بھائی رات

ظلمت نہ اُسکی دور ہوئی جب کسی طرح
باران نور ماہ میں آکر نہائی رات

جب وہ آئے تھے تو سدرات آئی تھی
اب جب وہ آگئے سدا ہی ہٹ آئی رات

ظلمت کے بعد نور کو دیکھے گا تو ضرور
یہ بات تاب۔ رات نے ہم کو بتائی رات

جواب

آپ کا سوال تو صرف دو ہی بیتوں سے تعلق ہے۔

شب برات (بغیر اضافت) شبرات (بضم شین معجمہ وسکون بائے موحدہ) اور شب برات (مع الاضافت) یہ تینوں لفظ زبان زد عام و خاص ہیں اصل لفظ (مضاف الیہ) براءۃ ہے جسکے معنی (اس مقام پر) پاکیزگی کے ہیں۔ مشہور ہے کہ اس شب کو گناہوں سے پاک ہونے کی دعا مانگنا چاہیے مگر اب تو پڑھے لکھے بھی براءۃ نہیں بولتے "برات" ہی کہتے ہیں۔ عورتوں کی زبان اضافت سے بری ہے مگر وہ اس مرکب لفظ کو مع اضافت اکثر استعمال کرتی ہیں۔ اسکا یہ اعتراض صحیح ہے برات ایک اردو لفظ ہے اس کی طرف شب کی اضافت صحیح نہیں۔ لیکن جب کوئی لفظ مع اضافت غیر زبان سے لیا جائے اور بعد عاریت لینے کے اہل زبان اُس میں تصرف کریں تو وہ مع الاضافۃ مہنّد مانا جائے گا۔ کسی مشہور شاعر کا ایک دعائیہ مصرعہ ہے ؎

ہر روز روز عید ہو ہر شب شب برات

اس لفظ پر ایسی ہی نقلیں قیاس کی جا سکتی ہیں جو مع الاضافۃ مہنّد کی حیثیت اختیار کریں یعنی اس لفظ پر قیاس کرکے دوسرے بگڑے ہوئے عربی فارسی الفاظ مضاف یا مضاف الیہ نہیں ہو سکتے۔

اب رہا رات کھپانا تو رات کھپنا یا کھپانا کوئی محاورہ نہیں۔ یعنی بولا نہیں جاتا۔ با ایں ہمہ معنی میں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی۔ اسلیے کہ کھپنا صرف ہو جانے کے معنی رکھتا ہے اور کھپانا صرف کر دینے کے معنی۔

امتثال حکم کے طور پر غزل درج کر دی گئی۔ والسلام

(بقیہ ذیل میں) ۴۴

منظوم اسکیم بنام لارڈ ولنگڈن وسر سیموئل ہور

سنو صاحبو! ایک حکایت۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا اور انھوں نے

۴۴- یہ بھی ممکن ہو کہ برات "[illegible]" ... جو بطور چک کے تنخواہ یا انعام کو دیا جاتا ہو کہ خزانہ میں دکھا کر زر وصول کریں مشہور ہو کہ شب پانزدہم شعبان کو اللہ میاں کے یہاں سے مستحق تقسیم ہوتا ہو رزق اور وجہ معاش یا تو اضافت ہو ہو گی اس صورت میں شب برات بالکل بجا ہے

خواہ مخواہ بیچارے افیموں کے مشوق کو چین کے تھیلے کی دکانوں پر بٹھایا تو چینیا بیگم کے عاشقوں نے چوری چھپے قانون کی نافرمانی شروع کر دی۔ چوری سے افیم بیچنے کے سب طرح طرح کی تدبیریں ایجاد کیں۔ کبھی بہشتی بنا اور مشک میں افیم کا گولا چھپا کے مشک دریا ٹھنڈا پانی" کہتا چنگی کے خدائی فوجداروں کو دھوکا دے گیا کسی نے تمام جسم پر افیم کی چپاتیاں لپیٹیں اوپر سے پٹیاں باندھیں مردہ بن کے چارپائی پر لیٹا اور چار آدمی چارپائی کو اٹھا کے "کلمہ نبی کا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کہتے لے چلے چنگی کے چوکی پہرے والوں کو بھی دو قدم جنازے کے ساتھ چلنا پڑا اور یوں بی چنیا خانم کی کشتی ٹھکانے لگی۔ ایسے فقرے ہمیشہ چلے گئے آج بھی چلے جاتے ہیں مگر ان خفیہ افیم بیچنے والوں میں سے دو آدمیوں نے چنگی والوں کو ایسا فقرہ دیا کہ آج تک مجھے یاد ہے۔ ایک نے تھوڑی افیم گھول کے ڈلی بھر لی۔ اور جب چنگی کے پاس پہونچا تو ڈھیلے بیری پر سر رکھ کے اونگھ گیا۔ عطر افیون کی مہک جو چنگی والوں کی ناک میں پہنچی تو انھوں نے مصنوعی الہی کو گھیر لیا۔

"اجی اے پینک باز۔ ذری ننگا جھوری دکھا جی) تو دو۔ خوب چڑھی ہوئی ہے؟"

"ارے بیٹی بڑے میاں۔ ہاں دافیم کہاں چھپایا ہے؟ ذری ہمیں بھی دکھا دو۔ آج ہم بھی تمھارے شاگرد ہوں گے۔"

"اماں۔ جواب دو۔ بہت سو چکے اب تو چونکو۔"

افیمی صاحب نے کئی جھنجھوڑیاں سہنے کے بعد آدھی آنکھیں کھولیں۔ اپنے ارد گرد غلط انداز نگاہ ڈالی اور پھر غوطا میں چلے گئے۔ گویا تخلیہ ہے اور حضور چھپرکھٹ پر آرام کر رہے ہیں۔

ایک مرتبہ چپراسیوں نے ذری زیادہ انہماک اور توجہ سے ربودگی کا علاج کیا۔ کسی نے ہاتھ سے چہرہ سہلایا کسی نے ناک رسی کی طرح مروڑ دی۔ کسی نے بال پکڑ کے کھینچے کسی نے تمباکو کی ناس سنگھائی۔ آخر میاں افیمی چھینکے۔ مگر کتنی دیر کے لیے؟ بس انھوں نے آنکھوں کے ساتھ گھیا سا منہ کھولا اور جس طرح کہ ری

چھری مانگتی ہے گردن کو گردش دے کے عالم بالا وزیر پر ایک دائرہ کھینچ دیا۔ جلیے زمانہ ہوش ختم۔ ناظرین اور دھوپ سمجھے ہوں گے کہ چنگی والے ہوش میں تھے اور افیمی پینک میں لیکن یہ غلط ہے افیمی ہوشیار تھا اور چنگی والے غافل۔ کیوں؟ ابھی یہ سب تو رہے افیمی کے جگانے میں ادھر افیمی کا ساتھی پانچ سیر افیون لیے رپ رپ کرتا چنگی کی چوکی پار کر گیا۔ سب کی آنکھوں میں خاک جھونک دی۔ گرفتار شدہ افیمی نے نیم وا آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ساتھی صاحب بہت دور نکل گئے۔ سڑک چھوڑ دی کھیتوں کی پگڈنڈی پر رپا رپ چلے جا رہے ہیں۔ اب اس نے جمائی لی اور رمنیا کے بولا "ماں میاں یک بیک لگائے ہو؟" جمعدار نے کہا "تم کھیا دخفیہ بیچتے ہو؟" دفعتہً پینک کا طلسم ٹوٹا۔ دُم بریدہ سانپ کی طرح مصنوعی افیمی نے چوٹ کی "اجی جاؤ اپنا راستہ لو۔ میں کیا جانوں کیسی خفیہ اور کیسی علانیہ۔ میں کوئی افیم بیچتا ہوں۔"

ہاتھ پاؤں میں درد تھا افیم کا لیپ کر لیا تھا۔ تم سمجھے میں افیمی ہوں۔ ایک شادی میں شریک ہوا تھا۔ دو روز کا اس وقت کے تھیلے ٹھنڈی ہوا جو لگی وہ کھڑے کھڑے سو گیا۔ لاحول ولا قوۃ تم لوگ انسان نہیں ہو۔ غریب راہ گیروں کو تنگ کرنا شریفوں کا کام ہے؟ اس لے لو میں خود تلاشی دیے دیتا ہوں۔ سر کی پگڑی اتار کے جھاڑ دی۔ انگرکھا دوسری طرف پھینکا۔ کمر بند ڈھیلا کر کے پائجامہ زمین پر گرا دیا ایک ہاتھ آگے ایک پیچھے رکھ کے آفتابی غسل کا تماشا یورپ کی عریاں پارٹی کی طرح دکھایا۔ اس تماشے میں انکا ساتھی

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء صوبہ آگرہ

نمبر ۲۰/۴۲

عدالت جناب منشی جعفر حسین تحریباش صاحب بہادر تحصیلدار مقام تحصیل کھاگا ضلع فتحپور

چونکہ بمقدمہ نالش مابو بیری رام مسماۃ جگوتی بے لے ندہ بہادر گنج زمینداران موضع کوکمن پرگنہ ہتھگام گرگری داران بنام تم سکھدیو پرشاد و مہادیو پرشاد پسران ڈھیر لال اقوام کایستھ ساکنان و کاشتکاران موضع کوکمن پرگنہ ہتھگام دیوانان کے عدالت سے منفصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت ۱۳۴۳ف و ۱۳۴۴ف بتاریخ ۲۹ ماہ صادر ہوئی اور مبلغ ۵۹ روپیہ ۱۲ آنہ ۳ پائی از روئے ڈگری مذکور واجب الادا ہیں انکی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۳۲	۱۳	۶
خرچہ نالش	۲	۱۵	۶
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش ...	۱	۰	۷
خرچہ اجرائے ڈگری	۳	۶	۹
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری خرچہ تشتہری اجرا	۲	۸	۰
میزان کل	۵۰	۱۲	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ادا رہی ہے۔ لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم سکھدیو پرشاد وغیرہ مدیون مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ۵۹ روپیہ ۱۲ آنہ ۳ پائی جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ وصول ہونے اطلاعنامہ سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ قلمبند ذیل کھیتوں سے تمہاری بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا بے دخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	محال	نمبر کھیت	رقبہ کھیت
ہتھگام	کوکمن	[illegible]	[illegible]	[illegible]

دستخط حاکم

مہر عدالت

[illegible]

چکت کانفرنس

"۔ غُر۔ غُر۔ غُرّ ـــ"

"۔ تماؤں ۔ غوں ۔ فوں ۔ عاؤں ۔ عو"

"۔ بھو ۔ بھو ـــ"

۔ .... (سکوت)

بہت دور نکل گیا۔ کسی کو ننگا دیکھ کے اگلے لوگ ہنستے تھے
داب کا حال نہیں معلوم) سب ہنسنے لگے۔ منھ پھیر لیا۔
" اچھا اچھا خانہ ہو۔ کپڑے پہن کے اپنی راہ لو۔
منزل کھوٹی ہوتی ہے "
معشوقی افیمی صاحب ہنڈے اکڑے بڑے دھڑے دھگا
کی طرف چلتے ہوئے۔
اور ان کی یہ فقرہ بازی
آج تک یاد ہے۔
یہ حکایت مجھے اسوجہ سے
یاد آئی کہ جتنی کانفرنسیں
یا کمیٹیاں ہندوستان کے
لیے آج تک مقرر ہوئیں
یہ سب گویا اسی قسم کے
خفیہ افیم بیچنے والوں کی
شاگرد تھیں۔ جو پولیٹکل
افیم ان لوگوں نے لندن
میں جاکے بیچی اس نے
ہندوستان کو نہیں لیکن
لندن کے عقلمندوں کو
ہندوستانی حالات کی
طرف سے ضرور غافل کر دیا
اور وہ اپنے دل میں یہ
خیال کر بیٹھے کہ:۔
" اچھی ہوگا۔ اگر کوئی
اُدھم مچا تو پولیس موجود ہے
دیکھ لیں گے۔ اس خیال
کے اصلی معنی یہ ہیں کہ حکومت
اور رعایا میں مدتوں
میل ملاپ کی صورت
نہ نکلے گی۔ کیوں؟۔

زہر ہے جتنے نافرمان کو فرمانبردار بناکے ہمیشہ کیلیے
بیہوش کر دیا۔ میں بھی کہتی ہوں کہ خدا ایسا ہی کرے
مگر خدا بندوں کی رائے پر کب چلتا ہے؟۔ بچے کو
سلانے کے لیے لوری دینے اور تھپکنے کی جگہ اگر
کوئی اتنا دھکے لگائے اور کان میں چیخے تو کیا بچہ سوجائیگا۔

نافرمانی یہ ہے کہ جب کبھو ڈولی تیار ہے۔ میکے جا رہی
ہیں۔ نواب نے ہزار مرتبہ روکا نہ رکیں۔ خدا کا خوف
دلایا مگر اول ہوں۔ طلاق کی دھمکی دی لیکن کان
پر جوں نہ رینگی۔ آخر مجبور ہوکے بندابندی کر دی۔
نوکروں کو منع کر دیا کہ کہار نہ بلائیں۔ ماماؤں سے
کہا خبردار کوئی ساتھ نہ
جائے۔ پھر اس کا نتیجہ کیا
ہوا؟۔ ایک روز وہ خدا
کی بندی پھاٹک کے
باہر کھڑی ہوکے لگی چلانے۔
" مہرا لاؤ پالکی میں جاتی
ہوں میکے۔ سپاہی دربان
خدمتگار منھ پھیر کے
کھڑے ہوگئے اور وہ
میکے چل دی۔ خدا نہ کرے
جو بُری بات دل میں
بیٹھ جائے پھر نکالے
نہیں نکلتی۔
ذری غور کرو آرڈیننس
نے (جسے "دھونس" کہنا
زیادہ موزوں ہے) کیا
کام کیا؟۔ یہی نہ کہ زمینداروں
سے مالگزاری مل گئی۔
اور کسانوں نے لگان
زمیندار کو ادا کر دیا مگر
کتنی تھائیں تھائیں ہوئی
یہ بھی تو دیکھو۔
میں یقین نہیں کرتی کہ
سال میں دو قسطیں مالگزاری
کی ہوتی ہیں۔ تو ہمیشہ

ہندوستان کا مطرب منتظر دخانہ باندازِ تہذیب

" پیاری۔ بس۔ ارے نامدانہ مارنا۔ مرجاؤں گا جنیا "

اسلیے کہ رعایا کی اصلی غرض ان باتوں سے پوری نہیں
ہوئی۔ پس جب فساد کی جڑ موجود ہے تو فساد کی شاخیں
میں پھول پھل کیوں نہ آئیں گے۔ خصوصاً جب کہ
حکومت کی ضد اُسے سینچ رہی ہے۔
تم ہاں سے یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ آرڈیننس وہ

آجکل اخباری کاغذوں میں جو تقریر چھپ کے
شائع ہوئی ہیں وہ ہرگز لوری نہیں وہ تو ایک
نقارہ بانی کو ہے جو سوتوں کو جگادے گی۔
میرے نواب صاحب کی جو دوسری بیگم صاحب
ہیں وہ پرلے سرے کی نافرمان ہیں۔ اونکے اسی

سال میں دو مرتبہ حکومت کو ادائی کے وقت بکھیڑا
پھیلانا پڑے پورے سال بکھیڑے کے بندوبست
سوچے جائیں اور حکومت اسے برداشت کرتی ہے۔
دھونس سے تو یہ آرڈیننس جرم کرنے والے کا ہاتھ
نہیں پکڑتا وہ تو جرم کے مرتکب کو جرم کر لینے کے بعد

سزا دیتا ہے۔ صاحبو یہ پکڑ دھکڑ کا سلسلہ کب تک حکومت کی سلگرہ باقی رکھ سکتا ہے یہ کا جواب کوئی منطقی مجھے دے تو میں بھی یقین کر لوں کہ آرڈیننس کام کی چیز ہیں۔

یہ کتابی کھیر پولاؤ سلسلہ ہے کہ دس ہزار آبادی میں سے ایک بھی سول نافرمانی کی علت میں گرفتار نہیں ہوا۔ بڑی بات جب پھیلتی ہے تو ابتدا میں خفیف ہوتی ہے۔ آگے بڑھ کے آندھی بن جاتی ہے۔

تم دونوں میں سے ایک نے آرڈیننس بازی کا تجربہ حاصل کیا ہے۔ اور دوسرے صاحب خود اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ جو لوگ ہمارے مقابلے پر شکست کھاتے ہیں اُنکے دل میں انتقام کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ منطق کہتی ہے کہ آرڈیننس بھی تُندد اشتدی پیدا کرنے میں کچھ کم نہیں۔ جو گرفتار ہوئے وہ تو آرڈیننس صاحب کے قابو میں ہیں۔ انھیں باقاعدہ بائی کے ذریعے سے انتقامی ہوس پوری کرنی نہ کبھی مقصود تھی نہ شاید کبھی ہو۔ معاملہ یہیں تک ختم ہو جاتا تو میں شکر کا سجدہ کرتی مگر اُسکا باقی رکھنا اس کی دلیل ہے کہ انتقامی آگ بجھی نہیں۔

جتنے آدمی جیل میں سرکاری روٹیوں پر پل رہے ہیں وہ آرڈیننس سے اب کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ دس ہزار آبادی میں سے ایک نافرمان بھی کھائی ضد یا پھر بھی آرڈیننس آج کل آبادی پر چھایا ہوا ہے۔ یہ ضرور شکست دے گا اور شکست سے ہوتا ہے آدمی کھسیانا۔ تو کھسیان پن کے ساتھ ساتھ انتقامی ہوس جیلخانے سے باہر رہنے والوں کے دل میں پیدا ہوتی رہے گی۔

اس کھسیان پن کے اثر سے زراعت آج کسی قدر بچی ہوئی (آرڈیننس کے طفیل ہی میں سہی) نظر آتی ہے۔ صاحبو تجارت بھی بچانے کے قابل ہے۔ دیکھو آرڈیننس ہی کی رو سے غالباً پولیس کمشنر نے بمبئی کی لوجیٹھا مارکیٹ کی سودیشی اور بدیشی تفریق مٹانی چاہی تھی اس کا یہ حشر ہوا کہ جو حصہ بدیشی مال کی تجارت کا تھا وہ بقول اخباری کاغذوں کے بالکل سنسان پڑا ہے۔ حکومت اور رعایا پیا ان بچا جانے پر صنعت اور حرفت بھی آرڈیننس کی مانحتی میں آئی معلوم ہوتی ہے۔

ابھی لاٹ صاحب اور ابھی وزیر ہند صاحب۔ یہ تو سچ ہے کہ نگوڑے ہندوستانی تتر بتر ہیں۔ اور حکومت بہت سے نیا صنانہ وعدے ہندوستان سے کر چکی ہے کہ یہ دینگے اور وہ دیں گے اس کے ساتھ ہی کچھ دینے پر آمادہ بھی ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملے گا وہ ایک تو ہمارا مانگا ہوا نہیں۔ دوسرے ہمارے لیے بیکار ہے۔ ہم اُسے لے کے اوڑھیں یا بچھائیں۔ پس اس داد و دہش میں جو ایک پہیلی ہے مانگنے والوں کی ضرورت بھی ملحوظ رہنی چاہیے ورنہ "بھیر بتنگڑ پڑے ہیں سے" کی مثل ہوگی یا نام تو نہیں لیکن ہر زبان پر ہوگا۔ بے نام آرڈیننس کا۔ آرڈیننس باقی والکل فانی۔"

یہ میری ایک درخواست ہے۔ تقریر بازی کے ذریعے قبل کچھ دینے کے دھونس نہ ڈالو یہ میری دوسری درخواست ہے۔ اگر میری یہ درخواست یا مشورہ تم نے قبول کر لیا تو حکومت نیکنام ہوگی۔

ایک تیسری درخواست بھی ہے وہ یہ کہ جو کچھ تم بالفعل نہیں بالقوۃ دینا چاہتے ہو۔ اس کے لینے والے ممکن ہے کہ ہوں مگر صرف یہ لینے والے اپنے قبول سے دی ہوئی چیز کو مقبول نہیں بنا سکتے۔ لہذا سہ

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
ان کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

اس شعر میں "اُن" سے مراد وہ لوگ ہیں جو مقبول کو مردود بنانے کی سعی کریں گے۔ ایسے وہی جو آج کل مفسد کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ جن موذی کالوں نے ملک بھر میں اُودھم جوت رکھا ہے۔ جن کو تم اپنے برابر والا بنانے پر آمادہ نہیں۔ جن کے سردار کا نام جب مسٹر سن بھری اے تو بہ لینسبری نے لیا تو "نہیں نہیں" اور قہقہے کی آواز محفل بھر سے آئی۔

میں سچ کہتی ہوں کہ اگر اس بڑھے کی لیلی امیدوں اور خواہشوں کا دسواں حصہ دعشر عشیر ہی تم نے پورا کر دیا تو کچھ دنوں کے لیے شکوہ بید یا سے آبادی کے دیدے آشنا ہو جائینگے۔

تم کیا جانو ان باتوں کو ہم ہندوستانی آدمی خوب سمجھتے ہیں۔ ہم نے بارہا جہیز پر لڑائیاں ہوتے اور پھر دلھن پر اس کا اثر پڑتے دیکھا ہے حالانکہ جہیز پانے کا کوئی حق شرعاً دولھا کو نہیں پہونچتا۔ یہ تو لڑکی والوں کی توفیق پر منحصر ہے۔ مگر نہیں۔ دولھا کی ماں کہتی ہیں۔ "موئے کنجوس! ارے یہ اطلس کی زار با (ازار) دی ہے۔ جس میں نہ ثابت لچکا ہے نہ ٹھپا۔ اور یہ انگیا تو دیکھو نگوڑی ہاتھی کی جانگھیا۔ تہ کر رکھو اپنا جہیز اور بٹھا رکھو اپنی لڑکی۔ نا صاحب! ایسے مکھی چوسوں پر خدا کی مار۔"

اے لیجیے بات اتنی بڑھی کہ جھیٹم جھیٹا ترکم ترکا کی نوبت آگئی۔ دُلھن اپنے گھر دولھا اپنے گھر۔ تھوڑی تھوڑی ہوئی تھپڑی بجی وہ گھاتے میں۔

تمھیں یاد رکھنا چاہیے کہ خفیہ افیم بیچنے والوں کی رائے کوئی وقعت نہیں رکھتی ہزار فقرے چلتے ہیں پھر بھی بھدک نہیں ہوتی۔ نہ خفیہ افیم لینے والے زیادہ ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہیز پہلے سے طے کر لیا جاتا ہے اور اگر مالیت پوری ہوئی تو پھر تو لی تو ئیں تو ئیں، ہو جھگڑا (بکھیڑا) نہیں ہوتی۔ کیا مضائقہ ہے اگر بخشش (اصلاحات) کی دلھن کا جہیز دولھا والوں کو دکھا دیا جائے فقط۔

راقمہ
(خیر خواہ حکومت منلق آرا بیگم)

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر تو نہیں بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انہیں نے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا لہٰذا مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ [illegible] لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اول

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء سے ۱۹۲۰ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد عہ محصول بذمہ خریدار

"منیجر"

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس کی نقل بھی کرتے ہیں اور مگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنایئے۔ ضخامت کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر حرف میں فرق ہے بلکہ خامات کی جدت رائے کی اصابت ہے ورنہ رعایت نکتہ چینی تلمیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ملکی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط!

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں منصب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نے یہ بنیاز مندو خود نہیں پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گزشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں۔ ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہٰذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک اُن میں نہ ہو۔

نوٹ ضروری:۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خط و کتابت اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۲۴

مضامین

۱۳ جولائی ۱۹۳۲ء

چوٹی کیتا اور جلیبیوں کی رکھوالی

(از فیروز لدھیانوی)

پنجاب کے بعض اخبارات میں بہی خواہان قوم آجکل ایک نئی تحریک کی حمایت کر رہے ہیں جسے فیشن کشی کی تحریک قرار دیا گیا ہے۔ نوجوان طلبا کی فیشن پرستی اور زنانہ پن سے متوحش ہو کر درد مندان ملت کالجوں کے پروفیسروں اور سکولوں کے ٹیچروں کو فہمائش کر رہے ہیں کہ وہ طلبا کو فضول خرچی فیشن پرستی۔ بداخلاقی سے باز رکھیں۔ اس تحریک کے اغراض و مقاصد سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ طریق کار اطمینان بخش نہیں۔ علاوہ ازیں یہ شور و غوغا مثنے ابعد از جنگ ہے۔ ہمارے لیڈروں کو عموماً اس وقت ہوش آتا ہے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے۔

ان سب کالجوں اور اسکولوں کا مدعا دفتری حکومت کیلیے ایسے کلرک پیدا کرنا تھا جو عقل و فہم سے عاری۔ معاملہ فہمی اور خودداری سے بیگانے اور مٹی کے مادھو ہوں۔ چنانچہ یہ مقصد پورا ہو چکا۔ خدا کے فضل سے ہر گلی کوچے میں ایک عدد محرر موجود ہے جو پڑھا لکھا بھی ہے اور کولھو کا بیل بھی۔ جنہوں نے محرری کی سلطنت ابھی تک نہیں پائی وہ امیدواری میں زندگی بسر کر رہے ہیں صبح شام یہ وظیفہ ہے کہ یا اللہ فلاں محکمے کا محرر جسکی میعاد ملازمت میں توسیع کی گئی ہے۔ جلدی دنیا سے رخصت ہو کر حسب عدہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہم کو اسکی جگہ مکھیاں مارنے کی خدمت پر معین فرمائیں۔ اچھا محرری نہ سہی پوسٹ مینی ہی سہی۔ بار خدا۔ اے پرمیشور رحم تو بی۔ اے پاس ہیں ہم پر رحم کر کوٹ بوٹ کے واسطے دلوادے نوکری۔"

رہ گئے اسکول ماسٹر اور پروفیسر۔ ان کی قوت لایموت کا انحصار اسکولوں کو چھکڑے پر تھا۔ تعلیم کو باکار بنانا انکا فرض کبھی نہ تھا۔ انھوں نے یہی کیا تو بہت کیا کہ طالب علموں کو گریجویٹ بناکے۔ ڈپلوما کے توسط سے بھیک مانگ کھانے کا راستہ بتا دیا۔ جو کتابیں ان شاگردوں کو پڑھائی جاتی ہیں اُن میں بھی انسان اور باکار انسان بنانے کی صلاحیت نہیں ہوتی تو ہر سال درسی کتابیں بدلی جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ پہلے جو کچھ پڑھایا گیا وہ ناقص تھا ایک کتاب بتیس برس کا نصاب کامل تھا۔ ہاں اس سال جو نصاب مرتب ہوا وہ خوب ہے مگر اگلے سال کیلیے آئندہ سال کامل سے مکمل نصاب مرتب ہوگا کوئی پوچھے کہ اگر پہلا ناقص تھا تو دوسرے کیا بنائے کہ علمی ہوتی اگلوں علمی اور تمدنی ترقی کے اعتبار سے بہ نسبت اگلوں کے قابل امتیاز حالت میں نظر آتے۔ لاحول ولا قوۃ۔ ترقی اور امتیازی ترقی کا تو نام نہ لیجیے بلمعنی کرہ تو ما شاء اللہ تنزل میں اگلوں سے دو ہاتھ اور پست ہو گئے۔ اگلوں نے اگر ابتدائی تعلیم میں ماہانہ دس روپیہ صرف کر واکے بیہودگی مول لی تھی تو انھوں نے بیس روپیہ ماہوار خرچ کروا کے حاصل کی۔ دیکھیے پہلی ریڈر پانچ آنہ میں آتی تھی۔ اب کی ریڈر دس آنہ کو مول لی گئی ہے۔ پہلے شاگردوں کی وردی معین نہ تھی۔ اب دیکھیے جتنے شاگرد ہیں سب ایک آدمی ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگلے شاگردوں کی تعلیم نے ماں باپ کو صرف فاقے کرا دیے تھے۔ اب کی پود نے تو قرض لینے پر مجبور کیا اور آخر قرض ہی کی بدولت جیلخانے میں اماں یا داجی پیسنے کی مشق کر رہے ہیں۔ ٹانگ کی ازار تک نیلام ہو گئی جب جاکے صاحبزادے کے واسطے سوٹ بوٹ کالر نکٹائی کا انتظام ہو سکا۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ پاسونی اور گاڑھے جسقدر صاحبزادے پر صرف کرتے ہیں صاحبزادے کا ٹھاٹھ اس سے کہیں بڑھا چڑھا دکھائی دیتا ہے۔ بسا اوقات یہ گوگل کا پھول صاحبزادے کے اچھے (یا برے) چال چلن کا رہین منت ہوتا ہے۔

لیکن یہ پروفیسروں کے بس کا روگ نہیں۔ ان طالب علموں کے والدین کا فرض ہے کہ اپنے نمائوں کی آپ حفاظت کریں۔ ورنہ وہی حالت ہوگی جو ایک سادہ لوح نور باف کی ہوئی۔ اس بیچارے کی ایک نوجوان لڑکی تھی۔ غربت کی وجہ سے گھر میں پردہ کا دستور نہ تھا۔ بالغ لڑکی گھر سے باہر کام کاج کو جایا کرتی تھی۔ ایک دن اُسے کہیں سے ایک بٹوا گرا ہوا ملا جس میں تین چار روپے تھے۔ باواجان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو بہت مسرور ہوئے کہنے لگے کہ یہ لڑکی بھاگوان معلوم ہوتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد صاحبزادی کو نئے کپڑوں کا ایک پلندہ ملا جو کوئی نسیان زدہ پروفیسر بزاز کی دکان سے خرید کر راہ میں پھینک گیا تھا۔ لیجیے صاحب دولت کی قیمت پہلے ملی تھی بھاگوان لڑکی سے کپڑے کا سامان اب کر دیا۔ خوش نصیب لڑکی اکثر گری پڑی چیزیں اٹھا لاتی۔ اور یہ اشیا گھر کے کام آتیں۔ ایک دن صاحبزادی صاحبہ پر روشن ضمیری کا دورہ ہوا۔ بار بار فرماتی تھیں کہ صبح کو ہمارے خاندان کا ایک فرد کم ہو جائیگا۔ رات کو سب لوگ سوئے صبح ایک نفر غائب۔ وہ کون؟ اجی وہی بھاگوان صاحبزادی۔ نورباف کو کنواری لڑکی کے غائب ہونے کا اتنا رنج نہ تھا جتنا کہ ایک صاحب کرامت ہستی کے ضائع ہونے کا وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ اس لڑکی کو دست غیب حاصل تھا۔ وہ غضب کی بھی تھی کل کہہ رہی تھی کہ خاندان کا ایک فرد کم ہوگا۔ وہی ہوا۔

زمانۂ حال کے غافل والدین اپنے طالب علم بچوں کے لیے نعمات موصوف بنے ہوئے ہیں اور ان کی نگہداشت سے قطعاً غافل ہیں۔ ہر ایک باپ کو لازم ہے کہ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے۔ اپنے لڑکوں کے لباس۔ فرنیچر سامان آرائش۔ کھلونوں اور کتب کا جائزہ لے۔ اگر کپڑوں کے زائد جوڑے جرابیں اور دیگر ایسی اشیا ہیں جو والد نے مہیا نہیں کیں اسکے پاس ہوں تو اس سے پوچھنا واجب ہے کہ برخوردار یہ فالتو سامان کہاں سے آیا۔ یہ رقم کس نے دی۔ اگر اسکے پاس قیمتی آئینے ہوں۔ چکنی مٹی کا سامان ہو۔ سنگار کے آلات ہوں تو اُسے شرمندہ کرنا چاہیے کہ تم طالب علم ہو یا چوک کی پریزاد۔ اس کی کتابوں کی الماری کی تلاشی لے کر دیکھنا لازم ہے کہ اس میں اخلاق سوز ناول۔ عیاشی کے فسانے۔ کوک شاستر اور اسی قسم کے دوسرے بدکار بنانے والے ادبیات ہیں یا نہیں۔ علی ہذالقیاس اسکے اشغال و افعال پر

نظر رکھنی ضروری ہے کہ اسکول کب جاتا ہے اور کب آتا ہے۔ شام اور رات کا وقت کن کن احباب کے ہمراہ کن مقامات میں صرف کرتا ہے۔ اس کے جیبوں کو ٹٹولنا واجب ہے۔ اور اس سے بڑی بڑی رقم کا حساب لینا ضروری ہے۔ الغرض جس طرح سی آئی ڈی کا محکمہ انقلابیوں کی نگرانی میں خاص دلچسپی لیتا ہے۔ یہی حالت ایک نوجوان لڑکے کے والد کی ہونی چاہیے۔ مشہور بنگالی شاعر ٹیگور کا قول ہے۔ کہ لڑکوں کی چودہ سال سے بیس سال تک کی عمر کا حصہ لڑکیوں کی مانند ہے۔ ان کی رکھوالی سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ لڑکی کی جانب سے نقصان کا خطرہ معمولی ہے۔ جہاں بیاہی گئی اس کی سسرال اسکی ذمہ دار ہے۔ برخلاف اسکے ایک لڑکے کو گھر میں رہنا اور خاندان کا وارث ہوتا ہے اگر اس کی تربیت میں ذرہ بھر بھی نقص ہوا تو اس کا برا اثر تمام خاندان پر پڑے گا باپ دادا کی جائداد تباہ کرے گا۔ ان کے نام کو بٹا لگائے گا۔ پس یہ بہی خواہان قوم پروفیسروں اور ٹیچروں کو جو سبق پڑھاتے ہیں وہ پیش از پیش والدین کو پڑھانا چاہیے۔ ہمیں کہنا چاہیے تھا کہ حکومت کو پڑھائیں گر حکومت خدا کے فضل سے پڑھی پڑھائی ہے اُسے اپنے ٹوائلٹ برنس سے کب مہلت ملتی ہے جو غیروں کے بچے سنوارنے کا بکھیڑا مول لے۔ علاوہ ازیں بزرگوں نے بھی اُسی مدرسے میں اسی ڈھنگ کی تعلیم حاصل کی ہے جو آجکل بچوں کو دیجا رہی ہے۔ کم مدرس اور معلم نکلیں گے جنھیں اس بڑھاپے میں بھی اخلاق درست کرنے کے لیے کسی ولائتی تعلیم یافتہ اتالیق کی ضرورت نہ ہو۔ ان غریبوں کے ذمے صرف کتابیں رٹانا ہے اور جو خدمت ان کے واسطے مقرر کی گئی ہے اُسے وہ حسبِ قواعد مقررہ انجام کو دیتے ہیں اسے وہ اور کیا کریں؟۔

رہبر طریق ہدایت اساتذہ کو دیکھ لیجیے۔ کبڈی۔ ہاکی۔ فٹ بال۔ کرکٹ کھیلنے میں شریک ہے۔ اسکول کھلنے کے وقت آئے اور بند ہونے کے وقت گئے۔ ایک گھنٹا حساب سکھایا۔ ایک گھنٹا انگریزی پڑھائی ایک گھنٹا خوشنویسی اور جامیٹری میں مغز پچی کیا ایک گھنٹا جغرافیہ سکھانے کے نذر ہوا۔ ایک گھنٹا ڈرل میں گزارا۔ اب بتایئے اخلاقی تعلیم کے واسطے کون سا وقت ہے؟۔

شاگرد بد اخلاق ہوگا تو اُن کی جوتی سے۔ بداخلاقی کا اثر خود شاگرد کی ذات پر یا اُسکے کنبے پر ہوگا۔

محلہ والے اور قرابت دار بھی اس معاملہ میں باہم تعاون نہیں کرتے۔ اور ہر ایک بچے کو اپنا بچہ تصور نہیں کرتے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ سڑک پر کسی تنبولی کی دکان پر محلے کے کمسن بچے سگرٹ پی رہے ہیں پان کھا رہے ہیں بچر اشعار کہہ رہے ہیں۔ مگر اہل محلہ لاپرواہی سے بلا تعرض کیسے گزر جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ محلے کا ہر ایک بچہ اپنا بچہ ہے اگر وہ اپنے باپ کی نظر بچا کر کوئی عیب کر رہا ہے۔ تو ہمارا فرض ہے کہ اُس کے کان اُمیٹھیں۔ اُس کو ادب سکھائیں۔ مگر یہ نفسا نفسی کا زمانہ ہے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں۔ اور ناہموار اولاد کی تربیت کا بار صرف والدین کے کاندھے پر رہ گیا ہے جسکے ادا کرنے سے وہ غافل یا قاصر ہیں اور ملک کے نونہال تباہ ہو رہے ہیں۔

پنچ:۔ ابھی توبہ کیجیے حضرت۔ جس دن کسی تحقیق لونڈے کو آپ نے محض ہمدردیٔ اخلاقی کی مامتا میں آکے گوشمالی کی سزا دی اُسی روز تمام نصیحت گری کا قلیا تمام ہو جائے گا۔ کیا معنے کہ لونڈا روتا ہوا اماں کے پاس جائے گا اور شکایت کرے گا:۔

"اوئے اماں فیروز صاحب نے ہمیں مارا۔۔۔۔۔۔ ہُو ہُو ہُو ہُو۔ ارے ام۔۔۔۔ ماں۔۔۔۔ مر گئے ہائے ہائے درد ہوتا ہے۔ ہُو ہُو ہُو ہُو ہُو"۔ بس اماں بکتی جھکتی وسینے کے ہتھیاروں سے لیس ہو کے

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۲۰ ایکٹ (۲) ۱۹۰۱ء ممالک مغربی و شمالی

مقدمہ نمبر ۵

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب گپتا آنریری اسسٹنٹ کلکٹر قنوج

مقام قنوج ضلع فرخ آباد

چونکہ بمقدمہ نالش سری پتی جیدرداو لی بنام تم لدھو کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت بقایا لگان بتاریخ ۶ جولائی ۱۹۳۲ء صادر ہوئی از بابت روپیہ ۲۶ آنہ ۲ پائی جو از روئے ڈگری مذکورہ واجب الادا ہیں اُن کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۲۲	۲	۶
خرچہ نالش	۱۱	۴	۶
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۴	۶	۰
خرچہ اجراء ڈگری	۲	۱۳	۹
سود بابت خرچہ اجراء ڈگری	۸۴	۱۲	۹
میزان	۱۳	۷،	۶
	۶/	۶	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ایفا رہی ہے لہٰذا بذریعہ اس تحریر کے تم مسماۃ بھیمی بیوہ لدھو برہمن ساکن ستی پور مزرعہ موضع مین پور پرگنہ ترا تندوا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنے مبلغ ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ۳ پائی جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جنکی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
تندوا	مین پور	۳۶ ۲۰۵/۲ ۱۸۳ ۱۸۴/۱	۱-۳۸ لگانی لعیہ ۲-۵ لگانی سیر

دستخط حاکم بحکم ڈگری

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۴ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب نواب سید ناظم حسین صاحب بہادر آنریری منصف اورنگ آباد ضلع کھیری مقام اورنگ آباد

لال بہاری ولد بچولال قوم برہمن ساکن موضع اسیری پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

رام سروپ دغیرہ

بنام شیو دیال ولد بچولال قوم برہمن ساکن لکھوان پرگنہ مگدا پور ضلع کھیری مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ .... کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۷ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہان کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بحکم ڈگری

ہو رہا ہو جہیں گی اور واللہ ایسے کتنے لیں گی کہ آپ کی ساری
فضیحت اور بے رسی چلی جائے گی تا عالم ملکوت میں۔
تت۔ موئے نگوڑی کاٹے اسے تیرا ستیاناس جائے۔ تیرے
ہاتھ ٹوٹیں۔ تیرے تن بدن میں ہاتھی کے برابر کیڑے پڑیں
جیسا میرے بچے کو مارا ہے۔ ارے مرُدے تو کون
ہوتا ہے مارنے والا۔ بچی ہیں ہیں کے تو پالا ہم نے۔
آخر اس نے تنبولی کے پان انچک لیے تو تیرا اجارہ ہے؟
خوب کیا۔ اچھا کیا۔ تنبولی ہم سے دام مانگے گا تو ہم
دیدیں گے۔ ارے تو غارت ہو۔ تجھے وہاں صدقے
کردوں۔ جہاں اُسکی دائی نے ہاتھ دھو۔ لنگوڑے
ہتھیارے کو دیکھو موا گستاخ گھر۔ اتنے سے بچے پر ترس نہ
آیا۔ بھلا اسکی مونچھوں کو دیکھو اور اس ننھے بالے کو دیکھو
رہ تو جا۔ جائی ہوں قصائی نے یہ ساری ہیکڑی نکل جائیگی۔
یہ تو ہوی اماں جان کی حمایت۔ اور اگر اس ناتحقیق کا
ایک آدھ باپ بھی ہوا تو پھر کچھ نہ پوچھیے کیا ہوگا۔ ممکن ہے
کہ لونڈے کا پدر بزرگوار بغیر تحقیق اول نعت ناسزا اور بعدازاں حملہ
یں رجز خوانی کرے پھر مبارزت اور بعد ازاں اس کے مقاومت
و مقاتلت کی ٹھہرے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ جناب کی قوت
جسمانی اس جنگ کو سنبھال سکتی ہے یا نہیں۔ یعنی اگر
آپ اس پر فتح پائیں اور بھاگ نکلے تو خیر ورنہ بصورت
دیگر اسپتال اور تھانے کی نوبت آجانی بھی ممکن ہے۔
پھر آپ جانئے پولیس آپ کی ہمدرد نہیں ہوسکتی۔ ایک
تو آپ نے لونڈے کی سرِ بازار جیت سے خبر لی۔
دوسرے اسکی ماں کی عزت پر حملہ کیا۔ تیسرے اسکے
باپ سے لڑے اور نقض امن کیا۔ گواہ موجود ہیں۔
علیٰ ہذا القیاس مجسٹریٹ نے بھی اس قسم کے اخلاق کا
سبق نہیں پڑھا۔ نہ وہ آپ کا ہمدرد ہو سکتا ہے۔
بالغرض کوئی جرم نہ قائم ہوا تو کیا پولیس کی زبان
سے یہ فقرہ "ہادم لذات" اور ہمیشہ کے لیے اخلاقی
ہمدردی بھلا دینے کا سبب نہیں ہو سکتا کہ آپ لونڈے
کو کانگریس کا ممبر بنانا چاہتے تھے آپ نے اُسے
سودیشی کپڑا نہ پہننے پر مارا؟۔
کیا ہندوستان میں ایسے مجسٹریٹ موجود ہیں جو قوی
ہمدردی اور حسن نیت کا اندازہ کر سکتے ہوں؟۔
یا محلے میں ایسے ماں باپ موجود ہیں جو اپنے بچے

کی تعلیم محلہ والوں کے حسن اخلاق کے سپرد کر دیں؟۔
بندہ پرور کتنا ہی شریر اور بے وقت لونڈا ہو اگر اُسکی
ماں زندہ ہے تو سارے محلے کو اپنے لونڈے کا کوڑیا غلام
بنانے پر مجبور کریگی یہ تجربہ ہے۔ لونڈا شرارت اور
چوری کرتا ہے اس پر دوسرے لوگ معترض ہوتے
ہیں لیکن لونڈا ہمیشہ معصوم اور محلے والے سدا گنہگار۔
وہ ٹھیکری کچی ہے کہ ترب بھلی پس جب تک آپ
لونڈے کی اماں اُستے ابا۔ پولیس کانسٹبل۔
داروغہ جی اور مجسٹریٹ کو اخلاقی سبق پڑھنے پر
مجبور کرنے کی طاقت نہ پیدا کرلیں زنہار زنہار
لونڈے کی جانب نگاہ قہر سے دیکھنے کی جرأت نہ
فرمائیں۔ ورنہ بہا بہا حرج ہوگا۔ یعنے کہ جو ماہے
روحانی کالم کا مضمون مل جاتا ہے اُس سے محروم
ہو جائیں گے۔ والسلام۔

کرشمہ ہائے شیطان

نمبر (۵)

(مورخہ ۲۷-جون ۱۹۳۲ء)

(۱۵) ... (شیطان کے ہتھیار) اور
حبائل الشیطان (دام ہائے صیادی شیطان یا
شیطانی پھندے) عورتوں سے کنایہ ہے۔
ذری گہری نظر سے تاریخ کی کتابیں دیکھیے تو معلوم ہوتا
ہے کہ دنیا بھر کی عورتوں سے زیادہ عرب کی عورتیں
آزاد تھیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ جسمانی کمزوری کے
اعتبار سے مردوں نے اُن پر ظلم کیا ہو یا محکوم بنالیا
ہو۔ مثل مشہور ہے "کمزور مار کھانے کی نشانی"، تو
اسمیں مرد یا زن کی تخصیص نہیں۔ بسا اوقات مردوں کا
طبقہ عورتوں سے زیادہ مظلوم ثابت ہوتا ہے۔ تمام
دنیا میں ایک مقام کے مرد (فاتح) دوسرے مقام
کے مردوں (مفتوح) پر جو ظلم ڈھاتے رہتے ہیں اگر
اُنکی تفصیل کی جائے تو عورتوں پر مردوں کے ستم
بالکل ہیچ نظر آئیں۔ خیر مرد مظلوم ہوں یا ظالم اسمیں
شبہ نہیں کہ باوجود تسلط و تحکم وہ اپنی کمزوریوں
کے غلام ہیں۔ فطرت کی یہ کمزوری (خواہش

تا قیام قیامت باقی رہے گی اور تمام کمزوریوں کی
قبلہ گاہ وہ چیز ہے جس کا تعلق بچہ پیدا کرنے والے فعل
سے ہے۔ اس کمزوری کا ملجا و ماویٰ عورت کی ذات ہے
انھیں کمزوریوں کا نام حضرت انسان نے سلاح
ابلیس رکھا ہے۔ قرآن شریف میں اسے حُبُّ
الشہوات سے تعبیر کیا ہے۔ یہی حب شہوات
ایک قسم کا زیور ہے جو موجود تو ہے اپنے نفس میں
اور دکھائی دیتا ہے دنیا کے جسم پر سجا ہوا۔ یہ یوں کہیے
کہ حضرت انسان خود ہی اس زیور سے دنیا کے جسم کی
تزئین فرماتے اور خود ہی اُس پر لٹو ہو جاتے ہیں۔
حکما شیطانی وسوسوں کو داخل ذات انسانی خیال
کرتے ہیں اُن کے نزدیک شیطان کا وجود خارج میں

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۶۰ ایکٹ ۲ سنہ ۱۹۰۱ء ممالک مغربی و شمالی

نمبر (۱۶)
عدالت ... خان صاحب ... اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیلدار ...
بعدالت مال تحصیل بڑھانہ مقام بڑھانہ ضلع مظفرنگر
مارواڑی ... ۱۹۳۲ء

بنام

... ڈگری

چونکہ مقدمہ نالش ... رام ... سکنہ ... کے جو عدالت
میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت لگان سال ۱۳۳۲ف
اور سال ... بتاریخ ... دسمبر ۱۹۳۲ء صادر ہوئی اور مبلغ
... روپیہ ... پائی ... ڈگری مذکور واجب الادا ہیں جنکی تفصیل حسب
ذیل دیجاتی ہے

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	۱۸	۱۳	
خرچہ نالش			
خرچہ اجراء ڈگری	۔	۰	۲
سود بابت خرچہ اجراء ڈگری			
میزان			

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا اجرا ہی ہے
لہٰذا بذریعہ اس تحریر کے تم کو بموجب مذکور کے اطلاع دیجاتی ہے کہ تم
زر مذکور یعنی مبلغ ... روپیہ ... پائی فوراً بروئے ڈگری کے واجب الادا ہیں
اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ
ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جنکی
بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	محال	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا
بڑھانہ	بھر ...	آبادی بیگم		...

دستخط حاکم

مہر عدالت

نہیں مذہب کہتا ہے کہ ہے تو شیطان دوسری چیز مگر وہ انسان کی رگوں میں خون بن کے، دروماغ میں خبیث خیال جسم میں نفس امارہ بن کے گھس جاتا ہے۔ خدا کی مخلوق میں حشرات الارض بھی ہیں۔ درندے اور چوپائے بھی ہیں لیکن میاں شیطان کو اپنی حکومت کے قابل بجز نوع انسان کے اور کوئی مخلوق نظر نہیں آئی انھی کے محبوب بنے ہیں اور یہی رہیں گے۔ پس خالی عورت کو سلاح ابلیس کہنا کچھ ٹھیک نہیں ہاں حبائل شیطان اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ دل لبھانے والے نخرے غمزے جو پہلے صرف عورت ہی کو دیے گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض رنڈیوں کے معشوق "ہم سے بگڑ جائیں اور کہیں کہ حضرت! انجناب کی پریا صورت پر تو ہزاروں عورتیں مرتی ہیں سیکڑوں کو ہمارے چاہ زنخدان نے کنوئیں جھنکوا دئے اور لاکھوں سے ہم نے پانی بھروایا۔ بھلا عورت کو کیا سلیقہ ہے جو دلفریبی کا دعویٰ ہمارے سامنے کرے۔ پس حبائل الشیطان کا لقب ہمارے ممدوحوں کو ملنا چاہیے مگر یہ ان کی تنگ خیالی ہے۔ درحقیقت وہی دام میں گرفتار ہیں۔ عورت نے شکار کے لیے جال بچھا کے یقین دلایا کہ اس "پیارے پیارے" مونچھوں دار مکھڑے پر ہزار جان سے فدا ہوں" اور معشوق طبیعت مرد صاحب پھنسے۔

نقل ہے کہ ایک گدھے نے کسی کسان کا کھیت تاک لیا تھا جب دیکھو آیا اور چار منھ ہری بھری کھیتی پر ایسے لگائے کہ سارا کھیت گنجے کا سر ہو گیا۔ کسان بچارے نے کئی مرتبہ "پوں سی پوں" کے لئے سن کے ڈنڈے سے پشت پر تال دی مگر گدھے صاحب نے NEVER MIND کہہ کے ٹال دیا۔ آخر اُسے تدبیر سوجھ گئی۔ اُس نے ہری ہری بالیاں اکھیڑ کے ایک ٹوکری میں رکھیں بالٹی میں پانی بھرا۔ ادھر گدھے صاحب آئے اُدھر ضیافت کا سامان لے کے یہ پہونچا قصیدہ خوانی شروع کر دی ہے۔

"اے اشرف المخلوقات۔ اے خوش گلو چوپایوں کے بادشاہ۔ اے موسیقی کے سلطان۔ اے خوشخرام جانوروں کے رب النوع۔ اے حسن مجسم۔ تیرے تھوتھنے پر ورپر جان اس خادم کی نثار۔ اس عاجز کی دعوت قبول کر لے۔ ارے میاں تو تیرے لمبے لمبے کانوں پر نثار ہوں۔ ہائے یہ لمبی تھوتھنی یہ غانٹیر ڈیل یہ نکلا ہوا پیٹ تو پریزادوں کو بھی میسر نہیں۔ تیرے قربان اس کھیت کو اپنا تھان بنا اور یہیں رہا کر تیرے عاشق پر تیرا فراق بہت گراں گزرتا ہے۔ اے میری جان یہ تحفہ حاضر ہے اسے نوش کر دے تو میری مضطر روح کو سکون ہو۔"

میاں خرناتخص خوشامد سنتے ہی پھول گئے۔ بے نگاہ غلط انداز ہری بھری ڈالی کو دیکھا۔ چوتڑ موڑ کے دولتی جھاڑ دی۔ دولتی کے ساتھ چند عدد لید کی گولیاں بکھرائیں اور نیور مائنڈ کہتے سینہ سے پینڈ اُس پار چل دیے۔ آدخدا نہ کرے جو معشوقیت کا خناس دماغ میں گھسے۔ یا تو گدھے صاحب ڈنڈے کھانے پر بھی کھیت سے نہ کھسکتے تھے یا اب ہفتہ میں ایک بار پھیرا کرنے لگے۔ مگر تحائف کی ٹوکری کو دیکھا اور غمزہ یاد آیا۔ غمزے نے دل میں بگر کو سجائی اور دیہاتی رنڈی کی طرح پھیکے چوچلے دکھا کے یہ جا وہ جا۔

رنڈیوں کے معشوق مکمل چار نہیں ہوتے اس وجہ سے کسی کے عشق جتانے پر صرف خوبصورتی کے غرور میں اکڑ جاتے ہیں اور اس غرور کے رکھ رکھاؤ میں ہزاروں لاکھوں کی دولت سلاح ابلیس کی تیاری میں گنوا دیتے ہیں۔

سلاح ابلیس یا حبائل شیطان سے کنایہ کرنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ عرب کی عورتیں پوری آزاد تھیں جنکے دام ابلیسی میں مرد گرفتار ہو کے فریاد کرنے لگے۔ اور اپنا عیب نظر نہیں آتا اسلیے یہ بہت کم لوگوں نے خیال کیا کہ ہم خود شیطان کا آلۂ بدکاری نہ بنیں تو بہتر ہے۔

ہندوستان کے مردوں نے اتنی ہجو عورتوں کی نہیں کی وہ صرف انکی مکاری کے قائل ہیں "تریا چلتر جانے نہ کوئی خصم مار کے ستی ہوئی" مکاری یعنی کید نسا" کی قائل آسمانی کتابیں بھی ہیں مگر انھوں نے بُرے مردوں کی بھی ویسی ہی خبر لی ہے۔ تعلیم جدید کے شہد لے ستم ازراہ انکسار کہتے ہیں کہ مکر و کید انسانی کمزوری ہے خود ہمارے مظالم نے عورتوں کو مکار بنایا ہمیں لازم ہے کہ انھیں کید و مکر کے استعمال کا موقع ہی نہ دیں۔ خیر اب تو آزادی کا زمانہ آگیا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ اگلے اقوال کیونکر ازروے تجربہ غلط قرار دیے جاتے ہیں۔ جہانتک ہمارے قیاس کی وسعت کو دخل ہے ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمام اقوال ان بڑے بوڑھوں کے ہیں جنھیں بڑھاپے نے "حبّ علّت شہوات" کی عینک سے محروم کر دیا بصارت گئی تو بصیرت کی آنکھیں کھلیں اچھے بُرے کی تمیز ہوئی۔

سقراط سے کسی نے پوچھا "تم کو سب سے زیادہ کس چیز سے ڈر لگتا ہے؟" جواب دیا "عورت سے" یہ بھی بڑھاپے کا زمانے کا واقعہ ہوگا۔

دوسری روایت ہے کہ ایک معلم کسی دوشیزہ کو پڑھا رہا تھا سقراط کا اُدھر سے گزر ہوا تو ہمراہی نے کہا دیکھو زہر پر زہر چڑھایا جا رہا ہے۔ غالبًا یہ بھی پیری کا عہد ہوگا۔ علانیہ مذمت کرنے کے بعد شئے مذموم کی طرف رجحان چہ معنی دارد۔ مشہور ہے کہ حضرت سقراط علیہ الرحمہ نے ایک صورت بدزبان عورت سے شادی کی تھی۔ بدصورت ہو یا نیک صورت۔ تھی وہ عورت ہی۔ تھی وہ سلاح ابلیس تھی وہ حبالۂ شیطان۔ کوئی کتنا ہی

چابک سوار:- ہوں! ہوں!! کمبخت عجب بدلگام ہے"

گھوڑا:- کم سوار و لنگڈن:- جتنے آسن جانا چاہو جاؤ- میرے تیور تو یہی رہیں گے- میری چال بھی یہی رہے گی"

بنا حکیم افلاطون ہو یا عورتوں کے مکر سے کتنا ہی آشکارا ہو اگر افلاس اور ناتوانی کا عذر نہیں ہے تو ضرور کسی نہ کسی تک پہنچ اُتار کے لگا اُچکے گا۔ شاعر کہتا ہے ؎

ماجرائے نوجوانی عہد پیری میں نہ پوچھ
شرم آتی ہے اب اس قصے کو دہراتے ہوئے

ہر شخص کے نزدیک شیر و مکر و کید قابل پرہیز ہے مگر ایک لاکھ میں شاید ایک شخص عملاً اس سے بچا ہو۔ دام شیطانی اور سلاح ابلیسی پر بھنسنے والوں کے سوا اس دنیا میں کون رہتا ہے؟ ایران کے رند بد مشرب حسن مردانہ پر مفتوں ہوئے اور انھوں نے مردوں کو حبالۃ شیطانی بنا ڈالا یعنی حبالۃ شیطان کے نخچیر یا گرفتار ہونے سے نجات نہ ملی۔ اگر نجات ملجاتی تو آج ایران کو نئی کالونی کی ضرورت اپنی آئندہ نسل کیواسطے نہ ہوتی۔

(۱۶)۔ اسنان المشط (کنگھی کے دندانے) اُن دو آدمیوں سے کنایہ ہے جو نیکی یا بدی میں برابر ہوں۔

(۱۷) جو لوگ مختلف ہوتے ہیں اُنھیں کنایۃً بعر الکبش یا نعم الصدقۃ کہتے ہیں بعر الکبش یعنی مینڈھے کی مینگنیاں تتر بتر او متفرق ہوتی ہیں اور نعم الصدقۃ یعنے صدقے کے چوپایوں کا بھی کوئی گلہ نہیں ہوتا جہاں اکٹھا ہو کے بیٹھیں۔ یہ دونو لقب ہندوستانیوں کے لیے غالباً وضع ہوے تھے۔

(۱۸) دقیق النعل۔ ہلکی اور پتلے تلے کی جوتی پہنا ہی کی شدت برداشت نہیں کر سکتی کنایہ ہے نازپروردہ چھمی جان انڈے کے لوک زاکت سے۔ بھونرے میں پائے گئے۔ آفتاب کی گرمی سے گھل جاتے ہیں چاندنی پڑنے سے رنگ میلا ہو جاتا ہے۔ پاؤں کے نیچے چھلا پڑ گیا تو تڑاسے چھینک آئی۔

ایک زری اور آگے بڑھیے۔ یہ لقب یا یہ کنایہ بعض اُن کرسیوں سے بھی تعلق ہو سکتا ہے جنھیں اتفاقات نے حاکم بنا دیا۔ الشذری نازک مزاجی۔ الشذری دقیق النعل۔ سنتے ہیں کہ ایک وکیل کو اُسکے موکل نے مقدمے میں بحث کرنے کی اجازت نہ دی اور کہا میں خود اپنے مقدمے میں بحث کرنے کا مجاز ہوں مجھے بحث کی اجازت ملنی چاہیے۔

یہ درخواست نامنظور رہو تو پھر میں ان حکام کے علاوہ دوسرے حکام مقرر کروانے کی درخواست حکومت میں دوں گا۔ وکیل نے درخواست پیش کر دی مگر اُس سے جواب طلب کیا گیا کہ تم پر کیوں نہ عدالت کی توہین کا مقدمہ چلایا جائے۔ کیسے؟ اسمیں توہین کی کون سی بات ہے؟ مگر دہی رقیق النعلی حکومت نے نازوں پالا پرورش کیا اُسکا یہ اثر ہے کہ چھوئی موئی کے درخت ہو گئے۔

(۱۹) حجۃ المذنب (گنہگار کی دلیل) ایک شاعرانہ کنایہ ہے اچھی صورت۔ خدا رکھے ان اچھی صورت والوں کو انھیں دیکھتے ہی آدمی آپے سے باہر ہو کے گناہ پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آپے سے باہر ہونا "اضطرار" ہے اور "اضطرار" معذور و مرفوع القلم بنا دیتا ہے۔

"کیا کریں مجبور تھے" ؎
بیخودی میں نے لیا بوسہ خطا کیجیے معاف +
اس دل بے تاب کی ساری خطا تھی میں تھا

(۲۰) چھوٹے سے قد والے یعنے ٹھنگنے آدمی کو ابو الزبیبۃ اور لمبے بکس کے لگے کو خیط الباطل کہتے ہیں۔ زبیبہ کے معنی ہیں مویز (منقی) اُردو میں "پلنگ کا پایہ۔ ٹھینگا۔ ٹھرکا۔ پِدا۔ گٹھ بھٹیا بلشت" اسی طرح کے اور الفاظ مستعمل ہیں۔ اور خیط باطل مکڑی کے منھ سے نکلے ہوے تار کو کہتے ہیں جس میں چوڑان کا پتا نہیں ہوتا لمبان ہی لمبان ہوتی ہے سا اردو میں بھی اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ مثلاً
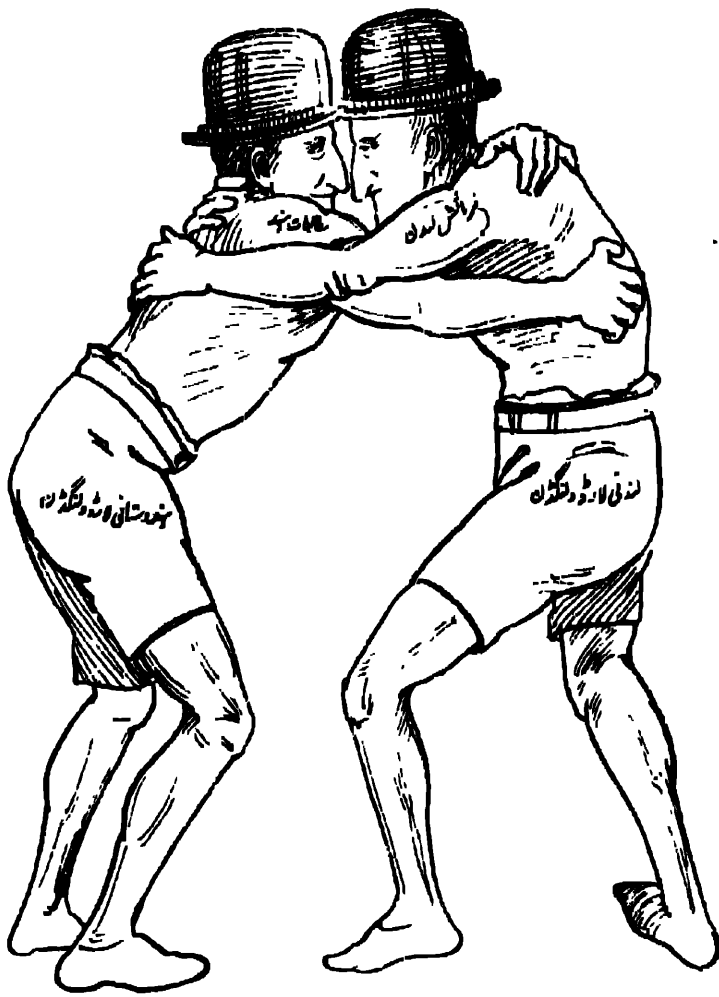
کشتی اپنے ساتھ

تا دیا سے بیاں کی چھڑی۔ لگا کیمپنی ہوتی گلگری۔
اونٹ۔

(۲۱) خلیفۃ المحتضر وہ شخص جو ہمیشہ سفر کی مصیبت میں مبتلا رہے۔ جیسے ریل کے گارڈ اور انجن ڈرائیور یا سیاح۔

(۲۲) مشجب۔ دھوبی کی الگنی کی لکڑی جس پر طرح طرح کے کپڑے پھیلائے اور لٹکائے جاتے ہیں۔ کنایہ ہے خوش پوشاک آدمی سے۔ جو ہر وقت عمدہ اور نیا لباس بدلتا رہے۔

(۲۱) اسنان حمار اور حمار ری العبادی اُن دو آدمیوں کو کہتے ہیں جو بدی اور برائی میں برابر ہوں۔ گدھے کے دانت (اسنان) برابر اور تقریباً ایک ہی قد کے ہوتے ہیں۔ دوسرے کنایے کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ عباد ایک شخص تھا جو گدھوں کا مالک تھا۔ کسی نے پوچھا "تمہارے دونوں گدھوں میں کون سا زیادہ شریر ہے" تو اُس نے ایک کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ"۔ پھر دوسرے کی جانب اشارہ کیا کہ "یہ" گویا دونوں برابر ہیں۔

اُردو میں ایک مثل ہے تیرہ وہ برادر راضی کا بلوا (اُس مثل کی تحقیق اودھ پنچ میں نکل چکی ہے) "ایک توے کی روٹی کیا چھوٹی کیا موٹی" یا "دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں" وغیرہ من الامثال والکنایات۔

(۲۲) ثمرۃ الغراب کہا یہ ہے منتخب درکال الفائدہ چیز سے (ثمرہ = پھل۔ غراب = کوّا) کوّے کی عادت ہے کہ درخت میں سے عمدہ اور نفیس پھل چُن لیتا ہے۔

(۲۳) عرض سابری (خفیف سی غرض جس میں مبالغہ نہ ہو) سابری عربی میں ہلکے کپڑے اور ہلکی زرہ کو کہتے ہیں۔

(۲۴) مقبل الارض۔ (زمین کا سانڈ) ابر سے کنایہ ہے جو کہ زمین کو پیٹ رکھوا دیتے ہیں اور طرح طرح کے شگوفے کھلتے ہیں۔ انھیں معنی میں ہندی شاعروں نے بھی کچھ کہا ہے

بھرتی لے سیگھ دُلہا بیاہن آئے
اندر کے دوارے بادلیہ بوندین کو سہرا
برن برن کے سنگاتی آئے۔ آج دھرتی لے

اس دوہے میں یہ دھرتی جیا دُلہن بنی ہیں۔ دیگھ پیتی اور ساٹ دولہا اندر دیے گئے۔ بوندیوں کا سہرا سر پر باندھا گیا ہے

اور گرت کے موسموں پر پھبتی پڑتی ہے۔ مگر ان دُولہا دولہن کے اجتماع کا مال صرف عربوں کے لیے مخصوص تھا یہ حق اُنھوں نے ادا کیا۔ (باقی آئندہ)

راقم فلاسفر۔

بے محل دراندازی

کچھ ادبی سُنا سُنتے ہیں کہ گاندھی جی اور جیلخانوں کے انسپکٹر جنرل کچھ باتیں اکیلے میں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک غیر متحمل ہوائی جہاز بھن بھن کرتا ہماری پوریاں بیلتا سیدھا اُسی طرف آیا جہاں سے اس کریال میں غل غپاڑا ممکن تھا اور اتنا نیچا اُڑا کہ دونوں کی خلوت بیہراہ گفتگو میں رخنہ پڑا۔ اِس موذی کو دیکھیے کہ نہ پردہ پکارا:۔

"خلوت میں راز و نیاز کی باتیں کرنے والو عجیب حالو ہوائی جہاز آتا ہے"۔ نہ جس طرح لوٹا لیکے لوگ پیچھانے جاتے اور کھنکار دیتے ہیں کہ شاید کوئی دوسرا محو استفراغ مادۂ خوراک ہو تو مطلع ہو جائے اور پھر "آہوں ہوں ہوں" کہہ دے۔ جہاز کے بھناٹے نے گفتگو قطع کر دی۔ گاندھی تو خیر قیدی ہیں وہ کیا بولتے مگر صاحب بہادر بہت بھناتے۔ ہوائی کلب کو لکھا کہ پہلے بھی منع کیا تھا اور اب بھی جیلوں نے سلح خانے پاگل خانے اور ایسے ہی دیگر اسرار خانوں پر اسقدر نیچے اُڑنے کی ممانعت کی جاتی ہے۔ اگر حکم نہ مانا گیا تو پھر بجز فوجی جہازوں کے دوسرے ہوائی جہازوں کے پر کتر دیے جائینگے۔ دُڑ یا سوت۔ گلڑوں کوں۔ اتنی سی خبر سنکے یار لوگوں نے بھونڈے تیتر اُڑانے شروع کر دیے کہ ہو نہ ہو خلوت میں ہائی کے شرائط یا پولیٹیکل مسائل پیش ہو رہے تھے۔

خیر یہ تو بادِ ہوائی افواہ ہے مگر اس حکم سے یہی تو ناپتا ضرور لگا کہ جیلوں نے اور دیگر اسرار خانے ان بیچاری گھر کی چار دیواری میں بیٹھ کے ننگی نہانے والیوں سے زیادہ قابل ستر ہیں جو گھر میں رہنے والوں کو غسل کے وقت گھر سے باہر نکال دیتی ہیں۔ گھر والے تو رہتے ہیں باہر لیکن اوپر سے ہوائی جہاز لپنے تماش بینوں کو ہمراہ لیے ساتھ ستر گز کی بلندی سے ایک ہاتھ آگے ایک ہاتھ پیچھے رکھنے والی اور "وئی ادئی" کی فریاد بلند کرنے والی پر قہقہے لگاتے ہیں۔

ابھی تک اس بدنصیبوں کے واسطے کوئی قانون وضع نہیں ہوا کہ تم نے لپنے صحن تک کی ستر پوشی کا کھو کر لی۔ مال کیوں نہ حکومت نے ادھر گنجان آبادی کے اس میں جو غل پڑتا ہے اُسکی روک تھام کیا۔ کوئی بیمار آدمی رات بھر کی تھکن میں کاٹ کے ذرا سا غافل ہو گیا کہ ہوائی جہاز آ گیا، جلتے نیند غفر دالیں۔ آنکھ اُڑنے کے اوقات بھی معین نہیں۔ نہ لوگوں کو اپنی جھونپڑیوں کی فضا پر کوئی حق حاصل ہے جسکو تو حمیر بھی نہیں ہو سکتا جو کوئی استغاثہ دائر ہو سکے ایک اندھیر ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ لوگوں کی شرمگاہوں پر رحم کرے بجائے کھلے مقاموں پر رفع حاجت کرتے ہیں بعضوں کا پاخانہ ذری نازک مزاج ہوتا ہے ادنیٰ سی کھٹکا میں سارا فضلہ دماغ پر چڑھ جاتا ہے۔ پھر جب تک ایمانہ دیا جائے خارج نہیں ہوتا۔

قہر دندان

واہ! یہ شطارت بھی لکھ رکھنے کے قابل ہے کہ اسکندر یہ کے ایک باغ میں ابراہیم عطار صاحب کسی درخت کے نیچے پڑکے سو۔۔۔ ے تھکے ہوئے تھے۔ نیند کمبخت موت کی بہن ہوش نہ رہا۔ اتنے میں ایک چور آیا اُس نے ہونٹوں کی دراڑ سے طلائی دانتوں کی جھلک جو دیکھی تو منہ میں پانی بھر آیا۔ آہستہ سے ہونٹ ہٹا کے بتیسی غائب کر دی۔ یہ چل وہ چل۔ لاحول ولا قوۃ عطار صاحب کو جب ہوش آیا تو ٹھنڈی ناک کی پھنگی سے گلے ملتے بڑھی سیپی ہونٹوں نے خالی غصہ آیا اور پوپلے سو رہے جو ریہ پیتے گھر آ گئے۔

جن لوگوں کے دانت سونے چاندی کے مُراد ہیں انھیں اس پر لطف حکایت سے سبق لینا چاہیے۔ جبڑے دانتوں کا پہرا اس حالت میں نہیں دے سکتے۔ ہمنے چند سال اُدھر ایک انگریز کو بنارسی باغ میں منہ پیٹتے دیکھا ہے یہ خبر لاٹ صاحب کے ڈنر پید ہو تھا۔ رات کا نہ معلوم کچھ نشہ بھی ہوگا خدا جانے کس چیز سے جبڑا نکل ایک بتیسی بھیل کے گھاس میں جا رہی۔ چراغ وہاں تھا نہیں۔ گھاس بھی اتنی لمبی تھی کہ بڑے بڑے مینڈک چھپ جائیں اور پتا نہ لگے۔ خدا جانے کس جگہ ہو گا۔ آخری لطیف تو لوگوں کی جانٹ میں دانت نکالنے پڑا تو اس کو مسلسل

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھلاتی ہے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا حقیقت میں مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ممتاز المطابع کٹھریا سٹریٹ لکھنؤ میں چھپکر باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و ایڈیٹر شائع ہوا

قیمت فی پرچہ دو آنہ

جلد ۱۷ نمبر ۲۵

مضامین عنبر

مورخہ ۱۹۔ جولائی ۱۹۳۲ء

محبت کے بھوکے

(از فیروز لدھیانوی)

انگلش اخباری کاغذوں کے "ضرورت ہے" کے اشتہار کالم دلچسپیوں کی پوٹ ہوتے ہیں۔ بیکار اور نوکری خواہ گریجویٹ طالب علمی کے ایام کے مستعمل سوٹ پہنے۔ فیس کریم پینٹ رنگ لائی ہے سے حسن فانی کی سابق شان کو قائم رکھے۔ سبزہ خودرو کو سیفٹی ریزر کی مدد سے چھیلے۔ محتاجی اور افسردگی کے نشان پوڈر کی تہہ میں پنہاں کیے۔ چکنے چپڑے چہروں پر شان رعنائی قائم کیے۔ مختلف قسم کی مانگیں نکالے۔ زلفوں کو پرانے ریشمی رومالوں کی ٹپکیاں دیے ہوئے میونسپلٹی کی لائبریری کھلنے کے وقت سے دس منٹ پہلے اس تمنا میں وہاں موجود ہوتے ہیں کہ بدماغ لائبریرین جو ان اہل غرض سے خدا واسطے کا بیر ہوتا ہے آکر دروازہ وا کرے تو سب سے پہلے لپک کر کسی انگلش اخبار کے "WANTED" کالموں پر نظر دوڑائیں۔ و اسلے احتیاج۔

جب کوئی خوش قسمت نوجوان اس اُمید میں کامیاب ہو جاتا ہے یعنی تازہ پرچہ کھول کر مصروف مطالعہ ہوتا ہے تو اسی قماش کے دیگر ارباب حاجت کو یہ استحقاق حاصل ہو جاتا ہے کہ اُسکی کرسی کے اردگرد جمع ہوں اور اُسکے شانوں پر ٹھڈی رکھ کے اسی پرچے کے مطالعہ سے اپنی حاجت رفع کریں۔

ہم بھی اس مناسب موقع کی تاک میں رہتے ہیں گو بفضلہٖ ہمیں ان کالموں کا جائزہ لینے کی احتیاج نہیں کیونکہ ہمارے شلجموں کے اچار کے اشتہار ہماری قوت لایموت مہیا کرنے کے ذمہ دار ہیں وجہ یہ ہے کہ ہماری طبیعت حسن کا قرب پسند کرتی ہے جسطرح کمھیاں گڑ پر۔ بھونرے پھول پر اور پروانے شمع پر جمع ہونے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اسی طرح ہماری طبیعت ان گریجویٹوں سے مانوس ہے اسی صورت پرستی کی لت نے ہمیں برسوں کالجوں اور ہوسٹلوں کے پیالے پر ایک دربان کی صورت سے موجود رکھا۔ لیکن تلخ تجربے نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ اس طبقے کا قرب حاصل کرنے کا آسان اور ارزاں ذریعہ جس میں انگشت نمائی اور زیرباری کا خوف نہیں لائبریریوں کے ہال ہیں۔ یہاں آپ آسانی سے کسی ایسے العڑ بچھیڑے کے قریب کرسی کھسکا کر بیٹھ سکتے ہیں۔ جس نے کبھی پٹھے پر ہاتھ نہ رکھنے دیا ہو اور جسکی بابت یہ روایت ہو کہ ؎

اُچھلتا کودتا منہ مارتا لاتیں چلاتا ہے
وصال اس شوخ کا آساں نہیں جا ایک تاتا ہے

الغرض ہم اسی قسم کی تمناؤں کے پورا کرنے کے لیے لائبریری میں ایک سابق طفل پریزاد کی کرسی کے پیچھے کھڑے ایک ہاتھ میز پر رکھے "وانٹڈ" کالموں کو بہ نظر غور دیکھ رہے تھے۔

ہماری بوگیر ناک ان صاحبزادے دیرینہ ماضی کی زلفوں کے قریب تھی۔ وہی سیاہ زلفیں جو کچھ مدت قبل کانوں کے برابر تھیں اب بھینسیا جونکوں کی طرح لٹک رہی تھیں اور قدردان احباب کی قلت کے باعث ان کالوں سے ایک ادنیٰ درجے کی مہک آ رہی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کسی دوست کو اسکی محبوبیت کے اوقات میں ایسے ادنیٰ درجے کا ہیر آئل تحفتاً پیش نہیں کیا اس لیے میں بحالت تفحص پرچے کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اتفاقاً میری نظر ایک ایسے اشتہار پر پڑی جسکا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے۔

شغل تنہائی آزاد خیال طالبات لیڈی ڈاکٹر اُستانیاں تعلیم یافتہ عورتیں۔ فارغ البال جنٹلمین۔ لیڈیاں۔ احباب کی جستجو میں ہیں۔ سو سے زیادہ مضامین پر دانہ بدلوئل (تبادلہ) ہو سکتی ہے۔ مثلاً فوٹو۔ مستعمل پوسٹل اسٹامپ عجائب غرائب۔ سیاحت۔ مطالعہ وغیرہ وغیرہ۔
تعارف بذریعہ تحریر مفصل حالات ۲ کے ٹکٹ آنے پر۔
المشتہر ....

اس اشتہار کا مقصد ظاہر تھا۔ دنیا محبت کے بھوکوں سے خالی نہیں۔ مندرجہ بالا افراد دنیاوی اغراض میں ہر طرح کامیاب ہیں پھر بھی انھیں ایک سچے دوست کی ضرورت ہے۔ اس اشتہار کے مشتہر کو ان کی اس حالت پر ترس آیا ہوگا اس لیے اس مضمون کا اشتہار درج کر دیا۔ تاکہ ہر مذاق کے احباب اس کے ذریعے سے باہم لکھا پڑھی کر سکیں اور دوستی کے پینگ بڑھائیں۔ سچے دوست حاصل کرنے کا بہت موزوں اور آسان ذریعہ مل گیا۔

میں نے اس جنٹلمین کے ہاتھوں سے یوں اخبار سرکا لیا تھا جسطرح ماں سوتے ہوئے بچے کے ہونٹوں سے دودھ نکال لیتی ہے اور ایک طرف جا بیٹھا۔ میں اب تک بھولا ہوا تھا۔ مصوّر رسالوں کے تازہ نمبر اور ریشمی جرابوں کے جوڑے ہاتھ میں لیے پھرنے اور ان طعموں کے ذریعے ماہرو پڑھن پھانسنے سے بیزار ہو چکا تھا۔ فیس کریموں کی ڈبیوں۔ پوڈر کے کپسول اور ہیر آئل کی شیشیوں کے عوض ہیرو وفادار احباب کی دوستی خریدی نہیں جا سکتی۔ بہتر ہے کہ اس اشتہار کے مضمون پر غور کیا جائے اور اسے ذریعہ کامیابی بنا کر کسی ایسے دوست سے شناسائی اور واقفیت پیدا کی جائے جو مجھے موجودہ مطلبی دوستوں سے مستغنی کر دے۔

نوٹ:۔ اس اشتہار کا مضمون فرضی یا میری جدت طراز کا نتیجہ نہیں۔ دراصل یہ ماہ مارچ کے ایک انگلش اخبار میں موجود ہے۔ اڈیٹر پنچ کو اس اخبار کا نام اور تاریخ اشاعت سے مطلع کر دیا گیا ہے لیکن وہ اسے شائع کرنے کے مجاز نہیں۔ —— (فیروز لدھیانوی)

اس اشتہار میں محبت کے بھوکوں اور دوستی کے حاجت مندوں کی فہرست امیدواران میں پہلا نمبر **آزاد خیال طالبات** کا ہے۔

مجھے آزاد خیال طالب العلموں کی دوستی کا بہت ناگوار تجربہ ہو چکا ہے۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کے

چپتا ہے۔ مگر نہیں مجھے اس ضرب المثل کا اطلاق ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اگر طلبا دودھ فرض کر لیے جائیں تو طالبات کو لسّی یعنی چھاچھ قرار دینا غیر مناسب ہے۔ البتہ انھیں ڈبوں کا دودھ کہہ سکتے ہیں یعنی کنڈنسڈ ملک۔

خیر۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ آزادی کی ہوا کے اس جھونکے نے مجھے پریشان سا کر دیا ہے۔ آزاد خیال لڑکیاں ہندوستان کی مسلمہ شرافت اور تہذیب کے برخلاف اگر دوستوں کی تلاش کریں تو جو بندہ پابندہ مجھے کوئی اس چھپاون اور نامہ و پیام پر طعون نہیں کر سکتا اور یہ حجاب خط و کتابت کا شروع کرنے میں مانع نہ ہوگا۔ مجھے تو وسوسہ اور ہی ہے۔

فرض کیجیے اس ایجنسی نے میرا کسی کالج کی طالبہ سے تعارف کرا دیا۔ تو غالباً مجھے رنگین اور مزیدار محبت ناموں سے سلسلۂ واقفیت شروع کرنا پڑیگا۔ گو مجھے اس قسم کی تحریر کی اچھی خاصی مشق ہے۔ اگر کچھ کمی ہوئی تو باہمی مراسلت سے پوری ہو سکتی ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ دوسرے خط کے بعد مجھے اس مفروضہ لیڈی فرینڈ کی طرف سے اگر اس مضمون کا خط موصول ہوا تو پھر کیا علاج ہوگا:-

"مائی ڈیر فرینڈ۔ آپ کا محبت نامہ ملا جس سینٹ (عطر) سے آپ کا لیٹر پیپر بسا ہوا تھا وہ میری سہیلی شیلی کو بہت پسند آیا۔ وہ براہ راست آپ سے خط و کتابت کرنے پر مُصر تھی۔ مگر آپ کی دوستی میں کسی کو شریک کرتے ہوئے مجھے کچھ رقابت سی محسوس ہوئی۔ آپ اسی سینٹ کی نصف درجن شیشیاں بھیج دیں۔

میں نے ایف۔ اے کے امتحان سے فراغت پائی ہے اور بی۔ اے میں داخل ہونے کا ارادہ ہے۔ میرے والد صاحب نے جو رقم کتابوں کے لیے بھیجی تھی مجھے دی تھی میں نے ایک دو ساریوں کی خریداری میں صرف کر دی ہے۔ لہٰذا اپنی تمام کتابوں کی فہرست بھیجتی ہوں۔ مقامی کتب فروش سے سب خرید کر بذریعہ پیڈ پارسل ارسال کر کے ممنون و شکر گزار فرمائیں میں آپ کے لیے تکیے کا ایک غلاف کاڑھ رہی ہوں جس پر "میٹھی نیند" کے حروف گلابی ریشم سے لکھے ہوں گے۔ میں اور لکھتی مگر آج میرا اس ریکٹ ٹینس میں مقابلہ ٹھن گیا ہے۔ امتحان اور اس میچ کی کامیابی کی دعا کریں۔

آپ کی ہمیشہ کے لیے ....

اب فرمائیے کہ میں تو کیا قارون کی دولت بھی ایسی طالبات کے مطالبات کو پورا کرنے سے قاصر رہیگی۔ اور کیا ایسی مہنگی دوستی میں کچھ مزا ہے؟ جب کہ دوست کوسوں دور ہوں۔ مگر ابھی تو میں اُن تمام امیدواروں کا اندازہ کر رہا ہوں۔ امیدواروں میں دوسرا نام لیڈی ڈاکٹروں کا ہے۔ اگر میں کسی نرس یا دائی جنائی کی دوستی کا دم بھروں تو کیا نتیجہ پیدا ہوگا؟ میری دانست میں اگر وہ مجھ سے بے تکلف ہوئی تو مجھے ایسی تحریروں کا مطالعہ کرنا پڑے گا:-

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۴ سنہ ۱۹۳۶ء

بعدالت جناب خان صاحب سید ناظم صاحب بہادر منصف اورنگ آباد ضلع کھیری مقام اورنگ آباد

گیا دھر لال ولد لالمن قوم ویش ساکن بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

درباری سنگھ

بنام درباری سنگھ ولد جوالا سنگھ قوم اہیر ساکن بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

تم مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۳۶ء

بعدالت جناب خان صاحب سید ناظم حسین صاحب بہادر منصف اورنگ آباد ضلع کھیری مقام اورنگ آباد

گیا دھر لال ولد لالمن قوم ویش ساکن بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

بدری

بنام بدری ولد لالتا پرشاد قوم اہیر ساکن موضع بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

تم مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۳۶ء

بعدالت جناب خان صاحب سید ناظم حسین صاحب بہادر منصف اورنگ آباد ضلع کھیری مقام اورنگ آباد

گیا دھر لال ولد لالمن قوم ویش ساکن بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

گرجا دیال

بنام گرجا دیال ولد ہزاری لال قوم اہیر ساکن موضع بیگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت مبلغ [illegible] کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۳۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوے کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

تم مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"میرے عزیز دوست۔

کل مجھے ایک عجیب کیس ملا۔ ایک حاملہ عورت کے شکم سے عجیب الخلقت بچہ پیدا ہوا جسکے دو سر دو ہاتھ، اور چار ٹانگیں تھیں۔ میں نے چار گھنٹے کی کشمکش کے بعد وہ بچہ کاٹ کاٹ کے پیٹ سے نکالا۔ اور اب وہ میرے یہاں اسپرٹ کی بوتلوں میں بند ہے مجھے اس کارگزاری کا معقول اجرت ملی اور اب میں غالبًا پندرہ دن تک آپ کی ملاقات کو آسکوں گی۔ مگر میری آمد اسی وقت ممکن ہے جب آپ اپنے احباب سے اُن کی حاملہ بیویوں کی فہرست حاصل کرنے کے علاوہ پانچ سو روپئے فیس پیشگی لے رکھیں تاکہ آپ کی صحبت سے جو وقت بچ سکے وہ اس مفید دلچسپ اور مبارک شغل میں صرف ہو۔ جو رقم اس طرح ملے گی وہ میرے لیے اس وجہ سے مفید ہوگی کہ میں آپ کے شہر کے تحفے اور سوغاتیں خرید سکونگی۔ اور آپ کے واسطے یوں کہ آپ مزید زیرباری سے بچ جائیں گے۔ مگر اتنا خیال رہے کہ فہرست پورے دنوں والی عورتوں کی ہو۔ ورنہ یوں تو حاملات کی قلت نہیں آپ کے محلے ہی میں معمول سے زیادہ اونچے قبے نما شکم جیتی ارواح کے مقبرے ہزاروں ہوں گے۔

کیا میں ایک لاوارث بچہ آپ کے واسطے بھی لیتی آؤں؟ جو آپ کی تنہائی کے لمحوں کے لیے خوشگوار مصروفیت کا ذریعہ ہو سکے گا۔

آپ کی مخلص نرس ......"

اُستانیاں

میں نے اُستادوں سے کبھی نامہ و پیام نہیں کیا اور ان کی گھر والیوں یعنے اُستانیوں کے سامنے جانے سے بھی کتراتا ہی رہا۔ اگر کبھی قسمت کا مارا اُدھر جا نکلا تو وہ ایک موٹا تازہ بچہ یعنی خلیفہ جی میرے حوالے کر دیتیں۔ تین پیسے اور رومال دے کر ایک دور دراز منڈی سے گوشت لانے کا حکم صادر کر دیتی تھیں۔ میں سیر کا وزنی بچہ اُٹھائے ہوئے منڈی جاتا اور گوشت لے کر اُسی طرح واپس آنا آسان نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں جھیچر لے لانے بھول جاتا تھا اور اس قصور کے عوض اُستاد جی مجھے قبہ تختہ بنانے پر مستعد ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ اُستانیاں اور نیشن کی ہیں یعنے بغیر اُستاد کی اُستانیاں۔ مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ کم سن بچیوں کی کلاس کو پڑھا کر جب یہ گھر واپس آتی ہوں گی تو کسی ہم خیال دوست کا نہ موجود ہونا انھیں ضرور حیران کرتا ہوگا۔ مجھے کسی استانی سے واقفیت حاصل کرنے کی از حد تمنا ہے بشرطیکہ وہ مجھے امتحان کے بعد اپنی طالبات کے پرچے دیکھنے پر مجبور نہ کرے۔ یا میرے شہر کے تاریخی مقامات دکھانے کے لیے معصوم بچیوں کا لشکر لے کر میرے غریب خانے پر وارد نہ ہو۔

اس فہرست کے دیگر امیدوار کھوسٹ ہیں۔ بھلا مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ کسی ایسے دوست سے خط و کتابت پر پیسے گنواؤں جو مجھے اپنا مخلص دوست قرار دینے کے بعد مجھ سے مطالبہ کرے کہ اگر آپ کے پاس ٹمبکٹو اور قسطنطنیہ کے پرانے اسٹامپ جمع ہیں، تو مجھے بھیج دیجیے۔ میں آپ کو کوالالمپور اور سیکھم تریچو آباد کے ٹکٹ بھیجتا ہوں۔ نہ مجھے سیاحت کا خبط بھی نہیں۔ یہاں عمر گزر گئی آگرے کا تاج گنج اور قطب صاحب کی لاٹ کی زیارت بھی نہیں کی۔ ایسے احباب سے دوستی خاک بڑھے گی۔ علاوہ ازیں جہاندیدہ بسیار گوید دروغ۔ اگر کوئی جہنم کی سیر کر آیا ہے تو مجھے اس کے تجربات سے کیا دلچسپی۔ ہاں ایک فرد مرید جو سب سے زیادہ جاذب توجہ ہے وہ اگر اشتہاری چال نہ ہو تو امیر بیوہ کی ہے۔ ایسی ذاتیں اس قابل ہیں کہ ان سے شناسائی بڑھا کے ان کی خوشنودی حاصل کی جائے

مجھے ایک غریب کنواری سے سابقہ پڑ چکا ہے جسے اُسکے والدین نے بطور ایک بیوی کے میرے سپرد کیا تھا۔ امیر بیوہ کی دوستی کا تجربہ حاصل کرنے کی تمنا ہے۔ اگر میں ڈورے ڈالنے شروع کر دوں۔ تو غالبًا یہ جواب آئے گا۔

"میرے مخلص دوست۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کی عادتیں اور خصلتیں بالکل میرے مرحوم و مغفور خاوند کی سی ہیں۔ وہ چقندی بھی باسی کڑھی بھی بڑی رغبت سے کھاتے تھے۔ میرے خاندان میں میٹھے گلگلے خاص ترکیب سے پکتے ہیں۔ اُن کے مرنے سے دو دن پہلے میں نے اپنے ہاتھ کے پکے ہوئے گلگلے انھیں کھلائے۔ عالم نزع میں بھی اُنکے حلق سے گلگل۔ گلگل کی آواز آتی تھی۔ مرتے دم تک بجائے نام خدا کے وہی باتیں اُنکی زبان پر تھیں۔ گلگلی (یعنی میں) اور گلگلا (وہ جب محبت سے مجھے پکارتے تو گلگلی کہہ کر) میں اجازت دیتی ہوں کہ آپ اپنے خطوط میں مجھے گلگلی لکھ کر مخاطب کیا کریں تاکہ میرے حسرت دیدہ دل میں اُن مرنے والے کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

میرا ارادہ ہے کہ جاپان کو ایک لاکھ روپیہ قرضہ جنگ دے کر اسکے عوض میں بانڈ لے رکھوں اور آپ کو بھی یہی مشورہ دیتی ہوں"

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۵۲ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب نواب سید ناظم حسین صاحب بہادر آنریری منصف اورنگ آباد ضلع کھیری مقام اورنگ آباد

گیا دھر لال ولد لالمن قوم دھیلی ساکن موضع میگل گنج پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعی

بنام

رام سہائے

بنام رام سہائے ولد مہادیو پرشاد قوم برہمن ساکن لدھیائی پرگنہ اورنگ آباد ضلع کھیری مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت مبلغ ما بیس روپئے کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتًا یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعوی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اُسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سوگوار شوہر اول آپ کی طالب گفتگو۔

میرا خیال ہے کہ ایک بیوہ سے تعارف پیدا کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ بشرطیکہ اُسے بیوہ ہونے کی عادت نہ ہو۔ بڑی بوڑھیوں سے سُنا ہے کہ بعض عورتوں کے ماتھے پہ ناگنی ہوتی ہے۔ ایسی عورت خاوند چٹ کرنے کی عادی ہوتی ہے اور ساتھ آٹھ خاوند کھا کر کافی مالدار ہو جاتی ہے۔

میں نے مدیر صاحب پنچ پر اعتماد کر کے ان کو امن کمیٹی کا پتا تو دے دیا ہے لیکن میرے اس اشتہار کا وہ ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں اور میں بیوہ کی رہ جاؤں میرا منشا تو صرف ان کے تجربہ سے فائدہ اٹھانے کا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ کے بعد وہ اسی کے ہمراہ ایک نوٹ شائع کر دیں کہ ان امیدواروں میں سے کون سی ذات دوستی کے قابل ہے تاکہ ان کی ہدایت کے بموجب عمل کیا جائے۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

پولیٹکل جنین

مورخوں کا اختلاف ہے کہ میاں بزید جس طرح حسن سیرت سے خالی تھے۔ اُسی طرح حسن صورت سے محروم تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ان کے محلات مخدرات میں سے کسی خوبصورت کو پیٹ رہا۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں یہ دستور ہے کہ تازہ وارد ہونے والے کے بارے میں چہ میگوئیاں ضرور ہوتی ہیں۔ خصوصاً عورتیں تو دل کے فلسفے پر آرزوؤں کی توجیں بھرتی کرنے لگتی ہیں۔ بی بی کو میاں کی خوبصورتی پر اعتماد نہ تھا اس وجہ سے بول اٹھیں کہ "اے ہے خدا نہ کرے جو یہ بچہ اپنے باپ پر پڑے"۔ میاں تھے حاضر جواب فرمایا۔ "بی بی خدا سے دعا کرو کہ باپ ہی پر پڑے ورنہ لوگ اسکی صحیح ولدیت میں شبہ وار دکریں گے اور تیری میری صورت سے اس کی [illegible] ملائینگے پھر خدا ہی جانے کس کے نام لکھا جائے"۔

ہندوستانی پالیٹکس بھی عجب بچہ ہے۔ بارہا پیدا ہوا مگر کبھی باپ کی صورت سے اس کی صورت نرالی۔

ایک مرتبہ جو یہ پیدا ہوا تو مارلے صاحب کی معد وجہد اور منٹو صاحب کی محنت کشی سے مگر قیاس شناس دیکھتے ہی پریشان ہو کے کہنے لگے یہ بچے کی شکل باپ کی شکل سے نہیں ملتی۔ دوبارہ کی پیدائش یا مانٹیگو چیمسفورڈ کی عمل بالتفکیک اور عمل لا انشقاق کی رہین منت ہوئی لیکن پھر بھی یہ معمول اپنے وضع کے لیے کلیۃً مخصوص نہ ہو سکا۔

تیسری مرتبہ لارڈ ریڈنگ نے چاہا کہ "بچہ ہو تو بالکل اینجانب کی شکل کا ہو"۔ لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اب یہ چوتھا دور پیدائش ہے اسے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ، سر سیموئل ہور، لارڈ ولنگڈن اور خوشامدی سندو مسلمانوں کی کارستانی کہنا چاہیے۔ یہ شادی اور کام چہ۔ ہندوستانی سالمات یہ دعا کرتی ہیں کہ یہ بچہ ہو تو ہماری اُبرٹ کی نسل کا ہو اور ولایتی "دوجیا" یہ چاہتے ہیں کہ یہ اس امید میں ہے کہ اگر گورا رنگ ہوا تو پھر بھی ہمارا ہی کہلائے گا۔ اگرچہ فیڈرل سسٹم کا مقتضے یہ ہے کہ سب ہی کی صورت شکل تھوڑی بہت اُس میں ہو۔

عجب لڑکا ہے یہ لڑکا جسے کہتے ہیں "لڑکا"

بچے کے تولد میں ابھی خاصی دیر ہوگی اسلیے یہ پیشگوئی کل ذرا بادرتوں سوخت نہ ہوگا۔ زمانہ جاہلیت عرب میں ایک طریقہ نکاح کا مروج تھا جسے نکاح استبضاع یا مباضعۃ کہتے تھے یعنی ایک عورت دس مردوں سے نکاح کرتی تھی۔ اگر اس وفاقی سسٹم نے "ٹی ہوں لٹی ہوں"

کی آواز دی تو فوراً دسوں وارث زچہ کے پلنگ کے اردگرد کھڑے ہو جاتے تھے۔ اب زچہ کو اختیار تھا کہ جسکا دامن چاہے تھام لے۔ جس کسی کا دامن اُسنے تھاما بچہ اُسی کا سمجھا جاتا تھا۔

فیڈرل نظام کے قیام حمل میں پہلے ہمارے گاندھی جی بھی باوجود زہد و اتقا شریک کر لیے گئے تھے مگر وہ بھاگ نکلے۔ اس بھاگ نکلنے کا نتیجہ ان کے حق میں اچھا ہوا یا بُرا؟ اس کا فیصلہ ہم سے مال لگی بازوں پر موقوف نہیں ہر شخص خدا کی عنایت سے آنکھوں والا ہے کر سکتا ہے۔

اہل عقل کا خیال ہے کہ اس تقریب میں گاندھی کو پہلے ہی سے شریک نہ کرنا تھا۔ اور اگر شرکت ضروری تھی تو پھر بچے کی پیدائش کے وقت تک انھیں آزاد رکھا ہوتا تاکہ گول میزی زچہ جنتے وقت اُن کا دامن تھامتے یا نہ تھامنے میں کامل مختار ہوتی۔

سمن واسطے قرارداد امور تنقیح طلب

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

مقدمہ نمبر ۱۳ سنہ ۳۶ء

بہ اجلاس مولوی ضمیر الاسلام خاں صاحب بہادر سب جج عدالت سب ججی بدایوں ضلع بدایوں

لالہ رتہان چند ولد لالہ پرشاد ی لال قوم ویش بارہ سینی ساکن قصبہ بسولی ضلع بدایوں مدعی

بنام

سید محمد علی وغیرہ

مسماۃ بو لی بیگم زوجہ محمد تقی قوم سید ساکن لکھنؤ محلہ چوک متصل مسجد تحسین صاحب

مدعاعلیہ

ہرگاہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت رہنامہ مبلغ ۶۱-۴ م روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۹ ماہ جولائی سنہ ۳۶ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے وقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۶ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

مرکزی استبداد اور صوبہ وار آزادی کا کشتب نما

پابندی میں آزادی آزادی میں پابندی
تدبیر ہے یہ گندی -- تدبیر ہنرمندی

"جب چاہیں ٹانگ کے ایک جھٹکے میں تمام کتابیں بغل سے نکال لیں۔ زندہ باد سرسیموئل ہور"

[illegible] کہتے ہیں کہ زچہ کو درد لگے ہیں۔ درد کئی طرح کے ہوتے ہیں [illegible] درد۔ دوسرے جھوٹے درد۔ تیسرے پچھلے درد جو کہ جن لینے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ حکومت کے کاسہ لیس اعلان کرتے ہیں کہ یہ سچے درد ہیں کوئی دم میں ایک کے دو ہوا چاہتے ہیں۔ کانگریس والے قائل ہیں کہ یہ جھوٹے درد ہیں ابھی تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو۔ اہل خبرت کا بیان ہے کہ بچہ مدت ہوئی عالم کون و فساد میں متولد ہو چکا۔ مصلحت مخفی رکھنے ہی کی تھی جن دردوں کی فریاد آج بلند ہوئی ہے وہ پچھلے درد ہیں۔ سا بہ معنی کہ اگر ولادت نہ ہوئی تو سٹمو رانجیری کے حصے کی فہرست نہ بنتی۔ اور صوبہ دار آزادی کی ابھولی کے دعوت نامے تقسیم نہ ہوتے۔ انتظار صرف اتنی سی بات کا ہے کہ پنڈت جواہر لال اور خان عبد الغفار گاندھی شریک نکاح ہونے کا اقرار کر لیں۔

جواہر لال ہیں تو مہ کے پنڈت "مین میکھ" نکالنا انکی سرشت میں داخل ہے۔ ورنہ گاندھی تو مدت ہے لنگر لنگوٹا کس چکے ہیں۔

ایسی حالت میں نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قریبا لود جنین مسعود ہوگا یا منحوس آثار بُرے نظر آتے ہیں تجارت سوخت زراعت پامال صنعت ندارد۔ حرست معطل۔ فسادات جادہ افروز۔ حکومت اسپہ اڑی ہوئی ہے کہ بچہ ہوا تو ہندوستان کے سر منڈھا جائے گا چاہے اُبوت سے گاندھی اور کانگریس اقرار کرے یا انکار۔ گاندھی اور کانگریس دونوں اس بات پر جم گئے ہیں کہ جب تک لونڈے میں ہماری خاص نشانیاں پائی نہ جائیں گی ہم ہرگز اسے خاندان میں شامل نہ کریں گے۔ دیکھیے اس کشمکش سے نجات کب ہوتی ہے۔

کیا تعجب کا مقام ہے کہ ہندوستانی اور انگریز دونوں ایک طبعی خاصیت یعنی "تولید بالمثل" سے یک لخت محروم ہو گئے "گندم از گندم بروید جو ز جو" کا قانون گویا باقی ہی نہ رہا۔ شیر لی بیل جننے کی فکر میں ہے اور گائے تیندوا۔

اگر ہندوستان میں صرف ڈاکٹر اقبال کی (مسلم کانفرنس) برادری والے بستے ہوتے تو کچھ دشواری نہ تھی کیا معنی کہ "الولد للفراش" کے دستور کی بموجب یہ لڑکا صحیح النسب قرار پا جاتا اور یہ اُسے اللہ آمین کر کے پال لیتے۔ مگر مسلمانوں کا یہ گروہ بہت چھوٹا سا ہے۔ اکثریت کی تائید اسے حاصل نہ ہوگی۔

تناتنی کا نتیجہ

پہلے تو یہ مشہور تھا کہ حکومت انگلستان آئرلینڈ سے نافرمانی کی عقوبت میں اُسکے مصنوعات پر سو فیصدی ٹیکس حاصل کرے گی اور اس طرح جو رقم آئرلینڈ سے انگلستان کو ملتی تھی وہ پھر حاصل ہو جائے گی۔ پھر یہ مشہور ہوا کہ آئرلینڈ نے بھی مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ انگلستان کی مصنوعات کو ممنوع قرار دے گا یعنی اگر آئرلینڈ کی صنعت گراں ہوئے دیگر ممالک کے مصنوعات کا مقابلہ نہ کر سکے گی تو انگلستان کے مصنوعات کی صورت آئرلینڈ میں بھی دکھائی دے گی ؏

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر [illegible] نہیں ہوگا
کمر میں قاتل کی اوٹ مگر یہ تیغ تو بھی نہیں رہیگا

اس اینٹھ کی وجہ اور [illegible] یعنی [illegible] بنا پا پڑ کر دونوں بیٹھ گئے۔ اور عجب نہیں کہ دونوں کو غش آیا ہو لیکن اس کا اثر مسٹر جان بل کے سر اقدس پر کچھ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیا معنے کہ ۱۵ جولائی کی آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر جب کہ سوتا سنسار جاگتا ہمارا رنیزے میکڈانلڈ شب زندہ دار کا ہنگام تھا ٹیلیفون کے ذریعے سے مسٹر ڈی ولیرا کو دعوت دی گئی۔

" آؤ میرے پیارے روٹھو نہیں میں تمہیں گلے سے لگانے کا بہت مشتاق ہوں "

وہاں سے جواب آیا "بہت خوب بندہ حاضر ہوتا ہے"

یہ ایک ایسی تناتنی تھی جس کا اختتام یقینا صلح پر ہوگا۔ اگر اس معاملت میں مونچھیں آئرلینڈ کی نیچی ہوئیں تو کوئی بات نہیں۔ آئرلینڈ وہی تو ہے جس نے برسوں انگلستان کی جوتیاں سیدھی کیں۔ برخلاف اس کے اگر خدانخواستہ دشمنوں کے کان بہرے ہمارے انگلستان صاحب عظیم الشان گراں قدر پسپائی کی پالیسی پر عامل ہوئے تو پھر بہت سے کوتاہ آستینوں کو درازدستی کی جرأت ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کندھے پر ہاتھ رکھ کے لگان کا داؤں گانٹھنے کو گلے ملنے سے تعبیر کریں۔

حسین آباد کی تولیت

ہمارے شہر میں شہزادوں اور شاہی اہل خاندان کا ایک دلچسپ دنگل اس ہفتہ میں ہوا انتخابی کشتی کے سر کرنے کا سہرا پرنس ممتاز قدر مرزا محمد صفدر علی عرف بہادر نواب صاحب کے سر رہا۔ مرزا ممتاز قدر کے والد ماجد ننھیال [illegible] سے براہ راست محمد علی شاہ [illegible] بہادر نواب صاحب باعتبار تعلیم گریجویٹ ہیں۔ باعتبار معاشرت نیک نام [illegible] اور سلیقہ دار ہیں۔ لہذا یہ انتخاب ہر طرح سے قابل ستائش ہے۔

[illegible] رضا علی خاں بھی خاندانی فرد ہیں۔ گریجویٹ ہیں۔ ہونہار ہیں۔ وکالت پیشہ ہیں۔ نیک ہیں۔ انکا دوسرا نمبر رہا۔

اس وقت میں یہ عجب دل لگی ہے کہ پہلے چار آدمیوں کا انتخاب ووٹ کے ذریعہ سے ہوتا ہے پھر بہ ترتیب چاروں نام حکومت کے سامنے رکھے جاتے ہیں اور حکومت کبھی الٹ پھیر [illegible] کبھی خصوصیت کے اعتبار سے ایک نام پر صاد بنا دیتی ہے۔ الٹ پھیر صاد بنانے کی مثال اس امیر سے دی جا سکتی ہے جو سائل کے دست بسوال ہوتے ہی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتا تھا۔ جتنے بال ہاتھ میں ٹوٹ کے رہ جاتے بس اُتنے ہی پیسے یا روپے سائل کو

مل جاتے۔ تمہ حکایت یوں ہے کہ ایک سائل نے سوال کیا امیر نے حسب عادت داڑھی سے اشارہ کیا مگر اتفاق کی بات ہاتھ میں نہ طاق آیا نہ جفت۔ انھوں نے کہا پھر تو تمھاری قسمت بُری ہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ قسمت بُری نہیں بشرطیکہ حضور کی داڑھی ہو اور خاکسار کا ہاتھ۔

یا جس طرح انتخاب اناجیل کی کونسل میں روح القدس کی مدد مانگ کے یاروں نے آنکھیں بند کیں اور تریسٹھ انجیلوں میں سے چار (مروجہ) ہاتھ میں آگئیں اب وہی چار مستند ہیں باقی مسترد۔

یا ایک عامیانہ استخارہ ہے جس کی ترکیب یہ ہے کہ آنکھیں بند کیجیے گال پھلائیے دونوں ہاتھ پھیلائیے دونوں ہاتھوں کی بیچ کی انگلیاں رفتہ رفتہ باہم پیوست کیجیے اگر انگلیوں کے سرے آپس میں مل گئے تو استخارہ بہتر آیا اور اگر پور پر پور نہ بیٹھی تو منع۔

بہرحال ہم بہادر نواب صاحب کو تہنیت دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ انتخاب کا مرحلہ اُن کے حق میں طے ہو جانے کے باعث وہ نامزدگی میں بھی کامیاب ہوں گے اسکے ساتھ ہی اپنے دوست محمد نواب صاحب سے اظہار ہمدردی کرتے اور انگلیوں کے ملنے تک انتظار کا مشورہ دیتے ہیں۔

مطارحہ اور انعام حسن تحریف

گو نامکندے مگر گونڈے سے نکلتا ہے یہ وہی شہر ہے جو ہمارے کرم دوست اصغر گونڈوی کا مسکن خاص ہے اور اس اعتبار سے شاعری کا مولد بھی ہے۔ ۱۶ جون کے گونڈے میں انتخاب غلط کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے بمضمون میں مذکور ہے کہ گورنمنٹ ہائی اسکول بارہ بنکی میں ہوا ایک مشاعرہ۔ مشاعرے میں تمغے بٹے۔ اول درجے کا تمغا ایک طالب علم ارشد علی جنون (تخلص) کو ملا مگر انعام تقسیم کرنے والوں نے یہ نہ دیکھا کہ جنون صاحب نے اشعار انھیں کے طبع زاد ہیں یا کسی اور کے۔ [illegible] صاحب فرماتے ہیں ؎

دل ایک جگر ایک مگر داغ ہزاروں
گل نخل تمنا میں زیادہ ہیں ثمر سے

حضرت شوق نیموی مرحوم کے چھپے ہوئے دیوان میں ہے ؎

ہیں داغ ہزاروں جگر و دل فقط ایک ایک
گل نخل تمنا میں زیادہ ہیں ثمر کم

جنون صاحب ارشاد کرتے ہیں ؎

چھپ کر بھی جو تم گھر کو نکلتا ہے پتا
اک چاند نکلتا ہے نکلتے ہو جدھر سے

شوق مرحوم فرماتے ہیں ؎

چھپ کر بھی کہیں جاؤ تو کھلتا ہے پردہ
اک چاند نکلتا ہے نکلتے ہو جدھر تم

گونڈہ کے ایک محترم بزرگ نے ہم سے استفسار کیا ہے کہ اقسام شاعری میں سے جنون صاحب کے یہ دونوں شعر کس قسم میں داخل ہیں۔ سوال ٹیڑھا ہے مگر جواب سیدھا سا ہے کہ حضرت یہ صنعت "حسن تحریف" کہلاتی ہے۔ اس میں مہارت کا امتحان اگلے لوگوں نے بھی دیا اور تا قیام قیامت اس امتحان میں لوگ کامیاب ہوتے رہیں گے۔ ایک کاتب لوحی نے قرآن میں جہاں کہیں "آل عمران" تھا اپنا نام لکھ دیا۔ گو یہ حرکت دنیا نے پسند نہ کی۔ مگر فی حد ذاتہ وہ کامیاب ہو گئے۔ غالباً نابغہ جعدی (عرب کا مشہور شاعر) کے برادر عزیز نابغہ کا کلام اپنے نام سے پڑھا کرتے تھے اتفاقاً کسی نے معنی پوچھے یعنی دقیق سے تھے اسوجہ سے معنوی شاعر صاحب ہنسے مگر صفائی کے ساتھ ارشاد کیا الشعر لہ والمعنی لہ وانا اخوہ فاسئلوہ (شعر اُسکا (نابغہ) ہے تو معنی بھی وہی جانتا ہوگا اُسی سے پوچھو۔ میں تو اُسکا بھائی ہوں۔ بہرکیف تمغا مستحق کو دیا گیا خواہ شعر کسی کے ہوں۔ یہی ہماری راے ہے۔

الحفیظ سے تنبیہ

وزیر ہند فرماتے ہیں کہ ہم ہاؤنڈ کے پٹنے والے نہیں

جسکا ہی جاہے استغاثہ۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ بیباک اور دباؤ سہیں؟ استغفراللہ ابھی یہاں کس میں کس کا ہے جو دباؤ ڈالے گا۔

یہ ارشاد بھی بیکار ہے کہ ہم اپنے طریقوں کو بدلیں گے نہیں شد انچہ شد۔ نہ بھی کہتے تو ہمیں یقین ہے کہ آپ یہی کرتے۔

مسٹر شیل آجکل آئرلینڈ میں براجے ہیں جو عرض ہندوستانیوں کو ہے وہی آئرلینڈ ایک ہی مرض کے مریض جب ایک ہی مقام پر اکٹھے کر دیتے ہیں تو بہت مزا آئے۔ سنا ہے کہ عنقریب دو حکم برطانیہ کی جانب سے اور دو حکم آئرلینڈ کی جانب سے آئرلینڈ اور انگلستان کی منازعت کا تصفیہ کریں گے اگر ہمارا یہ بدلصامر یعنی بھی ایک ممبر اس محاکمے کا ہو جائے اور برطانوی حکموں کے سامنے کر لیے تو بہت مناسب ہوگا۔

قید وبند کا سلسلہ تو ڈھیلا پڑ گیا اب نہایت دانشمندی کے ساتھ دیس نکالے پر عمل ہو رہا ہے "چلا جا ؤ تم ایک شام۔ بل کل جاؤ" یہ کی صدائیں گونج رہی ہیں ابٹ کیجیے یہ حکمت کجنک کا زمانہ ہے۔ وا ویلا اگر غلط سے آ نا یا جانا کی۔

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جز و علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اس کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کی آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ نادر بھی اکٹھا اس کتاب میں ملیگا اور حقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مکمل ہے تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گو یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور غیر جانبداری اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ عام طور نہیں تو فقدی کوشش سے فائدہ اٹھائیں رب یا ناداری یا تیمی کا واسطہ دینا خلاف غیرت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستے میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مطالبہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عذاب نامہ نمبر کے نام خود آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لفافے بے نیاز مند خود نہیں بھیج سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی شکایت ہے بس اس عارضہ کا علاج یہی ہے کہ گذشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا خوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عموماً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک اُن میں نہ ہو۔

نوٹ شمار ۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ٹکٹ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۲۶

مضامین

مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۳۲ء

کنایہ انگلینڈ

(از فیروز زادہ صیانوی)

کنایۂ عرب کے عنوان سے ماتحت ایک لطیف اور دلچسپ مضمون اودھ پنچ کے صفحات کی رونق افزائی کر رہا ہے جو غالباً عربی داں علما دیوبند اور بریلی کی درسگاہوں کے عربی خواں طلبا کی ضیافت طبع کے لیے ایک نہایت مرغوب چیز ہوگا۔ اور اس سے یقیناً اردو زبان کو بھی فائدہ پہونچے گا۔ ذیل میں ہم حکومت وقت کی زبان یعنے انگلش کے چند محاورے اور کنایے پیش کرتے ہیں۔ امید ہے شائقین اور رنگیلے ہندی مستوراں ان کا موازنہ عربی زبان کی لطافت سے کرنے کی تکلیف گوارا کرینگے۔ فقط۔

۱- **اولڈ کیٹ** (بوڑھی بلی) ڈھلی ہوئی عمر رسیدہ بدزبان اور لڑاکا عورت سے کنایہ ہے۔ انگلش عورت کے لیے اس سے زیادہ ہتک آمیز خطاب کوئی نہیں ہوسکتا معقول تشبیہ ہے۔ ایک مفتادہ سالہ بڑھیا جس کے گال باسی شلجموں کی طرح بے رونق ہوگئے ہوں۔ گردن ابھر گئے مانند ہو حسن رفتہ کے صدمے اور رقابت کے جوش سے غیظ آلود ہو کر نوجوان عورتوں سے آمادۂ جنگ رہتی ہو تو اس غرانے والی زال کو بوڑھی بلی کہنا مناسبت سے خالی نہیں۔

۲- **کٹن** - (بلی کا بچہ) نوجوان۔ شوخ چلبلی۔ دبلی پتلی کامنی عورت سے کنایہ ہے۔ جسطرح بلی کا بچہ اون کے گولے کے ساتھ کھیلتا ہے اسی طرح یہ عورت انگلش عشاق کے دل کو چوہا سمجھ کر قلابازیاں کھاتی اور دل بہلاتی ہے۔ کسی نوجوان مس کو کٹن کہنا گویا اسے چلبلی ستم آفریں۔ دلچسپ شوخ اور کمسن قرار دینا ہے۔

۳- **اولڈ ڈاگ** - (بوڑھا کتا) بہادر مستقل مزاج جنگجو اور اپنے حقوق کی حفاظت کرنے والے مرد سے مراد ہے۔ کسی مستعد اور بے تکلیف سے نہ گھبرانے والے سینہ سپر ہو کر حوادث کا مقابلہ کرنے والے انسان کی بہترین توصیف بھی ہوسکتی ہے کہ اُسے اولڈ ڈاگ کہا جائے۔ اولوالعزم اور حقوق کے لیے جھگڑنے والے دوست کو بلا تکلف اس لقب سے یاد کرتے ہیں تو وہ بہت شاد اور ممنون ہوتا ہے۔ گر یہاں کسی کو بوڑھا کتا کہہ دیجیے تو مقدمہ کھڑا ہو جائے۔

۴- **پپ** - (کتے کا پلا) کمزور، بخیل اور نالایق مرد کو کہتے ہیں جسمیں خودداری اور وقار کا احساس نہ ہو جو حریف سے عہدہ برآ ہونے کے بجائے دم دبا کر چلاتا ہوا بھاگنے کا عادی ہو۔

۵- **گوز** (بطخ) سادہ لوح۔ نیک طینت بچوں سے محبت کرنے والی عورت کو کہتے ہیں۔ ایک انگلش شاعرہ نے مدر گوز تخلص رکھ کر بچوں کے لیے لوریوں کی نظمیں لکھی ہیں جو تمام دنیا میں بہت مقبول ہیں۔

۶- **چپ آف دی اولڈ بلاک** (پرانے شہتیر کا ٹکڑا) اُس جوان سعید سے مراد ہے جو اپنے آبا و اجداد کی روایات کا عامل ہو۔ جس کی عادت خصلت اپنے باپ کی مانند ہو سپوت کے ہم معنی ہے۔ یہاں بھی کسی کو بزرگوں کے قدم بقدم چلتے دیکھ کے لوگ کہتے ہیں "آم کا پھل آم ہی میں لگتا ہے"۔

۷- **سکائی پائلٹ** (آسمانی رہنما) دینی مقتداؤں اور پادریوں کا لقب ہے جو عصیاں کے متلاطم سمندر سے دنیا داروں کی کشتی کو آسمان کی طرف لے جائیں۔ اور روحانی بیڑے کے ناخدا اور رہنما ہوں۔

۸- **اولڈ ٹار** (پرانا تارکول) جنگی کشتیوں اور جہازوں کو سمندر کے آب شور سے محفوظ رکھنے کے لیے تارکول سے چپڑتے رہتے ہیں اس لیے پرانے ملاح کو جو بحری خدمت کے باعث تجربکار ہو جائے۔ اولڈ ٹار کہتے ہیں۔ یہاں انہیں معنوں میں "بوڑھا ناگ" بولا جاتا ہے یعنی بہت ہوشیار ہے اگرچہ یہ کسی قدر ایک طعن آمیز لفظ ہے۔

۹- **شیخ** - (یہ عربی لفظ انگلش ادب میں مروج ہوگیا ہے) جوان مرد۔ رنگیلے اور عاشق مزاج مرد کو کہتے ہیں۔ انگلش فسانوں میں اسکا استعمال عام ہے جو مرد فرقہ اناث میں مقبول ہو۔ خوش پوش ہو۔ جوان رعنا ہو۔ جس پر عورتوں کی اکثریت ریجھتی ہو۔ جو لگاوٹ اور اختلاط کے فن میں مہارت رکھتا ہو اُسے شیخ کا القاب عطا ہوتا ہے۔ ہندستانی شعرا نے بھی لفظ شیخ کا استعمال کیا ہے لیکن ان معنوں میں نہیں۔

سیاحت کی دلدادہ یورپین لیڈیاں ریگستانوں کو عبور کرکے جب ملک عرب میں پہونچیں تو انھیں بدویوں کا حسن۔ ان کی سادگی خیموں کی سکونت نخلستانوں کے پرفضا نظارے۔ خانہ بدوشی کی زندگی۔ اونٹوں کی قطاریں اور کاروانوں کے جرس کی صدائیں عربیوں کی حُدی خوانی کچھ ایسی بھائی کہ دنیا بھر کے مرد ان کی نگاہوں میں ہیچ ہوگئے۔ جسطرح عربی نسل کا گھوڑا دنیا بھر میں بہترین مرکب مشہور ہے اسی طرح بدوی یا عربی مرد بہترین خاوند قرار دیے گئے۔ بہت سی یورپین عورتیں یورپ کی آسائش و آرام پر لات مار کر ان شیوخ کے گھر آن بسیں اور خیموں میں پردہ نشین رہکر نہایت فراغت سے عمر بسر کر رہی ہیں۔

انگلش ادیبوں نے یہ ماجرا دیکھ کر شیخ کا کنایہ اپنی ادب میں مروج کردیا۔

ہندوستانی ادیب تو شیخ جی کو ریاکار عالم بے عمل۔ رندوں کی جان کا بیری ہی قرار دیتے ہیں۔ سیاح لیڈیوں نے عربوں پر لٹو ہو کر یہ موقع دیا کہ یورپ کے کھسیانے اور منفعل ادیب رنگیلے اور عیاش مرد کو شیخ کا لقب دینے پر مجبور ہوے۔

۱۰- **جگرناٹ** (ہندوستان کے معبد جگن ناتھ سے مراد ہے) گردش روزگار۔ جور فلک ناہنجار سے کنایہ ہے ضعیف الاعتقاد

ہندو جوش عقیدت سے اندھے ہو کر ایک رتھ کے تلے کچلے جا کر مکتی پانے کو کار ثواب خیال کرتے تھے۔ ایک بھاری رتھ جس میں مورتیاں رکھی ہوتی ہیں اور جسکے ہمراہ مجمع کثیر اور انبوہ عظیم ہوتا ہے جلوس کی صورت میں نکالی جاتی ہے گذشتہ زمانے میں ہندو اس کے تلے عمداً لیٹ جایا کرتے تھے تاکہ پران تیاگ کر بیکنٹھ باسی ہو جائیں کسی ادیب انگلش سیاح نے یہ نظارہ دیکھ کر زندگی کی تلخ کامیوں اور حوادث کے بارگراں سے روزگار یعنی جگرناٹ کا لقب دیا ہے۔

۱۱۔ **کوکونٹ** (ناریل) ایسے دماغ سے کنایہ ہے جس میں بھس بھرا ہو۔ عقل و علم عاری ہو۔ دانش و فراست سے خالی ہو۔ عموماً غیر معروف شعرا کو نٹ کہتے ہیں جنکے کلام سے حمق اور جہل نمایاں ہو۔

۱۲۔ **کِڈ** (بکری کا بچہ، کم سن۔ چالاک اور شوخ بچے سے مراد ہے۔

۱۳۔ **فلیپر** (دوشیزہ) کم سن۔ بے باک۔ شوخ لونڈوں گھیری لڑکی کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ پرندہ جسکے نئے پنکھ ہوں اور مائل پرواز ہو۔ فلیپنگ کے معنی پھڑپھڑانے اور گنڈے توڑنے کے ہیں۔ ایسی فلیپروں کے غول کے غول سڑکوں پر پھرتے اور مردوں سے چہل کرتے ہیں۔ ربڑ کے غبارے اڑانا۔ فوٹو کھنچنا اور مشاہیر زمن کے دستخط اپنی نوٹ بک میں حاصل کرنا ان کا شغل ہے۔

۱۴۔ **ہاؤنڈ** (سگ تازی) سراغ رساں اور جاسوس سے کنایہ ہے جو شخص کہ مجرموں کا پتہ چلانے اور جرم کا سراغ چلانے میں ہو گیر یا تازی کتے کی سی مہارت رکھتا ہو اسے ہاؤنڈ کہتے ہیں۔ غالباً یہ جدید اصطلاح ہے اس لیے کہ کتوں کے ذریعے سے جاسوسی جدید فن ہے۔

۱۵۔ **کاپر**۔ (تانبا) سپاہی یا پولیسمین سے کنایہ ہے۔ اس کا منشا بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ امن عامہ کے یہ حامی ہو خالص ہونے کے مدعی ہیں۔ کسوٹی پر کستے ہی تانبے کا کس ظاہر کرتے ہیں۔

۱۶۔ **اولڈ فلیم** (پرانا شعلہ) سابق معشوقہ سے مراد ہے۔ وہ عورت جسکی جوانی کی دوپہر ڈھل چکی ہو۔ تابش حسن ماند اور کمزور ہو۔ جسکے دیدار سے الفت دیرینہ کی چنگاری دل کو ذرا گرما دے۔

۱۷۔ **شائیلاک** (بے رحم قرضخواہ) عیار جعلساز اور امیر سا ہوکار کو کہتے ہیں اس نام کا ایک مشہور یہودی تھا جسکا تذکرہ شیکسپیر نے ایک ڈرامے میں کیا ہے۔

۱۸۔ **شارک** (ایک خونخوار مچھلی) چوری کا مال لینے والے سے کنایہ ہے۔ غاصب اور غریبوں پر ستم کرنے والے کو بھی اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مچھلی چوٹ کرتی ہے اسکے دانت آری کی طرح ہوتے ہیں۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱ بقایا مالگذاری ضمن ۱۲

بعدالت جناب شیخ انعام اللہ صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیلدار ملیح آباد ضلع لکھنؤ مقام تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

بہادر ولد بابو رام قوم ... ساکن موضع منڈیاؤں پرگنہ مہونہ تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ مدعی

گومتی پرشاد و سنگم لال پسران ... پرشاد برہمن ساکنان موضع منڈیاؤں پرگنہ مہونہ تحصیل ملیح آباد مدعا علیہ

بنام

گومتی پرشاد و سنگم لال پسران ... پرشاد قوم برہمن ساکنان ... موضع منڈیاؤں پرگنہ مہونہ تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

واضح ہو کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۹ ماہ اگست ۱۹۳۱ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام تحصیل ملیح آباد اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم تائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۰ ماہ جولائی ۱۹۳۱ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

اطلاعنامہ واسطے ظاہر کرنے وجہ اس امر کے کہ حکم نیلام قطعی کیوں نہ صادر کیا جائے

بعدالت منصفی محمد آباد گوہنہ مقام ضلع اعظم گڑھ

باجلاس سید سراج الدین صاحب بہادر منصف محمد آباد گوہنہ مقام اعظم گڑھ

مقدمہ نمبر تکمیل ۳۲۹ سنہ ۱۹۳۰ء

مقدمہ ۷۲ سنہ ۱۹۳۱ء

محمد حنیف خان ڈگری دار سائل

بنام

مزمل وغیرہ مدیون ڈگری فریق ثانی

بنام ہندہ حسینی و حمایت حسین پسران نثار علی مرحوم ساکنان موضع بھدان پور پرگنہ بہرہ ضلع فیض آباد

ہرگاہ مدعی ڈگری دار مذکور الصدر نے درخواست صدور حکم قطعی واسطے نیلام جائداد مرہونہ متعلقہ ڈگری نمبری ۳۲۹ سنہ ۱۹۳۰ء جو کہ بتاریخ ۳۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء عدالت ہذا سے صادر ہوئی تھی بمطالبہ مبلغ ... گذرانی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تم کو کوئی عذر نسبت صادر ہونے حکم قطعی نیلام جائداد مذکورہ کے ہو تو اس عدالت میں بتاریخ ۱۲ ماہ اگست ۱۹۳۱ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً و وکالتاً یا بذریعہ مختار مجاز حاضر ہو کر پیش کرو۔ آج بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

اطلاعنامہ واسطے ظاہر کرنے وجہ اس امر کے کہ حکم نیلام قطعی کیوں نہ صادر کیا جائے

بعدالت منصفی محمد آباد گوہنہ مقام ضلع اعظم گڑھ

باجلاس سید سراج الدین صاحب منصف محمد آباد گوہنہ مقام اعظم گڑھ

مقدمہ تکمیل ۳۳۰ سنہ ۱۹۳۰ء ابتدائی

مقدمہ ۱۷ سنہ ۱۹۳۱ء

محمد حنیف خان ڈگری دار سائل

بنام

محمد صدیق وغیرہ مدیون ڈگری فریق ثانی۔

بنام ہندہ حسینی و حمایت حسین پسران نثار علی مرحوم ساکنان موضع بھدان پور پرگنہ بہرہ ضلع فیض آباد

ہرگاہ مدعی ڈگری دار مذکور الصدر نے درخواست صدور حکم قطعی واسطے نیلام جائداد مرہونہ متعلقہ ڈگری نمبری ۳۳۰ سنہ ۱۹۳۰ء کہ جو بتاریخ ۳۰ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء عدالت ہذا سے صادر ہوئی تھی بمطالبہ مبلغ ... گذرانی ہے لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر تم کو کوئی عذر نسبت صادر ہونے حکم قطعی نیلام جائداد مذکورہ کے ہو تو اس عدالت میں بتاریخ ۱۲ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء بوقت دس بجے دن کے اصالتاً یا وکالتاً یا بذریعہ مختار مجاز حاضر ہو کر پیش کرو۔

آج بتاریخ ۲۰ ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

۱۹۔ **کاک ٹیل** درحقیقت کئی قسم کے جام شراب سے کنایہ ہے۔ مختلف قسم کی شرابوں کی آمیزش سے ایک بہت تیز اور فرحت بخش مرکب بنایا جاتا ہے۔ اور اسے عموماً دعوت سے پیشتر استعمال کرتے ہیں۔

۲۰۔ **نائٹ کیپ** (کلاہِ شب) اُس آخری جام شراب سے کنایہ ہے جو بستر پر دراز ہونے کے وقت پیا جاتا ہے۔

ضرورت ہے

مائی ڈیر مسٹر پنچ۔ مندرجہ بالا عنوان سے اکثر اشتہارات تمہاری نظر سے گزرتے ہوں گے۔ ہم جیسے بے روزگار کے تو یہاں خواہشمند وجوہ جنکو اخباروں کی بکواس سے کوئی بحث نہیں ہوتی اگر روزانہ اخبار مفت میں مل جائے تو محض وہ کالم جسمیں "ضروریات" کا اظہار کیا جاتا ہے، ضرور پڑھ لیتے ہیں۔ اس قسم کے اشتہارات بہت دلچسپ ہوتے ہیں اور ہم کو تو ان میں خاص لطف آتا ہے۔ مثلاً ہم نے ابھی حال میں ایک اشتہار دیکھا کہ لالہ تمل تمل صاحب کو جنھوں نے اس سال درجۂ اول میں فلسفہ کے شعبہ علم النفس کا ایم۔ اے پاس کیا ہے اور جو مبلغ تین سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہیں ایک ایسی بیوی کی ضرورت ہے جو بہت خوبصورت، تعلیم یافتہ، شائستہ اور خوش مزاج ہو۔ یہ اشتہار دیکھکر خیال آیا کہ لالہ صاحب رام اقبال نے اس موقع پر بھی بہت خست سے کام لیا۔ بایں معنی کہ انھوں نے اس بات کی تشریح نہیں فرمائی کہ خود انکا معیار حسن کیا ہے اور وہ "حسین" کا لفظ کن معنی میں استعمال فرماتے ہیں۔ اُنکے نزدیک گوری عورت خوبصورت ہوتی ہے کہ ملیح رنگ والی۔ انکو آنکھیں بڑی پسند ہیں یا چھوٹی۔ بال جدید فیشن کے مطابق دیتے، چاہئے ہیں یا اگلے زمانے کی گز ڈیڑھ گز کی چوٹی۔ بدن گداز پسند فرماتے ہیں کہ چھریرا۔ قد لمبا پسند فرماتے ہیں کہ متوسط۔ ناک بلند پسند کرتے ہیں کہ اوسط درجے کی۔ گال بھرے بھرے پسند کرتے ہیں کہ پچکے ہوئے۔ گردن صراحی دار چاہتے ہیں کہ موٹی۔ سینہ ابھرا ہوا مطلوب ہے یا تقریباً سپاٹ۔ کمر موٹی چاہتے ہیں کہ پتلی۔ اس کے آگے تشریح کرنے پڑ رہے ہیں کہ تم خفا ہو جاؤ گے۔ مثال کے طور پر اتنے ہی سوالات کافی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اشتہار میں ان سب باتوں کی تشریح کرنا چاہیے تھی۔ اگر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو پڑھنے والے کی سمجھ میں آسکتا تھا کہ وہ خوبیاں کیا ہیں جنکے وجود کو لالہ صاحب رام اقبال اپنی بیوی میں ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً تعلیم سے لالہ صاحب کا مفہوم کیا ہے؟ محض حرف شناسی کافی ہے یا یہ کہ وہ خود بھی لالہ صاحب کی طرح سند یافتہ ہو۔ "تعلیم" یہاں چونکہ لکھنؤ میں محض فن موسیقی کی تعلیم سے مخصوص ہے۔ کیا یہ مراد ہے کہ بی بی تاتھئی تاتھئی کی مشاق اور راگ بٹوں میں کامل ہو۔

خیر ہم اور باتوں کو تو فی الحال نظر انداز کرتے ہیں لیکن ایک کمی اس اشتہار میں اور بھی ہے یعنی لالہ صاحب رام اقبال کو خود اپنی بابت بھی تمام باتیں بالتفصیل لکھ دینا چاہیے تھیں مثلاً یہ کہ میں بہت موٹا آدمی ہوں۔ میرے توند کا پیٹا کم از کم پونے دو گز ہے۔ میرا رنگ نہایت سیاہ ہے۔ ہاتھ پاؤں پیٹ کی نسبت چھوٹے ہیں۔ ناک بہت لمبی ہے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اور میں باوجود اس ہیئت کے موٹا سیاہ سوٹ استعمال کرتا ہوں اور ہیٹ بھی لگاتا ہوں۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ انکی ہونے والی بدقسمت یا خوش قسمت بیوی کو بھی معلوم ہو جاتا کہ وہ کیسے گھر جا رہی ہے اور اُسے کس قسم کے شوہر علیہ الرحمہ سے سابقہ پڑنے والا ہے۔ اور وہ یہ سب باتیں سمجھ بوجھ کر عرضی خدمت میں لالہ صاحب کے پیش کرتی۔

مسٹر پنچ چھوڑو اس قصے کو۔ لکھنے بیٹھے تھے محض ایک خط لیکن ایک دفتر تیار ہو گیا۔ بندہ دنیا کے جھگڑوں سے واسطہ نہیں رکھنا چاہتا اور تم کو محض آپ بیتی سناتا ہے۔ سنو ایک دن کا واقعہ یہ ہے کہ ہم حسب معمول "ضرورت ہے" والے کالم کو دیکھ رہے تھے سامنے ذیل میں ایک اشتہار نظر آیا کہ متلاشیان روزگار جن کو ملازمت نہ ملتی ہو، ہم سے خط و کتابت کریں۔ دستخط دینے والوں کو چاہیے کہ درخواست مسٹر رکھیرا اینڈ کو سروس سیکورنگ ایجنسی محلہ نصیر نگری شہر دلی کو روانہ کریں۔ بندۂ درگاہ جو مدے سے بیٹھے بیٹھے گھبرا گئے تھے۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ جیب میں ٹکے تھے نہیں۔ کئی دن سے قرض پر اوقات گزر رہی تھی۔ اس لیے ایک عمدہ عرضی دھر گھسیٹی۔ عرضی میں اگر ایک بات صحیح لکھی تو دس غلط بھی لکھیں کہ کسی طرح کمبخت ملازمت ملے تو سہی۔ مثلاً عرضی میں ہم نے یہ لکھا کہ خاکسار پڑانا بی۔ اے ہے (یہ سچ ہے) مختلف مقامات میں ملازمت بھی کی ہے (یہ جھوٹ ہے) انجمنوں نے گھروں پر جا جا کے ٹوٹکے ضرور پڑھائے تھے۔ آپ جانیے اس طرح کی ملازمتوں کا شمار ملازمت میں نہیں کیا جاتا لیکن مطلب تو یہ تھا کہ کسی طرح خواہ وہ جھوٹ ہی بول کر کیوں نہ ہو نوکری مل جائے۔ بہرحال ہم نے بزعم خود نہایت قابلیت کے ساتھ عرضی لکھی

اطلاع نامہ حسب دفعہ ۸۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء صوبہ آگرہ

نمبر اجراء ۱۱ سنہ ۱۹۳۱ء
تاریخ پیشی ۴۔ اگست سنہ ۱۹۳۱ء
بعدالت سید محمد صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم تحصیل قائم گنج مقام تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد

چونکہ بمقدمہ نالش پنڈت سکھ چند ولد سدھ گوپال قوم برہمن ساکن گوسرا پور زمیندار موضع ہیبت پور محال معافی پرگنہ شمس آباد پچھم بنام ترسین ولد بھولی دین قوم برہمن ساکن بھابت نگر مزروعہ موضع مذکور پرگنہ شمس آباد پچھم کاشتکار حقدار موضع ہیبت پور محال معافی پرگنہ شمس آباد پچھم کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت ۸۲ سنہ ۱۳۳۱ف بتاریخ ۱۱۔ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء صادر ہوئی اور مبلغ صہ ۱۱ر جو از روئے ڈگری مذکور واجب الادا ہیں ان کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ آنہ پائی
اصل	
خرچہ نالش	
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	
خرچہ اجرائے ڈگری ...	
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	
میزان	صہ ۱۱ر

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا انفصال ہے لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم بنس ذکور کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ صہ ۱۱ر جو از روئے ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ وصول ہونے اطلاع نامہ ہذا سے ادا کرو۔ نہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتوں سے جن کی بابت بقایا لگان ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ۔

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	محال	نمبر کھیت	رقبہ کھیت کا
شمس آباد پچھم	ہیبت پور	معافی	[illegible]	۰۹ — ۱ لگان ۰۹ — ۰ عسہ ۲ — ۰۰
مہر عدالت	دستخط حاکم			

واہ کیا شکل پائی ہے ہمیر اسلام

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
شاخیں۔ قنوج۔ حیدرآباد دکن۔ دہلی۔
HINA
PERFUMERS
LUCKNOW
ملک کی کمائی اہل ملک کے لیے اُسیوقت مخصوص ہو سکتی ہے جبکہ آپ دیسی صنعت کو ہر حال ترجیح دیں۔ اس اصول پر عمل پیرا ہونے سے آپکا ملک بغیر کسی مزید سعی کے مرفع حال ہوجائیگا۔ آپکا یہ کارخانہ مشہور و معروف اور قدیم ہے آرڈر کی فوری تعمیل کرنے والا خوش معاملگی میں یکتا۔ اور عطر سازی میں بے ہمتا ہے۔ فہرست طلب فرمایئے

یہاں ایک دست سے کل واقعات بیان کیے انھوں نے قہقہ لگایا۔ ہم نے کہا بھائی جان ہمدردی تو در کنار۔ آپ اوپر سے ہنستے ہیں۔ انھوں نے کہا بُرا ماننے کی بات نہیں۔ تم نہایت سیدھے آدمی ہو اور سیدھے آدمی کو آجکل کی اصطلاح میں بیوقوف کہتے ہیں۔ یہ سروس سیکورنگ ایجنسی لوگوں کو ملازمت نہیں دلواتی بلکہ صرف فیس وصول کرتی ہے۔ غالب قیاس ہے کہ ملازمت کی دلالی کے سوا تمام امور مصنوعی ہوں یعنی جاے ملازمت بھی مصنوعی۔ اور ملازم رکھنے والی کمپنی بھی مصنوعی۔ اور جو روپیہ آپ سے اینٹھا گیا ہے اسمیں دونوں کا ساجھا ہو شکر کیجیے کہ آپ نے نقد ضمانت داخل نہیں کی۔ بہر حال اتنا روپیہ تباہ کر کے اب بتاؤ کہ تم نے اس واقعہ سے کیا سیکھا ہے؟

ہم اپنی مصیبت میں مبتلا تھے ہم نے کہا "ہم نے تو کچھ بھی نہیں سیکھا" ہمارے دوست پھر ہنسے اور کہنے لگے "یہ روپیہ تم نے دیے کمپنی کو" مگر خیر حق دوستی میں ادا کرتا ہوں تم اس سے زیادہ روپیہ پیدا کر سکتے ہو جتنا کھو آئے ہو۔ دوست اسی کمپنی کو استاد بناؤ اور لگے ہاتھوں ایسی ہی ایک کمپنی تم بھی کھڑی کر دو۔ میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے ہی عرصے میں عیش کرو گے۔

مسٹر پنچ! ہم نے اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا اور اب انھیں کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل کر رہے ہیں بحمد اللہ نہایت آرام سے گزرتی ہے۔ مہینے میں کم از کم دس بارہ اُلّو پھنس ہی جاتے ہیں۔

(عالی لکھنوی)

پنچ:۔ جیسے آپکے دن پھرے ویسے کہتے سنتوں کے پھریں۔ یہ چالیں صرف اسی لارک عہد دولت مدار کے لیے مخصوص ہیں۔ خدا محفوظ رکھے۔ مثل مشہور ہے "اہل الغرض مجنون" اور اسی مثل سے آپ بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں "سیکھم سیکھ پڑوسن سیکھ"۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہائے ہائے حلوے کھلائے دیتے ہیں

یک ملیلی صاحب تھے۔ ملیلی مفت خورے انھوں نے مفت خوری اور حلوائے خوردن کی ایک راہ یہ نکالی تھی کہ حلوے سے چڑنے لگے تھے امیروں کی صحبت میں اِدھر پہونچے اُدھر مصاحبوں نے تنگڑی لی "اماں حلوے کھاؤگے" شیریں حلوے کے عوض میں اسطرف سے تلخ کلمات یا پر جاری ہو گئے "بہت ترے حلوے کی ایسی تیسی اسلیے باپ کو حلوا کھلا۔ خبردار جو اب نام لیا تو پھر جان کی خیر نہیں۔ انشاءاللہ تیرا فاتحہ اسی خراب چیز پر دلوایا جائیگا"۔

اکثر ان گالیوں کے جواب میں منھ چڑکے حلوے بھرا جاتا۔ اور یہ چیختے "ہائے ہائے حلوے کھلائے دیتے ہیں"۔

ہمارے کرم دوست قاضی سر عزیز الدین صاحب وزیر ریاست دتیا آجکل ولایت میں ہیں اور سُنا ہے انگریزی رئیسوں نے انھیں حلوے پر رکھ لیا ہے۔

دے دعوت، دے دعوت۔ قاضی صاحب کے لیے حلوائے مفت ہر جگہ موجود ہے۔ بفضل خدا وہ طفیلی بھی نہیں ہیں اگرچہ امرا و رؤسا کی صحبت میں بیٹھنے والے ہیں۔ تاہم باوجود طفیلی نہ ہونے کے حلوے سے ناک میں دم آگیا چنانچہ انھوں نے سوء ہضم اور خلل معدہ کی شکایت اپنے ایک مکتوب میں کی ہے جو "ہائے ہائے حلوے کھلائے دیتے ہیں" کے ہم معنی ہے ایک ہندوستانی صاحب تو یوں ہائے ہائے کرتے ہیں اب دوسرے ہندوستانی مسٹر پٹیل کی سنیے کہ یہ بھی اپنی صحت درست کرنے ولایت گئے اور وہاں سے آئرلینڈ کی سدھیاں بھریں۔ سُنا گیا ہے کہ آپ بھی ہائے ہائے کرینگے "ہائے ہائے انگریز زبردستی ہمیں ایک ایسی فیڈرل حکومت کا حلوے کھلائے دیتے ہیں جسمیں کانٹے ہی کانٹے بھرے ہوئے ہیں"۔ بس معلوم شد کہ ہندوستانیوں کی طبیعت دُنیا جہان سے نرالی ہے انھیں جس قسم کا حلوے کھلاؤ یہ چیخنے لگتے ہیں۔

تبدیل جنس کی ہوا

خدا اس وبا سے بچائے۔ انسان سے لے کے حیوان تک اب اپنی جنس بدلنے پر آمادہ ہیں۔ آج کیا ہے فلاں عورت خانم سے خاں صاحب ہو گئی۔ بجا کہتا ہے کوئی منھ پایا ہے خدا دے کہ کلیجہ نہ پائیگا جاتی ہے مگر فلاں مشترکہ بازی کی کھانے میں پیر آسمن ہو گئے ہیں اب انکی بیوی کا کیا ہوگا کسی عورت کے ساتھ اور شوہر کا گھر بند ہو گیا کسی بچے کے روٹی کپڑا دینے والے صورت ہو جائیگا۔ علی ہذا القیاس فلاں گاؤں میں بچھیا بیل دفعۃً بیل ہو گیا جو سیر دودھ دیتا ہے۔ اور موضع فیاضگی گائے سانڈ بن گئی۔ کئی گائیں گابھن ہیں۔ دیکھیے اس تبدیل جنسیت کے نتائج کا بشرطیکہ یہ وبا ذری زیادہ تیزی کے ساتھ اپنا اثر دکھاے ہم کیا ہوتے ہیں۔ دھڑکا ہر ایک دل میں ہے کہ دیکھیے رات کو تو بحالت مردی سونے کا احرام باندھا ہے صبح کو بھی مرد رہینگے یا نہیں۔

ضرورت ہے ایک ایسے قانون میراث و طلاق کی جو اس قسم کے اتفاقی واقعات میں ان کا یا پلٹ ہو جانے والوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔

نوٹ: بوجہ ناد رستی مزاج اس ہفتے کے پرچے میں اڈیٹر صاحب کے مضامین بہت کم ہیں۔ لہذا التماس دعا۔ (منیجر اودھ پنچ)

غذائے روحانی

[illegible] النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب میں کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ [illegible] لکھنؤ

1932
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
سالانہ
ششماہی
دس روپیہ
M.B. KHAN ARTIST LUCKNOW

جلد ۶ — نمبر ۲۸

مضامین

مورخہ ۱۲-اگست ۱۹۳۲ء

سائنس کی نگاہ میں خفگی کا درجہ

گاہ بگاہ جامے سے باہر ہو جانا مفید صحت ہے

(از فیروز لدھیانوی)

صدیوں سے یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ غصہ بری چیز ہے طبیعت پر قابو رکھنا چاہیے۔ شرافت کی یہی نشانی ہے کہ انسان ورندہ نہ ہو جائے۔ اگر کسی نے کچھ کہا اور برا لگا تو اسکے منہ پر تھپڑ لگانے کو دوڑے۔ مذہب، قانون اور سوسائٹی تینوں کا یہی منشا ہے کہ صبر کرو، سختی والی اور بیہم مزاجی سے پرہیز ورنہ انسان نہ سمجھے جاؤ گے۔

لیکن سائنس جسکی ہر تحقیقات نرالی اور ہر تجربہ انوکھا ہے خفگی کو ایک مفید فعل قرار دیتی ہے۔ سائنسداں فرماتے ہیں کہ ایک انسان کی جسمانی صحت کو برقرار رکھنے اور اسکی جوانی کو سلامت رکھنے کے لیے اسے چوبیس گھنٹوں میں مغلوب الغضب ہو کر ایک دفعہ جامے سے باہر ہو جانا ضروری ہے۔ اس سے صحت بحال رہتی ہے۔

مثال کے طور پر کمسن بچوں کو لیجیے۔ یہ باہم کس طرح لڑتے جھگڑتے اور خفگی کی نمائش کرتے رہتے ہیں۔ جب تک سوسائٹی ان کی کمسنی کا لحاظ کر کے ان کے حرکات و افعال سے چشم پوشی کرتی ہے، یہ باہم خوب مصروف جنگ رہتے ہیں۔ ان ایام میں ان کی صحت بحال رہتی ہے اور یہ خوب چونچال اور توانا رہتے ہیں۔ لیکن آخرکار وہ زمانہ آجاتا ہے کہ تہذیب انہیں درسگاہوں میں محصور کر دیتی ہے۔ اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ یہ بچے کمزور، بزدل اور مظلوم طبیعت کے مالک ہو جاتے ہیں اس وقت سوسائٹی ان کو مہذب انسان قرار دیتی ہے کیونکہ ان کی مدافعت کی قوت زائل ہو چکی ہے اور یہ بالکل

ہو جاتے ہیں۔

غصے کا فائدہ

جب ایک انسان کسی وجہ سے غضب آلود ہوتا ہے تو اس کا خون بھڑکتا ہے۔ اس میں جوش اور گرمی پیدا ہوتی ہے۔ یہ گرمی رگوں، پٹھوں کے لیے ازحد مفید ہے۔ یہ جوانی کو برقرار اور طاقت کو بحال رکھتی ہے اور بڑھاپے کی آمد کو روکتی ہے۔

اشتہاری حکیموں کی کسی ٹانک دوا سے بھی انسانی جسم میں وہ گرمی، وہ تندی، وہ جوش اور جوانی کے آثار نمودار نہیں ہو سکتے جو ایک خفگی کی آمد سے دفعتاً پیدا ہو سکتے ہیں۔ غصہ جسم کی فضول چربی کو پگھلا کر اسے ایک طاقتور مادے میں تبدیل کرتا ہے جو توند بڑھانے کے بجائے دیگر اعضا کی نمائش کے کام آتا ہے اور انسان کو تنومند اور طاقتور بنا دیتا ہے۔

لڑاکا جورو

سائنس کے اس نظریہ کے مطابق لڑاکا جورو ایک نعمت ہے۔ وہ ٹھنڈک مانند ہے۔ بے حس اور ٹھنڈے خاوند کو جو دفتر کے کام کی کوفت سے مضمحل ہو کر بھیگی بلی کی طرح گھر میں آتا ہے۔ دو چار جگر خراش طعنے دے کر گرم کر سکتی ہے۔ بلی گھربسی کے چند الفاظ برقی گولیوں کا کام کرتے ہیں اور میاں بشر طیکہ بالکل ہی زن مرید اور سرد مزاج نہ ہوں برافروختہ ہو کر بالمقابل صف آرا ہو جاتے ہیں۔ ان میں ایک برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان کے ہر پٹھے اور ہر رگ میں وہ کھولن ہوتی ہے کہ جھپٹ لگانے اور کاٹ کھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کھولن اور تشنج ٹانک کی گولیوں سے بھی پیدا ہونا غیر ممکن ہے۔ اگر آپ کا ہمسایہ خاندان اس قسم کی خانہ جنگی میں مصروف ہو تو آپ فکر نہ کریں انکے ڈاکٹر کا بل کم ہو رہا ہے۔ ان کی صحت بحال ہو رہی ہے۔ آپ کا مصلح الملک بن کر ان کے معاملات میں دخل دینا اور ان کو ٹھنڈا کرنا ان کی صحت کے لیے مضر ہوگا البتہ جب آپ کو چینی کے پیالوں کے ٹوٹنے اور ہنڈیا کے پھوٹنے کی آوازیں

سنائی دیں اس وقت ذرا گردن بڑھا کر صبر کی تعلیم دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ مگر ذرا فاصلے سے اور اپنے بچاؤ کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

جنگلی جانوروں کی صحت کا راز

آپ اپنے صحن میں پالو مرغوں، کتوں اور دیگر جانوروں کی زندگی کا مطالعہ کریں۔ درجن بھر یا اس سے زیادہ مرغیوں کا نر (مرغا) اپنی قوت، مردانگی اور وقار کو محض اس وجہ سے قائم رکھتا ہے کہ وہ اپنے رقیب اور حریف مرغوں سے مصروف جنگ رہتا ہے۔ یہی حال کتوں اور دوسرے جانوروں کا ہے۔ جنگل کے تمام جانور باہم لڑ جھگڑ کے اپنی طاقت اور توانائی کو بحال رکھتے ہیں۔ لیکن مہذب انسانوں کو یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ ہا! بری بات کوئی غصہ کرتا ہے؟ میاں طبیعت کو قابو میں رکھو۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور قانون کا تجربہ سائنس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور انسان کے لیے صابر اور نرم مزاج رہنا مفید اور مناسب ہے۔ اس لیے ہم سائنس کی اس تازہ تحقیقات سے ناظرین کو مطلع کرنے کے باوجود یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ "من دھیرج رکھو ساجن" اور غصہ تھوک دیا کرو کیونکہ سوسائٹی اس کے برخلاف ہے۔

جب ہم حکیم سقراط کی حکمت پر غور کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک سخت زبان، بد مزاج جھگڑالو لڑاکا عورت سے عمداً نکاح کیا تھا تو ہمیں یہی ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے صبر کی قوت بڑھانے کے لیے ایسا کیا۔ دیگر حکما بھی یہی کہہ گئے ہیں سے

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

جدید سائنس کا اگر یہ حکم صحیح ہے تو اس میں شک نہیں کہ ہزاروں مرنے والوں نے قدیم حکما کے خیالات و ہدایات پر عمل کر کے خون تھوکا ہوگا اور ٹی بی ہو گئے ہوں گے۔

واللہ دنیا عجیب طرح پلٹے کھا رہی ہے۔ ڈاکٹر لوئی کوہنی غذا میں تصرفات انسانی کے خلاف ہیں اس کے یہ معنی ہوئے کہ گھانس کھاؤ، گھوڑے کا کچا دانہ کھاؤ، بھوسا کھاؤ، ادھ کچے پھل کھاکے

گھری بنچاؤ۔ یورپ کے دیگر مقامات پر بھی اس کے خلاف جہاد ہو رہا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ نہ ایک ہاتھ آگے رکھو نہ ایک ہاتھ پیچھے۔ نہ بیٹھنے والوں کو نہ لیٹنے سے ننگے دھڑنگے ہو کر ناچتے پھرو۔ اب یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تفسانیت سے ہاتھ اٹھاؤ اور ہر وقت فرعون بنے رہو۔ رہے بلکے والوں سے دانتا کلکل کرتے رہو۔ جیپٹے ہو۔ جو تم چلیں پہلا تیار ہو۔ سور چاہئے۔

یہ سب کس کی خاطر؟ صحت کی!..... اگر ایسا نہ کیا تو؟..... صحت جسمانی سے ہاتھ اٹھانا پڑے گا!۔ اچھا تو ہے..... یورپ والے پھر جنگلی بن جائیں اور تمدن کی جان لیوا تدبیروں سے باز آجائیں تو دنیا کو چین مل جائے۔ بشرطیکہ علمی ترقی سے بھی منھ پھیر بیٹھیں کیونکہ دماغی محنت جسمانی طاقت کی دشمن خاص ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟ ہزاروں کوس کے فاصلے سے دشمن کی جان لینے والے اوزار کیا بغیر دماغ کی چربی پگھلائے تیار ہو گئے۔

ابھی موجدین آلات خون ریزی کی کمر گھٹے تو ہم جانیں! انھیں روکو فقط۔

ہماری فاقہ مستی کے اسباب اور اُسکا دفاع

(از فیروز لدھیانوی)

ہندوستان میں ایسے کاہل، سست، نکمے اور پست ہمت لوگوں کی کثرت ہے جو زور بازو سے روزی کمانا اور ایمانداری سے اوقات بسر کرنا غیر موزوں خیال کرتے ہیں۔ مناسب ذرائع معاش کی تلاش اور اکل حلال کی کوشش میں مصروف ہونا ان کے اصول کے خلاف ہے۔ یہ لوگ سوسائٹی کے گلے کا طوق لعنت اور ناگوار بار ہیں۔ ان کی کثرت کا یہ اثر ہوا ہے کہ ہندوستان کی غربت اور تنگ حالی روز افزوں ہے۔ ان کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں پیدا ہو کر فطرت پر کوئی بھاری احسان کیا ہے اور دنیا کے ہر شعبے میں ہمارے مصارف کا بار اٹھانا اس کا فرض منصبی ہے۔

وہ کسی قسم کی سعی و حرکت کو عیب خیال کرتے ہیں۔ اگر کمائی کرنے کا کبھی خیال آیا تو وہ یہ چاہتے ہیں کہ یا تو ہمیں عمرو عیار کی زنبیل مل جائے اس میں ہاتھ ڈالا اور جس شے کی ضرورت ہوئی نکال لی۔ یا الٰہ دین کا عجیب و غریب چراغ ہاتھ لگے تاکہ ایک رگڑ میں غریب خانہ شاہی محل بن جائے۔ یا ایسے عملیات کی جستجو میں سرگرم رہتے ہیں جن کی بدولت مصلّے کے تلے سے پانچ روپے روز ملا کریں یا ایسی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں سرگرم رہتے ہیں جو پارے سے چاندی اور تانبے سے سونا بنا سکیں۔ ان کی عمر عزیز ان توہمات میں بسر ہو جاتی ہے اور ایک آنچ کی کسر انھیں ناکام ہی رکھتی ہے۔

تہذیب کی ترقی اور زمانے کی رفتار کا مطالعہ کرنے کی کوشش نہ کرنے کے باعث یہ لوگ مجہول، مفلس، بیکار اور نادار ہی رہتے ہیں۔ دوسرا طبقہ جو ذرا ہاتھ پاؤں ہلانا اور کسی طریق سے روزی کمانا مناسب خیال کرتا ہے اس کی مساعی کا حال اخباروں کے اشتہاری کالموں کے ملاحظہ سے بخوبی منکشف ہو سکتا ہے۔

ٹھگ ودیا کے ماہرین

اخباری کاغذ۔ پوسٹ آفس۔ ریلوے پبلسٹی اور دیگر آسانیوں کے وجود سے یہ توقع تھی کہ سچی اور ٹھوس تجارت کو فروغ ہوگا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ ہماری صنعت و حرفت تجارت اور بیوپار کی بنیاد بے ایمانی اور جعلسازی کی ریتیلی چٹان پر ہے۔ کسی اخباری کاغذ کے اشتہاروں کو غور سے دیکھیے تو یہ بے مصرف۔ فضول اور غیر ضروری اشتہاروں سے بھرے پڑے ہوں گے۔ ہمارے اشتہار باز تاجروں نے نصف صدی کے پرامن زمانے میں ضروری ہندوستانی مصنوعات پیش کرنے کی طرف ذہن راغب ہی نہیں کیا۔ ان کی انتہائی کوشش یہی ہے کہ ہر ممکن طریقے سے خریداروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان سے پیسے چھین لیے جائیں۔ کوئی ایک گھڑی کے ہمراہ دو دوا سے رسٹ واچیں دکھلو ٹیں اور دو سو دیگر انعامات کا وعدہ کرتا ہے ان میں سو سیاہی کی ٹکیاں یا گراموفون کی سوئیاں موجود ہوتی ہیں۔ کوئی دمڑی کے سرمے کے دس روپے چارج کرتا ہے۔ کوئی مردمی کے بکس کے پچاس روپے طلب کرتا ہے۔ کوئی تعویذ کا نذرانہ مانگ رہا ہے۔ کوئی امساک کی گولیاں۔ طلائی شیشیاں اور خضاب کے پیکٹ پیش کرتا ہے۔ الغرض ان فضول اور بے مصرف چیزوں کے علاوہ نہیں کوئی شے ایسی نظر نہیں آتی جس کی خریداروں کو حقیقۃً ضرورت ہو۔

سرمایہ داروں کی مصروفیتیں

امیر طبقے کے لوگ قرضہ کمپنیوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ لائبریریوں کا التزام کرتے ہیں۔ بیمہ کمپنیاں جاری کر رہے ہیں۔ بینک کھول رہے ہیں۔ ان سب کی بنا کھوکھلی ہوتی ہے ان کی اکثریت نقش بر آب ہوتی ہے۔ پبلک کا روپیہ ضائع ہونا یقینی اور منفعت کی امید کم ہے۔ ایسے بہت کم سرمایہ دار ہیں جن کے کارخانے ملک کی حیثیت اور دولت کو فروغ دینے کا باعث ہیں۔ دیسی کاریگروں اور ہندوستانی مزدوروں کو اپنی صناعی اور کاریگری کے جوہر دکھانے کا مناسب موقعہ نہیں ملتا۔ ان کی محنت کی اجرت بہت کم ہے۔ سرکاری نوکریوں کا البتہ بڑا بھاری آسرا تھا اور لاکھوں بندگان خدا ان ملازمتوں میں راحت سے روزی کماتے ہیں لیکن اب تخفیف کے حملے نے یہ ذریعہ بھی کم کر دیا اور سب سے بڑی ملکی جماعت (کانگریس) نوکری کے خلاف ہے۔

ایسی حالت میں ہندوستان کی آبادی ضرور ایسے اعمال کی محتاج ہے جو کسی قدر بدل کے

اضطراب میں سکون کی لذت بن جائے۔ دعا سے تسکین ضرور ہوتی ہے چاہے افلاس کے اصلی اسباب دفع نہ ہوں۔ حضرت داغ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہم تو غنیا دو دفعاں آہ و بکا کرتے ہیں
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ دعا کرتے ہیں

حضرت غالب فرماتے ہیں ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا لہٰذا دعا مانگنی چاہیے۔ لن ترانی کا سا دل شکن جواب ملنا ضروری نہیں لہٰذا قبول کی امید قائم ہے۔

ہاں بھائیو نہ ہاتھ ہلاؤ نہ پاؤں بس دعا کرو کہ "بھیجو اللہ میاں ستر کرور اشرفیاں ڈیڑھ سیر کی۔" آمین۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ ہزار بار آمین۔

"ہمجولی"

حیدرآباد دکن سے ایک ماہواری پرچہ "ہمجولی" شائع ہوتا ہے محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ خویشگی اس کی مؤلف ہیں۔ شکر ہے کہ اس پرچے نے اب کافی ترقی کر لی ہے۔ "حضرت دولھن پاشا دام اقبالہا والدہ ماجدہ ولیعہد بہادر ریاست حیدرآباد دکن" اس کی "اعلیٰ سرپرست" ہیں اور "لیڈی حیدری دام ظلہا" بھی اس کی سرپرست ہیں۔ اتنی بڑی اور محترم ذوات کی سرپرستی حاصل ہونا یقیناً ایک فوز عظیم ہے۔

حضرت دولھن پاشا کا اسم گرامی سرورق کے اعلیٰ حصے میں جلوہ گر ہے اور لیڈی حیدری کا محترم نام تحت میں۔ جب زمین ایسی ہو اور آسمان ایسا تو ظاہر ہے کہ بھلے دن آ گئے۔

ہم پہلے اس موقر ماہوار رسالے پر تبصرہ کر چکے ہیں لہٰذا اب کرر لکھنا بے فائدہ سمجھ کے سیدہ بیگم صاحبہ کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں کہ اب اُن کی محنت ٹھکانے لگی مبارک ہو۔

"وطن کلکتہ"

یہ روزنامہ کلکتے سے نکلتا ہے۔ یہ ایک معتدل نیشلسٹ ہے اور اس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایسے پرچے میں ہونی چاہئیں۔

بنگال میں اردو کی شمع جھلملا رہی ہے اس لیے ایسے پرچوں کی وہاں شدید ضرورت ہے ابھی تو ہم اس کے بقا کی دعا مانگتے ہیں امید ہے کہ بعد کچھ دن گزر جانے کے ترقی کے واسطے دعا کریں گے۔

جناب حکیم نعیم الحق صاحب الوبی اور عبدالمجید صاحب درد اس کے ایڈیٹر ہیں۔ ۸۲ کولو ٹولا اسٹریٹ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے۔

ایک نام کا ایک قدیم لاہوری جریدہ مدت سے نکل رہا ہے اس لیے یہ نام اگر اڈیٹر صاحب نہ رکھتے تو اچھا تھا۔ ناموں کا قحط نہیں نمونہ منگا کے دیکھیے۔

"پاسبان"

ایک ہفتگی جریدہ اس نام کا "جموں" سے نکلتا ہے۔ جموں سے ہندوؤں کا ایک اردو پرچہ "رن بیر" بھی نکلتا ہے۔ مگر انقلابی جوش میں ہندو اور مسلمان دونوں اپنے اپنے وطنی حقوق کے لیے بے چین ہیں۔ بایں معنی دونوں کی بات سماعت کرنی چاہیے۔ باعتبار ترتیب و تحریر اس ہفتہ وار میں کوئی عیب نہیں۔ سلیقۂ ادائے مطلب کافی ہے۔ چار روپیہ سالانہ قیمت ہے معراج الدین احمد صاحب اس کے ایڈیٹر ہیں۔

"معصوم"

سید منظور علی صاحب نظر مظاہری فاضل عربی نے ایک ماہواری پرچہ طالب علموں کو ادبی مدد پہونچانے کے لیے رنگون سے نکالا ہے۔ پرچہ کو دیکھیے اور زبان اردو کی رسائی کو دیکھیے پھر لطف یہ کہ مبتدیوں نے جو مضمون لکھے ہیں اُن کی بھی زبان اچھی ہے۔

بہرحال ہمیں اڈیٹر صاحب کی اس کوشش اردو پروری پر ضرور مسرور ہونا چاہیے۔ یہ پہلا نمبر ہے۔ چھپائی اس کی زیادہ اچھی نہیں ہے غالباً دوسرے نمبروں میں یہ خیال بھی ملحوظ رہے گا۔ مضمون اچھے ہیں۔ یہ رسالہ اسلامیہ اے وی مڈل اسکول ڈلہوزی اسٹریٹ رنگون کے پتے سے طلب کرنے پر مل سکتا ہے ضرور ضرور منگا کے دیکھیے ایک نسخہ کی قیمت دو آنے مقرر ہے۔

کنایۂ عبہر

(۴۶۱) تُرک فلانؔ بھیماں (یعنی فلاں شخص زمین)

سخت درشت پر چھوڑا گیا۔ یا چٹیل میدان میں ہانکا گیا یہ کنایہ ہے مقتول سے۔

(۴۷) حمل محمول علی الادھم (وہ خاکستری رنگ پر سوار ہے) کنایہ ہے مقید ہونے سے یعنی فلاں شخص قید ہے۔ (ادہم قید و بند کو بھی کہتے ہیں) شاید کبھی کسی زمانے میں قیدی خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار کیے جاتے ہوں۔

لکھنؤ میں ایک دُرگا کھیڑا گاؤں تھا سنٹرل جیل اس گاؤں میں بنایا گیا۔ اب دُرگا کھیڑا بھیجے جانے یا بھیجے جانے سے جیل میں پہونچنا مراد لیا جاتا ہے اسی سے متصل عالم باغ ہے دوسری جیل یہاں تیار ہوئی تو زبان زد ہو گیا "فلاں شخص تو عالم باغ میں رام بانس یعنی ہاتھی چنگھاڑ کو لیٹا ہے" اور لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ شخص جیل خانے میں ہے۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے غضبان بن قبعثرے سے کہا لاحملنّک علی الادھم ہم تجھے ادہم پر سوار کریں گے (کنایہ مشہور تھا مگر غضبان نے تجاہل کیا جان بوجھ کے بھولے بن گئے اور کہنے لگے "جس طرح حضور ادہم اور اشہب (ابلق اونٹ) یا گھوڑا جسکی سپیدی سیاہی پر غالب ہو) پر سوار ہوتے ہیں؟"۔

(۴۸) بُعثت الی الاسود والاحمرَ (میں سیاہ و سُرخ کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ حدیث)

یہاں اسود سے عرب اور احمر سے عجم مراد لیے گئے ہیں۔ عربوں کا خاص دلپسند رنگ گیہواں تو تھا اور سیاہ ہے۔ سُرخ رنگ سے نفرت کرتے ہیں شاید اس کی وجہ جنگ اور دشمنی ہو۔ جس کا سلسلہ بہت قدیم ہے عجموں نے اعراب پر بہت زمانے تک حکومت کی ہے اور یہ ٹانڈ اینڈ ی آج تک باقی ہے۔ عربوں کی محبت وطن یا وطنی عصبیت قابل داد ہے۔

ہندوستان میں سرخ سیاہ زرد اور سفید ہر رنگ کے آدمی موجود ہیں اسی وجہ سے یہ کسی احمر اصفر سے دشمنی نہیں رکھتے انھیں سب کچھ پسند ہے۔

کبھی کبھی حضرات عرب اپنی ذلت کو اخضر یعنی سبز رنگ کہ کے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

(۴۹) مساجلہ فخر و مفاخرت سے کنایہ ہے۔ اس کی اصل سجل ہے جسکے معنی ہیں "بھرا ہوا ڈول"۔ فرض کیجیے کہ دو پیاسے ایک کنویں پر پانی بھرنے آئے دونوں کا مقصود یہ ہے کہ ہم پہلے سیراب ہوں۔ اتنی سی بات پر جوتا چل گیا۔ جو شخص جیتا اُس نے مونچھیں مروڑتے ہوئے تیوروں سے مقابل کو دیکھا اور خم ٹھونکنے لگا۔ یہاں پنگھٹ پر اکثر اسی قسم کے معرکے ہوتے ہیں خصوصاً جب دو میں سے ایک فریق ایک گروہ ذات پات میں ہیٹا ہو۔ تو آوازیں آتی ہیں "وہ سسر چمار ہوئے کے ہمرے چاؤ پہ پانی پیت ہے"۔

اکثر بیچارہ نیچ ذات والا مونچھیں نیچی کرکے ہٹ جاتا ہے۔

کاشتکاروں میں کھیت سینچنے پر اسی طرح کی مساجلہ اکثر دیکھی جاتی ہے۔ ایک تالاب ہے دو کاشتکار اپنا اپنا کھیت سینچنا چاہتے ہیں۔ بیڑی لگائی گئی اور مساجلہ کا ڈر باکھلا۔ فاتح اگر دشمن کا سر توڑنے کے بعد درگا کھیڑے جانے سے بچا تو "دسلیت راتاب دادن اورا مونچھ می سزد"

(باقی آیندہ)

راقم

فلاسفر

الور کا قضیہ

ایک چھپا ہوا پمفلٹ جسے حکیم محمد اسحاق صاحب مدیر "مبلغ" دہلی نے مرتب فرمایا ہے دفتر میں موصول ہوا۔ ریاستی معاملات میں دخل دینے کی عادت ہمیں نہیں۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ خواہ کسی قسم کا جھگڑا ہو مگر اُس نے کی تان "مذہب" پر ٹوٹتی ہے پھر بھلا ہم جانب اس میں دخل کیوں کر دیں۔ اور عموماً اس وجہ سے کہ یہ دو چار ریاستیں جو بیرونی خورد بین سے بچی ہیں ان کی اصلاح اگر ہوتی رہے تو وہ انشاء اللہ اس طرز تمدن کی بیہودگی سے جسمیں ہم مبتلا ہیں ریاستی رعایا ضرور محفوظ ہو جائے گی۔ حکمیں ناشنو ہیں اور رعایا خود غرض ہے۔ جھگڑے کی اصلی بنیاد یہی ہے۔ ہماری تحریر یہاں تو خیر ہے ان تک پہونچ نہیں سکتے تو کیوں مفت کا دردِ سر مول لیں انجناب کی بلا سے اگر کہیں کے چیچوں چھیل چکنیا نے رنڈیوں بھڑووں اور لوطیوں کے جمگھٹ میں رہتے ہیں۔ بقول بو انصیبن کے "جو آگ کھائے گا انگارے ہگے گا" رعایا مزاج درست کر دے گی۔

اس خصوصی و عمومی سبب کے علاوہ ایک سبب اور بھی ہے

ہندوستان کے تین خیرخواہ فرشتے

کہ ہمارے قلم کے حق میں صوت کا پیشہ ہے یعنی خود ہماری برادری کے بعض افراد سے اخبار نویسی کو ذریعہ تحصیل معاش بالجبر بنا رکھا ہے۔ بیکار شرد الیان ملک کی دکھتی رگ دبا تے اور اسکی اجرت وصول کر لیتے ہیں اس فہرست میں ہم نے اپنا نام لکھوانا پسند نہیں کیا۔ کیا معنی کہ دنیا ہے بدگمان وہ اپنی جگہ یہی سمجھتی کہ "میاں مٹھو بھی کے ہیں" اس بہانے سے "دو آنا" مطلوب ہے۔ مزا یہ ہے کہ رئیس کی ہجو کرو تب بھی یہی مطلب اور مدح کرو تب بھی۔ اس احتیاط کے باوجود پر بھی لوگ ہماری خاموشی کے دوسرے معنے لیتے ہیں۔ چنانچہ دو چار مضمون بیکانیر، جام پور، الور، کشمیر، حیدرآباد دکن کے متعلق ہمارے دفتر میں پہنچے ہم نے انھیں زنبیل عمرعیار کے حوالے کیا تو بعض نے صاف الفاظ میں عدم اشاعت پر طعنہ دیتے ہوئے ہمیں لکھا کہ شاید معقول منہ بھرائی مل گئی اس سے منہ میں گھنگنیاں بھری ہوئی ہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ "بھائی منہ بھرائی بغیر ہاتھ میں چھری قلم لیے ہوئے ریاستوں سے نہیں ملتی۔ ان کی تعریف کرو تو سمجھتے ہیں کہ مفت کا نمک خوار ہے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ ان پر اثر کرتی ہے تو بس قلم کی چوٹ۔ جن لوگوں کے قبضے میں جاسوس (ڈو ہیے۔ کھو جیے) ہیں وہ تھوڑا بہت کما لیتے ہیں۔ ہمیں خاموشی کی اجرت نہیں ملی۔ قسم کھاتے ہیں!"

بہرحال ریاست الور کے متعلق اس پمفلٹ میں کئی عجیب و غریب امور درج ہیں۔ الور کے ہندو یا پربھو کو شاید عقل کا تھوڑا ہی سا حصہ ملا ہے جسمانی آلات نشاط و لذت کی عمارات جہاں انہاک کے ساتھ کی جاتی ہے وہاں سے عقل اکثر بھاگ جاتی ہے۔ اس پمفلٹ میں پربھو صاحب کی ایک تقریر پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مہاراجہ جے سنگھ جی کے وقت میں دفتری زبان فارسی تھی مگر کسی ہندو نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ ہندو ریاست ہے اسے فارسی سے کیا علاقہ۔ پھر فرماتے ہیں کہ (معترک) والدین کے عہد میں اردو نے دفتر کو سرفراز کیا۔ باایں ہمہ ہندوؤں نے اعتراض نہیں کیا اب چند سال سے میں نے جو اردو کو نکال باہر کیا تو کیوں تمہارے گھٹنوں، پائجاموں میں بھڑیں گھس گئیں۔

انگلینڈ "ابے کیوں...... پھر رہ تو جا"
آئرلینڈ "تمہاری لکڑی میری لکڑی سے چھوٹی ہے!"

بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہے؟ ہم نے مانا کہ ہندوؤں کو اعتراض کی عادت نہیں۔ انھوں نے فارسی، اردو، انگریزی کسی زبان پر اعتراض نہیں کیا تو یہ ان کا فعل تھا اور آپ نے ہندوؤں کے معترض نہ ہونے پر بھی اردو کو دفتر سے نکال باہر کیا تو اپنے والدین کی روش کے خلاف کیا بے شک اگر ہندو مطالبہ کرتے تو حق بجانب ان کے تھا اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فساد کی جڑ خود آپ ہی ہیں۔ پربھو جی اپنی دلیل کی توضیح یوں فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی سمجھ میں اردو نہیں آتی تھی اور ہندوؤں کی تعداد یہاں زیادہ ہے۔ یہ بھی عجیب بات کہی گویا فارسی سمجھ میں آجاتی تھی؟ پربھو جی آگے چل کے فرماتے ہیں کہ (پرائیوٹ مدرسے جو مسلمانوں نے جاری کیے تھے) وہ ناظموں نے بند کرا دیے ان کا افتتاح اس شرط سے قبول کیا جاسکتا ہے کہ یہ مدرسے اردو تعلیم کا ذریعہ نہ ہوں۔ مسلمانوں کی مذہبی کتابیں قرآن و حدیث عربی زبان میں ہے پھر میں نہیں سمجھتا کہ اردو تعلیم کے لیے کیوں کوشش کی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ معلم ان مدرسوں کے الور ہی کے باشندے ہونے چاہییں۔ تیسرے یہ کہ ان مکتبوں اور مدرسوں کی جانچ اور نگرانی ہمارے افسران تعلیم ضرور کریں گے۔

پہلی شرط کے معنی یہ ہوئے کہ اردو سے خود پربھو جی جلتے ہیں۔ دوسری شرط کے یہ معنی ہوئے کہ قرآن و حدیث کا درس ہندوستانیوں کو عربی میں دیا جائے یا ہندی میں۔ تیسری شرط کے یہ معنی ہوئے کہ گھروں یا مسجدوں میں جو غیر سرکاری تعلیمگاہیں کھولی جائیں۔ وہ بغیر کسی وجہ کے سرکاری نگرانی میں رہیں۔ اور کوئی قرآن کا ترجمہ اردو میں نہ پڑھے۔

واقعی سیاست کی رگ پربھو صاحب نے پہچانی اور خلافت ایجیٹیشن کی نبض انکے گہرے دوست حضرت شوکت نے۔ اگر پربھو صاحب میاں شوکت کے قد و بدل کے اپنا مصاحب خاص بنالیں تو جمیع اوصاف جنکی ضرورت آجکل کی تدبیر المنزل کو ہے الور میں جمع ہو جائیں۔

پمفلٹ کے یہی اجزا ہمارے تبصرے کے لائق تھے باقی امور دیگر جرائد میں نہایت فصاحت کے ساتھ بحث کیگئی ہے پمفلٹ کی عبارت نہایت مہذب ہے ایک نمونہ الور کی دفتری عبارت کا اس پمفلٹ میں ہماری نظر سے گزرا

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سُر و لے کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کی جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کا [illegible]

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین اڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا اور نہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اسکے علاوہ دیگر مشاہیر کا [illegible] آپکو اس کتاب میں [illegible] مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ [illegible]، لکھنؤ

1932
مشہور باتصویر ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

تو جہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوئیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر تیور نہ بنائیے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھئے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنے چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور جس طرح اپنے نام ایک سال کے لئے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش ہے فائدہ اٹھائیں سبب ناداری یا تیمی کا واسطہ دونا خلاف غیرت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب شاکی ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن مطالبہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ تحریر دل غم چارہ دل کے دو لکانے پر نیاز مند خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گذشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں تلف کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلمہ پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اعتقادات کی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے جو کہ ہر لفافے پر نام کے ساتھ لکھا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۲۹
مضامین غیر
مورخہ ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء

نظم

(از فیروز لدھیانوی)

نہ ملے عجب حبیب کا بوسہ ہے غنیمت رقیب کا بوسہ
لیگی کیا خاک شیخ کی بیوہ وہ اسکے رٹے ہیب کا بوسہ
غیر کو مل سکے نہیں ممکن ہے جو اپنے نصیب کا بوسہ
میں سمجھا صنم ہے بالیں پر لیلیا اک طبیب کا بوسہ
ہے یہ ممکن کہ ہو سکے بار فتہ لے ادیب اک ادیب کا بوسہ
بوسۂ زلف ہے بعید کا پیار بوسۂ لب قریب کا بوسہ
غنچے کی جان ناتواں کیلیے ہے اجل عندلیب کا بوسہ
خاک رندونکی لیگی بعد فنا شیخ جی کی جریب کا بوسہ

گذشتہ دیر میں غل ہے تری قدرت نمائی کا
وہ بت پیدا کیے ہیں جنکو دعویٰ ہے خدائی کا

سائنس کا دعوی اولویت

"شیخ چلی کے شاگردوں سے دنیا خالی نہیں"

(از فیروز لدھیانوی)

ہمیں خدشا ہے کہ کہیں یورپ کے سائنسداں مبالغہ کرنے اور بے پرکی اڑانے میں ہندوستانی شعرا سے دو قدم آگے نہ بڑھ جائیں۔ اب تک بڑ ہانکنے والے مجذوبوں اور وہمی بیماروں کی فہرست میں اول نمبر ہمارے شعرا کا تھا۔ مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی سلطنت رو بزوال ہے۔ اہل سائنس نے اُن کا تخت چھین لینے پہ منصوبہ کمر باندھی ہے۔ کیا معنی کہ یہ حضرات بعض اوقات لاف زنی کی انتہائی نمایش کرتے ہیں۔ ایک سائنسداں صاحب بخار ریڈیو کا برقی آزمایش کر رہے تھے کہ اس کے بکس میں سے مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنائی دی۔ ہائیں یہ کیا ہوا؟ سردی کے موسم میں پتنگے کی منفیرہ معنی زاد ہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ کچھ عرصے کے بعد طبیعت بشاش ہو گئی۔ مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ برقی تار نہ صرف دوسری دھاتوں سے ملحق ہو کر ان میں مقناطیسی کشش پیدا کر سکتے ہیں بلکہ فضا میں اپنی برقی حدت سرایت بھی کر سکتی ہے۔ اس بکس کی فضا گرم ہوئی تو اس گرمی سے مچھروں اور مکھیوں کے انڈے جو گزشتہ گرمی کے موسم میں فرنیچر سے چپکے ہوئے تھے برقی کڑک مرغی بنے اور ان میں سے یہ نا ہموار بچے برآمد ہوئے لیجیے صاحب مچھر سازی کا معمہ حل ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ یہ ہانک لگاتے ہوئے باہر کو بھاگیں۔

"مچھر لیلو مچھر۔ تازے مچھر بے موسم مچھر"

مگر اس ایجاد کا تجربہ ضروری تھا لہذا یہ نئی دریافت گونگے کا گڑ ہو گئی۔ آپ نہایت خاموشی اور رازداری سے مزید تفتیش میں مصروف ہوئے۔ پالو چوہوں کے پنجرے میں برقی تار کا جال پھیلا کر آپ نے انکے قفس کی فضا کو برق آلود کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد دیکھا کہ وہ چوہے لنڈورے رہ گئے اُنکی دُمیں برقی حدت سے سوکھ کر جھڑ گئی تھیں۔ یہ ڈارون کے مسئلہ کی تائید ہو گئی۔ انسانوں کی دُمیں بھی یوں ہی جھڑ گئی ہونگی بجا معقول۔ لیکن یہ کمبخت لنگور اب تک تین تین گز کی دُمیں لٹکائے کیوں پھر رہے ہیں۔ کیا فضا کی برقی رو انسان کے پچھلے حصے پر ہی عاشق تھی انسانی دموں سے اسکا خدا واسطے کا بیر تھا خیر یہانتک تو ان کا تجربہ یا بیان قرین قیاس تھا اسکے بعد ہندوستانی شعرا کی طرح بے پرکی اڑانے لگے آپ۔ فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ ہم برقی تار کا جال پھیلا کر سرد ملکوں کو گرم ممالک میں تبدیل کر لیں۔ اس برف باری، کُہرے، دھند اور سردی سے نجات پالیں جب یہ نوبت آگئی تو اب وہوا کی گرم تاثیر سے تمام مشرقی پھلوں کے درخت مثلاً آم ناریل ہمارے ممالک میں پھل دے سکیں گے بیشک۔ (پھوٹ کی بیل بھی بڑھے گی) گرم ملکوں کے تمام جانور اور حشرات الارض یہاں پیدا ہو سکیں گے۔ مثلاً بندر اور ہاتھی۔ سانپ اور بچھو۔ دیکھی بن اور بندر (اجی بنانے صاحب) آب وہوا کے اس تغیر سے شاید رنگت میں بھی تغیر ہو۔ اور ممکن ہے فرقۂ اناث اس تبدیلی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ لیکن انھیں خوش ہونا چاہیے کہ انھیں گٹھیا، انفلوانزا اور جوڑوں کے درد سے قطعاً نجات مل جائیگی۔ (ہمارے خیال میں کوئی حسینہ ان بھرّوں میں نہ آئیگی۔ گٹھیا میں مبتلا ہو کر مرنا اسکے نزدیک حسن گنوانے سے بدرجہا بہتر ہوگا) اگر آجکل کے موسم میں یہ سائنسداں کسی گرم ملک میں بھیجدیے جائیں اور یہ کسی چھوٹے سے گاؤں میں مویشیوں کے قریب شب کو سُلائے جائیں اوپر سے مچھر اور نیچے سے کھٹمل ان کی تواضع کریں تو قدر عافیت کھل جائے اور سارے منصوبے برق رسیدہ چوہوں کی دُم کی طرح مضمحل ہو کے جھڑ جائیں۔ حشرات الارض کی پیدائش کے لیے اس قدر تاروں کا جال بچھانے کی کیا ضرورت ہے۔ گرم ملکوں کے باشندے جانتے ہیں کہ سردی کے موسم میں بھی انکے کمرے اگر آگ سے گرم کیے جائیں تو مچھر، مکھیاں کھٹمل اور جوئیں فوراً خواب عدم سے بیدار ہو کر مصروف کار ہو جاتی ہیں۔ اس معمولی دریافت کے بعد یہ ہوائی قلعہ تعمیر کرنا گویا ہندوستانی شعرا کی گدی پر قبضہ کرنا ہے۔ باقی رہا ہاتھیوں اور بندروں کا پیدا کرنا تو یہ دعوی سراسر غلط ہے یہ تو ہو سکتا ہے کہ گرم ملکوں کے جانور وہاں لیجا کر ان کی نسل بڑھائی جائے لیکن برقی تاروں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک بھنگا بھی پیدا کر سکیں مچھروں اور مکھیوں کے انڈے اگر موجود نہ ہوتے تو ان کے بغیر مچھروں کا وجود بھی ناممکن تھا۔

الغرض سائنسداں بھی بہت سے بے بنیاد اور بے اصول دعوے کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک دعوی مریخ کی آبادی کی سیاحت کا ہے۔ برسوں سے اخباری کاغذوں میں دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ ایک ایسی ہوائی بن رہی ہے جو کرۂ ارض سے چھوٹے گی تو ستارہ مریخ میں جا کر دم لیگی۔ بعض سائنسداں مُردوں کو زندہ کرنے کے خبط

میں مبتلا ہیں۔ سُنا گیا ہے کہ چند مینڈک ایک ایک بار پھر زندہ کیے گئے ہیں۔ سبحان اللہ۔ کیوں نہ ہو مینڈک تک خدا کی توانندشد، جب ہی تو ایسے حماقت آمیز مسائل ونظریات پبلک میں پیش کرکے مقبول ہوتے فرماتے ہیں۔ یا یہ معاملہ ہے کہ ہندوستانی شعرا کی طرح یہ فرقہ بھی ایسے افراد سے خالی نہیں جو شیخ چلی کی طرح منصوبے گانٹھتے اور خیالی پلاؤ پکاتے۔ ہتے ہیں اگر یہی عالم رہا تو فہرست کے اندراج میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوگی اور سائنسدانوں کا نام شعرا کے اوپر لکھا جائے گا۔

کنایۂ انگلینڈ

قسط دوم

(از فیروز لدھیانوی)

(۲۱) اولڈ بین۔ (پرانا لوبیا) بے تکلف دوست سے کنایہ ہے۔ اس قسم کا ایک اور کنایہ اولڈ ٹاپ یعنی پرانا لٹو بھی ہے۔ پرانے ساتھی یا لنگوٹیے یار ایسے کنایے استعمال کرتے ہیں۔

(۲۲) ایکس رے آیز (متجسس نگاہیں) ایسی نگاہیں جو مخاطب کے بشرے سے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگالیں جن میں تجسس اور تحقیقات کی متنا طیسی کشش ہو۔ یہ کنایہ آلہ ایکس ریز کی ایجاد کے بعد مروج ہوا ہے۔ سرجری میں اس آلہ کی امداد سے مریضوں کی انتڑیوں اور ہڈیوں کی چوٹوں اور زخموں کا پتہ چل جاتا ہے۔

(۲۳) بٹر فلائی۔ (تتلی) بے وفا۔ ہرجائی، نخرے والی اور رنگین طبع معشوقہ سے کنایہ ہے۔ ایسی حسینہ جو ایک کی ہوکر نہ رہے۔ بھونرے کی طرح کلی کلی رس لیتی پھرے۔ رسم وفا سے ناآشنا ہو۔ ہندوستان میں بھی بھونرا تتلی پروانہ بلبل ہرجائی کہلاتے ہیں۔

(۲۴) بلاک ہیڈ۔ (چوبی سر) احمق۔ نادان اور کندہ ناتراش سے کنایہ ہے وہ شخص جسکے دماغ میں تمیز اور تعلیم حاصل کرنے کا مادہ نہ ہو۔

(۲۵) برین ویو۔ (دماغ کی لہر) وہ خیال جو اچانک دماغ میں پیدا ہو۔ وہ دقیق سوجھ۔ طبیعت کی وہ لہر جو دور کی کوڑی لائے۔ اور عقدہ حل کرسکے۔

(۲۶) بک ورم۔ (کتاب کا کیڑا) مطالعہ کے شائقین سے مراد ہے ایسا طالب علم جو پڑھنے میں ہر وقت مصروف رہے اور کھلنڈرے احباب کا ساتھ نہ دے۔

(۲۷) ہیاینیلیس ورم۔ (بے مطلب کیڑا) سست مجہول اور نکمے انسان سے کنایہ ہے جسمیں کوئی نمایاں کام کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ایسا نکما انسان جو بے مطلب جونک کی طرح کھڑے ہوکر مستعدی ظاہر کرنے کے ناقابل ہو۔ گویا ریڑھ کی ہڈی نہ رکھتا ہو۔

(۲۸) سیکس اپیل۔ (کشش صنف) حسن جوانی اور رعنائی کی قوت جذبات سے مراد ہے۔ مہذب ملکوں کی حسین لیڈیاں حسن کی نمائش کے انعامی مقابلوں میں شامل ہوکر نہایت مختصر لباس میں اہل نظر سے خراج تحسین حاصل کرتی ہیں اور حسن کے جج یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ فلاں عورت میں سیکس اپیل سب سے زیادہ ہے۔ ہندوستان کے حسن پرست یہ سنکر شاید حیران ہوں گے کہ عیاں اٹھتے ہوئے جوبن اور رخساروں کی نسبت سڈول اور خوبصورت ٹخنے پسند کیے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے کسی شاعر نے محبوبہ کے ٹخنوں کی تعریف و توصیف کی طرف ذہن منتقل نہیں کیا سراپا جہاں نظم کیا گیا ہے وہاں ہر شاعر نے ساق پا اور رگوں کی توصیف کی ہے (پنچ) جسم سے پیوست باریک ریشمی جراب صرف ٹخنوں کا حسن دکھانے کے لیے فیشن میں داخل کی گئی ہے۔

(۲۹) ربر نیکس۔ (ربڑ کی گردن والے) سیاح اور غور سے ملاحظہ کرنے والوں سے کنایہ ہے وہ لوگ جو گردن بڑھا کر اور رخ موڑ کر ادھر ادھر اور پیچھے دیکھیں۔ چونکہ سیاح عجیب و غریب عمارتیں دیکھتے وقت گردن کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسلیے یہ محاورہ وضع کیا گیا۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۴ سنہ ۱۹۴۲ء

بعدالت منصفی شہر حکیم سید احمد رضا صاحب بہادر منصف شہر سہارنپور مقام سہارنپور ضلع سہارنپور

ظہیر الدین پسر کریم بخش قوم لوہار۔ ساکن حوض کسری پرگنہ سہارنپور مدعی

بنام

عبدالرحمن خان پسر نامعلوم ساکن کمیلا سپور پرگنہ ۔۔۔ و محمد حسین پسر نظام الدین قوم شیخ ساکن پٹری پرگنہ سہارنپور حال ٹھیکہ داران خیم اسٹیشن ریلوے جکسپتا ضلع فیض آباد علیم

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت زر قرضہ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام سہارنپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کو دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر تم کو بھروسہ ہے اور جملہ دستاویزات جن پر تم کو اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ۔۔۔ ماہ اگست ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۴۴

بعدالت جناب تحصیلدار صاحب مرزا کاظم علی خان صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم بیکاپور مقام بیکاپور ضلع فیض آباد

بابو سری بابو جیوتی شاہ مدعی

بھگوتی پانڈے ولد بندا پانڈے مدعا علیہ

بنام

بھگوتی پانڈے ولد بندا پانڈے ساکن گرولی پرگنہ سمورسہ تحصیل بیکاپور وارد حال ساکن ہمراسپیا پرگنہ ۔۔۔ تحصیل وضلع سلطانپور

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت سنہ ۱۳۴۲ف لغایت سنہ ۱۳۴۲ف تعدادی ۔۔۔ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم تاریخ ۲۶ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام بیکاپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج تاریخ ۔۔۔ ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

(۴۰) سپنج (اسپنج) احباب کی امداد پر زندگی بسر کرنے والے اور مختلف حیلوں سے مالی امداد حاصل کرنے والے حیلہ جو شخص سے مراد ہے جو قرض لیکر دینے کا نام نہ لے اور اسپنج کی طرح پانی پی کر پلتا رہے اور موٹا ہو جائے۔ چندہ خور روپئے خادموں سے کنایہ ہے۔

(۴۱) اشند رفیٹ (نرم پا) نازک بدن اور تن پرور افراد سے کنایہ ہے۔ عربی کنایہ رقیق النعل کے ہم معنی ہے۔ وہ شخص جو سفر کی صعوبتوں کے اُٹھانے اور دیار غیر میں دلچسپی سے وقت بسر کرنے کے ناقابل ہو سخت اور دشوار کام کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو۔

(۴۲) پجن (کبوتر) ناتجربہ کار۔ اور سادہ لوح میاں یا بھولے باز سے کنایہ ہے جو پرانے شاطر عیاروں سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ جسکے بال اکھاڑنے پامال ہتھیا لینے میں چابکدست اوباشوں کو چنداں تکلیف کا سامنا نہ ہو۔

(۴۳) اورنیٹل سمپلسٹی (مشرقی سادگی) عُریت اور بے ستری سے کنایہ ہے۔ مشہور ظریف مارک ٹوئین نے مشرقی لوگوں کو صرف لنگوٹی میں ملبوس پاکر یہ طنز آمیز کنایہ ایجاد کیا تھا۔

(۴۴) مون سٹرک (ماہ زدہ) وارفتہ۔ بدحواس عشاق سے کنایہ ہے۔ چاندکی کرنوں میں عشق کی آگ بھڑکانے کی تاثیر خیال کی جاتی ہے اس لیے دل باختگان عشق کا یہ لقب رکھا گیا۔

(۴۵) کاف لوز (بچھڑوں کی محبت) کمسن بچوں کی محبت سے مراد ہے۔ ایسے عاشق اور معشوق کی دلبستگی سے کنایہ ہے جو بلوغ کے ولولوں سے نابلد ہوں آزاد ملکوں میں جہاں بے پردگی کے باعث لڑکے لڑکیاں باہم میل جول رکھتے ہیں۔ ایسی الفت کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں۔

(۴۶) ہائی ہیلز۔ (اونچی ایڑی والی) ارباب نشاط اور حسن فروش طبقہ سے مراد ہے جسطرح اردو میں چلبلی الھڑ اور پروالیاں کہا جاتا ہے۔ غالباً اونچی ایڑی کے بوٹ ابتدا میں زنان بازاری کا پہناوا ہوگا جو اس کنایے کی ایجاد کا باعث ہوگیا۔

(۴۷) ییک اسے یوان۔ (بڑی نوجنا) کسی فرد سے جھگڑا کرنے اور قضیہ بڑھانے سے کنایہ ہے جسطرح دو کتے ایک ہڈی پر غرّاتے ہیں اور مصروف جنگ ہوتے ہیں اسی طرح بنائے فساد کھڑی کرکے لڑائی آغاز کرنے سے مراد ہے۔

(۴۸) سپننگ یارنز۔ (فسانے کاتنا) برمحل اور بر موقعہ لطیفہ یا کہانی سنانے اور فرضی فسانے بیان کرنے سے کنایہ ہے۔

(۴۹) فارٹی ونکس۔ (چالیس دفعہ پلک جھپکنا) بے وقت سونے سے کنایہ ہے۔ بوڑھے لوگ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ذرا اونگھ جاتے ہیں۔ اُن کے اس قیلولے کے ہم معنی ہے جسطرح ہم ذرا چلنے پھرنے کو چہل قدمی کہتے ہیں۔

(۵۰) بیڈ ایگ۔ (گندہ انڈا) بدچلن ناقابل اعتبار اور مشتبہ انسان سے کنایہ ہے جسکی حرکات اخلاق سوز اور چلن قابل اعتراض ہو۔ بظاہر سڈول اور پاک بباطن متعفن اور بوسیدہ۔

شبہ

ڈیر پنچ۔ تسلیم:۔

آپ کے پرچے جلد ۲۹ نمبر ۲۷ مورخہ ۲۶-۷-۳۲ء میں کنایہ انگلینڈ کے تحت میں

(۷) چپ آف دی اولڈ بلاک۔ کی جو تشریح کی گئی ہے وہ درست ہے لیکن ایسے بیٹے کو پوت کہینگے یا سپوت؟ ملاحظہ ہو قصص ہند حصہ دوم (مصنفہ آزاد) زیر عنوان محمد شاہ کا زمانہ اور نادر شاہ کا آنا۔ لطیفہ:۔

ایک دن بادشاہ نے پوچھا کہ امیر خاں یہ جو پوت سپوت کپوت زباں زد چلے آتے ہیں اب بھی کچھ ان کی اصل ہے؟ الخ۔ توضیح فرمائیں۔

(۱۵) کاپر۔ تانبے سے تعلق نہیں رکھتا در اصل کاپ Cop یعنی گرفتار کرنا باصطلاح عوام (Slang) کا صیغہ اسم فاعل ہے۔

نیازمند

بمبئی ۳۲-۷-۲۶ء — اے۔ن۔ خریدار نمبر ۵۰۴۳

جواب

خریدار صاحب نمبر ۵۰۴۳ کی خدمت میں التماس

جناب من۔ کنایہ انگلینڈ کے تحت میں کنایہ نمبر ۷ چپ آف دی اولڈ بلاک کو سپوت کے ہم معنے قرار دینے کی یہ وجہ تھی کہ جب کسی نوجوان سعید کے کارہائے نمایاں سے متاثر ہو کر اس کے بزرگوں کا حوالہ دیتے ہوئے فخر و مباہات کے لہجہ میں اسے چپ آف دی اولڈ بلاک کا خطاب دیا جائے تو یہ ظاہر ہے کہ وہ سپوت ہے۔ قصص ہند میں پوت سپوت یا کپوت کی جو بھی تشریح ہو۔ اسکا انگلش کنایہ سے تعلق اس صورت میں ہو سکتا ہے جب انگلش لغت میں ان ہر سہ قسم کے فرزندوں کے ترجمے موجود ہوں۔

کنایہ نمبر ۱۵ یعنی کاپر بمعنی سپاہی یا پولیسمین ممکن ہے کہ تانبے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ آپ کی یہ تشریح کہ وہ Cop کاپ یعنی گرفتار کرنے کا صیغہ اسم فاعل ہے میری تشریح کی نسبت زیادہ قرین قیاس ہے۔ لیکن چونکہ یہ اصطلاح عوام ہے اسلیے ممکن ہے کہ کاپر سے کاپ بنگیا ہو۔ بہرحال اس مضمون میں آپ کی دلچسپی تحقیقات اور علم دوستی ہمارے لیے فخر کا موجب ہے۔

(خاکسار فیروز لدھیانوی)

منطق آسا بیگم بنا لارڈ ولنگڈن

سُنو بمبئی لاٹ صاحب اگر ما کرم خبر جو کرتم نے اور یکہ للّہ صاحب حسنی

یاد فرمائیں صاحب نے بل ملا کے ایسی تجویزیں سوچی ہیں جن پر عمل کرنے سے انتخاب کے متعلق ہندو مسلمانوں میں جو اڑا کھنچاؤ تھا وہ برابر ہو جائیگا اور کوئی جھول باقی نہ رہے گا۔ ابھی تک مسیحی نگاہ سے وہ تجویزیں نہیں گزریں۔ آج ہے اگست کی سترھویں تاریخ اور سنتی ہوں کہ سترہ تاریخ تک یہ عقدہ حل ہو جائیگا ہندو بھی خوش ہو جائیں گے اور مسلمان بھی کہ وہ ہمارا بہاری ہو نہیں کھڑکی ہیں۔ یہاں کے چھوٹے لاٹ صاحب کی رائے اخباری کاغذوں میں جو چھپی ہے اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوش ہونا تو درکنار، ناراضی اور تو تو میں میں کا جھگڑا اور زیادہ کھلبلائے گا۔ چھوٹے لاٹ صاحب تو بڑے آدمی ہیں اپنے عہدے کی وجہ سے حکومت کے راز دار بھی ہیں پنجاب اور اودھ میں رہ کے ان معاملات میں تجربہ کار بھی ہیں۔ اتنا تو میں پردے میں بیٹھنے والی بوڑھیا بھی قیاس کر سکتی ہوں کہ جب ان دونوں شامت زدہ گروہوں کے ہاتھ میں معاملہ دے دیا گیا تھا اس وقت یہ آپس میں طے نہ کر سکے تو کسی دوسرے کے طے کر دینے پر کیا راضی ہوں گے۔ چکر گھنی کانفرنس میں تو تم نے شریک ہی ایسے پاک ذات شریفوں کو کیا تھا جو بکھیڑا پھیلانے اور کسی کل نہ بیٹھنے کے عادی ہیں۔ جیسے ڈاکٹر مونجے اور خلیفہ شوکت۔ اسی بنا پر کانگرس والے کہتے ہیں کہ ہمارا کوئی آدمی ان لوگوں میں نہ تھا اکیلے گاندھی جی تھے بھی تو انھیں کام پڑا تھا اوندھی کھوپڑی کے خود مطلب خود غرض ہندو مسلمانوں سے۔ نتیجہ اس تمام جھنجھٹ کا یہ ہوا کہ کانگرس والوں نے انگریزوں کو بانی فساد قرار دیا یعنی انگریز نہیں چاہتے کہ یہ دو کمزور پہلوان گلے ملیں اُنھوں نے یہ پہلے ہی سے

خوب سمجھ لیا تھا کہ صلح نہ ہوگی اور صلح نہ ہونے کی حالت میں ہمارے سوا اور کون ہے جو اختیار فیصلہ کرنے کا رکھتا ہو۔ ایک کانگرسی راوی نے جو خدا معلوم سچا ہے یا جھوٹا۔ نعمان بن منذر (حاکم عربستان قدیم) کی لطیف حکایت بھی بیان کی اور اس حکایت پر گول میز کانفرنس کے واقعات کو منطبق کیا۔ ایک تلمیح (قصہ طلب) شعر ہے شاعر اپنی معشوقہ کی تعریف کرتا ہے ؎

ما فی البریۃ من انثیٰ تعادلہا
الا التی دخلت النعمان من حکم

دنیا بھر کی عورتوں میں سے کوئی عورت میری معشوقہ کی برابری نہیں کر سکتی ہاں ایک وہ جسے نعمان ابن منذر نے حکم بن عوف سے حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز نعمان ابن منذر سیر کے لیے گھر سے نکلا تو اُس کا گزر ایک کنیسا کی طرف ہوا۔ کیا دیکھتا ہے ایک نہایت حسین خوبصورت عورت عبادت سے فارغ ہو کر کنیسا سے باہر نکل رہی ہے۔ بس اُس کی صورت دیکھتے ہی میاں نعمان ابن منذر لٹو ہوئے کیسی سیر کیسی تفریح۔ لب پر آہ سرد۔ منھ زرد دل میں درد۔ سر پر گرد۔ گھر کی جانب پلٹے۔ آتے ہی اپنے منھ چڑھے راز دار کاتب عدی ابن زید کو بلا کے سارا واقعہ بیان کیا اور سینے پر ہاتھ مار کے فرمایا۔
"اگر یہ عورت نہ ملی تو بس موت ہے موت۔ موت" عدی نے دانتوں کے نیچے انگلی دبا کے عرض کی "حضور خاموش رہیں۔ میں تدبیر کرتا ہوں۔ اگر کوئی سن لے گا تو پھر کام دشوار ہو جائے گا۔" دوسرے روز معلوم ہوا کہ یہ عورت حکم ابن عوف کی بی بی ہے۔ عدی نے ایک طرف تو حکم ابن عوف کو حاضر دربار ہونے کا حکم دیا اور دوسری طرف بادشاہ کو پٹی پڑھائی کہ جب حکم حاضر ہو تو اُس کی حد سے زیادہ تواضع فرمائیے۔ بادشاہ سلامت تو دل ہار ہی چکے تھے دانشمند مصاحب کے مطیع ہو گئے۔ حکم حاضر ہوا تو حضور نے نیم قد تعظیم کی قریب بلایا مزاج پوچھا پہلو میں بٹھایا۔ چلتے وقت خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔
اب تو میاں حکم روز شرف ملازمت حاصل کرنے لگے

اور بادشاہ سلامت روز بروز انعام اکرام تعظیم تکریم کی کے بڑھاتے رہے۔ ایسے میں ادھر آؤ انگلی پر میٹھو زبان پر بیٹھو یہ گھوڑا آتھی ہے جائے دو تمہارے پھول ہی ہے۔ اے دیکھو اس انگوٹھی کا نگینہ کیسا بے عیب اور خوش رنگ نگینہ ہے اچھا تو تم ہی پہنو۔ ادھر لاؤ انگلی۔ میں اپنے ہاتھ سے پہناؤں اور ہاں سنا شہر کے باہر وہ جو سرکاری باغ ہے تم انھیں رہا کرو۔ لکھو پڑھا دو آج سے یہ باغ ہمارے دوست حکم بن عوف کی ملک ہے خبردار استقبال کسی قسم کا محصول اس زمین پر نہ باندھیں نہ لگا جی۔ اے، بی، سی، سے لے کے ایکس، وائی، زیڈ تک جتنے حرف ہیں سب ان کے القاب کے ساتھ بڑھا دیے جائیں۔ سارے عمال سرکاری ہمیشہ ان کا ادب شاہزادوں کا سا ملحوظ رکھیں۔ اگر خلاف حکم کیا تو سزا اپنی اپنے کنار میں دیکھیں گے اور معتوب درگاہ شاہی ہوں گے۔"
سال چھ مہینے اسی تعظیم تواضع میں گزرے حکم پر یہ راز کسی طرح نہ کھلا کہ آخر یہ جبری عنایتیں کیوں میرے حال پر مبذول ہو رہی ہیں۔ تواضع کی حد یہاں تک پہونچی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قواعد ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء
نمبر مقدمہ ۱۰ ۱۴۹ ۱۹۳۲ء
بعدالت جناب تحصیلدار صاحب بہادر بیکاپور مرزا کاظم علی صاحب
اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم بیکاپور مقام بیکاپور ضلع فیض آباد
بابو لال مدعی
بہپت تیلی مدعا علیہ

بنام

بہپت تیلی ولد جھنگی ساکن موضع اکھاری پرگنہ پسر تحصیل بیکاپور
واضح ہو کہ بابو لال مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان [illegible] لغایت ۱۳۳۹ف [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہے کہ تم بتاریخ ۲۹ اگست ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن بمقام تحصیل بیکاپور اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہان کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔ اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۳ ماہ اگست ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

مایوسی

"اے ہٹو بھی۔ یہ کیا ڈھکوسلے ہیں"

کہ دس خلافت مآب میں سے ایک بیگم کو جو سب سے گری پڑی اُنکی دیں تھیں - بادشاہ نے طلاق دی اور حکم سے کہا کہ تم اپنا نکاح اس بیگم سے کرلو محض تمہاری خاطر سے میں نے اس جمیلہ سے کنارہ کیا ہے یہ احسان اتنا بڑا تھا کہ بیچارہ حکم کی بار نیک گردن اسے سنبھال نہ سکی - بیچارہ گھبرا کے عدی ابن زید سے کہنے لگا "بھائی شاہی عنایتیں حد سے بڑھ گئی ہیں - بتاؤ باعتبار رعیت ہونے کے مجھے کیا خدمت کرنی چاہیے"

عدی اسی وقت کا منتظر تھا اُسنے مشورہ دیا کہ "عوض معاوضہ گمارد دار د" تم بھی اپنی بی بی کو جو کہ اس مطلقہ خاتون سے حسن میں کہیں زیادہ ہے حضرت شاہنشاہی میں نذر کردو - آخر بیچارے حکم نے یہی کیا - زن بازنگی کے بعد میاں حکم اور دوسرے درباریوں میں کوئی ممتاز فرق نہ رہا -

کانگرسی راوی کہتا ہے کہ جب مسلمانوں اور ہندوؤں کو انگریزوں نے حکم ابن عروۃ بنایا ہے وہ بھی زن بازنگی یعنی حسینان جہاں کی سرتاج معشوقۂ عالم کی شہنشاہ یعنی آزادی خانم کو انگریزوں کے حوالے کردینے کے بعد گھاٹے میں رہیں گے - میں کہتی ہوں کہ خدا نہ کرے کیا معنے کہ وہی جو کہتے ہیں "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" جو مسلمانوں نے بھی کھمبا نوچنا شروع کردیا تو بھلا ہندوستان میں اور کون سی قوم ہے جس سے امن کے برقرار رکھنے میں مدد مل سکے؟ - اور ہندوؤں کی بڑی تعداد تو پہلے ہی سے اس نوازش پر ایمان نہیں رکھتی

سر مالکم ہیلی نے (بقول جرائد) ایک ایسی بات کہی جو کسی طرح منطق کے دائرے میں نہیں آتی - وہ کہتے ہیں کہ حال ہی میں مسلمانوں کو مضاعف مراعات دیے گئے ہیں اور مسلمانوں کے ایک طبقے کا خیال ہے کہ وہ جو چودہ مطالبات ہمارے تھے اس تقسیم سے پورے ہوگئے بلکہ چودہ کی جگہ اٹھائیس وہی مطالبے بھی عطا کردیے گئے جو ہمیں مطلوب نہ تھے - بایں ہمہ وہ (مسلمان) مطمئن نہ ہوں گے مضطرب ہی رہیں گے -

مرادیں بزعم خود ملیں زیادہ معاملہ فہم ہیں بہ نسبت اُن بیوقوف مسلمانوں کے جو بقول سر مالکم ہیلی غیر مطمئن ہیں - میں کہتی ہوں کہ اگر فی الواقع مسلمانوں کے جملہ مطالبات صرف مسئلہ انتخاب کے حل ہوجانے سے پورے ہوگئے تو ہندوؤں کو مطمئن ہوجانا چاہیے کہ دوراندیش جب دوسرے وطنی و ملکی حقوق کے اعلان کا وقت آئیگا تو ان کی بھی مرادیں برآئیں گی - انہیں صبر کرلینا چاہیے کہ جملہ ہندوستان کے دیگر گروہوں میں سے ایک تو شادکام ہے - عام طور پر ہر قوم مبتلائے مصیبت نہیں یہی غنیمت ہے

نے بھلا یہ کیسی پہیلی ہے؟ وہ کون ہے جو مراد پوری ہوجانے کے بعد بھی ننگا بکھیڑا کرے گا؟ - اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے فرقہ وارانہ مسئلے کا حل ایسے گنجلک (مبہم) طریقے سے کیا ہے جو مسلمانوں کی سمجھ میں کسی طرح نہ آئے گا - وہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھیں گے کہ فلاں لفظ سے پہلا مطالبہ پورا ہوا اور فلاں فلاں الفاظ سے دو لغایت چودہ مطالبات برآئے - اگر یہی ہے تو خدایا تیری پناہ - تاشکر پڑا مسلمان حماقت ... وہ بعض طبقے جنہیں چودہ
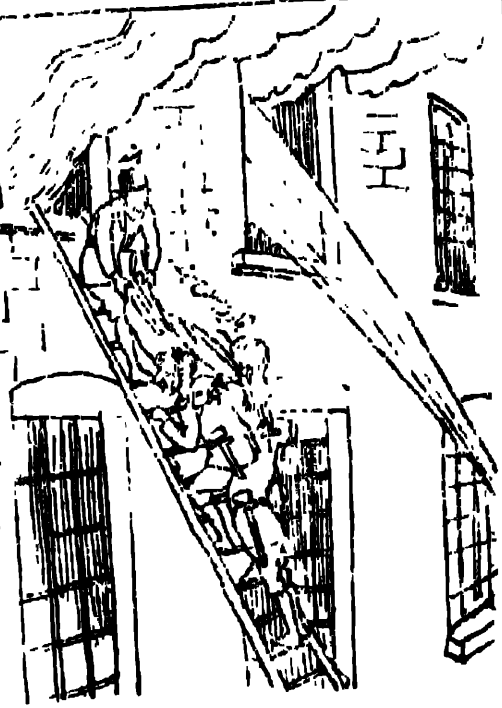
اور حکومت کو بھی دو رکعت نماز شکرانہ کی پڑھنا چاہیے کہ ہم نے ایک گروہ کے تو کام آئے - یہ عام اعتراض تو ہم پر ہٹا کر دا ... کسی کو فیض نہیں پہنچ سکتا"

(باقی آئندہ)

راقمہ: منلق آرا بیگم

پنچ ل خدا ل بنچ

افیمی کا سفر اور فرقہ وار انتخاب کا فیصلہ

ایک تھے میاں افیمی آپ جلیسہ بی جنیا بیگم سے ہم نشینی بلکہ مصاحبتہ صحیحہ آدمی کو کسی مصرف کا نہیں رہنے دیتی اگلے زمانے میں خلقی در خلقی بابچوں کی پرورش کا اگرچہ عام رواج تھا پھر بھی کرمے معیشت کی بلا سے رستگاری ہونوں کو نہ تھی - ادھر تو افلاس و ناداری و تعطل اُدھر زوجہ مقدسہ کا یہ تقاضا "خدا کی سنوار تم پر - اسے دن بھر میاں میں منہ ڈھانے بیٹھا رہا کرتے ہو گھر میں دو دن کا فاقہ ہے اور تمہیں خبر نہیں - اللہ نے مرد کی صورت بنایا ہے اٹھو کمر باندھو میاں روزی نہیں ملتی تو پرشہر چلے جاؤ مثل مشہور ہے "دیس اِن ہونی پردیس بھیک" اگر وطن میں جاننے والے موجود ہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلا نہیں سکتے تو پردیس میں کون جاننے پہچاننے والا ہے"

افیمی "لاں حول ولاں دلا حول ولا قوۃ (تم تو دم نہیں لینے دیتیں - ارے دا ... سے) کہاں جاؤں"

بی بی "جاؤ چولھے بھاڑ میں اور کہاں؟ واہ ایک تک کوئی نا قوں مرے نگوڑا روز کا یہی رونا ہے"

افیمی "اول اچولھے میں؟ یہ تو کبھی نہ ہوگا - مگر ہاں آٹھ روز کی افیم اور تھوڑا ناشتا ساتھ کردو تو واللہ ابھی کمائی کرنے چلا جاؤں"

بی بی نے پاس پڑوس حق ملاقاتی سے قرض دام لیکے - ہاتھ لگی روٹیاں پکائیں - پیسے کا گڑ منگا کے ناشتا رومال میں باندھا - چار آنے کی آدھ سیر افیم ڈبے

بھراج جی رو دولے بھنڈش

"ہاں بھائی! لینا اسے - لاش بھاری ہے - شاباش - اور ایک زور!!"

میں بھری میاں کو نہلا دھلا کے کپڑے پہنائے کمر باندھی اور زبردستی دروازے کے باہر نکال آئیں۔ فہیمی صاحب دو فرلانگ بدقت تمام چلے تھے کہ ایک درخت کے نیچے آرام لینے راحت گزیں ہوئے۔ دیدۂ ظاہر بند اور دیدۂ باطن کشادہ۔ گو وہ صحرا لودر یا عالم خیال میں طے کرتے چلے جاتے تھے کہ ایک راہگیر کی چاپ سے آنکھ کھل گئی۔ لاہوہ۔ ہم دن بھر چلے۔ رات بھر چلتے ہی رہے۔ اب تو کہیں ٹکنا چاہیے۔ اے بھائی راہگیر یہ کون مقام ہے؟ راہگیر جو صرف کو پہچانتا تھا اور اس سے بھی واقف تھا کہ انھیں فہیم نے دنیا جہان سے کھو دیا ہے جھلا کے بولا "لندن میں ہو" اخاہ لندن اور ہم۔ کیا اللہ کی قدرت ہے۔ تو کیا ہم سال بھر چلتے ہی رہے۔ جب ہی پہاڑ تانکھے۔ میدان پھاندے دریا لانگے۔ اچھا بھائی تو انگریزوں کا شہر ہے۔ یہ تو بہت مالدار مشہور ہیں۔ سب کے سب پڑھے لکھے دست و قلم ہیں تو انھیں تو اضع خاطر داری مہمانداری مسافر پروری کا مادہ بھی ضرور ہوگا اور بمبئی جب ہندوستان آتے ہیں تو ہر ایک ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتا ہے۔ کم از کم احسان تو ضرور مانتے ہونگے۔"

اُٹھے۔ نشہ اتنی مسافت طے کرنے کے بعد تھک کے مضمحل ہو گیا تھا۔ رُخ کیا اپنے گھر کی طرف اب ہر بات پر تعجب ہے۔ آئیں یہ پیپل کا درخت تو بالکل ایسا ہے جیسا ہمارے گھر کے پاس ہے۔ دیکھنا یہ چبوترہ۔ ارے یہ تو بالکل درگاہ کی چوپال ہے۔ جو ہمارے محلے میں ہے۔ واہ واہ گلی بھی بعینہ ہماری گلی سارے کے رہے۔ انگریز بھی بڑے نقال ہیں۔ ہمارے شہر کا نقشہ اپنے شہر میں کھینچ لیا ہے۔ لے کیوں نہ ہو جہاں کی اچھی بات دیکھی بس اس کی نقل اتار لی۔ سبحان اللہ لیجیے میرا ہی سا گھر بھی بنا دیا ہے۔ لے تیرے قربان انگریز واللہ کیا بات ہے تیری۔ الغرض جی میں تعریفیں کرتے دروازے تک پہونچے۔ آواز لگائی جیسے کہا اور بابا لوگ۔ اللہ بھلا کرے غریب ہیں پردیسی ہیں مسافر ہیں ہندوستان سے آئے ہیں۔ الہیم اور کھانا سالقہ لائے ہیں۔ آپ لوگوں کو ذرا سی بھی تکلیف نہ ہوگی۔ رات بھر پڑے رہنے کی جگہ مل جائے۔ خدا تمھیں ہندوستان میں لاٹ فرمانبردار کر دے!"

بی بی نے میاں کی آواز پہچانی۔ سالگیں یہ خبر تھی کہ زمین کا گز

اور دعا ہمہ خلاق۔ میاں کی بیہودگی پر جھلا میں:—

" دور بھی ہو تگ بڑے۔ یہاں تیرے لیے جگہ نہیں"

فہیمی صاحب نے جو اہلیہ محترمہ کی آواز سنی تو دل سے انگریزوں کو دعائیں دینے لگے:—

" قربان تمھاری صناعی کے۔ ارے میرا سا گھر تو بنایا ہی تھا۔ گھر والی بھی میری ہی سی گڑھ دی۔ ادھر آ او انگریز کاریگر تیرے ہاتھ چوم لوں۔ پوچھنا چاہیے کہ اس عورت کے میاں کا نام "فقیر بخش" ہے یا نہیں۔ اللہ نے چاہا تو اسکا شوہر بھی ہمارا ہی ہمنام ہوگا۔"

بی بی میم! یہ مسافر تمھیں صدقے سچ سچ بتا دے تیرے میاں کا نام کیا ہے؟ کیا؟ فقیر بخش! ہائیں فقیر بخش! فقیر بخش سچ تھا؟ تو بیگم میں بڑی دور سے چلا آ رہا ہوں۔ میرا نام بھی فقیر بخش ہے۔ اور خدا رکھے تمھاری ہی آواز سے

ملتی جلتی ہے۔ گھر کا دسانوری ہمدردی کی بھی عادت ہے۔ بالکل ایسا ہی گھر۔ ایسا ہی محلہ۔ ایسی ہی گلی"

بی بی کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جھٹ سے پٹ کھولا اور لگیں بانی دلگشتری سے گالیوں کے فقات کا استعمال کرنے۔ میاں فہیمی جیسے ٹک ٹک ہی کہتے رہے۔ "سبحان اللہ کیا تیری شان ہے کیا قدرت ہے۔ ایک ہی سانچے میں تو فقیر بخشوں کی جوروؤں کو ڈھال یا ہے۔" پھچا ہاں بھلا مسافر پر رحم کرو تمھیں صدقہ کا ہوا۔ میں فقیر بخش نہیں ہوں جو تمھارا میاں ہے۔ یہ خدا جانے کہ صبح کو بھی میاں فقیر بخش نے اپنی فردوگاہ پہچانی یا مسیم خنک ہی کہتے رہے۔ البتہ یہ کہاوت بر مثل ضرور زبان زد ہو گئی۔ "کہاں گئے تھے کہیں نہیں۔ کہاں سے آئے کہیں سے نہیں۔"

تصفیہ حقوق کا فیصلہ دیکھا۔ دس برس تک اگلا انتخاب کی نوبت نہیں ہیں گی۔ شتعال پیدا کرانے کے حلقوں منتخب ممبر بننے کی ہوس کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رہیگا۔ صرف کرسیاں یاد کر دی گئی ہیں۔ اسکے عوض مصارف انتخاب ضرور بڑھ جائینگے۔ ان عہدہ والکھائے میں دس برس تک جو ٹریں بھڑکتی رہینگی انقلابیوں کو اپنی زبردستیوں اور خونریزیوں کے حیلے ملتے رہینگے۔ لاکھوں روپیہ کا ناشتہ اور ہزاروں روپیہ کی قیم باندھے۔ میاں فہیمی لندن پہنچ گئے۔

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر وں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کی آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں اسکے علاوہ دیگر مشاہیر کا مستند ذخیرہ بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا اس کتاب کے مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ، لکھنؤ

۳۲۸

ممتاز المطابع کٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپکر باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین ملک ایڈیٹر شائع ہوا

قیمت فی پرچہ دو آنہ

جلد ۱۷ نمبر ۳۰

مضامین

مورخہ ۲۶ ۔ اگست ۱۹۳۲ء

غزل

(از سید ضمیر حسن صاحب خاؔہ نور پوری)

شکایت کسی کو ہی جو کی بھی فقط نہ بانی کی ہے — کب اہل فن کی زمانے نے قدر دانی کی
جو ہم سے بگڑو تو تم کو نہ کام ہو جائے — دوا یہی ہے مرے پاس سرگرانی کی
سمجھ کے رنگ زمانے کا عاشقوں نے بھی تو — طرح طرح سے محبت میں جانفشانی کی
کسی نے میم کے موٹر کی ۔ کی ڈرائیوری — کسی نے ناقۂ لیلےٰ کی ساربانی کی
بیا پیا کہ ترا تنگ در کنار رشم ف — یہ اُس سے ہیں سنے ہوا کہ وزخوش جانی کی
نہ بلے بسر و چشم کہہ کے وہ دوڑا — یہ لیت دین ہے آپس میں مہربانی کی
یہ بار سایۂ گیسو ہی کم تھا کیا خاؔہ — جو اور کھیپ گری اُس پہ نوجوانی کی

غزل

(از بابو کالی شنکر صاحب شنکرؔ)

بیوی سے سرکشی جو کرے وہ میاں نہیں — سن لیں جو شوہروں کی تو وہ بیبیاں نہیں
لیلےٰ بگڑ کے بولی ابے ہانک اونٹ ہانک — گو جانتی ہے قیس کوئی ساربان نہیں
ڈاکا ستارِ دل پہ پڑا تھا جو ایک دن — اب تک دیارِ شوق میں امن و اماں نہیں
میرے سوالِ وصل پہ کیوں چپ سی لگ گئی — کچھ دیجیے جواب ابھی منہ سے ہاں نہیں
مجنوں سے بات کرتی ہے وہ تو تڑاک سے — لیلےٰ سا منہ پھٹ نہیں کوئی بدزباں نہیں
ناحق ہی اہلِ دہر نے بدنام کر دیا — انگور کھینچتا ہے میری بیٹیاں نہیں
صلواتیں وہ سناتے رہے ہم سُنا کیے — شنکر سا بھی جہان میں کوئی بےزباں نہیں

غزل

(از مصطفےٰ صاحب مرزا)

کاتبِ قسمت نے گو داہے عجب تحریر ہے — کچھ پڑھا جاتا نہیں گھیچ پیچ خطِ تقدیر ہے
اس طرف بندوق ہے اور توپ ہے شمشیر ہے — اس طرف فریاد ہے اور وہ بھی بے تاثیر ہے
بے تکے پن سے پھرا کرتا ہے یوں وحشی ترا — کھڑکھڑاتا دُم میں بندھا ہے پاؤں میں زنجیر ہے
ڈانٹنے والے دل گر گر نہ جائے گھر کہیں — سقفِ قصرِ جان کا گھن کھایا ہوا شہتیر ہے

مونڈ ڈالا رسمِ مذہب کو محنت ہو گئے — رو ب میں کرزن کے باہر آگئی جان فقیر ہے
زخم سے پر میرے خنجر رکھ کے یوں جھٹکے دیے — نکلی پڑتی ہے جب آنکھوں میں تری تصویر ہے
تم نے جسکو گھور کر دیکھا ہوا انتقال عفیل — مسمریزم کی تمہاری آنکھ میں تاثیر ہے
کیا کوئی سر کی اٹھا لایا ہے اُڑا دکِ فگن — چوٹ کچھ دل پر نہیں لگتی ہے کیسا تیر ہے
کیوں نہ جائیں؟ جا بیٹھے رو کے کوئی اگر سو اسطے — کوچۂ جاناں کسی کے باپ کی جاگیر ہے
جال پھندوں نہیں پھنسے ہیں یا الٰہی خیر ہو — دل لگا بیٹھے ہیں جس سے فتنۂ عالمگیر ہے
دل ہمارا خون ہو کر بہہ رہا ہے ناک سے — آج رہ رہ کر جو مرتا پھوٹتی نکسیر ہے

جدید وسائل معاش

(از فیروز لدھیانوی)

ہمارے دنیا میں نہیں ہندوستان شریف میں ، روزگار عنقا ہے ۔ ٹکے سیر گریجویٹ مارے مارے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا ۔ پیٹ کس طرح پلے ، اور صاحبی کا ٹھاٹھ کیونکر ہو؟ ماں باپ نے کس لاڈ پیار سے پالا پرورش کیا ۔ یعنی پونجی کتابوں کی قیمت اسکول کی فیس اور ٹیوٹر کی تنخواہ میں صرف کردی ۔ اب اللہ رکھے کمانے کھانے کے دن آئے تو صاحبزادے کو مانگے بھیک بھی نہیں ملتی ۔ صاحبزادے "اصول کفایت" کے عالم ہیں مگر کفایت خرچ سے متعلق ہے اور یہاں سرے سے خرچ ہی ندارد ۔

بعض مہربان ماؤں نے تو لختِ جگر کے برسرِ معاش ہونے سے قبل ہی پوتے کھلانے کا سامان بھی کرلیا ۔ چاند سی دلھن بیاہ لائیں ۔ بہو صاحب جاپانی مرغی کی طرح منھ لال کیے پر پھلائے انڈے دینے کو تیار آن پہونچیں ۔ ایسی انڈا اسی تھیں کہ شادی کے چوتھے مہینے ہی بیضوی قبۂ شکم میں تزائید و توسیع کی ٹھہری ۔ دادی جان ابھی اپنے ننھے میاں کی بسم اللہ سے فارغ نہ ہوئی تھیں کہ بہو کے جھینگی پوت اُبل پڑے انھیں سنبھالیں کہ اپنی شامتِ اعمال کو پالیں پھر سٹے بھانڈوں نے ڈیوڑھی پر "قواُو ، قواُو" کہہ کے اُدھم مچانا شروع کیا ۔ شہدوں نے "آمین آمین ۔ الٰہی چھوٹے بہو کی دُلھن ایک سو صبح جنیں ۔ ایک شام ۔ آمین" کہہ کے محاصرہ شروع کیا ۔ انعام اکرام اور دیگر اخراجات نے پردۂ گوش میں انکشاف کیا ۔ تاشے باجے نفیری نوبت والوں نے الگ "دھوں دھاں ، ٹیں ٹیں پیں پیں" کی اجرت مانگ کے زیور گرو یں (گرو) رکھوایا ۔ کنبہ پر افلاس کے آثار نمودار ہوئے ۔ فرزند اکبر اسلامی آبادی میں اضافہ کرنے کی جان گسل کوششوں میں اس تن دہی سے مصروف ہوئے کہ پڑھنے لکھنے کی بدمشاہی امتحان سر پر آن پہونچا ۔ بادل ناخواستہ تن بہ تقدیر شامل ہو گئے ۔ اب اماں جان منتیں مان رہی ہیں یا اللہ میرا بچہ پاس ہو جائے تو خواجہ خضر کا دولیا پکاؤں ۔ شیخ سدو کا ملیدہ ڈول لیکن برخوردار سعادت آثار کو بخوبی معلوم ہے کہ سوالوں کے جواب میں ہم نے کیا گل کھلائے ہیں ۔ ساری کاپی میں شاپ پریس کے خالی کالم دکھاتے ہیں ۔ شومی کی جیتا وناں کو دریائے گنگا کا تیغ لگا آئے ہیں اور اونکی ترحمی کا دارالخلافہ

جانے کی تیاری کرے تو وہ اپنے اخبار کے اڈیٹر کو دوڑا کے گا کہ لو صاحب جلدی کمس کمس سے نجات ملی۔ اب چین ہی چین ہے۔ پندرہ روز کے لیے ہوٹل کا رنگ کی تفریح گاہ کو جاتا ہوں۔ اپنا کتا شامی تمہارے دفتر کے پیچھے چھوڑا جاتا ہوں۔ اس کی خبرگیری کرتے رہنا۔ اس کی نسل عمدہ ہے مگر ذرا اٹھائی گیروں کا خیال رہے ایسا نہ ہو کر کوئی چور نظر بچا کر آئے اور واپسی کے وقت شامی کو بھی مسروقہ مضمون کی طرح اٹھا کر لے جائے گو مجھے تو بیمہ کمپنی سے قیمت مل ہی جائے گی مگر کمپنی والوں سے تمہیں جان چھڑانی مشکل ہوگی شامی کٹ کھنا بھی ہے نو آموز فسانہ نگاروں کے پیچھے لگا کر کسی دن تماشا دیکھنا۔ اس کا اڈیٹر اسکے جواب میں نہایت تسلی آمیز خط لکھیگا۔ اور پندرہ روز کے لیے شامی کا متکفل ہوجائے گا۔ ذرا غور فرمائیے کسقدر ہمارا ملا ہمدردی اسکا نام ہے ہندوستان کے کسی اخباری کاغذ کے مدیر کو اگر لکھو کہ حضرت یہ ہمارے میاں مٹھو ہیں ان کا پنجرا تین دن کے لیے آپ کے دفتر میں رہیگا۔ آپ کبھی کبھی ٹمٹما اسکا کرتے رہیے تو ہم آپ کا ہم آہنگ ہوگا تو میاں اڈیٹر ناک بھوں سکیڑ کے فرمائیے

نوٹس نسبت لکھانے نئے جد کے (نمونہ عام)

بعدالت دیوانی منصفی تانی ہردوئی مقام ہردوئی

مقدمہ نمبر ۲۷۶ سنہ ۱۹۳۲ء

بھوپ نرائن ولد سیو سہاے قوم برہمن ساکن بعبہ بادن پرگنہ بادن ڈگریدار

بنام

جے دیال وغیرہ ساکنان ہردوئی محلہ الونتوک پرگنہ گوپا نام شیے دیال) پسران موچند قوم کالستہ ساکن شمبھو دیال) ہردوئی پرگنہ سگر محلہ الونتوک پرگنہ نگر۔

ہرگاہ مسمی بھوپ نرائن نے درخواست نیلام جنت صابر پور اس عدالت میں گذرانی ہے کہ جدا مدا دنیلام بجیت مزر مہ دامولہ ریونان میں جو کچھ عذر ہو تاریخ پیشی پر پیش کرو۔

لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم اصالتاً یا معرفت کسی وکیل کے جو حالات مقدمہ سے بخوبی واقف ہو بوقت ۱۰ بجے بتاریخ ۱۱۔ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء اس عدالت میں حاضر ہوکر درخواست کے خلاف وجہ دکھاؤ۔ اگر ایسا نہ کروگے تو درخواست مذکور تمہاری غیر حاضری میں سماعت کی جاوے گی۔

بتاریخ ۱۸۔ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

نہیں صاحب ایسا نہیں ہوسکتا بندہ اس مرض کا توتا نہیں پالتا۔ اپنی چھتری البتہ رکھ جاؤ برسات کے دن ہیں۔

یا مثلاً ایک اور مصیبت زدہ خریدار اڈیٹر کو یوں احوال زار سناتا ہے کہ حضرت مبارک ہو آپ کی بھابی صاحبہ پھر پورے دنوں پیٹ سے ہیں۔ توام بچے نکلنے کی امید ہے۔ سنا ہے آپ کی نصف بہترین کو بچے جنانے کا تجربہ ہے اگر وہ یہ بھول سنت پالنا گوارا کریں تو کرم ہوگا ہمارے کارخانے میں تخفیف کی افواہ ہے۔ دو ماہ سے تنخواہ بھی نہیں ملی۔ نوزائیدہ بچوں میں سے ایک کا نام آپ کے نام پر رکھ دیا جائیگا تو یقین رکھیے کہ یورپین اڈیٹر نہایت خندہ پیشانی سے اس مہم کا بارگراں خریدار کے کاندھوں سے اٹھا کر اپنے دوش پر رکھ لے گا۔

یا مثلاً ایک بھولی بھالی کمسن سکول گرل بورڈنگ ہوس سے اپنے زنانے رسالے کی اڈیٹر کو ان الفاظ میں اپنی ہمراز بنالے گی۔ ہمدرد بہن کیا کروں میرے احباب نہایت بے صبر اور جلد باز ہیں۔ انھیں اتنا بھی سلیقہ نہیں کہ لذت کے تلخ نتائج کا لحاظ رکھیں اور گناہ کو پیٹ سے پاؤں نکالنے کا موقع نہ دیں۔ وہاں تو ہر بات کھیل ہے۔ اب کچھ چوری چھپے کی بات۔ حال ہی فال دہی میں سوسل۔ دو میں تیسرا آنکھوں میں ٹھیکرا۔ ذری سے چوک ہوگئی اب ننھی پھولتی چلی آتی ہے اور بندی حیران ہے کہ یہ کھیل کیونکر نبھے۔ خدارا اور کسی جگہ کا بندوبست کر دو جہاں رفع حاجت کر کے پیٹ ہلکا کرلوں۔ اب یہ اس رسالے کی اڈیٹر کا فرض ہے کہ مدد اور مستعار کہات روانہ کرے یا کسی نرس کا پتا بتلائے یہ یورپین ہمدردی کی نمائش ہے یورپی ممالک کے اخبار و نکی ورق گردانی کیجیے تو معلوم ہوگا کہ کہن سال گرگ باراں دیدہ زرسیں اخباروں میں مضامین لکھتی ہیں۔ مشاطہ عورتیں مخصوص کالموں میں حسن کی افزائش کے طریقے بتلاتی ہیں۔ طباخ اور باورچنیں انواع و اقسام کے لذیذ کھانوں کی ترکیبیں ہدیہ ناظرین کرتی ہیں۔ کتوں کے علاج کے کالم۔ اطفال کی نگہداشت کے کالم۔ موٹروں۔ وایرلیس کے کالم۔ ہوائی جہازوں کی مرمت کی ہدایات کے کالم۔ اسکے کالم اسکے کالم۔ الم غلم کالم۔ غرضکہ تمام کالم انھیں امور کے متعلق خامہ فرسائی کرنے اور سوالات و جوابات کے لیے وقف ہیں۔

ہمیں ہندوستانی اخباروں کے ناظرین کی کس مپرسی پر رحم آتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ ان کی تہی دستی اور کم مائگی کے ایام میں مفید اور منفعت بخش مشوروں سے انکی امداد کریں اسلیے ہمیں جو کچھ بھی کمانے کھانے کے ڈھنگ اس برسات میں خود معلوم ہوئے یا مہربان احباب سے سنے ان کے بیان کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ آگے بیکاروں کی قسمت۔

عروسک چینی

برسات کے موسم میں جن مقامات پر آپ کو برادران وطن گھمبیں توڑتے نظر آئیں وہاں پہنچ کر آپ بھی ذرا کمر کو تکلیف دیں۔ اور جسطرح بوڑھے خمیدہ کمر آدمی قبر کے لیے زمین تلاش کیا کرتے ہیں یا نئی دلھن (عروس) جھکی ہوئی سسرال میں چلتی ہے اسی طرح جھک کر غور سے زمین پر نظر دوڑائیں انشاء اللہ آپ کو ایک سرخ رنگ کی مکڑی سی نظر آئے گی۔ اسے عروسک بیربہوٹی یا کرم مخمل کہتے ہیں یہ اساڑھ کے پہلے دونگڑے میں ہوتی ہے پھر تین ہفتوں تک نظر آتی ہے کھمب توڑنے والے برادران وطن خواہ آپ کو کتنا ہی بہکائیں۔ جیو ہتیا کے طعنے دیں مگر آپ ہرگز پروا نہ کیجیے اور بیربہوٹیاں چن چن کے بوتل میں بھرتے جائیے بقول

اجلاس ادب

(زیر صدارت جناب نواب محمد تقی علیخاں صاحب تقی دام اقبالہ نواب بیگم علی لکھنؤ)

دریں چہ شک کہ انجمن ظفر فادا واقع محلہ حسین گنج لکھنؤ کا ایک مشاعرہ بتاریخ ۲ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء بروز سنیچر بوقت ۹ بجے شب بر مکان جناب سید اکبر علی صاحب اکبر جو پرانا حسین گنج متصل مسجد خانعلی خان طے پایا ہے لہذا احباب کو خلاقی نوٹس دیا جاتا ہے کہ تاریخ مقررہ پر تشریف لاکر عدالت ادب میں اپنے مذاق سلیم کا ثبوت دیجیے اور اہلکاران انجمن سے اپنا تعارف کرالیجیے۔ غزل کا فرمہ

مری گردن کٹے گی کیا تمہارے کند خنجر سے

حروف اصلی خنجر۔ مقدر۔ وغیرہ و تروت علت سے

مرزا مصطفے بیگ مرزا سکریٹری انجمن ظفر فا حسین گنج لکھنؤ

بیربہوٹیوں کی قیمت دو روپیہ سے کم نہ ہوگی ان کے فوائد اور
استعمال سے تو آپ غالباً بخوبی واقف ہوں گے نہیں تو
میں عرض کرتا ہوں کہ یہ مقوی باہ روغنوں کی جان ہے اعلیٰ
درجے کی منفعت بخش چیز ہے۔ جن دیسی دوائی والوں کو
فصل ہی میں سرخ روئی مطلوب ہوگی وہ نہایت قدر
سے اسکی خریداری کریں گے۔

خراطین کشی

یہ بھی برساتی اور موسمی کسب ہے۔ خراطین یعنی کیچوے ہر
موسم میں عام ہوتے ہیں۔ ایک بیلچے کی امداد سے آپ
چھ گھنٹے میں بیس سیر پختہ کیچوے زمین کھود کے
نکال سکتے ہیں ان کو خشک کیجیے اور عطاروں کے
ہاتھ بیچ ڈالیے۔ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا
آئے۔ علیٰ ہذا القیاس جونکیں بھی بآسانی جمع ہو سکتی
ہیں۔ اطباء نے انھیں بھی ملذذات قوتیہ میں شمار کیا ہے
مگر یہ خاص خاص برساتی تالابوں میں پائی جاتی
ہیں۔ لنگوٹ کس کے ایسے گڈھے میں گھس جاؤ۔ پندرہ
منٹ کمر کمر پانی میں اختیار ریٹی کرو اور باہر نکل آؤ
تمام نچلے دھڑ پر جونکیں لگی ہوں گی۔ ان کو نوچ نوچ کر
جمع کر لو کام کی چیز ہے تھوڑے سے خون کا نقصان ہوگا تو
کوئی ہرج نہیں ہندوستانی خون کی قیمت ہی کیا ہے
ابھی تو ماشاءاللہ جوان ہو۔ خون پسینہ ایک کیے بغیر
روٹی کمانا مشکل ہے۔

ڈنٹھ میلیا

ریلوے اسٹیشنوں پر آپ نے کئی میلے کانوں پر
پتلی پتلی آہنی سیخیں لٹکائے ایک خاص طرز کی پگڑی
باندھے نہایت بھیانک آواز سے "میل۔ کان کی
میل....." کی صدائیں لگاتے دیکھے ہوں گے بظاہر
یہ ایک مکروہ پیشہ ہے لیکن یہ لوگ پشتہا پشت سے
اسی کسب کی بدولت کنبے پال رہے ہیں۔ آپ تعلیم یافتہ
اور خوب جانتے ہیں کہ چونکہ گوش سے زیادہ چرک نما
کی صفائی ضروری ہے۔ اگرچہ بہت سے نوجوان ولایت
سے ڈنٹھ میلیے بن کر آگئے ہیں اور انکے پاس دانت صاف
کرنے کی برقی مشینیں بھی ہیں لیکن ایسے ڈنٹل سرجن
بننے کے لیے بھاری سرمایہ کی ضرورت ہے۔ آپ مختصر
سرمایہ سے ڈنٹل سرجن کے چھوٹے بھائی یعنی ڈنٹھ میلیا
بن سکتے ہیں۔ صرف چند پتلے پتلے سوہان۔ دو تین عدد
برش دس بیس کھرچنیوں، دو چار آہنی نوکدار سلاخوں
کی ضرورت ہے۔ کرم خوردہ دانت نکالنے کے جھگڑے
میں نہ پڑیے۔ ریلوے اسٹیشنوں پر آپ کو بہت
گاہک مل سکتے ہیں ایک آنہ فی دانت اجرت مانگیے
خدا نے چاہا تو جتنے گندہ دہن ہیں سب ٹوٹ پڑیں گے
آپ دانت صاف کرتے کرتے پریشان ہو جائیں گے
اور ان کا تانتا نہ ٹوٹے گا۔ لیا سوہان اور سوئی سڈول
کر دیے۔ اٹھائی کھرچنی اور میل کی پرت اتار دی۔
تیلی سنبھالی اور خلال کر کے دانتوں کی کھڈی کھا ڈالی۔
کالی مرچ اور کھریا مٹی کا منجن برش سے ملا اور صرف
دہن مجلے موتی بھر کے گھر کا رستا پکڑا۔

معزز ناظرین کی خدمت میں روٹی کمانے کے یہ چند
طریقے عرض کر دیے گئے ہمارے ملک میں کمائی کے
وسائل اور ذرائع اسقدر تھوڑے ہیں کہ ان کی
اشاعت سے اہل وطن کو چنداں فائدہ نہیں پہنچ
سکتا اور وطن کے بڑے بڑے لیڈر، ایڈیٹر اور تاجر
مفلسوں کی امداد سے قطعاً قاصر ہیں تجارت کا جو حال
ہے دنیا پر عیاں ہے۔ زراعت کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر
ہے۔ نوکری اور ملازمت کا میدان تنگ ہو گیا۔ گو
صرف کلرک چاہتی ہے تو خدا نے اس کو ضرورت سے
زیادہ عنایت کر دیے ہیں۔ ہر ملک میں بیکاروں
نے ادھم جوت رکھا ہے صرف اس بات سے حوصلہ
قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے "بھوکا
اٹھاتا ہے بھوکا سلاتا نہیں" تو یہ رزق کی ضمانت
محض "سد رمق" سے تعلق رکھتی ہے۔ کھلی بھوسی اور
لباس تنی سے بھی فاقہ کشی ہو جائے تو ضمانت مرتفع
ہو جاتی ہے۔ جدید طرز تمدن کھانے پینے اور موٹے
جھوٹے کپڑے پہن کے عبادت خدا میں مصروف ہو جانے
پر قناعت نہیں کرتا وہ تو خدا جانے کتنے سامان کو
ضروریات زندگی میں شامل کرتا ہے۔ لہذا اب
گلچھرے اڑانے اور مال پکتیاں کھانے کے لیے
ہاتھ پاؤں ہلانا شرط ہے۔ بیربہوٹیاں جمع کیجیے۔

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قاعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۹۰۹ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت آنریری منصفان بنچ اول جونگی کھرالہ آباد
سکھدیو ولد بھولا قوم برہمن پانڈے ساکن موضع برلا پور پرگنہ کیواہی
ضلع الہ آباد مدعی

بنام

سیو مورت سنگھ ولد مہابیر سنگھ قوم کھتری ساکن موضع مورہ پرگنہ
بہدوہی تحصیل گیان پور ضلع بہدوہی اسٹیٹ بنارس مدعا علیہ
ہرگاہ مدعی نے آپ کے ایک نالش بابت   کے دائر کی ہے
لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۶ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء وقت
۲ بجے دن کے بذات خود یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات
سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ
کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب
ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جوابدہی دعوے
کی کریں۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو آپ کے احضار کے لیے
مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس
آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت
پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کی تائید
میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔ آپ کو اطلاع
دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ
بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۸ ماہ جولائی
سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

قرقی بعلت اجرائے ڈگری

حکم امتناعی بحالت جائداد غیر منقولہ

دیوانی منصفی شمالی ہردوئی مقام ہردوئی
مقدمہ نمبر ۱۹ سنہ ۱۹۳۲ء پیشی ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء
مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۲۶۷ سنہ ۱۹۳۲ء
مہوپ نرائن ولد سیو سہائے قوم برہمن ساکن قصبہ باون
پرگنہ باون ڈگری دار

بنام

۱۔ جے دیال } پسران موہن چند اقوام کالستھ ساکنان محلہ
۲۔ شمبھو دیال } محلہ لوکھتوک پرگنہ سگر مدیون ڈگری
بنام ۱۔ جے دیال } پسران موہن چند اقوام کالستھ ساکنان محلہ
۲۔ شمبھو دیال } محلہ لوکھتوک پرگنہ سگر مدعا علیہ
ہرگاہ تم نے ادا اس ڈگری کا جو تم پر بتاریخ ۷ ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء
مقدمہ دیوانی نمبر ۹ سنہ ۱۹۳۱ء بحق ڈگری دار بابت مبلغ   روپیہ
کی گئی تھی نہیں کیا لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ تم مدیونان مذکور تا حکم
اس عدالت سے تا حکم ثانی معاوضہ نہ ہو جائداد مصرحہ فرد تعلیقہ منسلکہ
کو بذریعہ بیع و ہبہ وغیرہ کے منتقل یا زیر مواخذہ کرنے سے ممنوع
اور باز رکھے گئے ہو اور تمام اشخاص اسکو بذریعہ خریداری و ہبہ
وغیرہ کے لینے سے ممنوع و باز رکھے گئے ہیں۔
آج بتاریخ ۱۰ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۲ء میرے دستخط اور
مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

فرد تعلیقہ

۲ بوہ حقیت زمینداری واقعہ موضع صابر پور پرگنہ باون
تحصیل و ضلع ہردوئی۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اشارہ ۱: "سمجھیں بہن ؟" "گُپ چُپ"

اشارہ ۲: "بھول اول"

کیوں سے نکالیے پر فیسر آف جونکیا لوجی بنیے۔ شاید
کہ ہمیں بیضہ بر آرد پر و بال عنقا گردد۔ والسلام

منطق از بیگم بلا ارڈ ولنگڈن

(تتمہ ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء)

سنو صاحب سر مالکم ہیلی کے دل میں جو دھڑکن ہوئی اُسکا اظہار اُنھوں نے وقت نکالنے پر کیا مزہ تو جب تھا کہ تمھارے اور وزیر اعظم کے درمیان "تصفیہ حقوق" کے وقت جو چھیا ون ہو رہی تھی اُس وقت سر مالکم ہیلی واسکوٹ اور قمیص اُتار کے تمھارا ہاتھ اپنے کلیجے پر رکھتے اور یہ گیت گاتے :-

"جیرا ہالے ڈولے ہو۔
جیرا ہالے ڈولے ....
جیرا ہالے ڈولے ہو۔ جیرا ہالے ڈولے"

بہت ممکن تھا کہ کپتان رینر سیکڈ انلڈ اس دل کی کھٹکار سے نغما بناتے اور نغما بنا کے مطلب سمجھتے۔ مگر اب تو وقت جاتا رہا تخم ریحان اور عرق بید مشک کی ضرورت سر مالکم ہیلی کو بھی نہیں ہے تصفیہ حقوق کا اعلان ہو گیا چند مسلمان خو خو بشتو کرتے ہیں باقی سون کی ناس لیے بیٹھے ہیں تنگی سے پہلے زچا خانے کی آراستگی اگر کوئی معنے رکھتی ہے تو یہ تصفیہ بھی ضرور با معنے ہے۔

گزشتہ ہفتے میں یہ اعلان میری نگاہ کے سامنے نہ تھا۔ اب میں نے غور سے پڑھا تو اللہ جانتا ہے بہت حیرت ہوئی۔ ایسے یہ بھی کوئی بڑی محنت کا کام تھا جو سال بھر اس میں لگ گیا؟ کہو تو سوتے میں ایسے میں نقشے تیار کر کے رکھ دوں۔

اسمیں نیابت کے متعلق جو گنتی گنائی گئی ہے وہ کسی حسابی اصول سے علاقہ نہیں رکھتی۔ آنکھیں بند کیں

اور کسی ہم کا نام لے کے نشتر ذرول پر ہاتھ ڈالا ہیں تے نام پر جتنی انگر یاں نکلیں اُتنی ہی اُسکے نام کے سامنے لکھ دیں یہ کوئی بڑی مہم نہ تھی جس پر وزیر اعظم وزیر ہند اور وایسرائے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے۔ وزیر اعظم بڑے مرد ہیں تو کوئی منطقی دلیل یا حسابی دلیل مجھ سے میں دو سو پندرہ نشستوں کی پیش کریں اور بتائیں

مسلم کانفرنس کی برطانی لالٹین

(اقبالی گیس)

کہ ۲ کرسیاں عورتوں کے لیے کیوں ہیں؟ میں اسی طرح ہر ایک تفصیل کی نسبت حسابی وجہ پوچھنے کا حق رکھتی ہوں۔ اگر ایک شق کا جواب بھی منطقی استدلال سے ٹھیک ہوا تو آج سے منطقی ہونے کا دعوے چھوڑ دوں گی۔

تعجب کی بات ہے کہ سر سپرو جیسے ہوشیار

منطقی اس کام کو جو میاں ریمزے میکڈانلڈ نے مہینوں میں انجام دیا "بے حد مشکل" بتاتے ہیں۔

ہاں یہ انھوں نے سچ کہا کہ جب ہم آپسمیں طے نہ کر سکے تو دوسرے نے اپنے خیال کے مطابق جھگڑا چکا دیا۔ اب اسمیں ہم انکو الزام نہیں دے سکتے۔

اور یہ بھی درست ہے کہ آپس میں کسی بات پر متفق ہو جانے کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا ہے جو کام کل نہیں ہو سکا وہ آج اگر تم چاہو تو ہو جائے لیکن حاشا نہیں کلا نہیں۔ یہ تقسیم جو کاغذ پر مجھے دکھائی دیتی ہے بالکل مشکل نہ تھی۔ اور میں تو یہی ہانکے پکارے کہتی ہوں کہ اس تقسیم یا اس اعلان کی اسوقت کوئی ضرورت نہ تھی۔ دو چار بیوقوف مسلمان اگر اس پر اڑ گئے تھے تو انکو لندن (لنڈن) سے نکال باہر کیا ہوتا کہ جاؤ تمھارے بارے میں کچھ دھوکا ہوا ہم سمجھتے تھے کہ تم عقلمند ہو مگر تمھیں بات کا سلیقہ نہیں۔

مشورے کے قابل تو یہ امر ہے کہ ہم تمھیں کیا دیں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ جو کچھ ہم سے ملے اُسے ہر طرح سے نہیں سلیقے کے ساتھ برت سکتے ہو یا نہیں۔ تم ہمیں کسقدر رکھنے کا مستحق سمجھتے ہو۔ اور بعد آدھے کا تہایا جانے کے تمھیں صبر آجائےگا یا نہیں؟ ان امور کے متعلق نہ کوئی مشورہ ہوا نہ کھلے دل سے حکومت اسے پوچھ سکتی ہے کبھی میاں جر چل چلچلاتے ہیں اور انگلستان کی آبادی ان کی ہاں میں ہاں ملا دیتی ہے اور کبھی میاں لینسری کچھ بول اُٹھتے ہیں اور انصاف والے اُن کی ہم زبانی کرنے لگتے ہیں۔ تم جانو ایک دیہاتی مثل ہے "نادکی برات میں سب ہی ٹھاکر"۔ ہم لوگ ان مختلف باتوں کو سن کے کبھی کلی کی طرح کھلجاتے ہیں اور کبھی مرجھائے ہوئے پھول کی طرح شاخ سے ٹپک پڑتے ہیں۔

اگر اس تقسیم میں کوئی جان ہوتی تو انگریز دل سے ضرور

اس پر غور کرتے ہوئی تمشکار یاں جھگڑیاں بجڑیاں کے مرغوب ہیں اور معقول بات ہوتی تو کہاں تک اُن پر اثر نہ کرتی ۔ دیکھو ایک ہفتہ سے زیادہ ہو گیا مگر حق گوئیوں سے حکومت کی پگڑی اُلجھی ہوئی ہے اُنھوں نے توجہ بھی نہ کی۔

ملک میں جو اُچھل کود مچی ہوئی تھی وہ بھی جیو لاسک تیوں ہے ۔ اصل جھگڑا جس بنا پر تھا اُسکے تصفیہ کی ساعت کسی طرح نہیں آچکتی۔ سنتے ہیں کہ ۱۹۳۳ء میں دیکھا جائیگا ۱۹۳۴ء تک خدا ہی جانے کہ خداوند ملامت کی رائے کیا سے کیا ہو جائے اور ہندوستان کی رعیت کو انقلابیوں اور حق طلبوں (دونوں) کے چلتوں کتنی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑے۔ بدگمانی بڑھتی جاتی ہے اور اس بدگمانی کا اعتقاد یہ ہے کہ ۱۹۳۴ء میں بھی پولیٹکل مرغیاں ہندوستانیوں کا چھنا اکیلگی۔ یہ حکایت ایک عربی کتاب میں اس طرح ہے کہ ایک تھیں بی عربن۔ خدا نے ان کو ہر طرح نوازا تھا۔ مال کی جگہ مال۔ مکان کی جگہ مکان شوہر کی جگہ لائق شوہر۔ میاں کسی کام سے پردیس گئے۔ بی بی کے حسن و جمال پر ایک لنگارا پڑوسی مفتوں ہو گیا۔ دال نہ گلی تو ایک کٹنی کو بھیجا کہ پرچا رکے پھسلا کے بہلا کے رنگ جمائے زیادہ ہوس نہیں صرف کٹنی کا ایک بوسہ درکار ہے ۔ کٹنی سوئی دھاگا جو جیک ۔ سرمہ مسی پٹاری میں لگا کے پہونچی۔ پردے میں بیٹھنے والیوں کو نئے آدمی کے دیکھنے کا شوق ہوتا ہی ہے عربن کے دربار میں اسکی رسائی آسانی سے ہو گئی۔ اور آمد و رفت بڑھنے پر "بوسے" کا معاملہ بھی طے ہو گیا بوسے کا اگلے زمانے میں جو نتیجہ ہوتا تھا۔ (یورپ کی بوسہ بازی نہیں) وہی ہوا۔ اب سنو کہ عربن کے گھر میں، اچھی قوم کی مرغیاں پلی ہوئی تھیں۔ بی کٹنی مرغیوں کو دیکھ کے لہلوٹ ہو گئیں۔ بی بی سے پوچھا یہ کیوں بیگم یہ مرغیاں کیا پڑھتی ہیں؟ بیگم نے تعجب سے پوچھا "مرغیاں بھی پڑھتی ہیں؟" —

کٹنی یہ تو کوئی تم ایسی بھولی ہو۔ بی بی میری مرغی تو چار سپارے یاد کر لی ہے۔"

بیگم کو بہت اچنبھا ہوا تو کٹنی بولی کہ لاؤ اپنی مرغیاں میں اپنی مرغی کی شاگرد کروا دوں۔ اللہ نے چاہا تو دو مہینے میں حافظہ ہو جائینگی۔

مرغیاں تو گئیں کٹنی چڑیل کے دڑبے میں لیکن صبح ہوئی تو بی کٹنی صحن میں کھڑی فرمائش کر رہی ہیں "حضور آج سیر بھر زعفران مرغیوں کو دی گئی اُسکے دام دیجیے" شام ہوئی تو بی کٹنی پیام سنا رہی ہیں "حضور آپکی مرغیوں نے بلاؤ مانگا ہے" ۱۹۳۴ء کیا ۱۹۳۵ء بھی گذر گیا اور مرغیاں کسی طرح فارغ التحصیل نہ ہوئیں اور رہا ہوا اُنکے تعلیمی مصارف کا بل گھر کا تصفیہ کرتا رہا آخر عربن جھلائی اور کہنے لگی "مردار لا میری مرغیاں ۔۔ اور بتا آخر کیا پڑھتی ہیں؟" کٹنی پہلے ہی سے فقرہ تیار کر چکی تھی اُسنے سر پیٹ کے کہا "بیگم ان مرغیوں چڑیلوں کا نام نہ لو۔ ارے بڑی نمک حرام نکلیں پڑھ لیں جب سپارہ گردان چکتی ہیں تو تمہارا نام لے کے کہتی ہیں کٹ کٹ... بیگم نے تو فلاں شخص سے منہ چموایا ہے تمہارے میاں آنے والے ہیں جو مرغیاں گھر پہ گئیں تو انکے کانوں تک صدا پہونچیگی"۔ اے توبہ بیگم کی جان نکل گئی ہاتھ جوڑ کے کہنے لگیں "واسطے خدا کا ان موئی نمک حراموں پر چھری پھیر دو خبردار یہاں نہ لانا۔ (باقی آئندہ)

راقمہ۔ منلق آرا بیگم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"البت"

یعنی ایک لفظ جسکے معنی "بہت خوبصورت اچھے کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی کا تصویردار ہفتہ وار پرچہ" ہیں کسی لغت میں یہ معنی ڈھونڈھنے سے مل نہیں سکتے اسلیے "نمبر ۱، ڈمزن لین کلکتہ" سے نمونہ منگا کے دیکھیے جمال صوری کا حال پہنے کہ سنا یا جمال معنوی کا ادراک آپ ہم سے بڑھ کے کر سکتے ہیں۔

کلام دُم دار

جناب شاہد احمد زماں خانصاحب یعنی روزنامہ "شیر رنگون" کے شوخ طبع اڈیٹر کی ظرافت آمیز نظموں کا مجموعہ بہت ہی دلچسپ اور دل آویز نوجوان شاعر نے ہنسی ہنسی میں حشرات الارض و جانور تک کا بہر اما انجام دیا ہے معنوی ظرافت کو آپکی بیں خالی نہیں۔

پھوٹے تو جو دیکھیں بھگر اگر شیدی کی بڑی عظیم کتابوں کا حسن یہ شاعر صاحب عنقریب سرکاری مہمان ہونیوالے ہیں پس ہماری فرض ہے کہ انکے جواہر طبع کی پوری قدر دانی کیجائے اسکی قیمت ایک روپیہ جا مانئے ہے ہم نے شاعر کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہے ورنہ ہے۔

قول فیصل

سرکاری نرم دھندلے دیلے یعنی ہالے پرانے دوست مشرپنچے میکڈانلڈ کی گرم دھم تو ہندو مسلمان سب ہی کے کانوں تک پہنچی یعنی اللہ کا ملک نگریز بہادر کا انتظام ہندوستان کا۔ گرم دھم گرم دھم۔ ولایت چینہ چھوٹے ہندی نابالغ موارہ فیصلہ کرنے کیلیے بھیجے گئے ہیں چھوٹے ہندوستانیوں کی فرمائش پر تیار ہوئے ہیں۔ نہایت بڑے آفرین مگر ہم والوں کو لازم ہے کہ انکو ٹھا چوسنا چھوڑ دیں جن کی مذمت میں شاعر کہہ گیا ہے ؎

در ایں جہاں زندم آمدن پشیمانی نیست

ازاں ہمیشہ گزد طفل شیرخوار انگشت

اور انکو جھنجھنونکو قلقاری مار کے ہاتھوں سے تھامیں۔ چوسیں دال بہالیں۔ ان میں یہ خاصیت ہے کہ دانت جلد ہی نکل آتے ہیں ۱۹۳۴ء تک دانت نکل آئینگے تو دھوم سے دودھ بڑھائی اور شیل کے کونڈے شان سے ہونگے۔ گرم دھم۔ گرم دھم۔ کلام کی تاثیر دیکھیے کہ ان چھوڑوں کی طرف نہ ہندو دیکھتے ہیں نہ مسلمان۔ خیر ہندوؤں کی کثرت رمجارتی) تو پہلے ہی سے اسکی مخالف تھی مگر مسلمانوں کو کیا ہوا جو منہ پھلائے بیٹھے ہیں انکی تو سی گئی۔ مخلوط انتخاب کا مطالبہ ستر ہو گیا کونسل وغیرہ میں کرسیوں کی تعداد بڑھ گئی ابھی کچھ بنجھلانے کا ذکر نہیں آیا۔ امیدوار پودہ باشندہ فقیر بخش افیمی کی برادری کے واسطے اتنا بھی بہت ہے۔ ہمارے نزدیک ہندوؤں کو فیصلہ اس شرط پر قبول کر لینا چاہیے کہ انتخاب مخلوط و ممزوج ہے۔ اگر اعتراض نے جانبی بات پالی تو پھر طرفین کے فساد ساختہ لیڈروں کو ملکی نظام میں شب کی تو استعمال فرمانے کی جرأت نہ ہوگی۔ اور اکثریت و اقلیت (باصطلاح حال) دونوں کی تمیز جاتی رہیگی۔

استجابا مزاج کرنیوالے دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ خاکسار اڈیٹر کا مزاج جناب کس قدر ترک بغاوت پر آمادہ ہے تا آپکی عنایت کا شکر اگر مضمون اودھ پنچ میں درج کر کے مقابل عنایت ہوں اور خریدار خدا آپکی سعی سے پیدا ہو جائیں تو دو دن ایک ماہ میں بالکل بغاوت کا شیخ فیض ہو جائے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ مرسلہ اور مزاج کتنے ہی کم ہیں۔

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا حقیقۃً مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں مرہون ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک ہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ، لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A. 785
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अवध पंच
लखनऊ
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW
قیمت فی پرچہ دو آنہ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے ظریفانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۹۲۸ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصولڈاک بذمۂ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمۂ خریدار

"منیجر"

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس مضمون کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج و واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہر حال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالبعلم گردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنے چاند روپیہ (عمہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ لازم ورم نہیں تو قدری کوشش سے فائدہ اٹھائیں اب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف تمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی طباعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دو لکانے پر بنیاز مند خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی علامت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں۔ ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں اُنھیں خط و کتابت اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ٹکٹ کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ۲ ناؤ ضروری ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

نمبر ۱۰

مضامین

مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۳۲ء

غزل

(از دلالمت نگار حضرت احمق پھپھوندوی)

بنا ہے بہت سر چڑھانا عدو کا	ذرا پاس کبھی چاہیے آبرو کا
وفا شرط الفت ہے لیکن نہ اتنی	کہ خوگر بنا دے مجھے "ڈیم یو" کا
رہیگا منع الدھر دد، پر جو عالم	رہے گا زمانے میں خنگا نہ ہو کا
سنبھل کر مجھے قتل کرنا کہ ظالم	نہ رہجائے دامن پہ دھبا لہو کا
مرا دل ہے یا ہے یہ دیا نہ کوئی	جدھر دیکھیے ایک عالم ہے "ہو" کا
بُری طرح اُس بت کے پیچھے پڑی ہے	بُرا ہو مری حسرت و آرزو کا
خدائی میں بندے خدا کے نہ ہوتے	مگر بس نہیں اس بت فتنہ خو کا
حقیقت میں ہے ٹھوکروں ہی کے قابل	وہ سر جس میں سودا نہیں بوٹ شو کا
ہم اُو دلوں میں نہ ہو جب ــ فانی	عجب کیا جو چل جائے جادو عدو کا
نہیں سیر دنیا کو بھی ہضم کر کے	خدا جانے یورپ کہاں کا ہے بھوکا

وہ مجھے ملتفت اور یہ پھر بھی رہا چُپ
حقیقت میں احمق بہت رات چوکا

کنائے انگلینڈ

قسط سوم

(از فیروز لدھیانوی)

(۴۱) آوٹ سائز۔ (فضول قامت، بیڈول) بھاری بھرکم۔ الغرض خواہ مخواہ مرد آدمی سے کنایہ ہے جبکی توند قبۃ نما ہو۔ گردن گینڈے کی سی اور دھڑ ہاتھی کا سا ہو جسکے عضو درزیوں کے گز کے احاطہ سے باہر رہیں۔ اس حقارت آمیز کنایہ کی جگہ اب خیاطوں کی فہرستوں میں ایک اور کنایہ مروج ہو چلا ہے۔ سٹائلش سٹاوٹ کے معنی باوضع فربہ ہیں۔ اسے آوٹ سائز کی قائم مقامی کا فخر ملا ہے۔

(۴۲) بک سنیف۔ (شاصب کتب) کتابیں اُٹھا کر طاق نسیان پر رکھنے والے حضرات سے کنایہ ہے۔ انھیں بک شیف یعنی کتابوں کا ڈھیر رکھنا ذرا بے ادبی میں داخل خیال کیا گیا۔ تھوڑی سی رعایت کر کے بک سنیف کا القاب دیا گیا۔ کتابوں کے صفحوں پر نشان بنانے والے اور تنقید کے نوٹ لکھنے والے قلم تراش کے بجائے انگلیوں سے بڑھتے ہوئے اوراق چیرنے والے سب کی جامع تعریف ہے۔

(۴۳) سکائی سکیپرز۔ (فلک خراش) اُن عالیشان فولادی مکانات سے کنایہ ہے جو آسمان سے باتیں کریں۔ آج کل جو چہل اور ہفتاد منزلہ مکانات تعمیر ہو رہے ہیں اور جن کے مکیں ہوائی جہازوں کے ذریعے سے اُن میں آتے جاتے ہیں وہ اس قدر بلند ہیں کہ انھیں سر افلاک بلکہ فلک خراش کہتے ہیں بیشک انھیں معنوں میں لکھنؤ کے عوام اونچے ڈنڈے دل یا اونچی عمارتوں کو "آسمانی کوتنجا" کا لقب دیتے ہیں۔

(۴۴) ٹو کک اگینسٹ دی پرک۔ (تیغ پر دولتیاں جھاڑنا) کسی سخت اور دشوار انگیز کام کی کوشش کرنا جسمیں ناکامی اور آفت کا احتمال ہو۔ ایسی تدبیر کو بھی کہتے ہیں جو عقل سے بعید ہو۔ مثلاً چاند پر خاک ڈالنا۔ آسمان پر تھوکنا۔ کھمبا نوچنا۔

(۴۵) رینزنگ دی ایلبو۔ (کہنی اٹھانا) میخواری سے کنایہ ہے۔ جام شراب لبوں سے آشنا کرنے کے لیے کہنی اُٹھتی ہے۔ اس لیے بادہ نوشی کی حرکت کا یہ القاب تجویز کیا گیا۔

(۴۶) وائلڈ گوز چیز۔ (تعقب بط وحشی) کسی معدوم اور نامعلوم معاملہ یا بات کی تفتیش کے درپے ہونا ایسا فعل کرنا جسکا کوئی نتیجہ یا فائدہ برآمد ہوتا نظر نہ آئے۔ بے سود اشتغال میں دلچسپی لینے سے کنایہ ہے۔

(۴۷) ٹو بری دی ہیچٹ۔ (کلہاڑی دفن کرنا) دشمنی گنوانے اور پیمان محبت استوار کرنے سے مراد ہے۔ جب دو مخالف مل کر صلح صفائی کی گفتگو کریں۔ اور ایک معاملہ پر متفق ہو جائیں تو اُس وقت یہ کنایہ استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض وحشی قومیں عملی طور پر در اصل ایک کلہاڑی زمین میں دفن کر کے دشمنی دور کرنے کی رسم ادا کرتی ہیں۔

(۴۸) کروکوڈائل ٹیرز۔ (مگرمچھ کے آنسو) ظاہرداری اور ریاکاری کے آنسو بہانے سے کنایہ ہے۔ وہ آنسو جو بناوٹی ہوں جو مطلب برآری کے لیے یا دھوکا دہی کے لیے جاری ہوں۔ غالباً یہ کنایہ کسی خاص حکایت سے ماخوذ ہے۔

(۴۹) کیٹ اینڈ ڈاگ لائف۔ (کتے اور بلی کی زندگی) دائمی خانہ جنگی اور جھگڑے کی چخ چخ سے کنایہ ہے۔ وہ مصاحبت جسمیں سدا لڑائی فساد برپا رہے۔ جھگڑالو میاں بیوی کی کیفیت سے مراد ہے۔ ہندوستان کے مختلف فرقوں کے باہمی سلوک پر قیاس کیجیے۔ یہ مناسب تشبیہ ہے کتے اور بلی کی آپس میں نہیں نبھتی۔ یہی حالت ہماری ہمسایہ قوموں کی ہے۔

(۵۰) ہائیکر۔ (خانہ بدوش) پیادہ پا چلنے والے اور سواری سے مجتنب رہنے والے سیر بازوں سے مراد ہے موٹر کاروں سے اُکتا کر اب یورپین لوگوں نے ٹانگوں کے تانگے پر سوار ہونا فیشن میں داخل کر لیا ہے۔

ایسی چیز کی خواہش سے کنایہ ہے جو دسترس سے باہر ہو۔ امکان سے باہر ہونے کی تمنا رکھنے سے کنایہ ہے روایت ہے کہ رام چندر جی ایک دن چاند کو دیکھ کے مچل گئے اور اس کھلونے کے طالب ہوئے۔ ایک وزیر باتدبیر نے آئینہ میں چاند کا عکس حاصل کر کے ان کو بہلایا۔ یہ کنایہ غالباً اس روایت سے حاصل کیا گیا ہے۔

(۸۰) اسمیلنگ اے ریٹ۔ (چوہے کی بو لینا) کسی مخفی بات کے درپے ہونے کسی سازش یا امر راز کا پتا چلانے سے کنایہ ہے۔ جس طرح بلی چوہے کی بو سونگھ کر چوکنی ہو جاتی ہے خفیہ راز کے واقف ہونے سے کنایہ ہے۔

(۹۰) ڈے ڈریمز۔ (دن کے خواب) خیالی پلاؤ پکانے اور ہوائی قلعے تعمیر کرنے سے کنایہ ہے ایسے منصوبے باندھنے جن کی کوئی اہمیت نہ ہو۔

(۱۰۰) برننگ دی کینڈل ایٹ بوتھ اینڈز۔ (شمع کے دونوں سرے روشن کرنا) عیاشی کی زندگی بسر کرنے سے مراد ہے لہو و لعب اور عشرت میں محو رہنے اور سرمایہ صحت و دولت ضائع کرنے سے مراد ہے۔ شمع کے دونوں سرے روشن ہوں تو نتیجہ ظاہر ہے۔

بحکم بابو جگدیشور ناتھ کول صاحب سب جج بہادر فتح پور

بعدالت سب جج فتح پور

انسالوینسی نمبر ۹ سنہ ۱۹۳۲ء

مہادیو ولد رگھو ناتھ قوم بقال ساکن بھودرن پرگنہ [illegible] ضلع فتح پور حال مقیم موضع بہرام پور پرگنہ ہسوہ ضلع فتح پور سائل

نام جملہ دائنان

مقدمہ مندرجہ حسب دفعہ ۵ انسالوینسی ایکٹ سنہ ۱۹۲۰ء سائل نے عدالت ہذا میں بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۹۳۲ء واسطے قرار دیے جانے دیوالیہ کے گزرانی ہے لہٰذا ذریعہ اطلاع نامہ ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ جس کسی دائن کو سائل مذکور کی درخواست کے خلاف عذر ہو وہ بتاریخ ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء کو پیش کرے بعدہ واسطے سماعت درخواست سائل کے پیش ہوگا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

آخری خواہشیں

(از فیروز لدھیانوی)

ایک لیڈی صاحبہ جب اس دنیائے فانی سے رخت سفر باندھ کر ملک عدم کی سیاحت پر آمادہ ہوئیں تو آپ نے اپنی یہ آخری خواہش پس ماندگان پر ظاہر کی کہ مجھے سپرد آتش کر کے میری راکھ کو گھوڑ دوڑ کے چکر پر سر راہ بکھیر دینا اس لئے کہ تم سب لوگ بازیگاہ میں جا کر ان گھوڑوں پر داؤں لگاتے ہو جیسے اندازے میں سب سیر اور راول رہنے والے ہیں۔

زندگی کے آخری انفاس میں جبکہ سمندر روح جسم کے انجر پنجر کی ٹٹی پھاندنے والا تھا اس لیڈی کا یہ اطمینان اور پس ماندگان کی دلدہی کا یہ لحاظ واقعی قابل ستائش ہے جس شان اور جس جمعیت خاطر کے ساتھ وہ تماشاگاہ عالم سے خندہ رو رخصت ہوئی۔ اس کی نظیر تارک الدنیا مرتاض متصوفین کے حالات میں بھی مشکل سے ملے گی۔ ہے تو یہی دنیا ریس کورس میدان ہے، توسن عمر گھڑیاں طرارے کر چھلانگ کرتا دغدغہ بھرتا چلا جاتا ہے۔ پہلی ٹٹی پھاند کے آغوش دایہ میں پہونچے دوسری ٹٹی تھا پچھے پھلانگی تھی اسے پھاند اتر بتوں بتون چلے۔ پھر مدرسے میں گلی ڈنڈا کھیلنے کی تیسری ٹٹی ملی وہ بھی ایک جست میں طے۔ اب پھاند پھوند کی نوبت شادی بیاہ میں آئی اس چوتھی کو سر کیا تو ستم میں پاؤں پھسلا تو خیر ورنہ پانچویں ٹٹی لٹھیا کے سہارے طے ہوتی ہے اور پچھلی چار کے کاندھوں پر سوار ہو کے۔ لوگ اس لیڈی صاحبہ کی آخری خواہش کی موزونیت کے قائل نہ ہوں اور یہ اعتراض کریں کہ دار فانی سے رخصت ہونے والوں کو اس اچھل کود سے کیا سروکار مرتے وقت یہ مسخراپن کیسا؟ مگر ذرا انصاف کیجیے کہ مرحومہ کے آخری الفاظ نے کیا اعجاز دکھایا۔ ایک بزم غم کو محفل شادی میں تبدیل کر دیا۔ دوست احباب عزیز اقربا کالے کپڑے پہنے آنکھوں سے آنسو بہاتے تو کیا ہوتا؟ رونے پیٹنے سے تو ہنسنا کھلکھلانا زیادہ بہتر ہے۔ مرحومہ کی موت سے پیدا ہونے والے عارضی رنج نے نہایت قلیل زمانہ تک انہیں اندوہگیں رکھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس لیڈی کو انسانی طبائع کا اچھا علم تھا اور اس کی آخری خواہش بالکل موزوں تھی۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سنیے ہمارے ایک مہربان دوست جب گلشن جناں کی سیر پر آمادہ ہو گئے تو انہوں نے اپنے سرہانے کے غلاف میں سے تین سو کے نوٹ نکال کر [illegible] کے حوالے کیے۔ اور فرمایا مرنے کے بعد پہلا کام یہ کرنا کہ متاع بلاؤ کر بلاؤ۔ زردے، فیرنی اور قورمے کی دیگیں چڑھوا دینا اور ہر چند قبر میں اترے [illegible] گوروں سے۔ دفنا کے جب لوگ واپس آئیں تو کھانا کھا کے رخصت ہوں۔ صاحب مذکور کی مردم شناسی اور پالیسی کس قدر درست تھی ہم لوگ جو ان کے کفن دفن کی [illegible] سے مضمحل ہو رہے تھے فوراً ہشاش بشاش ہو گئے۔

ایک صاحب فرمانے لگے بہتر تو یہی ہے کہ مرحوم مرغ کا شوربا رغبت سے کھاتے تھے۔ دو چار احباب نے اسپر صاد کیا اور ایک صاحب فوراً سو مرغ خریدنے روانہ ہو گئے۔ اچھا صاحب یونہی سہی۔ اعلیٰ درجے کے چاول آئے دیگیں کھنکنے لگیں۔ مرغ پک گئے۔ ادھر قریبی رشتہ داروں نے جنازہ درست کر لیا احباب دفن میں لگ گئے اور تھوڑی دیر میں انہیں قبر کی اندھیری اور سرد کوٹھڑی میں دم تیت ہونے کے لئے اکیلا چھوڑ کے لحد پاٹ دی اور [illegible] مٹی کی ٹھنڈی بھوبل چھڑک کے پانی لنڈھایا اور بزبان حال کہہ دیا کہ میاں تم تو اب اپنی نگری میں آپ ہی کھیلو ہمیں بھوک لگی ہے۔ جاتے ہیں۔ کوئی برا کہے یا بھلا سچ تو یوں ہے کہ جیسا مزا اس روز کے مرغ پلاؤ میں تھا آج تک پھر میسر نہ ہوا۔

دستر خوان پر مرحوم کی نیکی اور خوبی کے وہ تذکرے ہوئے کہ لکھے جاتے تو ایک پوری کتاب تیار ہو جاتی اور وہ

اوصاف شاید سب سے بڑے ولی اللہ کی ذات میں بھی پائے جاتے۔ آپ یقین رکھیے کہ یہ جملہ اوصاف مرنے والے کے چاہنے والے بعد مرگ اسکی ذات میں پیدا کر دیتے۔ اگر وہ علم نفس کا اتنا بڑا ماہر نہ ہوتا تو جس طرح بیسیوں مر گئے اور کوئی پوچھتا تک نہیں۔ اسکی مدح خوانی بھی نہ ہوتی۔ کاش دنیا بھر کے مرنے والوں کے عزیز ایسے ہی ماہر علم نفس ہو جائیں۔ ناعاقبت اندیشی کا تو یہ حال ہے کہ مرنے والے صاحب دم توڑتے ہیں لکھنؤ میں تو دفن کرنے کی وصیت کرتے ہیں بنارس میں۔ جنازہ جن کے کندھوں پر لادا گیا وہ جھلا ہوا "نہیں تو لا الٰہ الا اللہ ہی" کہتے وہ منزل سے منزل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

> خود رفتہ ایم و گنج مزارے گرفتہ ایم
> تا باید دش کس نہ فشود استخوان ما

خلاق عالم کے دھوکے ہو جانا بالکل آسان ہے ہزاروں دہریے پیدا کرنے والے کا اقرار کیے بغیر مر گئے۔ لیکن موت سے انکار نہ کر سکے۔ اسکے یہی کہ سب ایک نہ ایک دن مر جائیں گے ضرور۔ یہ تو سبھی جانتا ہے کہ مرد کو کچھ کہہ سن کے مرد یعنی تم

سمن بغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ رول ۱ و ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء

نمبر مقدمہ ۲۲۶

بعدالت جناب شیخ بدر الدین احمد صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر حقی ضلع بارہ بنکی مقام ستی ضلع بارہ بنکی

آنریبل سر راجہ محمد امام پال سنگھ وغیرہ زمینداران ریاست سوراجپور ضلع بارہ بنکی مدعیان

بنام

رام و اسے ۔ مدعا علیہ

بنام رام دیال ولد ... لمبردار کا قوم برہمن ساکن بگھورہ پرگنہ پرتاب گنج تحصیل نواب گنج ضلع بارہ بنکی

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۷ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء بوقت دس بجے بمقام ستی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا ہوا ہو اور کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور جس تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبوت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۰ ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

فانی ہو اور خواہشیں باقی رہیں کیونکہ جو اپنے بعد پیش آنے والے امور کا منتظم حقیقی نہیں بنتا؟ لہٰذا ضروری ہوا کہ ہر طبقہ اور گروہ کی خواہش کے مطابق دعا بھی مرتب کی جائے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ ہم نے ہرگز مرنے کا ارادہ نہیں رکھتے مریں ہمارے دشمن اور اگر زبردستی مرنا ہی پڑا تو خواہشوں کو لے کے مرینگے۔ اکیلے مرنا خلاف دانائی ہے پس جو لوگ غالب کا یہ مطلع ہر وقت ورد زبان رکھتے ہیں ؎

> ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
> بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

وہ متوجہ ہو جائیں اور خیال فرمائیں کہ دل جدا جدا ہیں ارادے جدا جدا ہیں۔ پیشے مختلف ہیں۔ وجوہ زندگی مختلف ایسی حالت میں ان خواہشوں کے واسطے کوئی قانون کیونکر مرتب نہیں ہو سکتا جو ان مختلف الخیال آدمیوں کے عواقب موت سے تعلق رکھتی ہیں۔ دامنِ مضمون میں ہم صرف انھیں لوگوں کی خواہشوں کا انتظام کرنا چاہتے ہیں جنھیں ہم جانتے ہیں۔ تاکہ انھیں لکھی لکھائی فہرست بر وقت مل جائے۔ اگر اجنبیوں کو یہ طرز پسند آئے تو بسم اللہ طرح نکالیں۔

زاہد۔ اللہ اللہ زہد عجب چیز ہے اور زاہد اس سے بھی زیادہ عجیب۔ سوکھے ٹکڑوں پر دن گزارے۔ سجدے کرتے کرتے راتیں ختم کیں پیتا مارا۔ عورت کی طرف آنکھ اٹھا کے نہ دیکھا۔ نہ شادی کی نہ بچے پالے۔ دنیا چھوڑا بیابان بسایا۔ آدمی کی صحبت سے منھ موڑا جنگلی جانوروں سے رشتۂ الفت جوڑا۔ کیوں؟۔

صرف اس لیے کہ مرنے کے بعد جنت ملے۔ انکا اعتقاد یہ ہے کہ جنت میں سچ مچ کی شراب ہوگی۔ حوروں کو بغل میں بٹھا کے غلمان کا ناچ دیکھینگے طرح طرح کے سریلے باجے سنیں گے۔ طیور کے کباب لگائیں گے۔ ہم ہونگے باغ ہوگا ساقی ہوگا معشوق ہوگا عیش دائم کے مزے لوٹیں گے۔ اگر ہمارے زاہد صاحب عقل سے کورے نہ ہوتے اور لسان شرع کی اصطلاحات سے واقف ہوتے تو سمجھ لیتے کہ انسانی الفاظ اس لذت کے اظہار سے قاصر ہیں جو ایک مرد صالح کو نیک اعمال کے صلے میں بعد مرگ عطا کی جائیگی۔ لہٰذا دنیا کی تمام لذیذ مگر مبتلائے گناہ کرنے والی باتوں کی لذت اس انعام میں بیان کر دی گئی جسے متشابہات کہتے ہیں مقصود محض لذت ہے دنیا کی لذتیں معلوم ہیں۔ معلوم سے

نامعلوم لذت کا قیاس اسی صورت سے ممکن تھا مثلاً کوئی شخص اعضائے افزائش نسل کی تفصیلیں بچے خدا کو اور مزا کیفی چیز کو بھول چلے مجھے اس فعل کے سے اور کوئی فعل معیوب نہیں۔ انتشار اسکی تمام لذتوں کا اسی ایک فعل پر ہے تو اسے عمل نیک کی چاٹ لیوں ہی دلائی ممکن تھی کہ بجائے زنا سے پرہیز کر دو نجات یا جنت میں یہ بھی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس شراب خواری سے بچنے والوں کو مژدہ دیا گیا کہ میاں دام دے کے پلوانے بندا اچھا نہیں۔ یہ کالا پانی اگر یہاں نہ پیو گے تو آخرت میں تمھیں وہی لذت ملے گی جو شراب میں مقصود ہے۔ دنیا کی شراب نجس ہے وہ پاک ہوگی۔ گرمیوں میں سرد اور جاڑوں میں اسکا مزاج گرم ہوگا۔ اسے پیو گے تو عقل و ایمان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

اے ہے! اینجانب تو خود ہی واعظ بن بیٹھے۔ خیر جناب آپنے زاہد صاحب کی آرزوئیں سن لیں اور خواہش لذتوں میں انکی عرق ریزیوں کا حال بھی معائنہ فرمایا۔ ازبسکہ ہمارے زاہد صاحب پہلے سب سے کے حریص نشاط ہیں لہٰذا غیر مناسب ہوگا اگر بعد مرگ انکی لاش جنت کی گنہگار حوریں اٹھائیں۔ قبر پر اوباش انجمن آراستہ کریں۔ جام پر جام لنڈھے۔ طبلے پر تھاپ پڑے۔ تانیں اڑتی ہوں بایں معنی کہ زہد ریائی کی اجرت ممکن ہے اس دنیا میں نہ ملے یعنی جنت کے باغ میں دھنسنے نہ پائیں حوریں درختوں کی ٹہنیوں سے جوتی کھیلنا شروع کر دیں غل مچے "مارو مارو گوٹے کو عمر بھر دھوکا دھڑی کی عبادت کی۔ آج آیا ہے نگوڑا جنت کو گندہ کرنے۔ اے اسکی داڑھی تو جنگل اتوار بازار سات چھپر دل کا یونس"۔ تو پھر بتائیے کیسی بنے؟ گئے دونوں جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔

واعظ۔ (از خود غلط۔ بر خود غلط) کچھ نہ پوچھیے ؎

> چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

بعد مرگ اگر انکی تربت پر میلا ہوا کرے تو اچھا ہے کیوں؟ یہ بچارے مجمع کے اندر گھس کے "خود فضیحت دیگراں نصیحت" کا شغل اصل کرتے رہتے تھے ؎

> می با جاناں خورد و نم در عہد پیری از نوجوانی
> تکو دکاں در پے فقند ایں پیر رعنا را

خود جنا انھیں زنانی صحبت کا لطف بہت پسند تھا تو ہم انکی ہمنشینی

گلیم بخت کسانیکہ بافتند سیاہ
بآب ٹیمس و گنگا سفید نتواں کرد

آؤ دوست ہم بھی سوئیں ۔ تم بھی سوؤ ۔ لڑنا تو ان مینڈھوں کی تقدیر میں ہے ..... خُر ۔ خُر ۔ خُٹ ۔ خُر ۔ خُٹ
کیا عمدہ لحاف ہے ...... یار وہ لڑ چکیں تو جگا دینا .... خُر ۔ خُٹ ۔ خُر ۔ خُٹ ۔ خُٹ ۔ خُٹ

کو دا دقی ... اور خوش تیرہ ... برہم ... ہر گود کے
دل بے ... رہنا ... ہونا چاہیے
... کا سرد حلال ہے اور خلوت میں جلوت کا
...
ہیں کہ ... رہے کہ سب کچھ ہوا ہم کیا ہے

مولانا پنچ کی نوٹ بک

(الامنہ)

حکایت ودرایت

بہلول فرماتے ہیں
(دانا) — کسی شخص نے
کی کہ ایک مسئلہ بتاؤ
فلاں شخص مر گیا مال بال
نو خیر صلاح بان تین
وارث چھوڑے ایک لڑکا
ایک لڑکی ایک جورو
بتاؤ کہ میراث کیونکر تقسیم
ہو۔ بہلول نے جواب دیا
کہ مال نہیں ہے تو وہی
صاحبزادے کو تیں ملنگی
دختر نیک اختر کو گریہ و زاری اور بی گھر بسی کو خانہ
بربادی مبارک۔

بی گول میز خانم جنکا نام نواب منطق آرا بیگم نے
چکر گھنی کانفرنس رکھا ہے چل بسیں مال تال تو
نیر صلاح بان تین خصلتیں اور تین زینہ فرزند
چھوڑ گئیں، فرزند ہیں ہندو مسلمان سکھ۔
اور خصلتیں ہیں خود غرضی۔ اختلاف۔ داتا کل

ایک ظریف بہلول کی رائے ہے کہ یہ تقسیم بھی بطریق
لف ونشر مرتب ابھی رہے گی۔

بھلا خیال تو کیجیے اگر مال متروک موجود ہوتا تو آپس
کی یہ ناچاقی شاید مفید بھی ہوتی حقوق اور عطایا کا
ابھی ذکر نہیں۔ آنجہانی گول میز کانفرنس نے اپنی
حیوۃ میں ان تینوں خصلتوں کے سوا اور کیا ظاہر
کیا جس پر ہندوستانی لڑے مرتے ہیں ؟ —

یار وابھی جوہر نہیں کھلا صرف غرغش غرغش بازار
ہوا ہے اگر اسی پر لڑ بھڑ کے تھک گئے تو ”دمڑا تکلہ“
یعنی مفہوم گل جو مرحومہ چھوڑ گئی ہیں اس پر دانتوں
کی تیزی کون دکھائے گا ؟ —

ہمیں تو معلوم نہیں لیکن کانگریس والے کہتے ہیں کہ ایک
منطقی صاحبزادے نے باپ ماں اور بھائی کے
سامنے دسترخوان پر تین انڈوں کو چار ثابت کر دکھایا

اور باپ کو جو چار کھانے والوں میں تین انڈے
تقسیم کرنے سے عاجز تھا فکر سے آزاد کر دیا منطق
بھی کیا چیز ہے ؟ کہنے لگے کہ باوا جان یہ انڈے
دراصل چار ہیں۔ تین تو یہ ہوے اور چوتھا انکا
مفہوم۔ باوا جان قابلیت کی بانگی پر ہنسے ایک
انڈا خود کھالیا ایک بی بی کے حوالے کیا تیسرا
جو بچا وہ فرزند صغیر کے ہاتھ لگا۔ منطقی سے کہا
آپ کھا جا
مفہوم گلی تو
وہ بیچارا
مفہوم گلی
منھ میں
لیے سو گیا۔
چیز تقابل
سینت رکھنے
کے محفوظ
رکھی گئی۔
چنانچہ بعد
مدت دراز
اب تحسین
آثار قدیمہ
کو دستیاب
ہو گئی۔
برس دو
برس میں
ہندوستان
کے منطقیوں
انکو ملے گی
اسوقت آپس میں لڑنے کا مزا ملے گا۔

والیٔ افغانستان

نوساختہ تخت خلافت

MADE IN BOMBAY

یک منظر خیالی

— این تحفہ خوب! بسیار نو دلربا ساختہ بندہ!!

— بلے خیلے خوش! مگر بر پشت غلامی زیبد! خانہ احسان آباد!!

پورنیا (دکن) کا فساد

ایک نامہ نگار صاحب ناقل ہیں کہ :—
آجتک ایک بیاسی بر انصاف، اعلان دیکھنے میں نہیں
آیا جیسا کہ ڈائرکٹر جنرل نظام ڈسٹرکٹ پولیس نے

نغمۂ روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب میں کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا [illegible] مصنف نے اکثر [illegible] صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکر اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول [illegible] اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ [illegible]

1932
REGISTERD No. A. 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अवध पंच
लखनऊ
1932

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ سنہ ۱۸۷۷ء یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصول ڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب ظرافت و سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

"منیجر"

توجہ شرطیے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے تکے مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس صنف کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگرچہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالبعلم اگر دان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چاند روپیہ (عمہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ چھ سالانہ خریداروں سے قیمت بھجائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام و درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں یا نامداری یا تیمی کا واسطہ دلانا طلان حمیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نہ پر بنیاز مندخور نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی علت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گذشتہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں تا خوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلک پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں ہیں۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک اُن میں نہ ہو۔

نوٹ ضروری: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۳۲

مضامین پنچ

مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۳۲ء

غزل

از حضرت فرزانہ شاعر بے مثیل و یگانہ احمق پھپھوندوی

نہیں ان کے لیے عیش بقا سے آشنا ہونا
جنھیں آتا نہیں راہ محبت میں فنا ہونا

تمھاری آدمیت ہی کی منکر ہے ابھی دنیا
تو اب رہنے خدا کے پہلے بن کر خدا ہونا

کریں جب بھائیوں کا خون تب ہم باوفا ٹھہریں
بہت دشوار ہے اُنکے نمک کا حق ادا ہونا

خبر اسلام کی لو زاہدو چھوڑو مصلوں کو
نوافل پر مقدم ہے فرائض کا ادا ہونا

جسے منزل کے پیچ و خم سے پوری واقفیت ہو
سوا اسکے نہیں زیبا کسی کو رہنما ہونا

جو گز رہوگا مجھپر اسکو تو شاید ہی جانیں
مجھے کچھ یاد ہے تو صرف اُنکا سامنا ہونا

کلکٹر مہربان تھانے میں عزت شہر میں قیمت
یقینی ہے ترا زاہد ولی باخدا ہونا

مجھے تو واقعی لطف آگیا بندر کی گھیلی کا
تھمبو میری قسم اکیا پھر یوں ہی خفا ہونا

مرے دلکو یہ پہلا سابقہ تھا اُسکے کوچے میں
مرا جانا کہ اُس کا بام پر جلوہ نما ہونا

بس اب اے تیغ تو ہی درمیانیں پڑکے طے کردے
کہ یوں مشکل ہے میرا اور اُنکا فیصلا ہونا

عدو کی موت کا ہم کو تو باور ہو نہیں سکتا
ابھی باقی ہے جبتک احمق اُسکا فاتحا ہونا

نظم فیصدی

(از فیروز لدھیانوی)

با وفا اک بھی نہیں طفل برہمن فیصدی
اُنکے عاشق با وفا ہیں گرچہ چھپن فیصدی

اے جفاکار آکے گورستاں میں کرلے شمار
تیرے کشتوں کے یہاں کتنے ہیں مدفن فیصدی

کھا کے سوکھی روٹیاں کرتے ہیں ہم مشق سخن
اک چپاتی بھی نہیں ملتی مرفن فیصدی

کوئی آکر میرا سالن ٹیسٹ کرکے دے بتا
اسمیں کتنی دال ہے اور کتنا روغن فیصدی

ناچ کا جو ناچ گھر میں لطف ہے اُس کی کہاں
ٹیڑھے ہیں دیسی گھروں کے نوے آنگن فیصدی

دلپسند کھایا تھا تم نے ہو گئی تسکیں بہت
دیکھو کتنی گھٹ رہی ہے اس کی دھڑکن فیصدی

سالے بچ جائیں تو سانپوں کی نہ ہو کچھ انتہا
کرتی چٹ ننانوے بچے ہے ناگن فیصدی

تھے نمایاں جتنے تل دلدار کے رخسار پر
بنگئے بڑھ کر ہما سے انکے بادن فیصدی

خاک آؤ تیری محفل میں لے جان جہاں
اسمیں ہوں ننانوے جب میرے دشمن فیصدی

بھاڑیاں عصیاں کی ہیں ہر سو غنیمت ہے اگر
اُن میں پھنسنے سے بچا اک دامن فیصدی

ردّی کی ٹوکری

غیر مسلم اُردو اخباری کاغذوں کی کامیابی کا راز

(از فیروز لدھیانوی)

ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ایک ہندو جرنلسٹ کے ہمراہ ایک ریلوے جنکشن کے بک سٹال کے پاس کھڑا تھا۔ گاڑیاں تبدیل کرنے والے مسافروں کے حرکات و سکنات موجب تفریح طبع تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے مسافر سواریاں چڑھانے۔ اسباب لادنے اور قلیوں سے فیصلہ کرنے کے بعد بک سٹال کی طرف جھپٹے جا رہے ہیں اور اُن کے ہاتھوں میں مثل نامۂ عمل ایک پارچۂ اخبار ہے۔ سب سے نمایاں یہ بات تھی کہ یہ مشتاقین زیادہ تر مسلم نوجوان تھے۔ سٹال کی مرمریں میز کی طرف دیکھا تو وہاں عجیب ہی معاملہ تھا۔ مسلم اخباری کاغذوں کی گڈیاں اسی طرح بندھی پڑی تھیں۔ لیکن ہندو اخباروں کی جگہ صاف ہو گئی تھی۔ اور سٹال کا ملازم گاہکوں سے انکاری گردن ہلا رہا تھا طبعاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلم ناظرین کی کثرت کے باوجود ہندو اخباروں کی ہر دلعزیزی کے اسباب کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے اس جرنلسٹ سے فوراً یہ سوال کیا کہ تمھارے اخباروں کی کامیابی کا راز کیا ہے۔ اُس نے مسکرا کر کہا۔

ہمارے دفتروں میں ردّی کی ٹوکری نہیں ہوتی

میں نے طنزاً کہا کہ ردّی کی ٹوکری کی کیا ضرورت ہے جب اخبار کی مکمل فائل بھی ردّی کی جلد ہو۔ اُس نے بک سٹال کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ ردّی موجود ہے۔ اصلی اخبار بک رہے ہیں۔ میرے پاس اس دلیل قاطع کا کوئی جواب نہ تھا بہت دیر میں اس مسئلے پر غور کرتا رہا اور کافی غور و خوض کے بعد مجھ پر یہ امر منکشف ہو گیا کہ اس جرنلسٹ کا قول درست ہے۔ ہندو اردو اخبار کی کامیابی کا باعث یہی ہے کہ وہ حتی الوسع کسی مراسلہ نگار کی تحریر کو ردّی کی ٹوکری میں نہیں ڈالتے۔ کوئی شخص خواہ کتنا ہی غیر معروف کیوں نہ ہو اپنا ما فی الضمیر کیسی ہی سادی یا کیسی بھونڈی تحریر میں کیوں نہ پیش کرے وہ اُسے اخبار میں ضرور درج کر دیتے ہیں۔ اور انصاف کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کیسی اخبار کے مطالعے کے بعد ہر ایک اخبار دیکھنے والے کے دل میں خواہ وہ کسی طبقے کا فرد اور کیسی ہی قابلیت کا مالک کیوں نہ ہو۔ یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کسی موضوع پر میں بھی خامہ فرسائی کروں۔ پبلک کے سامنے اپنی رائے پیش کروں۔ اگر وہ علامۂ دہر نہیں ہے اگر اس کی تحریر زبردست نہیں تو نہ سہی۔ وہ ایک دل اور دماغ تو رکھتا ہے۔ اسے یہ حق تو حاصل ہے کہ اُسکے خیالات کی اشاعت کی جائے۔ وہ لکھتا ہے۔ اڈیٹر اس کی تحریر کو قبول کرتا ہے۔ اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اڈیٹر کو مفت کا رپورٹر مل جاتا ہے۔ جو اس اخبار کے لیے مواد فراہم کرنے میں سرگرم رہتا ہے

دوستوں میں اُسکا چرچا کرتا ہے حلقۂ احباب میں مقبول کرتا ہے۔ اسمیں اڈیٹر کا کیا ہرج ہے قوم کے ایک فرد میں مضمون نگاری کا ملکہ پیدا ہوا۔ پبلک خیالات کا ایک ترجمان بڑھ گیا۔ جب کبھی ہندوؤں کے مفاد کا موقع آتا ہے کسی خاص مسئلے پر ایجی ٹیشن شروع ہوتا ہے تو ایسے کم علم اور مخلص مضمون نگار بھی کام آتے ہیں اڈیٹروں کے پاس مضامین کا انبار لگ جاتا ہے اور انکا اخبار ملک کے ہر حصے کے واقعات سے مرصع ہوجاتا ہے۔ ان کا ایجی ٹیشن اکثر کامیاب دیکھا ہے برخلاف اس کے مسلمان اڈیٹر صرف اپنی خدمت پر کمربستہ ہوکر اخبار نکالتے ہیں انھیں ضروری خبروں۔ قومی مسئلوں۔ پبلک کے خیالات یا ناظرین کے مشوروں کی ضرورت نہیں وہ نامہ نگار کا طرز تحریر دیکھتے ہیں۔ تحریر اعلیٰ ہو۔ نظم میں غالب کا رنگ فائق ہو تو مضمون قابل اندراج ہے ورنہ ردی کی ٹوکری میں داخل ہوگا۔ صدہا مسلم نوآموز سخنور اور ادیب ان کی بے التفاتی کا شکار ہوکر ہندو اخباروں میں اپنے افکار و خیالات کی اشاعت کرتے ہیں اپنے خون جگر سے ان کی کشت مراد کو سینچتے ہیں مسلم اخباروں کے نامہ نگار نہایت قلیل ہوتے ہیں۔ انھیں کسی کامیاب سے کامیاب مسلم اخبار سے بھی مالی معاوضہ کی امید نہیں۔ برخلاف اس کے ہندو اخباروں کے مدیر ان کی قدردانی کرتے ہیں۔ ان کی قابلیت اور امید سے زیادہ ان کی مالی مدد کرتے ہیں مسلم اخباروں کے مدیر دن رات قلم گھس کر اپنے اخبار کا مضمون مشکل سے پورا کرتے ہیں۔ ان کے اخباروں میں مختلف دماغوں کی گلکاری کے نمونے نہیں ہوتے مسلم ناظرین کا یہ حوصلہ نہیں پڑتا کہ اپنے اخبار کو کوئی ضروری مقامی خبر یا کسی موقت مسائل پر کوئی مراسلہ بھیجنے کا ارادہ کریں کوئی مسلم اڈیٹر ایسا ادا شناس نہیں۔ کہ ان نوخیز نونہالوں کی حوصلہ افزائی کرے۔ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے۔ ہر ملک اور ہر شہر میں ایسے خادم پیدا کردے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ مسلم اخباروں کے مدیر نہایت قابل اور فن ادب کے درخشندہ ستارے ہوتے ہیں لیکن ناظرین کی طبیعتوں کے مبلغ علم کا بھی تو خیال رکھنا ضروری ہے۔ آجکل کے نوجوان مسلمان اردو کے اتنے ماہر نہیں ہوتے کہ ادبی رسالوں کے مشکل مضمون کو حل کرنے کی خواہش گوارا کریں اور طبیعت پر زور دیں یہی وجہ ہے کہ وہ ہندو اخبار خرید کر حظ اٹھاتے ہیں۔ اور مسلم اخباروں کی بے قدری ہورہی ہے۔

اطلاعنامہ بنام دائینان دربارہ دخال رجوا دبسیت

(دفعہ ۱۳ (۱) ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۲۰ء)

بعدالت بابو گنگا شنکر صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ نمبر ۵ سنہ ۱۹۳۲ء

مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی گنپتی ولد درگا قوم کہار ساکن حال احاطہ آغا تراب بمقام حضرت گنج شہر لکھنؤ

بنام رگھو راج سنگھ وغیرہ فریق ثانی

مطلع ہوکہ دیوالیہ مذکور بالصدر نے اپنی ریت کی درخواست عدالت ہذا میں گذرانی ہے اور عدالت نے سماعت درخواست کے واسطے تاریخ ۱۴ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن مقرر کی ہے۔

تاریخ ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء

دستخط حاکم

مہر عدالت

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(قاعدہ ۱ و ۵ آرڈر ۵ ایکٹ نمبر ۵ سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۷ سنہ ۱۹۳۲ء خفیفہ نمبری

عدالت جناب خان بہادر بابو محبوب حسن خان صاحب بہادر آنریری منصف مقام ٹکنگاجہ ضلع فیض آباد

رام دولار ولد دوبے دلیرا ساکن موضع بیٹی پورہ جھواؤن پرگنہ منجھوڑہ ضلع فیض آباد مدعی

بنام

اندر دت دوبے مدعا علیہ

بنام اندر دت دوبے ولد بندہ سیری ساکن موضع بیٹی پورہ جھواؤن پرگنہ منجھوڑہ ضلع فیض آباد حال وارد دوران بمقام ... شہر رنگون

ہرگاہ کہ رام دولار دوبے مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت مطالبہ ... ذریعہ پرونوٹ و رسید کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ بتاریخ ۲۵ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھارے حاضر ہونے کیلئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جوابدہی کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویز پر تم بھروسا کرنا چاہتے ہو انھیں اسی روز پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے

تاریخ ۱۰ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

نام لیلائے۔ آس لیلا و نٹالو کا ہر قسم کا سامان

ہمارے یہاں رام لیلائے۔ آس لیلا و نٹالو و دیگر کھیل تماشوں کا سامان نہایت عمدہ و بکفایت فروخت کیا جاتا ہے۔ ایکبار منگوا کر ضرور آزمائش کیجئے گا۔ ملاحظہ کے واسطے فہرست مفت طلب فرمائیے گا۔

ملنے کا پتہ

سسکر سنچار کمپنی متھرا

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۱۰ ایکٹ ۳ سنہ ۱۹۲۶ء ممالک مغربی و شمالی

نمبر ۴۳۴

بعدالت مال تحصیل اکبر پور مقام اکبر پور

در مقدمہ نالش صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ... زمیندار موضع برتھانہ سولے پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور

بنام ترجو لالو وغیرہ ولد جیدن قوم اہیر کے جو عدالت میں فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت ... بتاریخ ... صادر ہوئی اور مبلغ ... جو ابھی زر وصول ڈگری مذکور واجب الادا ہیں انکی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل	[illegible]	۲	۲
خرچہ نالش	۷	۱۳	۰
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۲	۱	۶
خرچہ اجرائے ڈگری	۸	۹	۶
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری ...			
میزان	۸۹	۳	۳

اور جو کہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ادا رہی ہے۔

لہذا بذریعہ اس تحریر کے تم جو لالو وغیرہ ولد جیدن قوم اہیر ساکن موضع ... پرگنہ اکبر پور ضلع کانپور مذکور کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ... جو بذریعہ ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت میں پندرہ روز کے اندر تاریخ وصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ حسب ذیل کھیتوں سے جنکی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیوں نہ کیے جاؤ

تفصیل اراضی

پرگنہ	موضع	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا	لگان
اکبر پور	برتھانہ سولے	۹۷۹	۱۵ ...	[illegible]
		۱۰۱۷	۱۱ ...	[illegible]
		۲ قطعہ	... ۱۲	... ۸

دستخط حاکم

مہر عدالت

پیشین ـ جناب کی تحریر کا خلاصہ نتیجہ یہ ہوا کہ (۱) اگر مسلم جرائد نگار مہرکر دو سنگے ہندوؤں کی دوا بن جائیں اور جو طلب و یاس کو ٹال کر کٹ اخباری بھاڑ میں جھونکنا چاہیں وہاں سے قبول کر لیا جائے تو مسلم مالکان جرائد یا محرران جرائد اپنی تجارت کو اسٹیشنوں کے بک سٹال پر اسی طرح فروغ دے سکتے ہیں جس طرح وہ جرائد جن کے مالک یا اڈیٹر ہندو ہیں۔

(۲) مسلم اخبار نویس اپنے ادیب ہونے کا بے اصل غرور چھوڑ دیں اور نامہ نگاروں کو بدل اشتراک یعنی اُجرت خدمت بھی ہندوؤں کی طرح دیں۔

اینجانب نے آپ کے نکالے ہوئے نتائج پر غور کیا۔ انہیں بعض نتائج واقعی ہیں اور بعض غیر واقعی۔ بالاجمال اینجانب مدعا نگار ہیں کہ اخباری کاغذ بحیثیت کاغذ ہونے کے نہ تو مختون ہے نہ غیر مختون نہ اُس کے سر پر چوٹیا ہے نہ یک مغت وہ دو انگشت داڑھی اور زنّار ہی ہوتی تو بھی اور جب کوئی علامت مسلم و غیر مسلم کی اُس کاغذ میں پائی نہیں جاتی تو اطلاق ہندو یا مسلمان ہونے کا اس پر نہیں ہو سکتا۔ البتہ صاحب قلم غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے اور مسلمان بھی۔ یہ تو ہوئی تمہید۔

اب پہلے نتیجے کے متعلق التماس ہے کہ مسلم مالکان جرائد تو ما خبروں کے درج کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے۔ بھلا بتائیے تو سہی کس پرچے میں ایسی خبریں نہیں ہوتیں:۔

(۱) آج مولانا ...... کی ریش اقدس میں تین بال کا کھنکھو را رینگتا ہوا پایا گیا اس گھنے جنگل میں امریکا سے آئے ہوئے کئی محقق شکاری مہینوں درپئے تفتیش رہے اور آخر بفضل خدا اس چیز اِن عہد اول کی جستجو میں کامیاب ہوئے۔ ہم مولانا کی خدمت میں تحفہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ انھیں کوئی زحمت اس گھر ملو دشمن سے نہیں اٹھانی پڑی۔

(۲) پیر عامل حکیم حبیب الدین شاہ کی برکت عامل سے ایک مردہ بیوہ کو حمل رہ گیا اور نو مہینے کے بعد پیر گو زادے صاحب "اللہ باقی من کل فانی" کہتے ہوئے قبر سے برآمد ہوئے۔

عامل صاحب کا عمل بے شک نہایت موثر ہے۔ کہاں ہیں وہ منکر روحانیت اسلام جو ایسی باتوں پر ہنسا کرتے تھے۔ آئیں اور شان خدا ملاحظہ فرمائیں۔ بالفعل عامل صاحب دورے پر ہیں اور جس راستے سے نکل جاتے ہیں مراد مندوں کو بے مانگے پیٹ رہ جاتا ہے۔ اب تک عامل صاحب کی دعا سے ایک لاکھ آبادی ہندوستان کی بڑھ چکی ہے۔ حضور کے دورے کا پروگرام یہ ہے......

(۳) حضرت مولانا شاہ پشاور علی قدس سرہ العزیز

غالباً اہل طریقت پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ قرن دوازدہم میں ایک بڑے واصل بر حق بزرگ حضرت مولانا پشاور علی شاہ گزرے ہیں جن کا مزار فائز الانوار مدت دراز سے منہدم ہو کے دیگر قبور میں شامل ہو گیا تھا یہاں تک کہ ہزار جستجو سے بھی کسی طرح صحیح نشان مزار معلوم نہ ہو سکا بحمد اللہ کہ بتاریخ...... شب جمعہ خواب میں اس عاجز کو حضرت مولانا ممدوح نے بشارت عنایت کی اور موافق فرمودہ حضرت میں نے قبور کی تلاشی لینی شروع کی کئی مزاروں کے ہوتے ہٹانے کے بعد قبر شریف میں چار تکیے پشاور کے برآمد ہوئے جو منوں مٹی کے نیچے دبے ہونے کے باوجود بالکل سر سبز تھے اور اُن میں سے گلاب کی خوشبو آ رہی تھی چنانچہ بفیض روحانی حضرت مولانا قبر دوبارہ درست ہو گئی ہے اور پشاور شریف بھی حسب سابق اپنے تعویذ قبر پر بو دی گئی ہے لیکن اس عاجز خادم کو اس قدر وسعت نہیں کہ حجرہ شریف اور مسجد کی از نو تعمیر کر سکے لہذا جملہ برادران طریقت سے التماس ہے کہ اس کار ثواب میں شریک ہو جائیں ایک مخلص نے دس ہزار اینٹیں عنایت کی ہیں وہ قریب مزار ڈھیر ہیں اور اُن پر پشاور اگ آئی ہے۔

ظاہر ہے کہ اخباری کاغذ کو ایسی خبروں سے چنداں تعلق نہیں پھر بھی اڈیٹر غریب نے ان کے درج کرنے میں بخل نہیں کیا پس اگر آپ کی منطق صحیح ہوتی تو چاہیے تھا کہ امریکہ کی کھنکھورا پائی گئی تھی یا حضرت پیر پشاور علی کے مریدوں میں اخباری کاغذ کی اشاعت بڑھ جاتی یا جناب عامل کم از کم غریب اڈیٹر کو عامل نہیں تو ایک عدد بچے کا حامل ہی بنا دیتے۔ یا پیر پشاور علی شاہ قدس سرہ کے معتقدین خاص اتنی پشاور ہی عنایت فرماتے کہ غریب اڈیٹر اپنے لیے ایک بغیچہ لگا لیتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا جن اڈیٹروں نے عوام کی خاطر داری میں ایسے عظیم الشان مضامین شائع کیے انھیں بغیچے کو آبی بھی نہ ملی اور ناقدری کی شکایت کرتے کرتے آخر کار بار چھوڑ کے بیٹھ رہے۔

سمن لغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۳۵۲ بقایا لگان سمن ۲

بعدالت بابو نرو تم داس ککر صاحب تحصیلدار صاحب اسسٹنٹ کلکٹر بمقام سنڈیلہ ضلع ہردوئی

مسماۃ کیلا بیوہ گیان سنگھ ساکن کٹکھرہ پرگنہ بکیلا تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی مدعی

بنام

اندر جیت سنگھ مدعا علیہ

بنام اندر جیت سنگھ ولد بدھ سنگھ قوم ٹھاکر ساکن موضع کٹکھرہ پرگنہ کیلا اوت تحصیل سنڈیلہ ضلع ہردوئی

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان سکدار کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام تحصیل سنڈیلہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بنائے اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو واسطے تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع ہوگا اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

عجب حالات کے گھوڑے ہیں

"— واہ! واہ! میرے گھوڑے کی کچھ نہ پوچھیے کھاتا ہے گنتے ہگتا ہے گنڈیریاں۔ اتحاد عمل کے یہ معنی ہیں کہ ملک بھر اسپر سوار ہو یہ کبھی نہ تھکے گا۔"

ہوں! ہوں!
"— اجی جب لکڑی ہی کے گھوڑے پر بیٹھنا ہے تو یہ کٹہرا کیا برا۔ ٹخ! ٹخ!! ٹخ!!!"

موقع ویا جائے تو حالت درست ہو سکتی ہے لیکن
یہ بھی ہوشیار اور قابل اڈیٹر کا کام ہے۔ اس کے
واسطے کافی سرمایہ بھی درکار ہے۔ ان لوگوں سے
کام نہیں چل سکتا جن کی ہمت اور اہلیت ہر کام میں
شکست کھانے کے بعد اخبار نویسی کو سہل سمجھ کے
اس پر جم بیٹھتی ہے۔ قلم اٹھایا
چھپنے والوں نے واہ واہ کی
کسی کو گالیاں دیں، کسی سے
بھڑے، کسی کی خوشامد کی۔
کسی کا دل خواہ مخواہ
جلایا۔ کم لیاقتی کی بانگی چار
دن دکھائی اور مرض خواب نشین
میں مبتلا ہو گئے۔ فقط

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"کانا آتا ہے"

ایک سلسلۂ مضمون محکمہ اطلاعات
حیدرآباد دکن سے رد میں کسی
اخباری کاغذ کے موصول ہوا ہے
جس نے مسٹر ایس کے آئنگا کی
"رپورٹ آن دی کنڈیشن
ان دی حیدرآباد اسٹیٹ"
کے غلط معنی قرار دے کے
ریاست میں عام غلامی کا
رواج ثابت کرنا چاہا تھا۔
واقعہ یہ ہے کہ ریاست میں
ایک قوم بھگیلوں کے نام سے
موسوم ہے یہ لوگ خدمتگاری پیشہ
ہیں اور زیادہ تر دیہات میں
زمینداروں کے خدمات سالانہ اجرت پر ادا کرتے
ہیں یہ اجرت کھانے کپڑے کی صورت میں اکثر اور
نقدی صورت میں کمتر ادا کی جاتی ہے۔
مضمون میں اخباری کاغذ کا نام نہیں ہے ورنہ ہم
اس سے خود اس کے وطن کی حالت پوچھتے بھگیلوں

کی غلامی "تراضی" اور "تعاہد" پر مبنی ہے وہ بیچے نہیں جاتے
نہ میراث میں تقسیم ہوتے ہیں الا یہ کہ شرائط کا پہلو ہے
کچھ زیادہ مضبوط بلکہ نازیبا ہیں۔ تو اس قسم کی غلامی
ہندوستان کے کس گھر میں نہیں ہے؟
ارے صاحب ہندوستانی "زوجات" کی حالت ملاحظہ

نادلیب خدمت سے انکار پر ناک اگر کٹتی ہے گھروں سے
جدا نکالی جاتی ہیں۔ اٹھتے لات بیٹھتے جوتی کا دستور
فی صدی نوے گھروں میں موجود ہے۔ قیمت
یعنے غلامی کے سر پر سینگ نہیں ہوتے؟ بجبر کسی
ذات کو مطیع بنانا ہی غلامی ہے۔

عورتوں کا یہ حال۔ مردوں کی حالت دیکھیے جو نوکری
پیشہ ہیں انھوں نے حریت کی صورت خواب میں بھی نہ
دیکھی ہوگی۔ جو زراعت پیشہ ہیں وہ زمیندار کے
غلام اور پرجاؤں کے آقا ہیں۔ رہے تجارت
پیشہ تو حضور وہ کتنے ہیں؟

حیدرآباد کی ریاست ایک
آئینی ریاست ہے اس نے
قانون بنا کے نافذ کر دیا۔
عمال کو جب مخالفت آئین
کی اطلاع ملتی ہے فوراً کارروائی
کرتے ہیں۔ برٹش انڈیا میں
بھی یہی ہوتا اور یہی ہو سکتا
ہے کہ جرم کا خمیازہ بعد وقوع
و اطلاع مجرم کو مل جاتا ہے۔
کاتب صاحب کی منطق پر عمل عقلا
کا کام نہیں۔

راہ میں ایک واہمۃ العین
بیک نظر دنیا کو دیکھتے چلے
جاتے تھے کہ انھیں اپنی پشت
پر کسی راہ گیر کی آہٹ محسوس
ہوئی پلٹ کے دیکھا اور
چھوٹتے ہی فرمانے لگے ابے
تو بھی ایسا تیرا باپ بھی ایسا
غریب راہ گیر حیرت سے
منہ دیکھنے لگا تو حضرت
نے خود ہی وجہ بیان فرمائی۔
"سن بے! تو نے اپنے
دل میں ضرور کہا ہوگا کہ
کانا بھی ایسا آتا ہے
دیا جاتا ہے، بس میں نے
تجھے بھی گالی دی اور تیرے باپ کو بھی۔ کیا ہیں
کوئی دبیل ہوں؟"

ریاست قولاً اور عملاً غلامی کا سدباب کر رہی ہے یہ
غلامی اسلامی قبضے سے بہت پہلے کی ہے رواج شکنی
میں ہمیشہ دیر لگتی ہے۔ پمیروں کا آنا غلط رواج نکے

برسات کے بازی گر

"پیں پیں، پیں، پی پی پی پی پی - پیں پیں"

شہ یار دیری وسعتی میں یہ وسعت ہے کہ میں اٹھاؤں تو ملکی اور کوئی دوسرا اٹھائے تو بوجھل (مقرر یاد ہ کا منشا)

شائستہ بنکے لیے ہوا اور وہ بھی شریعت وقانون مقرر فرماکے جنان کمیں ہوسے جرم کا سد باب یا گناہ کرنے کی قوت سلب نہ کرسکے۔

کشف مدسی کی زنجیر دیکھئے ابتدائی باتوں کو دیکھیئے کے اصل مطلب کی طرف ذہن منتقل ہوجائے ہماری حکومت ہی کے لیے مخصوص ہے جس نے آزادیٔ کی ضیا دھوس پر رکھ کے بفضل خدا انقلاب کی تدابیر سوچنے والوں کو پھانس لیا۔ ہر ایک حکومت کو یہ باتیں کہاں نصیب ہیں۔

آدھا صبر آدھا شکر

ہمارے والیٔ راے صاحب نے جو لمبی چوڑی تقریر فرمائی اُسکے اجزا پہلے ہی سے معلوم تھے اس وجہ سے نہ ہمیں اُن کے کلمات پر تعجب ہوا نہ افسوس جو نکتہ چینی اس تقریر پر سرسیپرد نے فرمائی اُسے سُنکے ہمیں ایک حکایت یاد آئی جسکا راوی اصمعی (مشہور ادیب ہے) وہ کہتا ہے کہ اتفاقاً میرا گزر جنگل میں ایک خیمے کی طرف ہوا۔ بھوکا تھا۔ کھانا مانگا۔ گھر کی مالک نے اندر بلایا۔ میں کیا کہوں کیسی حسین کیسی جمیل کیسی پیاری شکل تھی ابھی کھانا کھا ہی رہا تھا کہ گھر والے صاحب تشریف لائے خدا کی مار شکل نحس یہ موٹے موٹے گردہ سے ہونٹ جلے ہوسے نان پاؤ سے گال ڈیل بے ڈول جماع بدتواسح رنگ قیر سے زیادہ سیاہ شوہر کو دیکھتے ہی زوجہ بیاے استقبال بڑھی عبا اُتاری اور رومال لیکے میاں کے پُھکٹ گالوں سے بھاپ (پسینہ) پونچھی۔ بڑی آؤبھگت سے بٹھایا۔ خیر جیوں تیوں کھانا میں نے پیٹ میں رکھا اور چلنے کی ٹھہرائی جب بی بی اُٹھانے کے لیئے یہ میرے نزدیک آئیں تو میں نے چپکے سے کہا ... ہیں تماشا دیکھ تو تند دیکھ کے مجھے حیرت ہوئی کہاں تم اور کہاں یہ خناس ؟ —

اُسنے جواب دیا تم نے پیغمبر کی یہ حدیث سنی ہے ؟ "ایمان کے دو حصے ہیں ایک صبر دوسرے شکر"

میں نے کہا ہاں! پھر اس سے کیا مطلب ؟ کہا جب میں آئینہ دیکھتی ہوں تو خدا کا شکر کرتی ہوں جس نے ایسی قبول صورت مجھے عنایت فرمائی اور جب میاں کی بھونڈی صورت میرے سامنے آتی ہے تو صبر کرتی ہوں تاکہ ایمان کامل ہو جائے۔

ہمارے کرم دوست سرسیپرد نے بھی والیسراے کی تقریر پر صبر و شکر کا اظہار فرماکے ایمان کے دو جز حاصل کر لیے ہیں۔ اور ہم نے بھی بایں معنی تکمیل ایمان کر لی ہے کہ والیسراے تو ہیں خوبصورت اُن کی تقریر ہے بدشکل اور بھونڈی۔ خدا اس صبر و شکر کا اجر دے۔ آمین۔

التماس منیجر جن حضرات کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہو اُنکی خدمت میں طلبگار نامہ ہو چکے اور منی آرڈر کے منتظر ہیں جلد دی پی بھیجے جاویں (۲) توسیع اشاعت میں مدد مانگنے کا عام دستور ہے پر کیا کسی بھی ہمدرد اودھ پنچ کی درخواست خالی نہ جانی چاہیے۔

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۷۴۳

بعدالت مال تحصیل کھاگا مقام کھاگا ضلع فتحپور

سید علی نقی ولد سید عباس علی ٹھیکہ دار موضع ... پرگنہ ... ضلع فتح پور مدعی

بنام

مسعود احمد مدعا علیہ

نام ۱- مسعود احمد
۲- سید عالم
۳- مقیم احمد
پسران الرار علی کاشتکار موضع ... پرگنہ ... ضلع فتح پور ساکنان ... سادات پرگنہ

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے بمقام تحصیل کھاگا عدالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جنکی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو جو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم

مہر عدالت

جلد ہفت دہم

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۱ء

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں جن کے صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا [illegible] آپکو اس کتاب میں [illegible] مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہرحال ذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنو

1932
REGISTERD M.A. 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अवध पंच
लखनऊ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
سالانہ
ششماہی
M.B KHAN ARTIST LUCKNOW

توجہ شرائط

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس منشی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور گریہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر شبہ نہ کیجئے۔ ضخامت کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ کم سخن زیادہ میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو و رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج و اقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعہ میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) زرمیعاد اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ طالب علم مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائیگی۔ یعنی چار روپیہ (عمہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروالیں۔ ہم در نہیں کو قدر کی کوشش سے فائدہ اٹھائیں یا نامداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف انسانیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم جو پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گم ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے پرچہ کے نام خریدار آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دل کا نے یہ بنیاز مندخور نہیں سمجھ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی علامت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نامحروم کرنا مقصود نہیں ہے لہذا اعادہ تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی مسلّم پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تضحیک ان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈروں پر نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

ہم اور تم شکار کی تاک میں بیٹھے ہیں یہ شخص جال میں پھنسا ہے اسے بھی شکار ہی سمجھنا چاہیے لہٰذا غرض کے بموجب اس کے دو حصے کرو۔ چڑیا نے عذر کیا کہ اگر کوئی جانور پھنستا تو گوشت آپس میں تقسیم کر لیتے یہ ایک آدم زادہ ہے اسلیے بہتر ہوگا کہ تم کو خدا نے اولاد سے محروم کیا ہے تم اسکی پرورش کرو اور مجھے خدا نے کنیا راس بنایا ہے میں ایک لڑکی کی شادی اسکے ساتھ کر دوں یہ تقسیم کا طرز جلاد کو بھی پسند آیا جلاد نے اسے اپنا فرزند بنایا اور صیاد نے داماد۔ چند سے اسی طرح دن گزرے اتفاقاً شہر میں وبا کا زور ہوا چڑیمار کا خاندان بعز ملید با ہوگیا برہمن زادے کی چڑیا سنی اپنے باپ کی خدمت کے پیے جو گئی تو پھر سسرال واپس نہ آئی۔ پنڈت جی کی اوقات گدائی پر بسر ہوتی تھی ایک روز بسلسلہ دریوزہ گری کسی شہر میں گزر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ شہر کے باہر پرا باندھے کھڑے ہیں ایک شخص کے ہاتھ میں باز ہے ان کے پہونچتے ہی سردار نے باز چھوڑا باز تاوے کا تھا پنڈت جی کی چندیا کو اڑا شہر کے اوسپر بیٹھ گیا۔ شہر والون مین مبارک سلامت کی دھوم ہوئی۔ نوبت بجی۔ نقارے دملے دھولسے پر چوب پڑی پنڈت جی کو لوگوں نے ہاتھون ہاتھ لیا۔ تاج شاہی اور قبائے فرمانروائی سے آراستہ کرکے تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ وہان کی رسم یہی تھی کہ لاولد بادشاہ کے مرنے پر آپس مین سلطنت کے لیے لڑتے بھڑتے نہ تھے بلکہ باز کو فال کے طور پر اڑاتے باز جس خوش بخت کے سر پر سایہ ڈالتا یا بسیرا لیتا اوسی کو تخت پر بٹھا دیتے۔ راوی کہتا ہے کہ آٹھ سال تک متواتر پنڈت جی نے اوس ملک مین انصاف اور عدل کے ساتھ حکومت کی اس مدت مین کئی شہزادیان ان کی رانی نہین اور یہ کئی بچون کے باپ بنے۔ بعد آٹھ برس کے قدرت نے پھر نیا کھیل دکھایا کہ ان کی زوجہ اولے یعنی وہی چڑیا اپنے کھوئے ہوئے شوہر کو ڈھونڈھتی اس شہر میں وارد ہوئی۔ آجکل کے شوہر ہوتے تو ایسی دبیج کوہی جورو سے انکار کر جاتے مگر پنڈت جی نے بی بی کو ہاتھون ہاتھ

لیا اور محلے مین جگہ دی بی بی کی شان نزول نے یہ بھید کھول دیا کہ مالک تخت و تاج ایک جلاد زادہ ہے۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی ان رونجی ذات کی عورتون مین ہنگامہ برپا ہوا جو پنڈت جی کی منکوحہ تھیں یا بیاہ مین آئی تھین:-

”ہے ہے موا جلاد کا لونڈا! ہائے ہمنے تو کہین کا نہ رکھا۔ ذات برادری مین منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ اب یہ کلنک کا ٹیکا بغیر جان سے ہاتھ دھوئے چھوٹنے کا نہین —“

چتا تیار ہوی۔ جتنی رانیان تھین گنگا نیان باندھ کے بھڑکتے ہوئے شعلون مین پھاند پڑین چشم زدن مین لکڑی کی آگ کے شعلے اور غیرت کے لوکے ایک ہوگئے۔ پنڈت جی آخر صاحب غیرت تھے انھین بھی صبر نہ ہوا انھون نے بھی بے دھڑک اپنی رانیون کا ساتھ دیا مگر قدرت کو تو اپنے کھیل انھین دکھانے تھے جیسے ہی انھون نے جست کی ویسے ہی آگ کے

ڈھیر کے بجائے اپنی اسی فرودگاہ مین پہونچ گئے جو لب دریا ان کے والد نامدار نے بنوادی تھی۔ مگر حیرت کے دریا مین غوطے کھانے لگے کہ یہ کیا سے کیا ہوگیا۔ خدایا مین خواب دیکھ رہا تھا یا بیدار تھا۔ ابھی اس غوطے سے سر ابھرا تھا کہ سامنے ایک درویش فاقہ کش لاغر پوست و استخوان نظر آیا۔ پنڈت جی نے بٹھایا۔ حال پوچھا۔ کہان سے آتے ہو۔ اتنے دبلے کیون ہو۔ فقیر نے اپنی کہانی یون چھانٹی

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(زآمد ۵ آرڈر ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی سنہ ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۳۵۶ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب نواب مرزا مہدی حسن خانصاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم مقام تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ

راسے بجرنگ بہادر سنگھ تعلقدار ساکن سندورہ پرگنہ بہار تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ مدعی

بنام

عبدالواحد وغیرہ مدعا علیہ

بنام عبدالحلیم ولد دوست محمد قوم شیخ ساکن سندورہ پرگنہ بہار تحصیل کنڈہ ضلع پرتاب گڈھ

واضح ہو کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء بوقت دس بجے دن بمقام کنڈہ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمھاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہون کو حاضر کرو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۹ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم : مہر عدالت :

اطلاعنامہ حسب دفعہ ۸ ایکٹ سات سنہ ۱۹۲۶ء

صوبہ آگرہ

نمبر ۱۵۸۴

بعدالت نائب مقام بلہور

چونکہ بمقدمہ نالش مہورت سنگھ ڈگریدار موضع ادریا پرگنہ بلہور ضلع کانپور بنام سمی رام سنگھ وغیرہ کے جو عدالت مین فیصل ہوا ایک ڈگری بقایا لگان بابت سنہ ۱۳۳۶ لغایۃ سنہ ۱۳۳۹ء بتاریخ ۱۴ صادر ہوئی اور مبلغ ۴۷-۴-۳ جواب ایسے ڈگری مذکور واجب الادا ہین اُن کی تفصیل حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔

	روپیہ	آنہ	پائی
اصل ...	۳۱	۱۱	۸
خرچہ نالش ...	۵	۱۵	۲
سود بابت زر اصل و خرچہ نالش	۱	۸	۰
خرچہ اجرائے ڈگری	۲	۱۴	۳
سود بابت خرچہ اجرائے ڈگری	-	۱	
میزان ...	۴۲	۲	۳
صرفہ مشتری	۵	- ۲	
میزان	۴۷	۴	۳

اور چونکہ آج کی تاریخ تک ڈگری بلا ایفا رہی ہے لہٰذا بذریعہ اس تحریر کے تم سمی رام سنگھ و ندرائن سنگھ بالغ و ہرنام سنگھ و گمان سنگھ پسران نابالغان لوار سنگھ بولایت سمی رام سنگھ برادر حقیقی شرکان سکنان کاشتکاران موضع ادریا پرگنہ بلہور ضلع کانپور مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم زر مذکور یعنی مبلغ ۴۷-۴-۳ زر ڈگری کے واجب الادا ہیں اس عدالت مین پندرہ روز کے اندر تاریخ موصول ہونے اطلاعنامہ ہذا سے ادا کرو ورنہ وجہ ظاہر کرو کہ تم مندرجہ ذیل کھیتون سے جن کی بابت بقایا ڈگری شدہ واجب الادا ہے بیدخل کیون نہ کیے جاؤ۔ تاریخ پیشی ۲۲ ستمبر سنہ ۳۲ء

تفصیل آراضی

پرگنہ	موضع	محال	نمبر کھیت کا	رقبہ کھیت کا	
بلہور	ادریا	بگان کھنٹ	۱۰۸۰	۱۰ ایکڑ	۵/۱۲
			۱۱۱۷	۱۰ ایکڑ	سالم
			۲ قطعہ		۵/۱۲

مہر عدالت : دستخط حاکم

مصنوعی طبیل ہو دیکھنے کا ڈھیر اپنے اور اپنے ہم خیال مسلمانوں کے واسطے ڈال دیا۔ ارے ہاں قبول کیے ؎

شام ہوئی اور یار نہ آیا رات بھی آدھی ڈھلی
آؤ دوگانہ تھیٹر دیکھیں بیٹھے سے بیگار بھلی

شاباش! اے روشن خیال مسلمانوں کا یہی کام ہے کہ جب قوم افلاس میں مبتلا ہو تو قومی درد زدہ انھیں کا کھنے کو تھیٹے پر مجبور کرے۔ اس کو نتھ کا نتھ سے دھائز ہو یا ناجائز کیسی ہی کیوں نہ ہو) رافع رنج افلاس سمجھیں ایک شاعر کہہ گیا ہے ؎

بندر کے نچانے میں کھو گیا ہے زبولی
روٹی تو کما کھائیں کسی طور مچھندر

فلم سازی اور بولتے سنیما کے ضروری ہونے کی دلیلیں جو کچھ اب تک اخباری کاغذوں نے تمھارے خیال کی حمایت میں پیش کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) ملک میں سنیما دیکھنے کا رواج زیادہ ہوتا جاتا ہے
(۲) سنیما ایک مرغوب و محبوب چیز ہے۔ (۳) سنیما کا مواد یورپ سے آتا ہے اور اسطرح غیر ملکی تجارت کو فروغ ہو رہا ہے (۴) مسلمان بھی سنیما پر لٹو ہیں (۵) کوئی کمپنی مسلمانوں کے سرمایے سے قائم نہیں ہوئی اسلیے غیر مسلمین کے ہاتھوں میں مسلم سرمایہ پہونچ رہا ہے۔ (۶) مسلمان خود ہیں مفلس مگر باوصف افلاس غیر مسلمین کو اپنی گاڑھی کمائی حوالے کر رہے ہیں لہذا اس کا انسداد باینصورت ہونا چاہیے کہ وہ بھی ایک کمپنی بڑے پیمانے پر استادہ کریں۔ ان دنیاوی دلائل کے علاوہ کوئی شرعی دلیل شاید علامہ سر نبدادین دیپروفیسر ڈاکٹر کا لکا دکھنک) پراتری ہوئی کتاب کے سوا دوسری کسی کتاب میں مل نہیں سکتی۔ تشریع جتانے کے لیے کمپنی کے کھیلوں یا شیطانی قدرت کے تماشوں میں یہ قید لگا دینا کہ صاحب اس تماشاگاہ میں صرف شرعی کھیل یعنی ایسے کھیل جن میں کوئی شرعی منقصت نہ ہو کھیلے جائینگے ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے شراب تو پئیں گے مگر باوضو۔ اسلیے بندی اس دلیل کو بالکل بیہودہ خیال کرتی ہے۔

جس منطق پر سلور ٹون ٹاکیز لمیٹڈ کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ صرف یہی ہے کہ ہر ایک مقبول انام چیز جسکے ذریعے سے مسلمان پیسے والے ہوجائیں اور یہ کہنے کو نہ ہو کہ فلاں پیشہ مسلمانوں سے بالکل خالی ہے مسلمانوں کو اختیار کرلینا چاہیے۔ بزرگوں کی جان کی قسم یہ منطق نرالی اور مفید ہے۔ اگر اسپر عمل ہوا تو اخلاق کی خانہ ویرانی میں کوئی کسر باقی نہ رہیگی سنیما میں زندہ خوبصورت عورتوں کی تصویریں

دی مسلم سلور ٹون ٹاکیز لمیٹڈ

(چارلی چپلن اسلامی)

نوجوان اور بوالہوس پرورسینگ تو ڈاکے جھلوں میں شامل ہونے والوں کی دلچسپی کا سبب ہوتی ہیں۔ یہی وہ گروہ ہے جس پر ہر ایک سنیما کی زندگی کا (خصوصاً ہندوستان میں) دارومدار ہے۔ آج صرف ایسی تصویروں کی اشاعت پر رسمی رسالوں یا اخباری کاغذوں کی سرخیاں چلتی ہیں۔ یہی عالم رہا تو کل کیا ہوگا؟ بڑے بڑے مسلمان سرمایہ دار کا کیشیا اور یورپ کے دوسرے حسن خیز خطوں سے لا لا کر خوبصورت عورتیں مہیا کرکے

ہندوستان کے آباد مقاموں پر کھیل دکھلانے کا ارادہ کرینگے اور اُن کا یہ عذر نہایت مستحکم و منضبط سمجھا جائیگا کہ جب مسلمان جوان و بوڑھے سب بوالہوس ہوگئے شریعت کی پیروی نہیں کرتے اور عیاشی گناہگاریں ہیں تو مجبوراً ہمیں انکی دلچسپی کا سامان کرنا پڑا تاکہ اُنکی دولت غیر مسلم کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے۔

وہ یہ بھی عذر کرسکتے ہیں کہ صاحب ہم نے سنیما کے ذریعے سے اسلام کی تبلیغ میں سر کا پسینا ایڑی تک بہایا مگر کسی مسلمان کا دل نہ پسیجا مسلمان تو اس وجہ سے نہ آئے کہ ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور غیر مسلم اس وجہ سے نہ شریک ہوئے کہ مولویوں کے بھڑکانے سے کہیں ایسا نہ ہو جو دھرم بھرشٹ ہو جائے۔ چند سال الم غلم کرتے رہے اور وہی مثل ہوئی - (بقول اکبر مرحوم) ؎

نے کے سید جو گزٹ نکلے تو جھولی بھر لاسئے
شیخ قرآن دکھاتے رہے پیسہ بھی نہ ملی

اسلام کا دردِ دل یہ ہے۔ سنیما نہ سہی قبول صورت عورتیں ہی سہی مطلب ثواب سے ہے۔ یارو اسے بھی ایک اسلامی معجزہ سمجھو اور مسلمانوں کو فائدہ پہونچانے کے لیے "گولڈن بیوٹیز کلب" میں جوق جوق آؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ تمھاری دولت دوسروں کی جیب میں چلی جائے گی اور دُنیا و آخرت میں زرد رو ہو گے۔

دنیا خالی خولی معجزے بازی پر ایمان لانے کے لیے ہمیشہ سے اُدھار کھائے بیٹھی ہے۔ سیکڑوں شعبدہ باز اسی چاٹ کی بدولت نبی بن گئے اور سب تو خیر مسلمانوں کے نبی نے کبھی معجزہ طلب کرنے والوں کی نہ سنی جب کسی نے اپنے مذہب سے روگردانی کرنے میں یہ شرط لگائی کہ فلاں معجزہ دکھاؤ تو حضرت نے (قربان جاؤں) خدا کے حکم سے فوراً یہی فرمایا کہ اگلوں نے ہزاروں معجزے دکھائے پھر تم کب ایمان لائے؟ معجزے تو خدا ہی کے پاس ہیں میں بھی مثل تمھارے بندہ و بشر ہوں ہاں مجھپر وحی آتی ہے اور یہی وحی تمھیں دین و دنیا میں آفتوں سے

امیر الہند

بتی گھوڑیاں رہیں!!

”ایک گھوڑی دو قدم مشرق کی طرف بڑھتی ہے دوسری دو قدم مغرب کی طرف غرض میری گھوڑیاں صبح سے شام تک ایک ہی مقام پر رہتی ہیں“

دنیا کی بڑی بڑی نمائشوں میں اس کارخانہ کے عطر کا
مقابلہ ہوا اور اعلیٰ درجہ کے تمغے حاصل ہوئے اس طرح
اسی دیسی صنعت میں ممتاز اور غیر فانی شہرت حاصل ہے

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء **محب وطن حضرات**

ہر وقت ضرورت دیسی مصنوعات کو بہر حال ترجیح دیتے
ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دیسی ساخت کی چیزوں کی خریداری
میں قومی اور ملکی بہبودی پنہاں ہے وہ جانتے ہیں کہ
دوسرے ملکوں نے اسی طرح ترقی کی اور کامیاب ہوئے

فہرست طلب فرمائیے
آرڈر کی تعمیل فوراً ہوتی ہے
تاجروں کے ساتھ
خاص رعایت کی جاتی ہے

دیسی ساخت کا بہترین عطر

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ سے فرمائش کرنا چاہیئے

شاخ:- قنوج - حیدرآباد دکن - دہلی -

ٹیلیفون ۱۳۹ لکھنؤ	اس کارخانہ کا عطر حنا بے مثل اور لاجواب ہے کارخانہ ہذا کی نئی عمارت "حنا" بلڈنگ کے نام سے موسوم ہوئی	تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

بجائے گی بشرطیکہ تم اس پر عمل کرو۔ میرا معجزہ یہی
قانون (قرآنی) ہے بہت سچے بنتے ہو تو اس قانون
سے بہتر کوئی قانون دکھا دو (ترجمہ آیات بطرز نقل المعنی)
لیکن ایسے صاف و صریح ارشاد کو بھی لوگ خطرے
میں ڈال دئے اور ہر قسم کا شعبدہ انکے نزدیک معجزہ
ٹھہرا جھٹ اسپر ایمان لے آئے۔ نگوڑا گھوڑ دوڑوں
میں بازی جیتنا بھی معجزہ ہو گیا۔ آج ایک شیشینی
گھوڑ دوڑ بان امام سمجھا جاتا ہے کہ نہیں؟

اے ذری دل پر ہاتھ رکھ کے سچ کہو۔ کیا
خوبصورت عورتوں کا حسن معجزہ نہیں؟ لب یار
اور عیسی بن مریم کا مقابلہ شاعر نہیں کرتے؟
دل طور کا سنگا بچہ اور معشوق کی آنکھ صاعقہ طور
کی صحیح لقب صاحبزادی نہیں؟ پھر جب سرمایۂ
حسنوں کی تھیپ لیکے بازاروں میں بیٹھا میں گے
تو کیا دنیا معجزوں کی بھرمار سے بوکھلا نہ جائیگی؟

ہر سو برق ناز آتش نشان ست
خوشا روزے کہ مارا حاصلے بود

سنتی ہوں کہ پولوس مقدس نے مذہب کو ترقی
دینے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے (عہد نامہ
جدید) جھوٹے افسانے سینما میں گڑھ کے (بہ نیت تبلیغ
مذہب) مسلمان پولوسی مسلمان بن سکتے ہیں جواز کے
لیے انجیل مقدس کا حوالہ کافی ہے۔ اسی طرح حسن کے
ذریعہ سے تبلیغ کا کام خوب چل سکتا ہے۔ آج کوئی
ہمارا سا بارسوخ لیڈر مسلمانوں کو اس کار خیر
کی طرف متوجہ کرے تو آج ہی سے کمپنی قائم ہو جائے
ایک مدرسہ کھلے جس میں حسینان جہان غمزے اور
نخرے سیکھ کے لوگوں کا ایمان ضربیہ (اجرت
= بالفاظ عوام خرچی) میں حاصل کرکے اپنا یا
خدا کا (بات ایک ہی ہے) کلمہ پڑھوانے لگیں
اور بازاری رنڈیاں ان تبلیغی سدا سہاگنوں
کے آگے قسمت کو رویا کریں۔

مہربان ڈاکٹر سراج فاضل (بوالپور ضلع بردوان
بنگال) کی کتاب "ضرب الشالب علی وجوہ اہل الغناء"
کا مطالعہ کرو۔ اس میں گانے اور چنگ و رباب عود
مضراب کے جواز کی صورتیں حدیث کی رو سے
نکالی گئی ہیں۔ اکثر اسلامی نظموں میں بربط عود رباب ساز اور
نغمہ کے استعمالات ہزاروں جگہ پائے جاتے ہیں جس سے
"اسلامی میوزک" کے مزے دار ہونے کا پتا لگتا ہے سینما
مرکب ہے راگ رنگ اور اعضا کے حرکات کی تصویر سے
نغمہ و مزامیر جائز ہے۔ اعضا کے حرکات جسے ناچ
کہتے ہیں انکے جواز میں کوئی مشکل درپیش نہوگی
اے تم جیو۔ سلامت رہو۔ کیا خوب سوجھی ہے۔ ٹھمکی
ٹھمکی ٹھیکی ٹھمکی ٹھمکی تھی تھی تھا تھا ہو۔ واضح رہے
کہ میں نے یہ مضمون محض اخلاقی اور اسلامی خیالات
سے لکھا ہے۔ ایک بات۔ دوسرے یہ کہ میں نغمہ و
رقص پر اسلامی فقہ میں کسی تعزیر یا حد کے موجود
نہونے سے واقف ہوں اور اسکی لم بھی جانتی ہوں
بات یہ ہے کہ آواز ہر انسان کو خدا نے عطا کی ہے
اور گنگنانا یا کبھی کبھی آواز میں مصنوعی کیفیت پیدا
کرنا بھی فطری بات ہے۔ شریعت سہل ہے اس نے
لہجہ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی تا کہ گنہگاروں
کی تعداد بڑھنے نہ پائے مگر حدیث میں اخلاقی طور سے
اسکی بہت مذمت ہے۔ انسان کو اس سے بچنا لازم
ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے بے پردگی پر تعزیر کا
نہونا۔ یا مکھیوں اور حلال پرندوں کی (جو غلیظ کھاتے
ہیں) منقاروں کی طہارت اگر یہ نہوتی تو انسان
مشکل میں پھنس جاتا۔ اس سے ترغیب یا ناجائز فائدہ
نہ اٹھانا چاہیے۔ مزامیر کی مذمت اور قباحت
لہو الحدیث (یعنی غنا) سے بھی زیادہ وارد ہوئی ہے۔
اخلاق اسلامی نے اسے ہمیشہ برا سمجھا پس اہل اسلام کو
ان قبیح چیزوں کی طرف رغبت دلانا برا ہے۔ ہاں اگر
سینما میں مسجد کا سین اور جناب شیخ کا وعظ دکھایا
سنایا جائے اور طبلے کی تھاپ ہارمونیم کی پیں پیں
شامل نہو تو زیادہ برائی نہیں اگرچہ دین خدا اس
طریقے میں بھی لہو و لعب سے قریب تر ہو جائیگا۔
پھر بھی مجھے شک ہے کہ جتنے آدمی روزانہ مسجد میں
جمع ہو جاتے ہیں اُن سے زیادہ سینما دیکھنے آئیں۔
ایسی حالت میں سینما کو جھنجھی کوڑی کا فائدہ نہوگا۔
کیا کہوں تم نے کیسا دماغ پایا ہے کہ نگوڑا کسی چیز پر
بھد رکنہیں نظمیں لکھتے ہو تو وہ خدا جانے کس قسم کی
پولیٹیکل میدان میں آئے تو دور اور پیدا کیا اب تعصب
کے اکھاڑے میں کودے تو ایسی تجویزیں نکالیں جس سے
مسلمانوں کو شرمانا پڑے۔ واہ واہ۔

باقی آئندہ

راقمہ
منطق آرا بیگم

مولانا پینچ کی نوٹ بک

پٹتے ہوے لڑ ہوے کا عکس لڑتے ہوے پڑ ہوے

ہمارے مہاتما گاندھی نے بھی عجیب مزاج پایا ہے وہ
دنیا کی ہر بات کو الٹا کر دیتے ہیں اور نہیں تو وہ کس قدر
ضرور الٹ جاتی ہے انھوں نے دنیا کو یہ سکھایا کہ
ہاتھ پاؤں سمیٹ کے بیٹھ جاؤ اور مقابل جو کہے
اسکی تعمیل سے انکار کر دو۔ ظرفا کا قول ہے کہ یہ تدبیر
ماخوذ ہے بٹیر بازوں کی تدبیر سے وہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے
بٹیر کے سر پرستی کرنیوالی دوا میں مل دیتے ہیں پس
حریف بٹیر لاکھ لاکھ نلی پنجے نوک کا زور دکھائے ٹھونگیں
جھنجھوڑی سے کام لے بٹیر صاحب کو خبر نہیں ہوتی
اسکے ساتھ ہی ذرا سا افیون (آب افیون) بھی
پلا دیتے ہیں کہ اونگھنے میں مزا آنے کا اہل ہو جائیں
اور حریف لاتیں ہو نچیں مارتے مارتے خود ہی تھک کے
ڈیفیٹ کر جائے یہ کسی طرح ہارے باہر نہوں۔ اس بٹیر
کو اصطلاحاً کیفی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل صحیح ہے کہ
انسانوں میں کیفی انسان ہمارے گاندھی جی ہی نے
پہلے پہل تیار کیے۔ قبل ازیں انتقام کی صورتیں دوسری
تعین یعنی مار دو طرفہ ہوتی تھی۔ اور اسمیں حریف
مقابل کا وجود ضروری تھا۔ یہ ہوا "لڑتے ہوے
پڑ ہوے" کا پہلا مرحلہ اب دوسرا مرحلہ سنیے کہ خطا کرے
کوئی مگر دوسرے کی خطا کا کفارہ ادا کریں خود۔ مثلاً
حکومت وقت نے شمار غیرتی دنائت کی نیابت جسے
اچھوت پن کہتے ہیں مخصوص و معین کر دی۔ یہ گناہ
بعض اچھوت لیڈروں کی پیہم خواہشوں اور زور آزمائیوں
پر سرزد ہوا۔ گناہ کیا بعض لیڈروں نے اور کفارہ
ادا کرتے ہیں ہمارے بڑے میاں۔ کیونکر؟ روزہ یا

برت رکھ کے - ایک قسم کا روزہ صوم وصال کے نام سے موسوم ہے فقہا اسے ناجائز کہتے ہین۔ وصال مشتق ہے وصل سے چونکہ اسمین ایک روزہ کا روزہ دوسرے سے پیوستہ ہوجاتا ہے اسلیے اس روزے کو صوم وصال کہتے ہیں۔ وصل کے یہ معنی ہوے لغوی۔

باصطلاح شعراء وصل و وصال بمعنی معانقہ و صحبت ہے۔ رندون کی اصطلاح مین "وصل و وصال" سے مراد کچھ اور ہے جسے سب ہی جانتے ہین یعنی وہی "دو کا تخلیے مین برہنہ ہو کے اولاد پیدا کرنے والا فعل اختیار کرنا"!

طبقہ صوفیہ مین وصال کے معنی "واصل بحق" ہونے کے ہیں فلان شخص کا وصال ہوگیا یعنی فلان شخص اپنی اصل سے جدا تھا ملحق ہوگیا۔ جو روزہ حضرت گاندھی رکھنے والے ہیں وہ بھی "صوم وصال" ہے مگر موافق اصطلاح صوفیہ۔ وے فاقہ دے فاقہ دے فاقہ یہان تک کہ پہلے جسم کی کھال کا وصال ہڈیون سے ہوجائے اور گوشت جو پوست و استخوان مین درانداز رقیب تھا باقی نہ رہے اسکے بعد روح کے واسطے اتنا ہی کام رہ جاتا ہے کہ ایک ہلکی سی جنبش کے ساتھ "واصل بحق" ہوے۔ بولتا بیہا لیتا ترا نام پڑہ ہوے لڑ موے کا عکس "لڑانہ موے پڑ موے" حاصل۔

کوئی اس پیکار صاحب اچھوتون کے لیڈر ہین وہ گاندھی جی کے صوم وصال کو سیاسی چال خیال فرماتے ہین اور کہتے ہین کہ یون جیسے مرنا ہو مرے۔

ایسے ہی ہزار مرتے ہین
بندے پرواک اسکی کرتے ہین

یہ تعجب کی بات ہے پروا ہونی چاہیے اور ضرور ہونی چاہیے۔ انھون نے غور نہین فرمایا گاندھی مرینگے تو مسٹر امبیدکار کی لیڈری کا جنازہ بھی ساتھ ہی نکلے گا۔ وہ یہ زبان حال پکارتے ہی رہے ہے نہ مرے پڑ موئی نہ اڑ موئی خواہ مخواہ موئی۔

نیشنلسٹ

مدت سے ان کی لغۃ معلوم ہوا کہ "نیشنلسٹ ہونا آدمی کے لیے ایک سعادت ہے" کہ معنی کہ لوگ "نیشنلسٹ" کے معنی "لامذہب دنیا پرست" کے لیتے ہین۔ ہمین یہ معلوم ہی نہین کہ کسی مذہب کا پابند ہونے کے باوجود بھی آدمی "نیشنلسٹ" نہیں ہوسکتا ہے۔ نیشن سے اور مذہب سے ہمارے کا تیز نہیں۔ قوم جن فرقون سے مرکب ہے اگر ان مین سے ایک فرقہ بھی مادی حیثیت سے کمزور ہے تو اسے زندہ رہنے کے لیے قوی فرقے کے ماثل بنانا درحقیقت پوری قوم کی زنجیر کو مضبوط کرنا ہے۔

ہمارے نیشنلسٹ بھائی مولوی ظفر علیخان صاحب مالک زمیندار کے منہ سے کہین چل گیا کہ اسلامی بازار بننی چاہیے۔ غالباً مقصود انکا "اسلامی" کی قید لگانے سے یہ ہوگا کہ جن لوگون کو ہر بات مین صرف مذہب ہی مذہب سجھائی دیتا ہے اور اسلام کا نام سنتے ہی ہمت کی ٹوٹی کمر میں ٹیکا بندھ جاتا ہے وہ بھی اس کام مین مدد دینے پر تیار ہوجائیں تا سطحی سرمایہ بہم پہونچنے مین آسانی ہوگی۔ تھی تو یہ کوئی سمجھداری کی بات۔ مگر پکڑلی گئی۔ اے وہ ہندو جو دنیا پر صرف ہندو ہی کو رہنے دینا چاہتے ہین بُری طرح پیچھے پڑ گئے۔ اور "اسلام" کے نام سے سہی اگر کمزور بے کار ادھر کو گامزن ہوں تو تنبل۔ لطائف فرادا اس بہانے سے نابا بیٹھنا یہ نہین اور بیکار ہوجائین تو یہ ہندوستان کو ضرر پہونچائیگا یا نفع؟ ایسی حالت مین ہمارا یقین ہے کہ یہ ہر مسلم سے ہرگز روا نہین ہوسکتا اسلیے کہ تجارت میں تعاون پر ہر کرنیگا۔ کرشمے کی یا تھی: مخصوص مذہب کے قسم خانے خیرات خانے قائم ہوتے ہیں اب جب کوئی مسلمان تجارت کرتا ہے تو اعتراض ہے۔ ہندوؤن کو بجا فخر ہے کہ ہم تعلیم تجارت و حرفت مین مسلمان ہندوستانیون سے توہی مین مسلمانون کے مفلس رہنے سے ہندوستان کا تہائی حصہ مفلس رہیگا۔

ابھی تک تو القول بد نصیبین کے "سر مین پہلی بھی نہین" ہندوستان کی تجارت یورپ اور جاپان کی دلالی پر منحصر ہے اس قسم کی لڑائی مرکبے ان کنجوسون کو زیبا ہے جنمین سے ایک حاتم کی گور پر لات مارنے کے لیے لپکا ہے اور جو سی ہوئی ہڈیان اپنے دروازے پر بطور آثار نعمت یا اسباب فخر و غرور ڈھیر کر دین۔ دوسرے کنجوس نے چپکے سے ڈہڑیان اٹھا کے اپنے دروازے پر رکھ لین۔ اب لڑائی شروع ہوگئی۔ مالک استخوان نے خاندان کہا۔ یہ تیرے باپنے بھی کبھی کلے پائے کھائے تھے۔ پڑوسی نے کہا۔ تو کیا تیرے باپ کی جو سی ہوئی ہڈیان ہیں۔ اس قسم کے حسد کے ہوتے ترقی وطنی کے خواب ہمیشہ بغیر تعبیر ہی رہین گے۔ آگے لڑنے والے جانین۔ ہم تو بیٹھنے والون مین ہین۔ خدا استھا ہی رکھے۔

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۳۲ء   جلد ہفتم   نمبر ۸۲

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ دینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ القصہ مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس صنعی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔
(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزن میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت ہے اور درایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و دیلی پر نظر رکھیے انشاء اللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔
(۲) کم مایہ طالب علموں مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔
(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیے ورنہ یا نامرادی یا تہی کا دسطر رونا طول ثمیت ہے۔
(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ما فوق ہزاروں خریداروں کے دستخط ہے بہ خیانہ منظور نہیں سے پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی شکایت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا قرض کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔
(۵) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہیں ہونگے اور اُنکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔
(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ ٹکٹ لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ — نمبر ۳۴

مضامین

مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۲ء

غزل

(از حضرت فرزانہ شاعر جلیل و یگانہ آسی سیتاپوری)

چلائی دل پہ چھری سینے کو فگار کیا — غضب کا تو نے ستم اے نگاہِ یار کیا
جنھوں نے آپ کے وعدے کا اعتبار کیا — انھوں نے اپنا ٹھکانا تہِ مزار کیا
رقیب اور وفا؟ عقل بھی تو ہے کوئی چیز — کہا حضور نے اور میں نے اعتبار کیا
دنی جو وصل کی مرضی تو کیوں بلا کے مجھے — فضول آپ نے غرچے سے زیر بار کیا
یہ غرض ہے وہ بری شے کہ جس نے یورپ کو — تمام روئے زمیں پر ذلیل و خوار کیا
امید ہے مترادف جو یاس کی تو حضور — مجھے فضول ہی اپنا امیدوار کیا
ہزار عہد کیے ترک عشق کے لیکن — یہ وہ بلا ہے کہ پھر بھی ہزار بار کیا
غضب ہیں اس بت مغرب کے چھوٹے چھوٹے دل — اسے مٹا ہی دیا جس کو اس نے پیار کیا
بھلا ہے وہ بھی مسلمان؟ جس نے مصلحتاً — خدا کی راہ میں اظہار حق سے عار کیا
مرے مٹانے کا ٹھیکا دیا ہے یورپ کو — فلک نے اور نیا اک شریک کار کیا

گلوں سے بڑھ کے ہے رنگیں مرا کلام آسی
جسے جو بل گیا اس نے گلے کا ہار کیا

غزل

از سید ضمیر حسن صاحب اخگر

شان دکھلاتے ہو تم اولاد میں اجداد کی — خاصیت بندر کی ساری شکل آدم زاد کی
رو نے کب دیتی ہے مجھکو ڈانٹ یہ صیاد کی — ہنسیاں کے بیچ تو نے آج پھر فریاد کی
آگ دے کر پھر نکلے بھی تھے بچا، اچھا ہوا — آشیاں کے ساتھ داڑھی جل گئی صیاد کی
آتشِ غم نے میری آزاد مجھ کو کردیا — آہ کی میں نے تو چٹکی جل گئی صیاد کی
ہجر کی شب مجھ سے جس نے ہیں کہ نالے کردیا — بک دیا غالب نے کوئی نے نہیں فریاد کی
شاعروں کے واسطے بندر کا بچہ ہو گئی — قیس کی آوارگی بیمار کی فرہاد کی
شیم فانٹ اسکو حسن و عشق کی سمجھا تھا میں — کاٹ دی شہ رگ ہی میری آہ ہت تیرے جلاد کی
ہے سے تمت تک کتاب کھولے چلا عشق میں — منھ بنا یا سسکیاں لیں۔ آہ کی فریاد کی

اور کیا حاصل ہوا اخگر کو اس کا صلہ
شعر کہکر مسخرے نے زندگی برباد کی

غزل

(از سرخاب لکھنوی)

انقلاب دہر سے زیر و زبر ہو جائیں گے — جتنے فادر ہیں جہاں میں سب ربر ہو جائینگے
غمزہ و ناز و ادا کا بار اٹھاؤ نہ تم — ورنہ ہم انساں سے اک دن شتر ہو جائینگے
بے حجابی سے اٹھا دیں گر وہ چہرے سے نقاب — سارے عالم کے حسیں انکے نوکر ہو جائینگے
سینۂ دیگر ہم بھی ہو چھینگے پھر کٹ تک ترے — شب کو سارے پاسباں جب بے خبر ہو جائینگے
ہیں ابھی بچے مرض سے عشق کے واقف نہیں — پڑھ کے یونیورسٹی میں ڈاکٹر ہو جائینگے
خود بخود آزاد ہوں گے قیدی دارِ محن — روزنِ دیوار زنداں ٹھکے در ہو جائینگے
باپ لڑکوں کو نصیحت آج کرتے ہیں مگر — دیکھنا کل تک یہی لڑکے پدر ہو جائینگے

راہ پر تقدیر کو سرخاب آنے دو ذرا
جان کے خواہاں جو ہیں وہ چارہ گر ہو جائینگے

ایک مردم شمار کی آپ بیتی

مردم شماری کہنے کو تو آسان کام ہے کہ رجسٹر بغل میں دبا یا چند ہفتے پیشتر جو کچا کیا تیار ہوا تھا اسکی جانچ کرلی اس میں دیر ہی کیا لگتی ہے۔ لیکن۔ ہاں کے آگے ہم جیسا آسان ہے۔ کرے تو معلوم ہو۔

غالبا سب ہی جانتے ہیں کہ دس برس کے بعد ایک روز ایسا آتا ہے جس میں سرکار دولت مدار کی رعایا گنی جاتی ہے یعنی یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان میں حاکم کتنے ہیں اور محکوم کتنے۔ عالم کتنے۔ جاہل کتنے۔ مرد کتنے ہیں نامرد اور تو یہ عورتیں کتنی۔ بالغ کتنے نابالغ کتنے۔ فقیر کتنے۔ مالدار کتنے۔ اگرچہ فقر و غنی کی جانچ کا نتیجہ آج تک یہ نہیں ہوا کہ اغنیا سے مال چھین کے فقرا کے حوالے کیا جاتا۔ یا حکومت محتاج اپاہج افراد کی پنشن مقرر کردیتی۔ یا جتنے لوگ مر گئے ہیں انھیں کسی نہ کسی طرح پیدا کرکے پھر سے بڑھا لیتی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ مر چکنے والوں کی پوچھ گچھ ہوتی ہی نہیں۔ جتنے زندہ ہیں وہ صرف کاغذ پر چڑھا لیے جاتے ہیں۔

رعایا کا یہ حال ہے کہ نسبتاً (ایک مردم شماری سے دوسری مردم شماری تک) شاید کبھی گھٹ جاتی ہو ورنہ ایک جوڑے سے دس برس کے اندر گاؤں کے گاؤں آباد ہو جاتے ہیں۔ پھر جتنی آبادی بڑھتی ہے اتنی ہی آمدنی میں ترقی ہوتی ہے۔

الغرض ۲۶ فروری ۱۹۳۱ء کو مبارک اور اہم فرض ہمیں بھی ادا کرنا پڑا۔ کام کی اہمیت ان دو واقعوں سے بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ ملک متوسط کے ایک حاکم ضلع تاریخ و وقت معین جو موٹر پر سوار ہو کے نکلے تو ان پر ایک چیتے نے حملہ کردیا۔ وہ تو کہیے صاحب کے پاس پستول موجود تھا ورنہ خدانخواستہ مردم شماری کے رجسٹر سے ان کا نام قبل درج ہونے کے خارج ہو جاتا۔

دیکھا آپ نے کتنا مشکل کام ہے!۔

دوسرا سانحہ یہ ہوا کہ برہا میں جب مکانوں پر نمبر لگانے کی مہم شروع ہوئی تو بیچارہ شمار کنندہ پٹتے پٹتے بچا۔ خدا نے خیر کی ورنہ یہ بیچارہ بھی گنتی باہر ہو چکا تھا۔ حجت اس بات پر ہوئی کہ ایک محلے میں بارہ مکانوں پر نمبر لگانے کے بعد جب تیرھویں کی باری آئی تو مالک مکان نے شمار کنندہ پر جوتی اٹھائی۔

"۔۔۔ ابے بس خبردار جو تیرھواں نمبر ہمارے مکان پر لگایا تو تسو لگائیں گے اور جو بھول جائینگے تو پھر سے گنیں گے۔ جانتا نہیں کہ تیرہ کا عدد منحوس ہوتا ہے!۔۔۔"

غریب نمبر دار کی جان عجب مخمصے میں پھنسی گنتی میں سے تیرہ کا ہندسہ نکال دینا اُس کے اختیار میں نہ تھا۔ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ مکان اٹھا کے بارھویں یا چودھویں نمبر پر رکھ دیتا۔ مردم شماری والوں کی پشت پر شاباشی ٹھونکنی چاہیے کہ جان پر کھیل کے دروازے پر نمبر لگا ہی تو دیا۔۔ اور ذرا نہ ہچکچائے۔ واہ مرد ہوں تو ایسے ہوں۔ ورنہ کچھ فائدہ نہیں۔

اب سنیے کہ اس مبارک سلسلہ میں ہم نے کتنے کار ہائے نمایاں انجام کو پہونچائے۔

پروانہ ملا کہ فلاں نمبر سے فلاں نمبر تک تمھارے حلقۂ تفتیش میں دیا گیا۔ رات کو ٹھیک بارہ بجے اپنے مکان سے رجسٹر دبا کے نکلو اور ڈیوٹی پر پہونچ جاؤ۔ خبردار جو ایک منٹ کی دیر ہوئی تو تم جانو گے۔

بھلا مجال تھی جو دیر کرتے۔ وقت سے پانچ منٹ پہلے ہی حلقہ میں نازل ہوگئے۔ کبھی یہ کام کیا نہ تھا اس وجہ سے کسی قدر دل دھکڑ پکڑ کرتا تھا۔ مگر ہمت مرداں مدد خدا۔

سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار یا غریب مرد خدا کراکرا تے جاڑوں کا موسم آدھی رات ادھر آدھی رات اُدھر۔ خدا کی تمام مخلوق سمٹی سمٹائی گوشے کونے گھر ے میں مصروف آرام اور ہم چند بندے اُسکے علم در کف رجسٹر در بغل۔ ہاتھ پاؤں اکڑائے ٹھٹھرے دربدر مارے مارے پھرنے لگے۔

(۱)

نمبر۔۔۔۔ ارے بھئی کوئی ہے؟۔

"کون جی؟"

"ذرا بھائی ذرا باہر نکلو؟"

"صبح کو آنا اسوقت فرصت نہیں ہے"

"صبح کو نہیں اسی وقت کا کام ہے"

"بہت ایسے کام بہت سنے ہیں۔ جاؤ۔ اسوقت برکت ہے پھر مانگو"

"اماں نکلتے ہو کہ نہیں؟"

"واہ وا۔ بھیک مانگنے چلے اور خفگی ساتھ؟"

"کیسی بھیک؟ اجی ہم سرکاری آدمی ہیں؟"۔

وضو ٹھنڈا ہوا۔ مزاج کی تیزی میں کمی ہوئی۔ نکلے۔ مگر اپنے تیوروں سے دیکھتے ہوے۔

"حضرت! زمانہ بڑا لگا ہے۔ ابھی دو تین دن اس طرف یہاں ڈاکا پڑ چکا ہے۔ لیکن آپ ہی کے سے خوش پوشاک اسی طرح گھر پر آئے۔ صاحب خانہ کو بہت غنیمت سمجھا یا اُسے تو ہو چکا کر دیا۔ غرض گھر میں گھس کے جمع جتھا سمیٹ سماٹ کے چمپت ہو گئے۔ اچھا فرمائیے"

"اس مکان میں کتنے آدمی رہتے ہیں!"

"حضرت! اسی قدر پوچھنا تھا تو کہہ دیا ہوتا۔ بندہ لیٹے ہی لیٹے جواب دے دیتا۔ جی ہاں حضور کو معلوم اس مکان میں بندہ ہی رہتا ہے"۔ آپ کا بس چلے تو نکلوا دیجیے"

"آپ کا اسم گرامی؟"

"کیوں! کیا شادی کیجیے گا؟"

"حضرت صاف صاف جواب دیجیے۔ ہمیں فرصت نہیں سرکاری آدمی ہیں۔ مردم شماری کرنے نکلے ہیں۔ نام اور پیشہ بتائیے۔ آپ کے گھر میں اور کون کون لوگ رہتے ہیں۔ اپنی عمر اور اُن کی عمر اُن کا پیشہ بتائیے۔ گھر میں کتنی عورتیں ہیں کتنے مرد۔ کتنے بچے۔ آپ تعلیمیافتہ ہیں کہ جاہل"

"واقعی کسی نے سچ کہا ہے کہ سرکاری آدمی نہایت بدزبان ہوتے ہیں۔ گھر میں بھی ڈپٹی کلکٹر تو نہیں ہیں جاہل ہوں گے آپ اور آپ کا کنبہ۔ ذرا زبان سنبھال کے بولیے"

"بگڑیے نہیں۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ آپ پڑھے لکھے ہیں یا نہیں۔"

سمن الغرض انفصال مقدمہ

آرڈر ۵ قواعد ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء

نمبر مقدمہ ۲۸۹
بعدالت جناب اسسٹنٹ کلکٹر بہادر درجہ دوم تحصیل بنارس مقام بنارس ضلع بنارس

بابو گوبردھن پرشاد و بابو جگناتھ پرشاد مدعی

بنام

گومتی ولد ... بند ... سماۃ ... زوجہ بانگو بند قوم برہمن ساکن ... پرگنہ ... ضلع بنارس

واضح ہو کہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت ... کی دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۹ ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء وقت ۱۰ بجے بمقام بنارس اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلق مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دعوے کا دو۔ اور ہر گاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی تاریخ اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنے جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمھارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۶ ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

بعدالت صاحب مہتمم نیلام ضلع اعظم گڑھ

بمقدمہ اجرائے ڈگری نیلام نمبر ۲۸۲
جگدیو دھر وغیرہ بنام لچھمی نرائن راے

اطلاعنامہ

بنام لچھمی نرائن راے پسر ... راے ساکن ... پرگنہ نظام آباد

چونکہ منصفی شہر نے واسطے نیلام حقوق فریق تم لچھمی نرائن راے مدیون ڈگری واقع موضع ... پرگنہ نظام آباد کے ہدایت کی ہے لہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۱۲ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء واسطے سماعت اُن عذرات کے جو تم کو نسبت طریقہ اجرائے ڈگری ہذا کے ہوں مقرر ہوئی ہے۔ اگر تم تاریخ مذکورہ بالا کو حاضر نہ ہوگے تو معاملہ یکطرفہ بغیر حاضری تمہاری طے ہو جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ اس معاملہ کی نسبت تمھارا کوئی عذر سماعت نہ کیا جائے گا۔

آج بتاریخ ۱۰ ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء کو میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

اچھا اب یہ ارشاد ہو کہ جن لوگوں کے آپ نے نام بتائے ان کی شادی ہو گئی یا کنوارے ہیں؟

شکریہ! آپ نے بہت زحمت اٹھائی۔ معاف کیجیے گا۔ مجبوراً تکلیف دی۔" اتنا کہا اور آگے بڑھے ــــ

(۲)

جس جس ایکٹ کھٹ با زنجیر کھٹکھٹانے کی آواز سے معلوم ہوا کہ رہنے والے جاگ رہے ہیں۔ کھُس پھُس کی آواز کان میں آئی۔ ہم انتظار کرنے لگے کہ اب کوئی نکلے گا۔ مگر نہیں۔ وہاں مشورہ ہو رہا تھا۔ گو غیر آواز ہے۔ رخنہ ہائے در سے شلیپوں کی خدمت انجام دی۔ "بی بی! بی بی!! خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔ شاید قرض خواہ کا پیادہ وارنٹ لے کے آیا ہے۔ ارے جلدی سے کہہ دو یہاں کوئی نہیں۔"

"ارے تو گھبراتے کیوں ہو جب وہ دروازہ کھلوائے گا تو تم میری ٹانگوں کے پاس بیٹھ جانا میں اپنا لہنگا تم پر ڈال دوں گی مجال ہے موئے کی جو تمہیں ہاتھ لگا سکے۔"

کہاں تک صبر کرتے تھے ہم نے زنجیر در کھڑکائی اور زنانخانہ میں سے ایک زنانی آواز کان میں آئی۔ "آپ کون ہیں؟"

"ہم مردم شماری کے آدمی ہیں۔"

"تو "وہ" تو یہاں نہیں ہیں۔"

"آپ تو ہیں؟"

"جی ہیں عورت ذات سے آپ کو کیا کام ہے؟"

"گھر میں رہنے والوں کی گنتی گن کے ہم چلے جائیں گے آپ دروازے تک چلی آئیے۔ یا اُن صاحب کو بھیج دیجیے جن سے آپ باتیں کر رہی تھیں۔"

"جی میں تو اپنی ساس کی لڑکی یعنی اپنی نند سے باتیں کر رہی تھی۔ ہاں پوچھیے۔"

حسب معمول ہم نے سوالوں کی بوچھار شروع کر دی۔ مگر لالہ خوفی لال کے قرضدار کا حال کسی طرح نہ کھلا کہ گھر میں ہیں یا نہیں۔ سچ پوچھیے تو جو لوگ قرض کی مصیبت میں گرفتار ہیں اُن کا دنیا میں نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ لہٰذا بہتر ہوا کہ وہ جیتے جی عالم کی آبادی میں نہ شامل ہوئے انا للہ الخ۔

بیچارہ گھر کی حالت ہم کبھی نہ دیکھتے جو مردم شماری میں نوکری نہ کرتے۔

(۳)

دروازے کے پاس ہی پلنگ بچھا ہوا ہے۔ پلنگ کی چولیں آوازیں دے رہی ہیں۔ "چرچوں چرچوں" خدا کا شکر ہے کہ لوگ جاگ رہے ہیں۔ مگر مسلسل کروٹیں بدل رہے ہیں۔ شاید پلنگ میں کھٹمل زیادہ ہیں۔

"جی جناب ذری باہر تشریف لائیے۔"

"جواب ندارد۔"

"خداوند ہم سرکاری نوکر ہیں۔ وقت پڑا تھا ہی اور گھر بھی دیکھنا ہیں۔ رات کی اوس نے مزاج گیلا کر دیا ہے۔ جلدی جواب دیجیے۔"

صدا آئی "گوں گوں گوں گوں۔"

ساتھیوں سے پوچھا "بھئی گوں گوں گوں گوں سے کیا مطلب ہے؟"

ایک ہمراہی نے جواب دیا "شاید پیشاب کر رہے ہیں بعد طہارت جواب دیں گے۔ یا نماز کے بعد وظیفہ شروع کر دیا ہے۔" سبب معقول تھا۔ لیکن اگر وظیفہ طویل ہوا تو ہماری زندگی کے ختم ہونے میں بھی کوئی کلام نہیں "اجی جناب تشریف لائیے۔"

"آتا ہوں جناب استنجے سے فارغ ہو چکا۔ اور اگر کام مختصر ہو تو وہیں سے پوچھ لیجیے۔ آپ شاید مردم شماری میں مبتلا ہیں۔ معاف کیجیے گا میرے مزاج میں ذری شک ہے۔ پائجامے پر چھینٹیں پڑ گئی ہیں جب تک اچھی طرح طہارت نہ کر لوں دل بے چین رہے گا آپ سے پردہ ہی کیا ہے۔ صاف کیوں نہ کہوں کہ برہنہ ہوں۔"

اُن کی صفائی پر دل بہت کڑھا۔ بیچارے خدا جانے کس پاک فرض کے بجانے میں مشغول تھے۔ ہم نے خلل ڈالا۔

"اچھا جناب وہیں سے جواب دے دیجیے۔"

مگر جب سوال ہوا تاہل سے تو معلوم ہوا کہ حضرت مجرد ہیں۔ اہلیہ کا خانہ خالی ہے۔

سلسلہ نماز کے بیچ کھلنے والے نہ تھے اسلیے آگے بڑھے۔ دل نے فوراً لاحول پڑھی کہ یہ بھی کتنا واہیات کام ہے۔ زبردستی گمان بد پیدا ہوا۔

(۴)

ایک گنوار کا مکان۔ الاؤ کی بو۔ گلی پُرمعطر۔

"اے بھائی اس گھر میں کون رہتا ہے؟"

"کون ہے رے۔ ادھر رتیا کا اٹلے ٹھوز گھرا دت ہے سسر اس ہپا مچا اُس کر ٹولا بھر مچا دے لاگا کون ہے آدھی رات کو جگہ جگہ پکارتا ہے۔" سسرے نے اتنا غل مچایا کہ محلہ بھر چیخ اٹھا۔

"ابے باہر نکل!"

ہم سمجھے تھے گنوار آدمی ہے اس کو تعظیمی الفاظ کی قدر ہی کیا ہوگی اسی کی زبان میں باتیں کرنی چاہییں مگر "سسرے" کا خطاب سن کر اس جاڑے پالے میں بھی ماتھا پسیج گیا۔ مگر جواب سُن کے پھر اُبال بیٹھ گیا۔

"ہم سمجھن ابے تبے کرہو تو مُوں بنائے دیب سیدھ سیدھ بات کرد تاہیں پاچھے ر دیکھو" (ہم سے ابے تبے کرو گے تو منھ بنا دیں گے۔ آہستہ آہستہ بات کرو نہیں تو بعد کو روؤ گے)

بے شک مقابلہ تھا سخت ہم نے دل سے کہا بھاگ۔ (باقی)

رسالہ "رفیق التعلیم"

لاہور کا "دورِ جدید نمبر"

ملک کے ادبی اور تعلیمی حلقوں میں یہ خبر از حد مسرت سے سنی جائیگی کہ اس ماہ سے آسمان صحافت کے مہتاب اور دنیائے تعلیم و ادب کے نیر درخشاں "رفیق التعلیم" کے دورِ جدید کا آغاز ہوا ہے۔ ادارہ "رفیق التعلیم" نے اہتمام کیا ہے کہ ستمبر کے آخری ہفتہ میں رسالے کا دورِ جدید نمبر شائع کیا جائے۔

دورِ حاضر کے نامور ادبا، جلیل القدر شعرا، دنیائے تعلیم کے بلند پایہ زعما اور معتدد رہبرانِ رسائل کے مدیر حضرات کے مضامین "دورِ جدید نمبر" کے صفحات کی زینت ہوں گے۔ مقتدر شخصیتوں کے فوٹو اور نظر فریب ادبی تصاویر چھاپنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

"دورِ جدید نمبر" کی قیمت ان تمام خوبیوں کے باوجود ... مقرر ... مستقل خریداروں کو مفت ارسال کیا جائیگا۔ آج ہی اپنا نام خریداری کیلیے رجسٹر میں درج کرائیے ایسا نہ ہو ... ختم ہو جانیکے بعد کو افسوس ملنا پڑے۔ (منیجر)

راگ بازی کا مقابلہ

(۱) پیا بیٹ مسافر سیج بچھی ہے ۔ رات اندھیری ۔ نیند آئی ہے .... آآآآآ آستن تن تن تن تن تن ۔ تیم تہسے نا در نا

(۲) گوری دن لگی موری ندیا نا جگاؤ ۔

بیا ایک گناہ میری قوم سے ہوا اُسکا کفارہ میں
دیتا ہوں۔ اونچی ذات کے ہندوؤں نے اسکا جواب
اسطرح دیا کہ نہیں صاحب اب سے ہم بھی ذاتوں
کے ساتھ متمردانہ برتاؤ نہ کریں گے۔ آؤ بھائی اُسی کنوئیں
سے پانی بھرو جس سے ہم بھرتے ہیں۔ سلئے لو ایک ہی
فرش پر بیٹھ کے ہم تم کھانا کھائینگے۔ مندر دیا تمہارا
ہوا تھا۔ اچھا آج سے تم بھی اُسی خدا کو ڈھونڈا کرو جسے
ہم پوجتے ہیں۔ مندر کا دروازہ پاٹوں پاٹ کھلا ہے۔
بس اب تو راضی ہو؟

یہ جواب اوپری دل سے ہے۔ بچے بوسے تیور گواہ
ہیں اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ بعد مطلب نکل جانے
کے یہ میاں نے لو یا سارے جہاں سے کہو یا یہ والی مثل
صادق آئیگی وہ وقت کبھی نہ آئیگا کہ ایک رستوگی جو
دوسرے رستوگی کے یہاں بھی کھانا نہیں کھایا کرتا
ہے زہر پیر کے میلے میں دکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ پر دار ملکے
سکو حلال خور کے ہاتھ کی بنائی پکائی ہوئی چائے اُسی
پیالی میں نوش جان کرے گا جسمیں خود میاں سکو اور
اور اُنکے نور چشم میاں بخشا نے چائے پی تھی ہے رام رام
غور سے دیکھیے تو ہمدرد دل بور دوسرے چھوٹی ذات والوں
کو مندر سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب سے پہلے بھی پانی وہ کسی
نہ کسی طرح پی ہی لیتے تھے اسیطرح آج بھی پی لینگے۔ لہذا
کنواں اگر عام ہوگیا تو بجز کسی قدر سہولت ہو جانے کے
کوئی بڑا دلکش فائدہ متصور نہیں۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ گاندھی جی کی زندگی ملک بھر کو عزیز
ہے ڈاکٹر امبیدکر کا نام دل لگی بازوں نے "انگل بید کار"
اس بنا پر رکھا ہے کہ انھوں نے ہندوانہ پالیسی کی گھر
میں انگل بیدار رخنہ اندازی کیا اور نتیجہ اسکا یہ ہوا
کہ کثرت تعداد کے دعوے کی وہ مہنی دیگ جو بہت سے
ہندوستانی پالیٹکس کے چولھے پر چڑھی ہوئی ہے انھوں
کا ادھن تیار کر رہی تھی لڑکیوں کی ہنڈکلیا ہو کے
رہ گئی جو میل ملاپ بغیر کسی شرط کے ہوتے ہیں انکی بنیاد کچے
دھاگے کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر انگل بید کار نے اس فاقہ کشی
کی پرواہ نہ کی اسے گاندھی کا بولا ساچر چلا ئیں یہ ڈھکوسلا
کہا نیچی ذات کے عوام میں ایک شور پھیلا ہوا ہے اور سیاسی دنیا
پر شرائط معاہدت کی گفتگو جاری ہوئی۔ اگر کمبخت ...

سے اتنی مطالبہ نہ زور نہ ہونے دی تو ہمارے گاندھی جی کی جان
کا خدا ہی حافظ ہے۔

ہمارے متفرق بھلوں کو جو ٹھیلے گاندھی کی بیماری دور بچا
یوں ہی بچ سکتی ہے کہ فاقہ شکنی یا روزہ کشائی ہو جائے
اور اسکی آسان تدبیر یہ ہے کہ مصالحت ہونے جب
صوم وصال کسی طرح افطار کی منزل پر پہنچے تو ایک گروہ
مخلص محبان ملک کا اس موضوع پر فاقہ کشی آغاز کرے
اگر مہاتما نے روزہ نہ کھولا تو ہم بھی فاقے کر کے
اپنی جان دے دینگے اور یہ جیو ہتیا گاندھی جی کی گردن
پر ہوگی۔

ہم اسکے خلاف ہیں کہ امبیدکار کے حوالی موالی ہمارے گاندھی
کا مقابلہ اپنے مطالبات کی آڑ میں کریں۔ جیسا کہ
پنجاب میں ہو رہا ہے۔

اگر ہماری تجویز پر عمل ہوا تو گاندھی جی کو جلد سے کام
لے کے اپنا روزہ توڑنا پڑے گا۔ اور کچھ دنوں اور
انکی زندگی سے دنیا فیض پائیگی۔ ہمارے نسخے کے مجرب
ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بارہا بنجر ستیگان عست جنھیں
"میاں بی بی" کہتے ہیں اسیطرح علاج بالمثل کرنے سے دل کی
کدورت مٹا چکے ہیں۔

بی بی نے کھانا پینا چھوڑ کے دوپٹا منہ سے لپیٹا اور
چارپائی پر لیٹ رہیں۔

"جاؤ۔ سور مُردار کھائے۔ میرے باپ کی ہڈیاں
چبائے جو ایک دانہ بھی کھائے۔"

میاں نے بھی چارپائی کے پاس بستر لگایا۔ چلو اچھا ہے نہ تم
کھاؤ نہ ہم کھائیں۔

دن گزرا رات گزری دوسرا دن آیا۔ بی بی نے لیٹے لیٹے
میاں سے کہا "آخر تمھیں میرے جینے سے کیا تم کھانا کیوں
نہیں کھاتے میری حرص ہر بات میں کیوں کرتے ہو تمھارا
رنگ کمھلا ہوا جاتا ہے" میاں بولے "میں اکیلے کھانے
کا عادی نہیں تم منہ جھٹالو تو میں بھی کھا لوں گا" دوسرے
رات کے بارہ بجے تک یہ تکلف کا برتاؤ جاری رہا۔ آخر بی بی
اٹھیں انھوں نے کانپتے تھرتھراتے ہاتھوں میں لقمہ اٹھایا
اور میاں کے ہونٹوں کے پاس رکھ کے قسمیں دینا شروع
کیں "میرا مرا دیکھے جو نہ کھائے" میاں تھوڑی دیر
تک تو ہونٹ بھینچے رہے۔ مگر کھانے کی خوشبو نے پیٹ کی
آنتیں حلق تک کھینچ لیں۔ اوں.... ہوں.... واللہ
.... میں .... نہ کھاؤں گپ.... گپ.....

از بسکہ دانت بھینچنے کی طاقت بھی سلب ہو چکی تھی
نوالہ آپ سے آپ منہ میں چلا گیا۔ اب میاں کی باری
آئی۔ انھوں نے کچھ گدگدایا کچھ اخلاص پیار سے کام
لیا تیوریوں کی کمانیں پڑ ہمیں پھر جلے سے اتریں بلہ بول
نے ہونٹوں کی مہر توڑی "دیکھو خدا جانتا ہے بی بی اور
تمھاری جان ایک کر دونگا نہیں تو نوالہ ہٹاؤ....

ہائیں.... نہیں.... نہیں.... نہیں...." اسی وہ
گدگدی نے منہ کھولا اور وہ نوالہ منہ کے اندر۔ لاکھ
"اخ تھو۔ اخ تھو" کیا زور ہوا مگر منہ پر میاں کی ہتھیلی
کی مکھیری چڑھی ہوئی تھی۔ آخر قسم ٹوٹ گئی۔ اور پھر
باقاعدہ دسترخوان بچھ گیا۔

غذائے روح

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا حقیقۃً مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک ہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اوّل

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ ۱۸۷۷ء لغایت ... یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد ۸ محصول ڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالامال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد ۸ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی ۸ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اُسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس ہنسی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور مگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلیے کہ گو ہر خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جذب رائے کی اصابت ہے رو و رعایت کہ چینی صحیح نتائج واقعات اور ضابطہ اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنے چاند روپیہ (۸عہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ جو سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں اب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف انسانیت ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم ہر پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ غپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے۔ دلگانے پر بناز مند خود نہیں سوچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عارضہ کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا طرح کرنا مقصود نہیں ہے لہذا ادھر تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی مسلم پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ جو حضرات خریدار ہیں اُنہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

وزیں خصوص عرض ہے کہ اگر سرکار بمزید اشفاق یک عدد سرٹیفکٹ نوشتہ دست خاص عنایت فرمائیں تو بسا نوازش ہو جائے۔ سرکار کو تو کل وجزو حال تحصیل اور ممالک سے دریافت ہوسے جات ہے اور بے حضور کے دخل کے کامیابی غدار فیرعی ذلیلی ہی کھیر ہے۔ واجب ہو دعرض تعمیل اب جناب ڈپٹی صاحب کا قدم مبارک بائیسکل کے پاؤں دان پر اور ہاتھ ہینڈل کی راس تک پہونچگیا ہر مرغ اور مرغی کی شل ہونے ہی والی ہے کہ عالیجناب ٹینی ولد کلنگ نے کر یال میں غلہ لگا ہی تو دیا بچارے کترا کے رہ گئے۔ دو حضور گاؤں کا معائنہ فرمالیں تو بہت مناسب تقاوی کے چابات (یہ جمع کا صیغہ علاقی صرف مجھ سے تعلق رکھتا ہے) کا معائنہ بھی ضروری ہے ابھی تین چابات دو عدد تالاب اور بنانے چاہییں ایک باندھ کی اشد ضرورت ہے۔ تقاوی بنام بر گاؤں وغیرہ بسار وہی منظور ہونا چاہیے۔ یہ بلا بھی ٹوٹتی درہ دیدہ خواہرشد" کے افسول سے ٹلی۔ جو تو مقدس بائیکل کی گدی پر پہونچا۔ خدا سلامت رکھے ہماری بائیسکل کو بھی واللہ نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے نہ نہاتی ہے۔ دانہ گھاس کی۔ قسم بدکفایت۔ ادھر سے میں بجائے رسد کے نقد الفقدم بھی مزے میں ہماری سائیکل بھی مزے میں ہے۔

کیا ستم ہے کہ اس گرانی نے بائیکل کا بھاؤ بھی جرخ پر چڑھا دیا۔ منزل مقصود تک پہونچنے نہ پائے تھے کہ اسپتال کے چپراسی نے دور سے کاغذ دکھلایا۔ "ایک اظہار قبل از مرگ لینا ہے" لاحول ولاقوۃ خدا اس نامعقول مرنے والے سے سمجھے کہ تجھے اس وقت مرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اچھا تو چل میں آتا ہوں کہہ کے رہوار بے لگام کو ایڑ دی بہیہ ٹسکا نہ تھا کہ ایک لال پگیا والے درو گاجی نے بنفس نفیس سلوٹ (سلام) کے بانس پھاڑے۔ یہ حضور سے کچھ مخفی عرض کرتا ہے۔ مجبوراً ادھر اترے کچھ کان بڑھایا کچھ منہ بڑھایا۔ ایک تحقیقات قتل ایک تفتیش ڈکیتی۔ ایک بدمعاشی کی جاسوسی۔ دو دفوعات (اصطلاح پولیس) سرقہ مویشی دو عدد بلوے ۳ خفیف جرائم زد و کوب و ضرب شدید گزشتہ کے نمبر مسلاح سنائی۔ اور چلتے چلاتے مژدہ سنا گئے کہ دو تین ملزموں کا اظہار حضور ہی کو قلمبند کرنا ہوگا اور مقدمہ شروع کرنے سے پہلے تخلیہ میں یا بیت الخلا میں روز نامچے کا معائنہ ضروری ہے۔ کیا معنی کہ مقدمات سب سنگین ہیں (عاملانہ کارروائی چاہتے ہیں) نیست و نابود ہو جائے وہ گھڑی جبوقت اینجانب نے ماپدر مکرم مرحوم نے از راہ حماقت ڈپٹی کے عہدے پر نامزدگی کرائی تھی۔ نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام جان ہر وقت سانسے میں رہتی ہے اور اکثر نکل بھی جاتی ہے وہ تو کہیے ترقی کی چاٹ مسیحائی کا کام کرتی ہے ورنہ پھر پلٹ کے آنا بھی نصیب نہ ہو۔ ہائے واللہ دنیا بامید قائم۔

ہندنی ندیم

گورغریبان کی تحقیقات

(متعلق حادثہ جلیاں والا باغ)

ایک مسیحانش صاحب کسی سے ادخل الروح فی الجسم کا عمل سیکھ کے قبرستان میں مہمان ہوئے اور ہر مدفن پر پڑھ کر پھونکنے لگے گڑے مردے اکھیڑنے جان پڑتے ہی مردے سمجھے کہ کوئی کفن کھسوٹ ہوگا بعض نے خیال کیا کہ بعث و نشور کا وقت آپہونچا اللہ میاں کا سامنا ہونے والا ہے۔ کئی اہل فہم نے کوٹ پتلون پہنے دیکھ کے سمجھ لیا کہ یہ "قم باذنی" کا امونیا سالٹ سونگھانے والا افسر یا کوئی ڈاکٹر ہے۔ مگر بات دلوں کی دلوں ہی میں تھی کہ مسیحا بول اٹھے۔

"ول ہم مانگتا کہ آپ لوگ کا حال دریافت کرے۔ کی کس مافک آپ نے مرنا مانگتا"

مردہ۔" جناب ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے"

مہمان" ول ہم سنا کہ آپ لوگ پر بڑا ایکٹنگ ہوا۔ آپ کو کوئی نے کتل (قتل) کر دیا سو اس موافق ہم پوچھتا ہے آپ کاہے واسطے مرنا سکا"

مردہ۔" یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں اگر کچھ انتقام لیجیے انصاف کیجیے تو خیر تھوڑی سی بک بک کیجیے"

مہمان" او بیشک ہم یہی کرنا مانگتا۔ آپ جھٹ پٹ بولو آپ کو کون کتل کیا"

مردہ" نام لینے پر برا تو نہ مانیے گا"

مہمان" او کبھی نہیں"

مردہ" اچھا تو یقین کیجیے کہ وہ بھی کچھ کوٹ پتلون پہننے والے صاحب لوگ تھے وہ تو اپنی ذات کو برطانیہ سے متوسل بتاتے ہیں۔ مگر ہمیں یقین نہیں آتا کہ وہ برطانوی ہوں گے۔ برطانیہ کے پوت ایسے وحشی نہیں ہوتے"

مہمان" او آئی سی۔ معلوم ہوتا آپ کو کچھ غلطی لگا۔ سفید چمڑہ والا صاحب لوگ کانون کا بڑا (قانون قاعدہ) کا پاٹ کرتا ہے ورنہ ضرور کرکے آپ کو غلطی لگا اچھا آپ لوگ سب نے ہم صاحب لوگ سے ملاکات (ملاقات) کر کے آپ سے لیے گا"

مردہ" اب تو ہم جاگ اٹھے سونا کیسا ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں"

مہمان" ول یہ نہیں ہو نا سکتا۔ آپ لوگ گول مچائیگا"

مردہ" نہیں صاحب ہم اپنا جسم یہاں چھوڑ دیں گے صرف آپ کے ساتھ چلے گی"

مہمان" اچھا تو آپ چپ چاپ رہیے گا"

مردہ" بالکل چپ چاپ ٹھیک اسی طرح جیسے قبر میں"

مہمان" اچھا آپ آئیے"

مہمان صاحب فریادی روحوں کا ہم غفیر ساتھ لیے قاتلوں کی تلاش میں اشرق سے مشرق گئے۔

اب سنیے کہ قاتلوں نے پہلے ہی حکومت وقت سے براءت نامہ لکھوا لیا اور دھڑلے سے خون کا اقرار کیا۔ بیشک ہم نے قتل کیا۔ اگر اور موقع ملتا تو اور قتل کرتے۔ پھر آپ کا اجارہ ہے آپ کون ہیں۔ جو آپ سے بنائے نہ سکے بنا لیجیے" بقول مہمان صاحب کے "سفید چمڑے والا صاحب" کوئی انصافانہ روش ثابت نہ کر سکا مردوں کی روحوں نے جو اپنے دلائل کو قوی اور مجرم کو اقراری دیکھا تو خاموشی کے دعدے پر قائم نہ رہیں کبھی اخباری کا غذیں حرف بن کے نمودار ہوئیں" صاحب بڑا ظلم ہوا آپ ہی کے ہاتھ انصاف ہے۔ ہائے ہائے مار ڈالا" کبھی رسالہ مقرروں کی زبان پر علاول کر گئیں۔

مرگئے مرگئے دہائی ہے

داد فریاد دہیدا۔ ستم۔ غضب۔ جرم کے متعلق شہادت بھی دجود ہے۔ بجرم بھی مقر ہے اب تو انتقام لیا جائے۔ شب کو سوتے وقت خواب میں مطالبۂ انصاف۔ غرض ناک میں دم کردیا۔ آخر ایک بڑے کامل پہنچے ہوئے فقیر نے بتایا کہ کسی بڑے شہنشاہ کا فرمان اگر مل جائے اور اُسے دروازے پر لٹکا دو تو یہ روحیں سب مسخر ہوجائیں گی اور اس وقت تک خاموش رہیں گی جب تک اُس فرمان کی تلاوت باقی رہے گی۔ کچھ دنوں چلہ کھینچنا پڑے گا۔ یہاں خدا سے یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح روحوں کی بڑبڑاہٹ سے نجات ملے۔ چلہ کھینچا اور "یا التحقیقات" کی تسبیح جپنے لگے۔ سنتے ہیں کہ عمل پورا ہوگیا روحیں مسخر ہوگئیں انھیں حکم دیا گیا کہ "بحکم یا التحقیقات" جاؤ تم سب جہاز بن جاؤ۔ آپ جانیے روح میں اللہ نے سب طرح کی شکل اختیار کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ تتلی بنجاتی ہے۔ بلی بنجاتی ہے۔ بھوت ہوجاتی ہے۔ سب نے جہاز کی شکل اختیار کرلی۔ اور دسویں تاریخ یہ مہان صاحب وطن سدھارے جیسے اُن کے دن پھرے ویسے کہتے سنتے کے دن پھریں۔ دیکھیے نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ما تجیر شما السلامت

راقم

عامل حکمت علی

جنگی گردان

لو یارو مدرسۂ جنگ کا افتتاح مبارک۔ تعطیل (صلح) کے بعد اگرچہ مدرسے جانا ناگوار ہے مگر کیا کیا جائے عجب نہیں کہ "وے بندش" کی نوبت آئے مولوی یورپ صاحب ایشا کو تہذیب وتمدن کے باریک نکات تعلیم کرنے کے لیے آئے تھے مگر بعض باتیں ایشا اور افریقہ سے سیکھ گئے۔ عربوں سے وحشت و غداری کا سبق لیا۔ کابلیوں سے بیوفائی کا۔ مجوں سے عیش پرستی و تکبر کا۔ افریقہ سے خونریزی کا۔ ہندوستانیوں سے نفاق کا۔ جس منشعب میں یہ سبق لکھے ہوئے ہیں وہ پرانی ہے اس لیے کتب اور طرز درس بھی نئے ڈھنگ بلکہ وہی پنج دقیانوسی ہے آنکھ بند کرکے عالم تصور میں تصویر کھینچیے۔ اور سب معرکہ آنکھوں سے دیکھ لیجیے۔ اسے دیکھیے وہ میاں جرمن شریر لڑکے کی طرح مکر بند سے شغل کررہے اور بہ آواز تو ہل ہل کے "اول اول بسم الشیطان الرجیم" کی صدا بلند کر رہے ہیں۔ اتنے میں مولوی ابوالبہائم سباع الدین آگئے "ارے کتاب لاؤ۔ لڑکوں بتاؤ جنگ یجنگ کس باب سے ہے۔ جرمنی نے کہا ضرب یضرب سے روسی نے کہا غدر یغدر سے۔ برطانوی نے کہا صلح یصلح سے۔ فرانسیسی نے کہا نصر ینصر سے۔ امریکن نے کہا غلط یغلط سے۔ بلجیمی نے کہا قتل یقتل سے۔ اسٹریا نے کہا کسر یکسر سے۔ اٹلی نے کہا حنث یحنث سے۔ ترکی نے کہا خذل یخذل سے مولوی سباع الدین ابوالبہائم جانتے ہیں کہ باعتبار تصریف اس صیغے کا تعلق مذکورہ بالا ابواب میں سے ہر ایک کے ساتھ ہے اور پھر کسی کے ساتھ نہیں۔ لہذا پہلے پوری گردان پڑھی پھر مطلب سمجھایا۔

جنگ یجنگ جنگا فھو جانگ وجنگ یجنگ جنگا فھو مجنوگ الامر منہ اجنگ۔ والنھی عنہ لاتجنگ والالۃ منہ مجنگ ومجنگۃ ومجناگ الظرف منہ مجنگ الخ۔ جنگ صیغہ ماضی معروف ہے جسکے بعد صلح ہوتی ہے یعنی یہ ہوئے کہ جنگ کی بیچ زمانہ گذرے ہوئے کے صیغہ واحد مذکر غائب۔ اسٹریا نے سرویا سے بحث اثبات فعل ماضی معروف۔

یجنگ۔ مضارع کا صیغہ ہے حال اور استقبال دونوں کو ایک ہی تھن سے دودھ پلاتا ہے۔ مرجع ضمیر جرمن شریر۔ یعنی جنگ کرتا ہے یا کرے گا۔ جنگا۔ مصدر یعنی جنگ کرنے کردھینگا دھینگی طوفان بے تمیزی خونریزی مال مردم خوری غریب آزاری غصب کے ساتھ۔

جانگ۔ اسم فاعل جنگ کرنیوالا ہر ایک آزمودہ کار جنگجو کو کہتے ہیں۔ بالفعل اطلاق اسکا مقام ہوسیل کے مجلسوں پر ہے جنکی تعداد قریبا بیس پچیس ہزار ہے۔ جب جنگ شروع ہوجائیگی تو جرمنی بالشویک بھی جانگوں میں شامل ہوں نگے۔

جُنگ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب جنگ کیگئی یا ہوگئی۔ ریوٹر کے تاروں کا خلاصہ ابہام حقیقت پرستی قائل کا حال معلوم نہیں۔

یجنگ۔ مضارع مجہول جنگ ہوگئی ہے یا ہوجائیگی۔ معاہدہ یلڈ کو مقامہ۔ یہ صیغے کل ریوٹر ایجنسی کی گرامر سے منتقل ہیں۔ اور عنقریب مجہول سے معروف ہوجائینگے۔

جنگا مصدر ردوبار وذکر سے باہمی کرتھا صلح جنگ۔

مجنوگ۔ جنگ کیا گیا صیغہ مفعول۔ شام عراق مصر قسطنطنیہ۔ آرمینیا غرض ہر میدان خواہ یورپ میں ہو یا ایشیا میں۔ اسی صیغہ کا مصداق ہے۔ بشرطیکہ فعل جنگ کا اس پر واقع ہو۔

اجنگ۔ حکم ہے جناب ابلیس کا زبانی مولوی سباع الدین ابوالبہائم کے صیغۂ امر۔ سر با دو رپہ کوپینی پر کسے کہ آمادہ بگمپ باشد باید کہ بجنگد۔

لاتجنگ۔ صیغہ نہی خطاب بہ انڈیا۔ لان الجنگ شغل المھذبین وانت لیس منھم۔

مجنگ ومجناگ۔ آلات خونریزی ہوائی جہاز مشین گن طمانچہ شیطان۔ دھرتی دھمک سکون سوز۔

مجنگ۔ ظرف جنگ اغ فریب شیطان خوردہ۔ وفی لغتہ صلح کانفرنس۔ وفی لغتہ از جائے یا چیزیکہ جنگ برخیزد فھو مجنگ۔ (راقم لاتجنگ)

حکایت

زمانۂ گذشتہ میں کسی شامت زدے کو حاکم صاحب بہادر نے حکم سنایا "دل لگی کھیت میں گدھا چرانے کا انجام یہ ہیں مہینہ کا جیلخانہ ہوا" ملزم کے خوشامدی کیں نے ملزم سے کہا اب جھک کر سلام کر جانا نہیں حضور کو پھانسی کے بھی اختیارات ہیں ا۔

ترکوں کو جو شرائط صلح اتحادیوں کی طرف سے دیے گئے ہیں انکے بارے میں ہم سے کہا جاتا ہے کہ جھک کے سلام کرو یہ سزائیں جرم کی عظمت سے بدرجہا کم ہیں۔ خوش ہوجاؤ ہنس دو مسکراؤ چوتڑ پیٹو۔ تعجب ہے کہ اب بھی تمھاری ناک سیدھی نہ ہو۔

سچ پوچھیے تو ان شرائط میں صرف ایک کسر اٹھا رکھی ہے کہ اگر تم کو اپنی زندگی کا خیال بھی آگیا تو توپ پر رکھ کے سب کو اڑا دیں گے۔

اسٹیمر عالیشان نظر آئیگی۔"

گھاٹ قریب ہی تھا۔ ڈکس نے کہا بس یہاں سے کود پڑو واللہ تمھیں نہاتے دیکھ کے میرا بھی دل پھڑپھڑاتا ہے۔ دیکھو کپڑے خوب تر کر لینا۔

مسٹر آرتھر جھجکے۔ اُف یہ ٹھنڈا برف کا جھلا پانی یہ کالی ڈراؤنی رات! یہ سوچیں یا خیرہی سے

دل انگنیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا

پانی سے آواز نکلی "چھپ" آرتھر صاحب نے فرمایا "غوں غوں"

"آ۔ آ۔۔۔۔ ڈبکی۔۔۔۔ گڑگڑگڑگڑ۔۔۔ ڈبکی۔"

کنارہ قریب تھا۔ مگر جو شناوری نہیں جانتا اُسکے لیے یہ کام بھی آسان نہ تھا۔ آخر ہاتھ پاؤں تیرنے لگے۔ گھبراہٹ نے تنکے کا سہارا ڈھونڈھا وہاں تھا ہی کیا؟ مسٹر ڈکس کا دامن جو کنارے پر ہاتھ پھیلائے عاشق جانباز کی جان بچانے پر ہمہ تن لیس تھے۔ غریقِ مصنوعی نے اُچھل کے محسن مصنوعی کا ہاتھ پکڑا۔ پاؤں ان حضرت کا بھی پھسلا۔

"ہائیں! ہائیں!! ابے خدا کی مار ایسی دل لگی ہے۔۔۔

ارے۔ رے۔ رے۔ دھم۔ گڑپ۔۔۔۔ ۔۔

کیوں بے۔ دگڑپ، یہ کیا دگڑپ، حرکت دگڑپ، تھی؟ ۔دگڑپ)" خیر گذشت۔ بچ گئے۔ لشتم پشتم باہر آئے۔

ڈکس "تو بہت پانی پی گیا!"

آرتھر "ہا ہا ہا۔ سانس نہیں سماتی۔ میں تم سے زیادہ دیر پپ پپ پانی میں رہا۔ بھائی معاف ف ف ف (سردی)۔ ہو ہو ہو"

ڈکس "ایسی کی تت تت تیسی ایسی معافی کی۔ کمبخت نے ڈبو ہی دیا تھا ——— (گھونسا تانتے ہیں)

آرتھر "ابی کہتا تو ہوں غلطی ہوئی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ آخر تو تم اپنے کپڑے بھگونے ہی۔ اور اب تو اخباری کاغذوں میں تمھاری بہادری کے قصیدے چھپیں گے۔ دیکھنا میں کیسے شکریے کے پُل باندھتا ہوں۔"

ڈکس "مگر دوست ذری اپنی برزخ تو دیکھو۔ خدا کرے اسی حالت میں تمھیں ایلا دیکھ لے۔

ہا ہا ہا۔ آدمی ہے یا اچاری سے نکلا ہوا چوہا!"

آرتھر "اچھا چلو اُسی ظالم کے آستانے پر۔ ہم بھی کہیں گے کہ دیکھ او فتنہ شعار تیرے عشق نے ہماری کیا گت بنائی۔"

ڈکس "یار سمجھتا تھا کہ [illegible] تیری عقل کی [illegible] ہم وطنوں کی عقل میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔"

دونوں دوست چلے گھر کو۔ مگر جوتے میں پانی بھرا تھا جب پاؤں زمین پر رکھا اس کی چیخ نکلی اور پھوٹ میں سے فوارہ سا پانی اُچھل گیا۔ دونوں ہاتھ پہلوؤں میں چپٹے ہوئے۔ وہی دیدہ ہمیشہ کی طرح اشک ریز پتلون کی سیون چھڑکاؤ کرنے والی گاڑی کو بلاتا۔

"ارے یہ کون گاڑی سے اُترا؟"

"ہائیں مسٹر اسمتھ آپ ہیں؟"

مسٹر اسمتھ "(گھبرائے ہوئے) مجھے ابھی "ایلا" کی زبانی آپکے ناخوشگوار ارادے کی اطلاع ہوئی آپ نے غضب ہی کیا تھا۔ ہا بھلا کوئی ایسا کرتا ہے۔ وہ لڑکی کسی قدر صبر آزما یا عشق آزما ہے تعجب ہے آپکی عقل پر۔ واہ۔۔۔۔۔۔"

آرتھر (روتی صورت بنا کے)

جو دل طلب ہے بہتر! یہ تمہید طلب کیسی؟

ستم ظریف یہ اچھا فریب امتحاں کل ہو؟

مایوسی بڑی بلا ہے حضرت! آپ کی صاحبزادی نے دل توڑ دیا۔ (دم سے ہیں مگر آنسو ایک نہیں)۔

اسمتھ "خدا نے بڑا فضل کیا۔ چلیے اب میرے غریب خانے پر۔ لباس بدلیے۔ ورنہ خدانخواستہ یہ سردی جان لے لیگی۔"

ڈکس "مجھے تو اس وقت معاف فرمائیے۔ میرا جہاز ساحل ہی پر ہے بآسانی وہاں پہونچ سکتا ہوں۔"

اسمتھ "واہ جناب آئیے بھی تکلف کیسا؟"

(۲)

یہ قافلہ جسمیں دو بھیگے تھے ایک سوکھا تھا ایک خوشنما عمارت میں داخل ہوا۔ ملاقاتی کمرے کے دروازے پر ایک بلا کی شوخ شنگ چنچل بلبلی نوجوان دوشیزہ اور دوسری پچاپان۔ ابرو کمان۔ ڈھلی دوپہر مقطع چقطع عورت نے اُن کا استقبال کیا۔ ہمارے دوست آرتھر صاحب ضرورت سے زیادہ شرمیں و ناتواں دکھائی دیتے تھے سر سے پیر تک پسیجے ڈوب ہی گئے تھے۔

اسمتھ "اس نوجوان مسٹر ڈکس بہادر کا صدقہ ہے جو آج مسٹر آرتھر یہاں موجود ہیں۔ ورنہ افسوس ہے کہ ایلا

ایلا "بے شک اصول ہی کے دم قدم سے دنیا قائم ہے۔ توبہ کوئی ہے تو ہو وہ لا احمق ذرا سی بات میں اپنی جان کھو بیٹھے جانے والا!

اسمتھ "دیکھو بیٹی سمندر میں جہاز پڑے سمندر میں ہاہا [illegible] تو دیکھو ماشاءاللہ ڈکس ذی سیل نہیں گو یا کوئی اہم کام ہی نہیں کیا۔ خدا نے انھیں ایک انسانی عزیز جان کی حفاظت کے لیے بھیجدیا جو عین وقت پر پہونچ گیا۔"

ایلا "ابا جان۔ مرد میدان شجاعت ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

آرتھر (زیر لب) خدا جانے کیا کہہ رہی ہے۔ جان دینے والے سے زیادہ شجاع اور کون ہوگا؟-

ڈکس "چپ رہو بھائی میری مدح کرتی ہے۔"

ایلا "میں کہتی ہوں۔ آرتھر تمھیں یہ کیا سوجھی۔ میں تو ہمیشہ تمھیں ڈھلمل یقین سمجھتی رہی یہ نہ معلوم تھا کہ تم اتنی بڑی بات کر گزروگے۔"

آرتھر "(دانت نکال دیے) ہاں پھر مرد جو منھ سے کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ جسکی زبان ایک اُس کا باپ ایک۔"

مسز اسمتھ "(زیر لب) نگوڑا قالین اس دل لگی میں شرابور ہوا جاتا ہے (آواز سے) اے ایلا کے ابا ان صاحبوں کو اوپر کوٹھے پر لیجاؤ۔ کپڑے بدلواؤ۔ میں شراب اور گرم پانی بھیجتی ہوں۔"

مسٹر اسمتھ "دیکھو جانی "وسکی" سے "رم" زیادہ بہتر ہے۔"

زبردستی کی شجاعت اور بہادری کی جانبازی کی شہرت [illegible]

"اچھا ہوا۔ یہ کلہاڑا تو ایسا گرا کہ دندانے پڑ گئے"

"مسلمانوں کی زبان کی آری بھی اسی طرح کھونڈی ہو تو درخت پنپ نہ جائے؟"

چند بے تکلف احباب کی چھوٹی سی بزم میں شریک ہو گئے کپڑے بدلنے کے بعد ہمارے دوست آرتھر صاحب کسی قدر اکڑ کے بیٹھے۔ مگر مسٹر ڈکس نے غیر موزوں لباس پر ناک بھوں چڑھائی۔ اسمتھ صاحب نے حاضرین کو مخاطب فرمایا۔

یہ صاحب جو مسٹر ڈکس فرماتے ہیں کہ آرتھر صاحب بالکل اپنی جان دینے پر آمادہ تھے۔ اس وجہ سے مسٹر ڈکس بہادر کو یہ دقت پیش آئی کہ انھیں کس طرح بے قابو کریں......؟

آرتھر: تمہارے کان بالکل کاٹ ڈالنے کے قابل ہیں یوں کہو کہ تم نے سنبھ دار کوئی مرجائے میں ڈوب رہا ہوں شکار

مس اسمتھ: سدا ایا، تو صاحب یوں کیوں نہیں کہتے کہ وہ چیخ میں تم نے "اے ما۔ اے ما" کہا تھا مسٹر ڈکس نے خواہ مخواہ یہ لفظ سن لیے۔"

ڈکس: ممکن ہے کہ یہی ہو۔ بس جناب آواز سنتے ہی جیسے کسی نے کلیجا مل دیا۔ بے تحاشا میں کنارے پر

اور جسم سے کود پڑا جب میں ابھرا تو میں نے کوشش کی انھیں بچانے کی۔ میں غور کر رہا تھا کہ پشت کی جانب سے انھیں پکڑوں یا سامنے کی طرف سے بارے انھوں نے مجھے پس و پیش کی فکر سے اس طرح نجات دی کہ زور سے میری گردن میں باہیں ڈال دیں۔ پھر ایک آواز۔ غالباً "ایا" سمجھ کے۔"

یہ الفاظ جن صاحب کی زبان سے نکلے تھے اُن کا اسم گرامی جارج ہیرس تھا۔

پیوستہ ہفتے کی خبر گیری "موحش"

ڈکس: تو آہستہ سے، نہیں جناب یہ تو کسی قدر واقعیت کے خلاف ہے۔

ایا نے ڈکس کی طرف مستفسرانہ نظر سے دیکھا۔

اسمتھ: ہاں ہاں میرے دلیر پرجوش نوجوان کہو کہو کیا کہتے ہو۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ ایک انگریز کی تمام خوبیاں اس ایک بہادر میں موجود ہیں۔

ایک آواز: شاید انھیں معلوم نہ تھا کہ میں کس کی جان بچا رہا ہوں۔

آرتھر: کون مردود اپنے حساب اپنی جان بچانا چاہتا تھا؟ جو آمادہ مرگ ہو اُسے جان بچانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

ایا: خدا کے لیے عزیز مسٹر ڈکس آپ کل حالات بیان کر دیجیے۔"

فرمائش بھی کڑی۔ مگر صاحب فرمائش کی مہربانی آمیز نگاہیں۔

بابا نے مس ایا دہ محفل سے نکلوا دیے گئے۔

ڈکس: یہ حضرات میں تھوڑی دیر کے لیے گھبرا گیا۔ یہ گھبرانا بُلی کا نہ تھا۔"

ایا: خدا نہ کرے۔"

ڈکس: بلکہ ڈوبنے والا رہا ہے جان بہت پیاری ہوتی ہے، مجھے کوئی ستون یا کھمبا سمجھ کے مجھ سے لپٹ گیا۔ اور اس وجہ سے پانی میں خاصی لپا ڈگی ہونے لگی۔ گھے زیر گھے بالا۔ آخر بمشکل تمام میں انھیں کھینچتا ہوا خشکی میں لایا۔

ایا: (نہایت سراسیمگی) اُسے تو یہ کمبخت آپ کو بھی لے ڈوبتا۔ کہو بچانے والا تو بچا رہا تھا اب اس قدر بے صبری کی ضرورت کیا تھی۔"

آرتھر: بس یہاں ڈکس ہوش

اُف۔ اس کے ساتھ ہی آرتھر صاحب کی التجا آمیز نگاہ۔ تیری تیری شکل۔ آخر زبان لڑکھڑائی اور لگے ہکلانے "م م م میں گھاٹ پر تفریح کر رہا تھا کہ میرے کانوں میں صدائے استغاثہ پہنچی۔ کیسے مجھے کوئی بچاؤ۔ م م م میں ڈڈڈوبا۔"

آرتھر: غلط۔ سراسر غلط۔"

ڈکس: کیا کہوں۔ شاید کانوں کی غلطی ہو۔"

بہرکیف وہ تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا میں نے غور سے پانی کی طرف دیکھا۔ کچھ محسوس نہ ہوا کہ آدمی پانی میں چھپ چھپ کر رہا ہے یا کوئی شور رہا کتا۔ مگر آواز تو سن چکا ہی تھا صبر نہ ہو سکا۔

آرتھر: ہاں ہاں وہی پیاری ایا صاف صاف کیوں نہیں کہتے تم تو کچھ گھبرا گئے ہو۔"

ڈکس: خیر یہی سہی۔ تو جناب میں ڈھارس بندھانے کی بجائے

کی دوا کر رہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم "رائل سوسائٹی" سے بہادری کا تمغا اور انعام لینے کی سعی میں ہو۔"

ڈکس: وہ بشت۔ وہ کیا ایسی بڑی مہم تھی جس کے سر کرنے کا انعام یا تمغا میں طلب کروں خدا جانے کتنے واقعات ایسے ہی ہو چکے ہیں۔ میرا تو قیام ہی ہمیشہ جہاز پر رہتا ہے۔

مسٹر اسمتھ: نہیں جناب آپ تغافل یا بے حسی

1932
REGISTERD No A, 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
अवध पंच लखनऊ
1932 OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت فی پرچہ دو آنہ

منتخبات اودھ پنچ

جلد اول

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین کا دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خزینہ جلد ۲ یعنی اودھ پنچ کی تقطیع کے ۰ صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہ محصولڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات وظائف علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد ستہ محصولڈاک بذمہ خریدار۔
خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہ مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار۔

توجہ طلب شرطیں

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بے نتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل ضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس صنف کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔
(۲) قیمت کی زیادتی پر منہ نہ بنایئے۔ حجم کی کمی پر تیوریاں نہ چڑھایئے اسلیے کہ کوہ و خزف میں فرق ہے نکتہ افادات کی جدت رائے کی اصابت بے رو رعایت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور بنیادی اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رہیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

قواعد و ضوابط

(۱) بصورت منتخبات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔
(۲) کم مایہ طالب علم و شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی چاند روپیہ (عـہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔
(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرا لیں۔ دام درم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں ناداری یا تیمی کا واسطہ دلانا خلاف شان ہے۔
(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ خورد ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد بیس پچیس بار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کا پی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط نے یہ بنیاد مسند خود نہیں سیدھا پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں نا طرح کرنا مقصود نہیں ہے لہذا اس قدر تساہل نہیں ہوتا۔
(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔
(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور ذاتی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ: جو حضرات خریدار ہیں انہیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹ پر لکھا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۷ نمبر ۳۲

مضامین

مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء

غزل

(از حضرت نزاکت شاہ عرف مچل دیکھ آصفی لکھنوی)

یوں جی میں خوش ہے غیر مجھے خوار دیکھکر
جسطرح شیخ قوم کا ادبار دیکھکر

دل سی شے اور ایک نگہ ناز کے عوض
بکتا ہے مال چشم خریدار دیکھکر

مدت سے تھا جنوں میں مجھے سر مال دوش
خوش ہوں کسی کے ہاتھ میں تلوار دیکھکر

غافل ہوا میں اور ترا شیوہ انھوں نے حجب
خاموش ہیں ابھی مجھے ہشیار دیکھکر

ایوان و قصر خلد بہت خوب ہیں مگر
کیا دیکھیے ترے در و دیوار دیکھکر

کعبے سے واسطہ صنم خانے سے غرض
سر رکھ دیا ہے سنگ در یار دیکھکر

کمبخت اغیار کی بھی گزرگاہ ہے یہی
او پائمال شوخی رفتار دیکھکر!

ہے اخذ ممنتات کی دھن میں مرا وکیل
میرے مقدمات کی رفتار دیکھکر

بیمار غم کی موت کا تھا انتظار سخت
دوڑے وہ ڈاکٹر کی طرف تار دیکھکر

ہے میرے دلکو دیکھ کے یوں تاک میں وہ شوخ
اُلّو کو جیسے کوئی چڑیمار دیکھکر

وہ چشم مست گردش ساغر کے ساتھ ساتھ
بیہوش کر گئی مجھے ہشیار دیکھکر

ہے کون جس کے دل میں نہ بیٹھے گا رعب شیخ
یہ جبہ و ریش و جبہ و دستار دیکھکر

ہوا تھا ملتفت وہ بت آصفی کسی سے کب
لیکن ترا سلیقۂ گفتار دیکھکر

فریب امتحان

(۲)

(تابع ماقبل)

کسی نے چرچ کے دروازے پر سے کہا "یہی ہونا چاہیے"

ہمارے دوست مسٹر آرتھر ہرڈ انگاروں پر لوٹ رہے تھے "ہائے یہ اندھیر تو دیکھو نہ کبھی کی شناسائی نہ ملاقات اُس پر میاں ڈکس اور بی ایما ایک دوسرے سے یوں بے تکلفی کے ساتھ ہم کلامی میں مشغول ہیں اور ہم جو دیرینہ عاشق ہیں خار کی طرح آنکھوں میں کھٹک رہے ہیں...... ارے رے میاں تمہاری گری دھیر ڈرائی کا فرض تو ہماری اس غلطی نے انجام دیا کہ انھیں بہادر بنا کے ایما کے سامنے پیش کیا۔ زبان سے بھی اقرار کرنا ہی پڑا۔ اجی ہم کیوں اقرار کرتے وہ تو بات بنانے کے لیے مجبوراً اقرار کرنا ہی پڑا......"

سلسلۂ خیالات یہیں تک پہونچا تھا کہ مس ایما نے فرمایا:۔

"دیکھو مسٹر آرتھر ایک شخص نے ایک اولوالعزم جاں باز غیور دل کریم النفس معزز آدمی نے تمھاری جان بچائی ورنہ تم اس وقت کسی اندھیرے گڑھے میں پڑے سڑ رہے ہوتے احسان مندی کے معنی تو یہ ہیں کہ تم سوسائٹی میں اپنی بے کسی کا اقرار کر دو اور کہو کہ میں اتفاقاً دریا میں گر پڑا۔ شناوری سے واقف نہ تھا غوطے کھا رہا تھا۔ اس بہادر نے دیکھ لیا بس جوتیوں سمیت دریا میں اس طرح پھاند پڑا جس طرح مس ایما کی آنکھوں میں بہانہ باز آرتھر ہرڈ بیٹھ جاتا ہے۔ اس اقرار میں کئی فائدے ہونگے ایک تو یہ کہ تم پر خودکشی کا جرم عائد نہ ہوگا۔ دوسرے تمھارے محسن کو تمغا مل جائیگا۔ تیسرے یہ کہ خواہ مخواہ کی "موشگافی" (گفتگوئے لایعنی) کا نشانہ بننے سے ہم لوگوں کو نجات مل جائے گی۔ چوتھے...... یہ کہ...... پیارا لے تو بہ...... مسٹر ڈکس......"

اس مدلل اور منطقی تقریر کو سن کے آرتھر صاحب کے تیلوں میں جھرجھری جا گھسیں گرد و خوا ایسی پیاری زبان سے نکلی تھی کہ رد کرنا محال تھا جلبلا کے اٹھ کھڑے ہوئے گونا گوں خیالات کی زنجیر کو گیرھی ٹھونک کے فرمایا "تو میں ہیں۔ میں کیوں کہوں میں کیوں کہوں لگے زبان کھچ بھی لڑکھڑانے لگی پھر مس ایما کے جواب میں فرار ہی مستحکم ہوا دھڑ سے دروازہ بند کیا اور یہ جا وہ جا۔

ہمارے مسٹر ڈکس کا مسکن تھا جہاز مسٹر اسمتھ کے خاندان کو تازہ وارد مہمان کے چلتے پھرتے کاشانے کے دیکھنے کا اشتیاق ہوا اور سب چہل قدمی کرتے جہاز کے مالک سے ملاقات کرنے چلے۔ مسٹر اسمتھ نے واقعات گزشتہ کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا وہ گھاٹ بھی دیکھا جس پر دو مصنوعی بہادروں نے داؤں کھیلا تھا جہاز کے مالک نے اسمتھ فنا کی دعوت، بہادر تقریر کو رنگا رنگ دعووں میں اڑا دیا اور صرف ایک مختصر جملہ زبان سے ارشاد کیا:۔

"اخاہ! مسٹر ڈکس مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ فن شناوری میں کمال رکھتے ہیں میرے لیے آپ کا یہ وصف بالکل نیا ہے"

دُنیا کو حرف زنی کے لیے ہمیشہ ایک افسانے کی تلاش رہتی ہے۔ صبح ہوتے ہی چاروں طرف ہمارے مسٹر ڈکس کا عظیم الشان کارنامہ ہر شخص کی زبان پر تھا۔

جدھر سُنیے یہی چرچا۔

"واہ رے بہادر۔ کارے کردی"

"ایثار تو دیکھیے اتنا بڑا کام کیا اور تمغا نہیں لیتے!"

جہاز تین ہفتے ساحل سے غیر حاضر رہا مگر افسانۂ ڈکس و آرتھر باسی نہیں ہوا لیکن ہی تازہ بہ تازہ۔ عمر سفر کوتاہ۔ تیسرے ہفتے کے آخر میں جہاز پھر کنارے زبان حال سے "ہاتھی جھومتا چلا" کہتا وارد ہوا۔

(۳)

مس ایما تو جہاز کے ورود مسعود سے دلچسپی لے رہی تھیں اور ایک نامراد تھوڑے فاصلے پر خشکی پر کھڑا اوٹ رہا تھا جب مسٹر ڈکس کشتی سے اُتر کے گھاٹ پر آئے اور

مسز اسمتھ: آپ سے تعجب نہیں ۔

اسمتھ: ابھی دھوکا دھڑی اور آپ ؟ مجھے بہت حیرت ہے ۔

آرتھر: تنہا میں نہیں یہ جو حرم باز خاں صاحب ڈکس آپ کے پہلو میں بیٹھے ہیں اس فریب میں حضرت بھی شامل ہیں ۔

مسز اسمتھ: واہ ! ہائے مایوسی کیا چیز ہے بچہ سا ہو آج آنکے آنسو ۔

اسمتھ: دھوکا کہیے یا مایوسی بات ایک ہی ہے ۔

آرتھر: سنیے حضرت ۔ اصل یوں ہے ۔

ڈکس: اصلیت کا اظہار اور آپ ؟ ۔

آرتھر: خلاصہ یہ ہے ۔

اسمتھ: بھائی کہہ چلو جو کچھ کہنا ہو ۔

آرتھر: تو یقین کیجیے کہ نہ تو میں سمندر میں کودا نہ مجھے کسی نے بچایا ۔ کنارے پر دونوں شخصوں نے اپنا اپنا لباس بھگویا اور یہاں آکے میں بنا جان نثار اور ڈکس بن بیٹھا ہمدردی نوع انسان ۔

مسز اسمتھ: توبہ توبہ ۔

اسمتھ: بےشرم بےشرم چلو بھر پانی میں ڈوب مرو ۔

مسز اسمتھ: بیہودہ نہ بکو میرے مکان کی چھت کمزور ہے ۔

ڈکس: اللہ اللہ بہت برس چونکے ۔ بہرحال بہت اچھا بہت خاصا یہی آپ کے خواب کی تعبیر ہے ۔

آرتھر: ابھی دُہرانے دو واقعہ ۔ پیاز کے سے چھلکے اُدھیڑ کے میں رکھ دونگا ۔ سُنیے ۔

ڈکس: پھر کہہ لینا ابھی فرصت نہیں ہے ۔

آرتھر: میں سچ کہتا ہوں ۔

اسمتھ: مسٹر آرتھر ۔ آپ کے مزاج میں صفائی نہ کبھی تھی نہ آج اُس کا اثر میں دیکھتا ہوں ۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ ضرور دھوکے باز ہیں ۔

مسز اسمتھ: میری بلونڈیا کو جتنے دھوکے آپ نے دیے ہیں کہیے تو سب گِن ڈالوں ؟ ۔

مس ایلا نے ڈکس کا ہاتھ دبایا کہ تم چپ رہو ایسی ہونے کو کہنے دو ۔ پیارے تم بہادر آدمی ہو اور بہادری کا بہت بڑا جزو تحمل ہے ۔

آرتھر: اچھا تو سے

ہو رہا تھا رہ رہ کے اندھیاری

ایسے آپ لوگ ساحل تک زحمت فرمائیے ۔

اسمتھ: ذرا ابھی ٹھہرو ۔ بے شک چلیے جو ضرورت ہوگی تو مسٹر ڈکس دوبارہ بھی امتحان دینگے میں شرط بدتا ہوں کہ کامیاب ہوں گے ۔

ڈکس ۔ (زیرلب) یا اللہ بچا تا (دیکھا ہر شخص مشکور ہے)

مسز اسمتھ: تم کس کی باتوں میں لگے ہو ۔ (زیرلب) بھلو ابے غیرت ۔ اس کی پھوپی بھی ایسی ہی چلتر باز تھی ۔

ایلا: (دست بدست عاشق) میرا پیارا ڈکس کیا کسی سے کمزور ہے ۔ تو چاہئے چلیں ذری سیر تو ہے ۔

ڈکس: ہر چند کہ حالت اپنی غیر تو ہے ۔ (با علان) پیاری جو تم ارشاد کرو گی اُس کی تعمیل ہوگی ۔

ایلا: اماں جان آپ دو جوڑے کپڑے ساتھ لیتی چلیے ۔

شب کا وقت چاندنی چھٹکی ہوئی سمندر کی مرطوب ہوا کے جھونکے دل آویز ۔ چند ہمراہی سیر دیکھنے کی کشمکش پر خوش ۔ بعض امتحان کی سختی سے دل میں رنجیدہ لیکن اوپری دل سے ترنگ میں محو ۔

آخر بوٹ کی گھنٹا گھٹ ساحل پر ختم ہوئی ۔ بی ایلا نے جونہیں موج مارتا ہوا سمندر دیکھا دل بافسوں اچھلنے لگا ۔ فرمایا: پیارے فرڈ ۔ ہوشیار ۔

ڈکس: آہ یہ سمندر ہی کیا مال ۔ میں طوفانی سمندرں کی ٹھوکریں جھیلے ہوئے ہوں ۔ دیکھ لینا ادھر جھم سے کودا اور اُدھر کنارے پر آیا ۔ ہاں ذری میری جان لپک کے اپنی والدہ محترمہ سے ۔ لباس کا جوڑا تو جلدی سے لے آؤ ۔

محافظ وزنجبیر سحر

چھاتی سنگار ۔ اس دوا کو چند روز لگانے سے ڈھیلا پن جو عورت زنانہ سینہ سخت اور تن کر خوبصورت ہو جاتا ہے ۔ قیمت ہے ۱۲ اکسیر حسن نگار ۔ بے خوبصورتی کی دوا ہے جو چہرے کے داغ دھبے کیل چھائیوں کو چند دنوں میں دور کر کے گلاب کے پھول کی مانند خوشنما بنا دینے میں لاجواب ہے قیمت للعہ محصول ڈاک بذمہ خریدار ۔

ملنے کا پتہ ۔ بابو ہنسراج گنڈہ لودھیانہ

گفتگو بغیر زبان کی لکنت اور حیرت کی شکن کے ختم ہوئی تھی جب دیکھتے ہی مسٹر آرتھر کا دل مضطرب سا ہو گیا ۔ ارے یہ تو سمندر میں کودنے کو کھیل سمجھتا ہے ۔ شاید کبھی پیرنا جانتا ہو ۔ جھکے میں جا لے شرط ۔ جان ہے تو جہان ہے ۔ بچی بی ہزار نعمت کھائی ۔ (ڈکس سے) واہ ! دیکھی تیری کالپی ۔ بار اب پورے اجاڑ ۔

ڈکس: کیا اس میں آپ کو شک بھی ہے ۔ جو بڑے غیرت دار ہوں تو کود کے دیکھیے نکال لاتا ہوں کہ نہیں ؟

اسمتھ: صاحبزادے یہ نہ کہو ۔ ہمارا آرتھر جب عرق میں آجاتا ہے تو پھر وہی کرتا ہے جو زبان سے کہتا ہے ۔

ڈکس: یوں تو آپ بزرگ ہیں میں آپ کی بات ڈکھ نہیں سکتا مگر اس قسم کی جرأت ان کے بوتے میں کہاں یہ ہمارا ہی جگرا ہے کہ سینکڑوں ڈوبتے ہوئے بچائے اور کبھی فخر نہیں کیا ۔ لے وہ نہیں تو آپ ہی کود کے دیکھیے کہ بندہ آپ کو بچا لیتا ہے یا نہیں ۔ جو ڈوب جائیگا تب ہی کہیے گا ۔

اسمتھ: ارے ۔ میں میں ۔ مجھے بچاؤ گے ؟

بی ایلا نے ایک چیخ ماری سارے پاپا ․․․․ پیارے بھلا کیونکر تم پاپا کو بچاؤ گے ۔

ڈکس: جس طرح احسان فراموش آرتھر کو بچایا تھا ۔ میں ناک نا ک بتاتا ہوں مسٹر اسمتھ کہ آپ کو دیے میں بغیر آپ کو سارے سمندر سے نہ بٹوں گا ۔ کے کو ڈیے

رسالہ مستانہ جوگی لاہور
طبی وصنعت وحرفت نمبر

رسالہ کی بیسویں سالگرہ کی خوشی میں ۵ نومبر کو رسالہ کا خاص نمبر نہایت آب و تاب سے کتابی صورت میں چھپے گا ۔ علم جڑی بوٹی آیورویدک یونانی اور ڈاکٹری مجربات نہایت قیمتی طبی مضامین سائنٹفک معلومات ہندوستانی نباتات سے انگریزی ادویات بنانے کے طریقے صنعت و حرفت کے راز لیمپ یا دیگر طریقے سے عطر شیمپو تیل کریم بیٹ پوڈر بنانے کے نسخے اور وہ اصل طریقے کروڑی کے مول چیزوں سے روپے کسطرح دولت کما رہے ہیں ۔ ۱۴۰ صفحوں کی کتابت سرتاپا قیمتی معلومات سے لبریز ہوگی جس پر رسالہ مستانہ جوگی بڑے کو ہم نام پر آپ لگا سکتے ہیں ۔ ملک کی مفلسی اور بیکاری کا سنبھال کر کے خاص نمبر چھپے گا ۔ اس کی قیمت صرف ۔۔۔ رسالہ کے سالانہ خریداروں کو ۔۔۔ مفت دیا جا سکتا ہے ۔

کو دیجئے۔ بس کود دیجئے۔"
ڈکس نے اسمتھ صاحب کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ اسمتھ صاحب
اچھلے پڑے اور بولے "لڑکے پاگل تو نہیں ہے کہیں؟"
ڈکس "نہیں قبلہ نہیں"
ایا "ان دل لگیوں سے کیا مطلب۔ آرتھر کی باتیں کو"
آرتھر "کیا کیا میری باتیں؟"
ڈکس "ہاں تمھاری باتیں۔ بہت جھٹلانے پر آمادہ تھے
شریفوں کے منھ چڑھاتے تھے۔ اب آؤ۔ کود دو"
آرتھر "کیوں کود دوں۔ تم پیراک ہو کود دو اور نکل آؤ۔
وہ وقت اور تھا جب میں جان پر کھیل گیا تھا۔ رقیب
روسیاہ کے خوش کرنے کے لیے بندہ اپنی جان کبھی نہ
گنوائے گا۔"
ڈکس "تو پھر بلا وجہ مجھے امتحان دینے کی ضرورت نہیں۔
جب کوئی ڈوبتا نہیں تو میں بچاؤں کسے؟ اور کیوں
کود دوں؟"
اسمتھ "ہاں صاحب بات معاملے کی ہے"
آرتھر "جی ہاں بہت! کچھ خبر ہے تمہیں میاں؟ یہ تیرنا
مطلق نہیں جانتے بھلا کیا سمندر میں اتریں گے؟ میں نے
زبردستی کوٹ پکڑ کے سمندر میں کھینچ لیا تھا۔ غڑاپ غڑاپ
کرکے مٹکا بھر پانی پی گئی، وہ تو کچھ موج نے ہم دونوں کو
ڈھکیل دیا تو خشکی پر آ رہے ورنہ مس ایا کی صورت بھی
انھیں دیکھنا نصیب نہ ہوتی"
ڈکس "ان بیکار باتوں سے کیا حاصل میرا امتحان لینا ہو تو
کود پڑو۔"
اسمتھ "شاباش بیٹا آرتھر۔ قول مرداں جان دارد"
آرتھر "جی پر کروں سنگا۔ پرکھو مورے آندھر؟ لے حضرت
یہ تیرنا جانتے نہیں بھلا مجھے کیونکر بچائیں گے۔ ورنہ بندے
کا دل تو وہی ہے جو ایک مرتبہ اپنے عشق سمیت سمندر کی
تہ چھو چکا ہے"
اسمتھ "ناحق کی بکواس ہے۔ بزدل۔ ڈرپوک"
آرتھر "ابھی پہلی دفعہ بھی انھیں حضرت کے بھروسے
پر کودا تھا۔ اب تجربے کے بعد کودا نہیں جاتا۔ خدا کے لیے
ہاں میاں تمھیں کود کے ان کی جرأت اور شناوری کا ذاتی
تجربہ کرو۔ یہ مجھے بچانے کے لیے جان پر کھیلیں؟
استغفر اللہ!"

اسمتھ "لاحول ولا قوۃ! واللہ ادھر تم بھاگ گئے اور
ڈکس نے کچھ بھی مجری کی بس اسے دیکھو ڈکس کی کمر
میں ہاتھ ڈال کے، یوں انھیں پانی میں دھکیلو گے کر"
آرتھر صاحب نے دیکھا کر کہے پہنچے۔ "صاحب بات
کا معنی۔ ڈکس مرد وہ تیرنا جانتا نہیں۔ لہذا میری
اور اس کی جان مفت جائے گی۔ "آج نہیں پھر"
کہا اور سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔ "کمبخت سمندر
کہیں میرے پیچھے نہ چلا آئے" جب دور نکل گئے
تو کیا دیکھتے ہیں۔ فتح کی خوشی میں بی ایا اپنے عاشق کی
بغلوں میں ہاتھ ڈالے گھروا ناچ رہی ہیں۔ "آہ غارت
کرے اس گھڑی کو جب میں خواہ مخواہ اپنے دل کو آزمائے
بغیر ڈوب مرنے کی دھمکی دے کے دریا کنارے آیا تھا
اے خدا کے اگر سمندر پھر میں نہیں تو تجھ میں ضرور غیرت
بھری ہے اپنی آبرو کا صدقہ ڈکس کو نگل جا"

س۔ القسم

ہندی نیم

———✕———

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

(۱) ایک صاحب تحریر فرماتے ہیں:-
لیجیے صاحب خلیفہ شوکت صاحب اب نئی دنیا (امریکہ)
تشریف لے جانے کا ارادہ معطل فرماتے ہیں کاش
یہ بلا مسلمانوں کے سر سے اس نازک وقت میں ٹل گئی ہوتی
بھلا خیال تو کیجیے کہ ان حضرت کے ہوتے تجویز صلح کی شاخیں
پھلنے بڑھنے پھیکنے پھلنے پھولنے پائیں گی؟ خصوصاً
مختلف سیاسی خیالات رکھنے والے مسلمان ان کی
بھونڈی تجویزوں اور دراندازیوں کو ٹھنڈے کلیجے
سن سکیں گے؟ ابھی استغفر اللہ ہمیں تو بالکل امید
نہیں۔
انتخاب مخلوط کا ہوا انھیں کا ایجاد کردہ ہے جس سے
یہ مسلمانوں کو ڈراتے رہتے تھے۔ حالانکہ جمعیۃ العلماء
اسی انتخاب مخلوط (غیر مشروط) کی مؤید ہے۔ دیکھیے
کانگرسی مسلمان اسی کے دیے۔ اور خدا آپ کا بھلا کرے
آل انڈیا شیعہ کانفرنس متفقاً اسی کی قائل۔

"طلسمی تھالی"

کمبودوستو! ایک جال ہے ایک تھالی ہے۔ تم ہو۔ میں ہوں"

اور مل گئی ہو ہے کہ اتنی بڑی جماعتوں کے دل میں کھٹکتے ہیں یہ دو سو سنہ بیٹھا کہ نشستوں کی تعین کے جھگڑوں میں ایسے مسلمان بھرتی ہو جائیں گے جو صورتاً مسلمان معناً ہندو ہوں گے۔

اس کے علاوہ خلیفہ صاحب یہ کہہ کے صلح پر آمادہ ہوئے ہیں کہ غیر مشروط مخلوط انتخاب بہ حد خلافت آئندہ کبھی تسلیم نہ کرے گا چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے یہ معاملہ یہیں تک ختم نہیں ہو جاتا ابھی دو چار منزلیں اور بھی ہیں یعنی انتخاب ایسی کسی مصالحت و مفاہمت میں شریک نہ ہوں گے جو مسلمانوں۔ یورپینوں۔ اینگلو انڈین اور سکھوں کے موافق نہ ہوگا۔

جل جلالہ خلیفہ صاحب تو نہیں جگت کی ماں جگت کی خالہ" کہیے آپ کو کمزور بنے کی وجہ سے مسلمانوں کی وکالت کا حق تو صحیح یا غلط زبردستی حاصل ہی ہو گیا۔ اور خالص یورپین کی حمایت کا حق آپکی یورپین بی بی نے شاید عطا کر دیا ہو۔ یہ اینگلو انڈین اور سکھ کی وکالت فضولی کہاں سے مل گئی جو اُن کے بغیر آپ زالہ توڑنے پر رضامند نہیں؟

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کے مرحوم بھائی کی اسکیم سرے سے غیر قابل تسلیم ہے وہ تو ہے گبڑ چوتھ اور گبڑ سوتھ کا قصہ مولانا پنچ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک تھے پنڈت جی یعنی پیدائشی پنڈت جی جنکو صرف براہمن کے گھر میں جنم لینے کے باعث کسی خاندانی علم کی ضرورت نہ تھی یہانتک کہ گنتی بھی یاد نہ تھی اور تھوں (تاریخوں) کے پھیر پھیر سے واقف نہ تھے۔ ہندوانی تاریخوں سے عوام اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اس وجہ سے کہ ان کا مہینہ شروع ہوتا ہے ماہ نزولی سے یعنی جبکہ قمر پر ہو کر پھر گھٹنے لگتا ہے تو مہینہ شروع ہوتا ہے اور ہر مہینے کے دو پکش (کرشن پکش اور شکل پکش) یا حصے ہوتے ہیں۔ بھلا عوام اس کا حساب کیونکر لگا سکتے ہیں اور لگائیں

کو ساری دنیا سے بڑھ کے گنتی سمجھنے پر مجبور تھیں ایک مرتبہ تتھ کی کوٹھری میں انھیں جانے کا اتفاق ہوا دیکھتے کیا ہیں کہ کوٹھری کے دو گوشوں میں اکریاں ڈھیر ہیں۔ اکریاں تو انھوں نے نکال باہر نہیں کیں کہ شاید پنڈت جی نے کسی کام سے رکھی ہوں مگر دوچار کوڑے کرکٹ کا ڈھیر انھوں نے پسند نہیں فرمایا۔ گنی اور بے گنی سب ایک ہی جھاڑو سے ملا دیں۔

بھی تو یاد کسے رہتا ہے۔ کام کاج کو دیکھیں یا تتھ کا حساب لگانے میں وقت ضائع کریں۔ لامحالہ پنڈت سے پوچھ کے اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں۔ ہمارے پنڈت جی عروج و زوال قمر کا حساب کنکریوں سے لگا لیتے تھے آج دو تتھ ہے تو دو اکریاں ایک کونے میں کھ دیں کل تیج ہے تو تیسری بھی اُسی ڈھیری میں جا رہی۔ پنڈتانی کو یہ حال معلوم نہ تھا وہ تو اپنے سوا پنڈت جی

اُفوہ۔ بے موسم کا جاڑہ! کمبختوں نے آپس میں صلح کی ٹھہرائی ہے
اب ہم ہیں اور یہ انگیٹھی۔ ہو ہو ہو............"

پنڈت جی کو یہ حال اس وقت معلوم ہوا جب کوئی گنوار تتھ پوچھنے آیا۔ "مہاراج آج کون تتھ ہے؟"

مہاراج نے جھٹ کوٹھری کھولی "بتاوت ہوں بھیا ٹھہر جا" کہا اور اندر تشریف لے گئے۔

"ارے یہ کا بھوا" (ارے یہ کیا ہوا) اب کون اپائے کری (کیا تدبیر کروں) ارے مہاراجن تمہی بتا دیو آج کون تتھ ہے" مہاراجن آئیں اور انھیں اپنی غلطی محسوس ہوئی مگر کیا کرتیں۔ اتفاقاً اندھیرے کے باعث چار اکریاں غالب کے قطرات کی طرح دریا میں فنا ہونے کی عشرت سے محروم اور جھاڑو کی دست برد سے محروم نہ گئی تھیں۔ انھیں دیکھتے ہی پنڈت جی کی باچھیں کھل گئیں۔ باہر نکلے۔ گنوار سے فرمایا "بھیا سے تتھ کی پوتھی تو مہراجن سب گبڑ دین (مخلوط کر دی) تو ان دیس، آج گبڑ چوتھ سمجھو"۔

بس مرحوم برادر خلیفہ کی اسکیم بھی اسی طرح غیر قابل عمل ہے جس پر اکثر ہوشیار جرنلسٹ بڑے بڑے اعتراضات وارد کر چکے ہیں اب آپ بتلائیے کہ خلیفہ صاحب کے فسادی اور گبڑ چوتھ سے مرکب ہو کے جو دوا تیار ہو گی وہ کس مرض کی ہو گی؟۔

صلح اگر ہو سکتی ہے تو گبڑ چوتھ سے پہلے کے علیحدہ ہو جانے اور گبڑ چوتھ کی اکریوں کو بھی دوسری اکریوں میں شامل و داخل کر دینے سے۔ کوئی علیحدہ ڈھیر جس میں لیا قبول اعتدال ہو قائم کیجیے۔ والسلام۔

پنچ:۔ ہے تو واقعی یہ ایک بد قسمتی۔ اگر خلیفہ شوکت صاحب نئی دنیا کی جانب سدھار گئے ہوتے تو بہ نصیب شاید کھل جاتے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے بالکل کو مذہب کے ساتھ گبڑ چوتھ ضرور کرتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ اسکیم کی گبڑ چوتھ مذہبی گبڑ چوتھ سے مل سکے اور ایک تیسری گبڑ چوتھ کی بحرہ ۱۵۔ تاریخ

غذائے روحانی
معدن النغمات

یعنی

ہندوستانی نغموں کی کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگا دی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر وتال محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا ہے ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERED NO A 703
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
قیمت فی پرچہ دو آنہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

رجسٹری نمبر ۳۷
جلد ۱۴
نمبر ۴۲

مضامین

مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء

سب اپنے اپنے کرتب سے گزر اوقات کرتے ہیں

(از حضرت فرزانہ شاعر خلیل یگانہ احمق پھپھوندوی)

جناب حور ملک دل پہ جو بد ذات کرتے ہیں
وہ اپنے خون میں رنگین اپنے ہات کرتے ہیں

پٹے ہیں اب وہ نقشا اس کے شطرنج محبت میں
عدو جو چال چلتا ہے ہم اسکو مات کرتے ہیں

انھیں مد نظر ہے دل مرا تو نذر ہے یوں بھی
نوازش ہائے گوناگوں کی کیوں بہتات کرتے ہیں

اتر تا ہی نہیں ہٹ کر تاں کا جن ہنسے کے سر سے
عمل بہتر سے بہتر عامل جنات کرتے ہیں

نہ سننا اور سنسنا یہ تو انکا کام ہے لیکن
بہر صورت ہم ان سے عرض معروضات کرتے ہیں

زکوٰۃ حسن دے اے شاہ خوباں ہم فقیروں کو
جو برکت چاہتے ہیں مال میں خیرات کرتے ہیں

کہیں مجھکو بری کر دیں نہ اس الزام سے یارب
مرے جرم محبت کی جو تحقیقات کرتے ہیں

زیادہ سے زیادہ ہے بس اتنا التفات انکا
بہت ملتے ہیں خوش تو اخذ ذرا سی بات کرتے ہیں

کبھی جا آنکھ اٹھا کر دیکھتے بھی تھے نہ عاشق کو
اب اتنا ہے کہ اس سے پرسش حالات کرتے ہیں

مرے گھر آرہے ہیں کیوں پشیمان جفا ہو کر
یہ کیا قصہ ہے کیوں وہ ترک معمولات کرتے ہیں

قسم کھائی گئی تھی کل تو عاشق سے نہ ملنے کی
وہ کس سے التفات آج کس سے بات کرتے ہیں

ٹھہرنے کب وہ دیتے ہیں کسی کو اپنے کوچے میں
جگہ دو ہات مانگو تو رسید اک لات کرتے ہیں

وہ مولی ہو کہ واعظ شیخ ہو یا مولوی احمق
سب اپنے اپنے کرتب سے گزر اوقات کرتے ہیں

ایک نامزد مجسٹریٹ کی شری شو جی مہاراج کے دربار میں پرارتھنا

رشیوں کے رشی۔ دیوتاؤں کے دیوتا شری مہاراج! یہ خاکسار انگریزی راج دھانی کا غلام وفا شعار حکام ضلع کا جاں نثار۔ بن کوڑی بن پیسے کا خدمتگزار۔ راستباز دل کی نظر میں قابل اعتبار۔ اپنی قوم کی نظر میں ذلیل و خوار مردود بارگاہ پروردگار۔ برسوں سے ایک ادنےٰ خطاب کا امیدوار۔ تیری بھری پری سرکار میں سر عجز خم کر کے دست دبالستہ عرض پرداز ہے کہ اس نیاز مند نے اپنی ساری عمر تیری خوشنودی مزاج میں گزار دی۔ تیری تیغ ابرو پر اپنا گلا سینے کو ہر وقت تیار رہا۔ تیرے اور دوسرے دیوتاؤں کے بھجن گوانے کے لیے اپنے نام سے پستکیں چھپوا چھپوا کر بن داموں بٹوائیں۔ تیرے چرنوں پر برسوں پھل پھول کا بھوگ لگایا۔ تیرے دربار کے بڑے حضرت رہا پجاری کی سیوا میں بھی بیسیوں بھینٹ چڑھائی۔ تا کہ تیرے گزر کرتے وقت تیرے دربار میں ان کو رکھا سکے

سفارش کرے۔ تیرے پوجاریوں کے لیے بھنڈار کھولا بھوجن کرایا۔ اپنے صنم خانۂ دل میں تیری پرتما استھاپت رکھ کر دن رات تیری پوجا کی۔ سیکڑوں کوس پیکرما کر کے تیرے در کی چوکھٹ پر پہونچا جبہ سائی کی۔ ناک رگڑی۔ موٹر مہارانی کا سندر اپنے گھر بنوایا۔ اسکی پجا کی سیوا کی۔ تاکہ اس کی کرپا سے تیرا درشن بار بار ہو سکے۔ تیرے چشم و ابرو کے اشارے پر رقص کیا۔ تیری رضا جوئی کو خدا کی خوشنودی پر مقدم رکھا۔ اپنے ضمیر کو ہمیشہ لاشئ اپنے اسلام کو قصۂ ماضی سمجھا۔ خدا کو چھوڑا۔ سچائی سے منھ موڑا۔ عدم کا وجود اور وجود کا عدم اس طرح ثابت کیا کہ بچے منھ تکتے رہ گئے۔ اپنے پرائے ہو گئے دوست دشمن بنے۔ کسی نے بیدین کہا کسی نے کافر بنایا کسی کے دربار سے پارسی کا خطاب پایا۔ مگر پھر بھی اس خاکسار فرمانبردار کا قدم تیری رفاقت و خوشنودی کی راہ میں نہ ڈگمگایا لیکن باوجود ان سب کارناموں کے ہنوز روز اول ہے۔ عرضی گزارے مدتیں ہو گئیں مگر فدوی کے خاندانی لقب "خانصاحب" کا سرٹیفکیٹ دربار القاب بار سے آجتک نہ ملا کہ یہ دیرینہ غلام اپنے نطفہ کی حلت کو بروقت ضرورت قانوناً جائز ثابت کر سکے۔ دنیا بامید قائم۔ اسی سہارے یہ غلام اب تک جیتا رہا لیکن تا بکے۔ انتظار کی گھڑیاں تڑاپ تڑاپ کر گزاریں خدا خدا کر کے جون کا مہینہ آیا نخل آرزو کے بار ور ہونے کی آس لایا۔ دو دن تار یا ڈاکٹ کے انتظار میں کاٹے۔ مگر خدا کسی امیدوار کو ناامید نہ کرے۔ اخباروں نے اوروں کے نام چھاپے مگر اس نیاز مند کو بھولوں بھی نہ پوچھا۔ دل کی آنکھ خون روئی۔ ہوا خواہوں میں ماتم ہوا تو بدخواہوں نے شادیانے بجائے۔ بعض بدخواہ مسخروں نے موقع کو غنیمت سمجھا۔ اس ناچیز میں لطیف شئے کی کمی کو محسوس کر کے خطاب عطا کرنے کا ایک فرضی حکم بھیجکر شادمانی کا ڈھونگ رچوایا۔ یہ خطاب کا پیاسا اپنی سادہ لوحی سے سراب کو دریا اور حباب کو کوزہ سمجھا مردہ آرزو میں جان آئی۔ یا سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ طرفہ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ دستوں کو خبر کر دی۔ احباب نے آکر اس ناچیز بدنصیب کو اپنے حلقے میں یوں لے لیا جیسے تاروں کے جھرمٹ میں چاند ہو۔ مبارک سلامت کی صداؤں سے مسرت کی لہریں اس جسم خشک میں دوڑیں۔ چلو بھر خون بڑھنے لگا۔ مردہ چہرہ پر شگفتگی آئی۔ تلافی مافات ہوئی۔ لوگوں کی آوازوں سے دشمنوں کے دل دہلنے لگے۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر ادھر ادھر کونے گھدروں میں چھپنے لگے۔ آتشبازی نے اس عید کی رات کو شب برات بنا دیا۔ شہنائی کے الحوز گویے وقت کی راگنی تھی۔ لیکن اس خاکسار کے رگ و پے میں سرود اور دشمنوں کے دلوں میں ناسور پیدا کر رہی تھی۔ تمام رات اسی جشن و خوشی میں گزری۔ صبح تیرے صنم کدے کی طرف دوڑا کہ تیرے چرنوں پر عقیدت کے پھول چڑھاؤں۔ مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔ یہ نہ معلوم تھا کہ چار گھڑی کی چاندنی اور پھر اندھیرا پاکھ ہو گا۔ اب تو یہ حال ہے کہ ہم چشموں سے آنکھ ملاتے شرم آتی ہے۔ اے شری مہاراج اب اس جاں نثار بدنصیب کی اتنی آرزو ہے کہ یا تو اس خاکسار وفاشعار کی اشک شوئی کی جائے یا فدوی کی جنس تبدیل کر دی جائے۔ تاکہ خانم بن کے گھر کی چار دیواری میں باقی ماندہ زندگی بسر کرے۔ واجب جانکر عرض کیا۔

جان بُل :- "عراق آزاد - لو بھئی اب تو خوش ہوئے"

مسٹر پنچ :- "نکیل نہیں تو نہ سہی - حضور تو پشت پر سوار ہیں"

ہمارہ ہی ہو کیونکہ میں تو زبر دستی اشتراک کی صورت میں ملائے گئے ہیں۔

کسی رسوائی کا دھبہ اگر بد مقام پر ہو تو اس کی اہمیت کم ہو جاتی ہے لہذا یہ تو اچھا ہوا کہ رومال کی آڑ میں بیٹھیں لوئیں اور پھاڑ رہا ہوں کی جیسے حرف عام میں سہارا کہتے ہیں یہ اشتعال ہوم رہی سور کا مارے ہمارے نا گوار گئی دی۔ تو چوپڑ ہو کی صدا آج ہیں اخباری کاغذوں میں بلند ہو جاتی۔ ہمیں بالکل اسکی شکایت نہیں کہ دروازے بند ہے۔ اچھا ہوا بند رہے خوب ہوا بند ہے اور خود غرضانہ طرز عمل کی مکروہ صورت ہم نے نہ دیکھی۔ اب جو کارروائی بعد تنہائی نصرہ شائع ہوئی ہے وہی کیا کم مکروہ ہے۔ اونٹ کو جب اپنے پیٹ سے غازہ غذائیہ (نیم کچی) خارج کرنی مقصود ہوتی ہے اور عرض راہ میں کوئی مانع پیدا ہو کر سوال کرتا ہے کہ کدھر کا ارادہ ہے؟ تو وہ پریشان ہو کے بیٹھتا کھڑا ہوتا کمر ہلاتا دم جنبانی کرتا گھال چھوڑتا بلبلاتا تلملاتا اچھلتا کودتا چکھیریاں لگاتا اور آخر چپ کھڑا ہو کے یہ نہایت اخفات و راز داری غازہ کو منفذ سے اس طرح خارج کرتا ہے کہ نہ زمین کو خبر ہوتی ہے نہ آسمان تک سن گن پہونچتی ہے جس افقی یا جو سما کا حال معلوم نہیں کیونکہ افق اور جو کائنات چنڈو ازی کے عیب سے شعرا کے نزدیک بری ہیں۔ خلاصہ اس غازی (بہ پائے نسبت) کارروائی کا سنیے۔

(۱) پندرہ بیس آدمیوں کی ایک کمیٹی بنادی گئی۔

(۲) اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی تعداد کو جب چاہے گی بڑھالے گی۔

(۳) چونکہ۔ اور چونکہ۔ اور چونکہ۔ اور چونکہ

اور پھونکہ۔ اور پھونکہ یہ

واہ واہ کیا کام کیا ہے جو اونٹ سے بھی ممکن نہیں۔ ایل رزولیوشن میں چول چول کی خاص آواز کے سوا کوئی مطالبہ مسلمانوں کا ہندوں سے یا کوئی تقاضا طلب انگریزوں سے مذکور دموجود نہیں صرف یہ درج ہے کہ اس کانفرنس میں تمام مسلم مطالبات کے متعلق مکمل اتفاق ہو گیا ہے جس کمیٹی طریق انتخاب کا مسئلہ بھی منضبط ہو

طریقے پر شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ انھیں حلقوں سے یہ کمیٹی گفتگو کرے جو مولانا محمد علی کے فارمولا کے مطابق ہو۔ یا کسی دوسرے قابل اطمینان "طریق انتخاب کے مطابق ہو۔ معلوم نہیں کہ اتفاق اس "چونکہ کمیٹی" نے کس طریق انتخاب پر کیا۔ کوئی ان متعلق والوں نے پوچھنے والا نہیں۔ اور کل مسلمانوں کا اطمینان ہوسکے ایسا بھی کوئی طریق ہے؟ مسلمان تو ہی مسلمان "جو صفات الٰہیہ" پر کبھی متفق ہوسکے۔ وہی مسلمان!! جو طریق صلوٰۃ وصوم پر کبھی متفق ہوسکے۔ وہی مسلمان!!! جو رسول کے یوم وفات پر بھی متفق ہوسکے۔ واہ ری "چونکہ کمیٹی" کہاں سے آئے کہیں سے نہیں۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی قابل اطمینان طریقہ طے ہو گیا ہے اور وہ مولانا محمد علی کے "فارمولا" سے ماخوذ نہیں ہے تو اخباری کاغذوں سے پردہ داری کرنے کے بعد پبلک تک وہ کیونکر پہونچے گا؟ اس مصیبت کے وقت میں تو لوگوں کو دھوکا نہ دے سدا ابھی باقی ہے) اسے چونکہ"

"بول۔ ملعون۔ اب تو کچھ منھ سے کہہ"

سبع مثانی

غذائے روحانی

معدن النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انہیں سے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ نازبھی آ گیا اس کتاب [illegible] مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایہ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بر مال [illegible] خریدار۔ منیجر اودھ پنچ لکھنو

1932
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

منتخبات اودھ پنچ

جلد اول

علم و ادب کے حکیمانہ اور فلسفیانہ مضامین دلچسپ اور سبق آموز چیدہ چیدہ مضامین کا بے بہا خوبینہ (لینی اودھ پنچ کی تقطیع کے . . . صفحات پر مشتمل ہے قیمت فی جلد عہر محصول ڈاک اس کے علاوہ۔

مجلدات اودھ پنچ سنہ ۱۹۳۱ء

چند فائل برائے فروخت موجود ہیں یہ مجلدات ذخائر علم و ادب و ظرافت اور سیاست سے مالا مال ہیں ہر کتب خانہ میں محفوظ رہنا چاہئیں قیمت فی جلد للعہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

خاص رعایت سنہ ۱۹۳۱ء کی جلد خریدنے والے اصحاب کو منتخبات اودھ پنچ جلد اول قیمتی عہر مفت نذر کی جائے گی۔

مجلدات سنین ماضیہ

سنہ ۱۹۳۰ء اور اسکے پیشتر کی بھی چند جلدیں برائے فروخت موجود ہیں قیمت فی جلد معہ محصول بذمہ خریدار

توجہ شرطے

(۱) اودھ پنچ میں بھرتی کی خبریں نہیں ہوتیں۔ مذہبی جھگڑے اور بےنتیجہ مضامین نہیں ہوتے۔ اودھ پنچ بھانڈوں اور مسخروں کی طرح ہنسانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ ایک حکیم کی طرح قابل مضحک امور پر خود ہنستا ہے۔ دوسرے اس منصبی کی تقلید بھی کرتے ہیں اور اگر یہ بھی اودھ پنچ صرف اپنی بضاعت پر قانع اور منقولات سے بے نیاز ہے۔

(۲) قیمت کی زیادتی پر منھ نہ بنائیے۔ نہ حجم کی کمی پر تیوریاں چڑھائیے اسلئے کہ گوہر و خزف میں فرق ہے بلکہ افادات کی جدت رائے کی اصابت ہے۔ ... صداقت نکتہ چینی صحیح نتائج واقعات اور خباری اصلاحات اخلاقی و سیاسی و ادبی پر نظر رکھیے انشاءاللہ سال بھر کے مجموعے میں آپ کو سیکڑوں ایسے جواہر مل جائینگے جن کا ثانی کسی دوسرے خزانے میں نہ ملے گا۔

(قواعد و ضوابط)

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) کم مایہ شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی۔ یعنی چار روپیہ (للعہ) سالانہ قیمت لی جائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انھیں لازم ہے کہ چند سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کرالیں۔ لازم و ملزوم نہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں سبب نامداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف شان ہے۔

(۴) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ میں گاؤ گم ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے بعد تین یا پانچ چار عتاب نامے منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے . . . دستخط نے بہ نیاز مندی خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے بس اس عارضہ کا علاج یہی ہے کہ گمشدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے۔ پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۵) جو مضامین اودھ پنچ کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہ ہونگے وہ شائع نہ ہوں گے اور انکی واپسی پر ہم مجبور رہیں گے۔

(۶) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی اور انفرادی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔

نوٹ شناسا: جو حضرات خریدار ہیں وہ نمبر خطوط اور منی آرڈروں میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ ان کے نام کی چٹ پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔ جواب طلب امور کے لیے کارڈ یا لفافہ آنا لازمی ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

اسٹوکس: بہت جلدی نہ کرو۔ تمہاری شکل سے پہلا جھوٹ ہو جو میں بولنے والا ہوں۔"

ہنشا: "واہ یار۔ لاؤ ہاتھ۔"

اسٹوکس: "ایک بات ہم بتائیں۔"

ہنشا: "کہو جلدی سے۔ میری جان پر بنی ہے۔"

اسٹوکس: "تھوڑی دیر کے لیے تم جارج سے بل کیوں نہیں بن جاتے؟"

ہنشا: "یہ کیونکر ممکن ہے؟"

اسٹوکس: "یعنی بدلنا میرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ آئیں بائیں شائیں ہیئت میں تھوڑا سا تغیر ہو جائے گا۔ اور میں تمہیں الفریڈ بل کے نام سے مسز ہنشا کے سامنے پیش کر دونگا۔ اور جب میں یہ کہوں گا کہ یہی شخص لاری پر لیوڈی۔۔۔ کے ساتھ خوش فعلیوں میں مصروف تھا تو بالکل جھوٹ بولنے کا الزام میرا دل مجھ پر عائد نہ کرے گا۔"

ہنشا: "اے بھائی غضب ہو جائیگا جو اُس نے پہچان لیا۔ وہ سب بھاؤ کی پڑیگی کہ پھر حجام کو بال کترنے کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔ ایک ہی کٹر کالا عورت ہے۔ تم اُسے بھولی بھالی سمجھتے ہو؟"

اسٹوکس: "کیا دل لگی ہے پہچان لینا۔ آئینے میں شکل دیکھو گے تو تم خود نہ پہچانو گے۔ بس تمہیں آواز بتانی پڑیگی۔"

ہنشا: "یہ کچھ دشوار نہیں۔ مجھے نئے شوق ہے۔ بھوں بھوں بھوں بھوں۔ دیکھا بالکل ہے کتے کی آواز۔ میاؤں۔ میاؤں۔ میاؤں۔ یہ ہے بلی کی بولی۔ ٹُی ہاؤں ٹی ہاؤں یہ ہوئی نئے پیدا شدہ بچے کی صدا لیکن شاید بھولے سے جو تمھارے منہ سے کوئی بات ایسی نکلی کہ وہ چونچ جائے تو۔۔۔۔"

اسٹوکس: "اوں ہوں۔ کیا ایسا بچہ ہوں تم دیکھ لینا کیسی بات بنتی ہے۔ لے آؤ ادھر میں تمھارا بھیس بدلوں۔ لو یہ پتلون ہے۔ ہاں یہ کسی قدر اونگا ہے۔ مگر اٹنگا پن بھی ضروری ہے۔ تم آئرلینڈ کے رہنے والے ہونا؟ ان لوگوں کی ازار اٹنگی ہی ہوتی ہے دیکھو ڈی ولیرا کو اس کمبخت باغی کی پوشاک ساری کی ساری اٹنگی ہے۔ یہ لو میں نے کاغذ جلایا ہے اسکا سفوف مونچھوں میں ملو۔ ہاں ٹھیک ہے خدا کو منظور منہ کالا رکھے۔ یہ ہے پوڈر کا ڈبہ کسی قدر زیادہ سفیدی کی ضرورت ہے۔ یہ بلو بلیک روشنائی ہے تین چار چھوٹے تل چہرے پر بناؤ۔ ہاں دیکھو۔ ایک ناک کی پھنگی پر بھی ہونا چاہیے مگر ٹھوڑی پر ایک مسّے کے نشیر نمایاں نہ ہو جائیں جب تک وہ نہ ہوگا کیا بات بن سکے گا۔ لو یہ بہت بڑے دانے کی گولی لوشن میں بھگو کے ٹھوڑی پر جماؤ اور یہ بھیڑ کے دو تین بال اوپر سے چپکاؤ۔ بس ٹھیک ہے۔ جیو۔ پنڈلی کی کشتی کہو مکار میرے پر ہو گی۔ موچھوں کی نوک میں مروڑ کے اوپر چڑھاؤ۔ واہ بہت خوب۔ دیکھو جو بالے میں کسی قدر کاجل لگا ہوا ہے اسے چھڑا کر ابرو پر خضاب کرو۔ یہ ہے موٹا سا پورٹ لیسنا ہاتھوں سے دباؤ۔ او ہو لاحول ولا قوۃ۔ کیا گھامڑ ہو۔ یوں نہیں یوں۔ ٹوپی بانکی رکھو۔ ہاں بالکل درست۔ بالکل چوکس۔ اب چھڑی ہلاتے ہوئے کسی قدر لنگڑا کے چلو۔ اہا اہا۔ آدمی ہے یا الو کرشمہ کا مٹکا۔ ابھی اتنا لنگڑا نا ٹھیک نہیں۔ بس جیسے پاؤں میں موچ آگئی ہو۔

بہروپ کی تکمیل ہو چکی اور یہ جوڑی کی جوڑی مسز ہنشا سے ملنے کے واسطے روانہ ہو گئی۔ سابق مسٹر جارج ہنشا حال کے مسٹر الفریڈ بل کا دل ہر چند نٹ بن گیا کبھی قلابازی کھاتی کبھی کپکپے دھماکے میں جھولا جھولا پہچان لیے جانے کے خوف سے اسٹوکس کی بغل میں گھسنے لگے۔ گو بغل کوئی ادھر ادھر گابگر نہیں ہوا دستک لگئی تھوڑی دیر کے بعد مسز ہنشا نے دروازہ کھولا۔ (پردہ) کون صاحب ہیں؟"

"جی میں ہوں۔ اسٹوکس آپ کے شوہر مسٹر جارج کا رفیق۔"

"اخاہ لو آپ اندر تشریف لائیے۔ مگر جارج تو کمبخت موذی خدا جانے کہاں جھک مار رہا ہے (مسٹر ہنشا دل میں کھسیے)۔"

اسٹوکس: "میرے ساتھ میرے عالی دوست مسٹر الفریڈ بل بھی آپ کے معزز خاوند سے ملنے کی تمنا میں یہاں تک آئے ہیں۔ دروازہ بند ہوا۔ ابھی الاتقا ٹھہریے ٹھہریے۔ آپکو ایک عجیب و غریب امر ملاحظہ کرنا چاہیے۔ جو یقیناً بہت ہی متحیر کرنیوالی بات ہے۔ یہ نہ فرمائیے کہ فرصت نہیں۔ ذری دیکھیے تو سہی آپکے خاوند مسٹر جارج سے میرا دوست کتنا مشابہ ہے۔ آؤ دوست آؤ جا۔۔۔ اے نو یہ مسٹر الفریڈ بل یہ لیڈی صاحبہ حسینان عالم میں ممتاز ہیں۔ جھینپیے کیوں ہو۔ کیا کوئی کھا جائیگا۔ آؤ تھوڑی دیر میں تمہارے جوڑی دار مسٹر جارج بھی آجائیں گے۔ بس اُسوقت اس معزز لیڈی کو اپنے خاوند کی اور تمھاری شکل

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قواعد ۵)

بلم جناب بابو شیو نرائن صاحب درماہاد۔ آنریری منصف چھبرامئو ضلع فرخ آباد

نمبر مقدمہ ۳۲۵ سنہ ۱۹۲۲ء

بعدالت آنریری منصفی چھبرامئو ضلع فرخ آباد

میرا لعل ولد ۔۔۔ قوم مہاجن ساکن قصبہ چھبرامئو محلہ محمود گنج بلند چھبرامئو ضلع فرخ آباد

بنام

صاحب سنگھ ولد سگر یوسنگھ قوم ٹھاکر ساکن کیتھولی پرگنہ کشنی ضلع مین پوری

مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت بہی کھاتہ صرافہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۷ ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کُل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں اور چونکہ وہی تاریخ جو آپ کی حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر اور نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں پیش کریں۔

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بلاحاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بدستخط میرے اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۴ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"پولٹیکل "سرکس" یا "سرکش""

"میرے کوڑے! تو ہے تو کیا غم ہے؟"

دنیا کی
عظیم الشان نمائشوں کے مقابلہ
میں پائے ہوئے اعلیٰ درجہ
کے تمغے
عمدگی مال کی ضمانت ہیں
ٹیلی فون نمبر ۱۳۹
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
لکھنؤ

غذائے روح یعنی معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگا دی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اوّل کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریاں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اُنکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا جس کی تحصیل میں مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A. 785
ظریف ہفتہ وار
مشہور باتصویر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
سالانہ
وس روپیہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

مرزا صاحب کا تو فرض منصبی ہے اُس کا پایہ جاتا یا کوئی صفت یا قدرت اللہ میاں کے لیے باقی نہ چھوڑی تھی اب زبان سے چین کے لیڈر کے پاسے نام کر دیا ہے۔

اے ...... وہ خوش ستارے گردش میں آ یا لیڈر صاحب کے جنہ نخرے کا کوار لیے ہوئے راستی و قلعی ہو بہر نکلے میں نخرے باز قلم نے بھی کروٹ بدلی۔ بات تک کی وہ بات کرنے کی۔ بڑا اصلیا ہے۔ بڑا انتقی ہے۔ بڑا حیلہ ساز ہے بڑا چیانہ باز ہے مقدار ہے مکار ہے۔ قوم فروش ہے۔ ایمان فراموش ہے سنتے میں پھر اسی لیڈر کا نخرہ چڑھے بنا تو کان چلی اور پھر اخبار نویس خاں کی کھینچی کمان چلے سے اتر گئی جس کی ذمت ہو رہی تھی پھر اسی کی مدح وثنا میں قلم نے اٹھنے لگا۔ بھلا جب حال یہ ہے تو اُن کے پاسے مردی اور استقلال سے قائم رہا رہنے کا خیال خواب ہی تو ہے۔ ایک اور ۹- اور کوئی اعلیٰ درجے کے نخرہ باز اہل قلم ہمیشہ تو پیدا نہیں ہوتے۔

ہمارے نزدیک تو محض غیر مؤثر طریقے سے گالیاں دینے کا نخرہ کرنے والے اہل قلم کو پبلسٹی آفس کی نخرہ بازی تھوڑا بہت نقصان پہونچانے کے سوا اور کچھ خدمت انجام نہیں دے سکی۔

اخبار نویس کچھ نہ کچھ نخرہ اپنے خریداروں سے کرتے رہتے ہیں غلط بیاری کے باعث پرچہ دیر میں شائع ہوا معاف کیجیے گا۔ دو اشالھا لیکن نخرے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہوتا ہے سچا نخرہ اور دوسرا جھوٹا۔ سچے نخرے باز دنیا میں کم ہیں مگر ہم اسی اقلیت میں شمار ہونے کے قابل ہیں سچ ہمارا اسی تحریر سے ظاہر ہے یعنی جھوٹے کے سر کی قسم آج اگر حکومت ہم کو خضر علیہ السّلام کے نخرے کا بل عنایت کرے تو ہمارا قلم آج ہی تمام دنیا کے سچے جھوٹے لیڈروں کے خلاف اپنی جودت کا اظہار کرے بلکہ اپنی ذہانت حکومت کی موافقت میں صرف کرنے پر آمادہ ہے۔ سہ یہ اس لیے کہہ دیا کہ شاید کوئی دوسرا الفلی گھونسا ہم پر طعن نہ کر بیٹھے) اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا نخرہ حکومت کے حق میں بہ نسبت پبلسٹی بیورو کے نخرے کے زیادہ سود مند ہوگا۔ ہم ہر ایک اخبار نویس کو جو حکومت کے خلاف قلم اٹھائے اپنے نخرے کے زور سے زیر کر لینے کا دم خم رکھتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بیاستم نخرہ نویس بقلم غضنفر علیخاں۔ اذہیورہ بھوپال

٭

سال گرہ

غافل تجھے گھڑیال یہ کرتا ہے منادی
ایک اور گھڑی عمر کی گردوں نے گھٹا دی

ہر شخص اپنی سالگرہ سال میں ایک بار مناتا ہے اگر کم عمر ہے تو اس کے والدین اس دن کو متبرک سمجھ کر خوشی مناتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی خوش نصیب خدا کے بندے ہیں جو ۲۹- فروری کو پیدا ہوتے ہیں لامحالہ ان کی سالگرہ چوتھے سال ہوتی ہے۔

ہم بدبختوں کو دیکھیے کہ ہر سال بارھویں مہینے اس سنگدل دن کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بجائے اظہار رنج کے طرفہ تماشا ہے کہ خوشی کے دماسے پیٹے جاتے ہیں۔ کوئی ایسا انصاف پسند منصف مزاج شخص نہ ہوگا جو میری تائید نہ کرے اور اس دن کو غمناک دن نہ سمجھے۔

میں ایک کم سن معصوم بچے کو جانتا ہوں جس کا باپ پادری تھا یہ لڑکا اپنی سالگرہ کے دن بہت خوش ہوا کرتا تھا جس سال اُسکی ساتویں سالگرہ کا یوم مبارک کہوں یا نا مبارک آیا۔ بڑی خوشی سے کہنے لگا ابا آج تو ہم سات برس کے ہو گئے۔ باپ نے متانت کے ساتھ جواب دیا۔ ہاں بیٹا عمر سے سات سال کم ہو گئے۔ اس جواب نے اس ننھی سی جان پر ستم توڑا۔ لڑکے کا شکستہ دل ہونا قدرتی تھا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد سچائی اس کی سمجھ میں آگئی اور خیال کرنے لگا کہ ابا جان درست کہتے تھے۔

سالگرہ کو آپ کیا سمجھتے ہیں یہ تو قبر تک پہونچنے کے لیے راستہ بتانے والا میل کا ستون ہے جو آپ عام طور پر سڑک کے ستونوں میں دیکھا کرتے ہیں۔ یعنی منزل قبر سے قربت بڑھتی جاتی ہے۔ اگر کوئی کیا نداز سے یہ کہے کہ اس دن خوشی مناؤ یوم مسرت ہے۔ یہی سمجھنا چاہیے کہ اُس شخص کے دماغ میں کچھ فتور ہے یا وہ اپنی زندگی سے بیزار ہے۔ عموماً دسیوں عمر کا انسان اپنی سالگرہ کے دن اپنے دوستوں کو دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اس مبارک تقریب میرے ساتھ خوشی منائیے۔ اس کے دوست اُس کا جام تندرستی نوش کرتے۔ مبارک باد دیتے اور کہتے ہیں کہ خدا یہ دن بار بار دکھائے۔

بعد ازاں وہ اپنے کمرے میں جاتا ہے آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر خضاب لگاتا ہے۔ اور جب بالوں کو خضاب سے سیاہ پاتا ہے۔ دیرینہ جوانی یاد کر کے اپنے نتھنے پھلاتا کندھوں کو جنبش دیتا۔ جوانوں کی طرح اکڑتا۔ اور ضعیفی سے اظہار نفرت کرتا ہے۔

اگر ان اشخاص کے دل ٹٹولے جائیں تو کسی گوشے میں یہی خیال چھپا ہوگا کہ یوم پیدائش سال کا بدترین دن ہے۔ اسی لیے ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس بدبخت دن کو مصنوعی مسرت کے دریا میں ڈبو دیں۔ وہ موت کی روح فرسا یاد سے تنہا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے۔ مدد کے لیے اپنے دوستوں کو بلا لیتے ہیں کہ آؤ بھی خواہ مخواہ خوش ہو جائیں۔ یار دوست بھی اس امید پر کہ وقت پر ہماری مدد بھی اسی طرح ہوگی دوڑ پڑتے ہیں اور اس فضول خیال میں شریک ہو کے خوش گپی میں وقت کاٹ دیتے ہیں۔

جو اپنی سالگرہ نہیں مناتیں وہ چند نو خیز دوشیزہ ہوتی ہیں۔ اس میں بھی راز ہے۔

میری ایک شناسا لیڈی تھیں انھوں نے اپنی پچیسویں سالگرہ منائی بعد ازاں سوں کھینچ گئیں بعد کو معلوم ہوا کہ اس سال بجائے ۲۵ کے وہ ۳۵ سال کی تھیں۔

میں نے بھی اپنی شناسا لیڈی کی پیروی کی اور اب میں اس یوم پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اس خطرناک اور منحوس تاریخ کو میں نہیں بھولتا۔ اپنے کمرے میں جاکر زنجیر اندر سے بند کر لیتا ہوں کہ میں ۱۹ فروری کو کیوں نہ پیدا ہوا۔

بھلا چوپاے اور پرند کب اپنی سالگرہ مناتے ہیں۔ جنگلی وحشی آدمی اپنی عمر کے بابت کچھ نہیں بتلا سکتے۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ مصیبت کا سامنا کریں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ ہماری موجودہ تہذیب کی عنایت ہے۔

بیماریاں الگ ہم کو چمٹی ہوئی ہیں۔ پوتے پوتی نواسے کواسے ہم پر حاوی ہوتے جاتے ہیں اور اپنی ہستی کا بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈالتے جاتے ہیں۔ ادھر ہم ہیں کہ اپنی سالگرہ منانے پر تلے ہیں اور یار دوستوں کا نمک مرچ چھڑکنا بھی دیکھیے کس مسرت آمیز لہجہ میں کہتے ہیں کہ ایسے بہت دن آپ کو دیکھنا نصیب ہوں۔ یہ بھی کوئی سچی محبت ہے۔ انھیں کہنا چاہیے تھا کہ خدا کرے تم ہمیشہ اتنے ہی برس کے رہو۔

ہاں کبھی کبھی دوسروں کی سالگرہ پر اظہار مسرت کرنا بے جا نہیں کہا سکتا۔

فرض کیجیے ایک ضعیفہ رشتہ دار ہے جس نے وعدہ کیا ہے کہ میں اپنی دولت بذریعہ وصیت تمھیں دوں گی جب ایسی ضعیفہ کی سالگرہ آئی تو کیوں نہ اس خیال سے بغلیں بجائی جائیں کہ اللہ نے وصیت کی راہ سے ایک پتھر اور ہٹا دیا۔ مگر کمبخت بڑی بی کسی طرح مرنے کو تو مرنے کی عادت ہی نہیں۔

ہاں ایک اور بھی موقع ہے۔ جب ہمارے بچے چھوٹے ہیں ہم اُن کی سالگرہ اس خیال سے خوش ہو کر مناتے ہیں کہ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب یہ جوان ہو کر ہمارے ساتھ شانہ بشانہ محنت کریں گے۔

آپ ہی کیا الٹی گنگا بہاتے ہیں ابھی سالگرہ خوشی کا دن ہے۔ آپ کے خیال سے بھی۔ اگر اسی طرح آپ نے اپنا وہم بڑھایا اور ہاے سالگرہ وائے سالگرہ کہکر دن کاٹا تو ضرور آپ صاحب فراش ہو جائیں گے اور ڈاکٹر صاحب آکر جب آپ کے بُشرے کو دیکھیں گے تو جھٹ حکم لگا دیں گے کہ ان کو تو سالگرہ کی ایک قسم لیننے دق ہے۔ ایک دم چوگور گیا ان کی جان نکل گئی۔ ان کو بستر سے جنبش نہ کیجیے یہ لیٹے ہی لیٹے ضروری حاجات رفع کریں چند ہی روز میں ایک زندہ درگور دیکھے جائیں گے اور اس طرح کل جائداد دواخانوں کی نذر ہو جائے گی۔

اگر آپ میں کچھ بھی عقل ہے تو سالگرہ ضرور منائیے اور ہر سال کچھ خرچ کرکے ہنسی خوشی دن کاٹیے۔ سالانہ رقم تھوڑی سی خوش کھیل میں خرچ کرنا اور چلتے پھرتے رہنا اچھا۔ کل جائداد ایک ساتھ دواخانوں میں منتقل کر دینا سمجھدار کا کام نہیں۔

اس طرح آپ نے پہلے کیوں نہ سمجھایا۔ واہ حضرت اب تو ضرور دعوتیں کھائیں گے اور کھلائیں گے۔

سالف ــــــــــــــــــم

ندیم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

حکومت بڑے آئین یا آئین بزبان حکومت

انگریزی حکومت کا یہ دعوے کوئی نیا نہیں کہ وہ ہندوستان پر بڑے آئین کار فرما ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ کونسلوں کے ممبر حکومت کے رہین منت ہوا کرتے تھے۔ حکومت نے انقیاد پیشہ شخص فرد کو حکم دیا ”سنو جی ہم نے تم کو آئین ساز کونسل کا ممبر مقرر کیا جاؤ آج سے کرسی پر بیٹھو اور ......“

”حضور کو خدا سلامت رکھے مجھے تو عام جلسوں میں منھ کھولتے شرم آتی ہے۔“

”ارے کچھ پروا کی بات نہیں۔“

”خداوند مجھے بالکل تقریر کرنے کی عادت نہیں۔

بس یہ سمجھیے کہ مجمع عام میں بات میرے منھ سے نکلتے ہی نرخرے میں اٹک جاتی ہے اور تعض شدید عارض ہوتا ہے۔“

”او ٹھیک۔ یہ بہت ہلکی بیماری ہے۔“

”تو حضور یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ مجھے خدمت کون سی ادا کرنی ہوگی۔“

”بس کرسی پر بیٹھے رہنا۔ اور جو قانون ہماری طرف سے پیش ہو اس کی تائید کر دینا۔“

”تو حضور میں اسوقت کہوں کیا؟“

”عجب آدمی ہو کہنے سننے کی ضرورت ہی نہیں۔“

”یعنی منھ میں گھنگھنیاں بھرے بیٹھا رہوں؟“

”ہاں اور کیا۔ زیادہ بک بک ہمیں پسند نہیں۔ ہمیں خاموش ممبروں ہی کی ضرورت ہے۔“

لیجیے جناب شخص اب ممبر بن گئے۔ مگر اب یہ حال ہے کہ منتخب نہیں نام زدہ ممبر بھی امن امان سکوت کا سبق بھول گئے ہیں۔ چنانچہ آرڈیننس بل کی ترتیب کے لیے ایک گروہ اسمبلی نے نام زد کیا۔ اس گروہ میں سات ممبر پبلک کے اور سات ممبر سرکاری خاموش اور مطمئن مقرر ہوے۔ اول تو سات کا عدد بجائے خود منحوس عدد ہے باور نہ ہو تو نجومیوں سے پوچھ لیجیے دوسرے صدر صاحب خود گویا ان سرکاری کی فرد اعلیٰ۔ پھر مزہ یہ کہ صدر صاحب اگرچہ ہیں واحد مگر حضرت کی رائے ایک برابر دو کے (۱ = ۲) صدر صاحب اور سرکاری ممبروں کے نزدیک سرے ہی سے اس بل میں اختلافی چوں کے دو لڑنے اور چوں چرا کرنے کی گنجائش نہ تھی۔

جلدی کیجیے ورنہ شکایت معاف

کلام دُمدار کے ایک ایک شعر کو بکرر سہ کرر پڑھ کر پڑھیے اور لطف زندگی کا حاصل کیجیے۔ کتاب کا حجم مع مقدمہ وغیرہ ڈیڑھ سو صفحات۔ قیمت:۔ ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک

مینیجر شیر برقی پریس نمبر ۲۵ اسپانک سٹریٹ لندن

"دو عملے مین"

"اجی ادھر آؤ"

"یہ نگوڑی بھی تو کہتے ہیں ادھر آؤ"

انھوں نے باہمی شکر رنجی دور کرنے کی یہ
تدبیر نکالی کہ تار دے کر اس کارخانہ سے
عمدہ خوشبو کے عطر منگائے اور اپنی محبوب
بیوی کو تحفتہً پیش کیے وہ عطروں کو لیکر اتنا خوش ہوئیں
کہ خاوند کی پچھلی تمام باتوں پر خاک ڈالی اور شیر و شکر ہو کر نہایت اچھی
زندگی بسر کرنے لگیں۔
دنیا کی
نمائشوں کے مقابلہ
میں پائے ہوئے اعلیٰ درجہ
کے تمغے
عمدگی مال کی ضمانت ہیں
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا" لکھنؤ

نتیجہ یہ ہوا کہ کیپٹن مجگی مہروں کو کیٹی سے بعض اختلافات کی بنا پر چال دکھانی پڑی اور انھوں نے ایک بیان شائع کیا جس میں صدر کی جنبہ داری کے دلچسپ نظارے پیش کئے گئے۔ پوچھیے تو ہمیں پہلے ہی سے معلوم تھا کہ کسی آئین کو بدلنے یا منسوخ کرنے کے واسطے جو صدر صاحب اور صدر ایڈیٹر کی رائے ہے وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہ تھی لیکن ہم نے یہ بار اپنے کندھوں پر لیا۔ اب شکایت کرتے ہو کر بہار پیر جوش نے

پر جب دونوں طرف کے ووٹ برابر ہوئے تو صدر صاحب کا کاسٹنگ ووٹ اسی پلڑے پر لد گیا جس پر سنجیدہ سرکاری ممبر رکھے ہوئے تھے؟

جس بنا پر غیر سرکاری چار ممبروں کو چال دکھانی پڑی وہ پر امن پکٹنگ سے متعلق تھی۔ یہ چار ممبر پر امن پکٹنگ اور سودیشی کی ترقی کے لیے پر امن رعیت کو اس ہمہ گیر مجرم ساز دفعہ سے مستثنیٰ کرنا چاہتے تھے۔ صدر صاحب نے بقول ان چاروں کے اعلان کر دیا کہ حکومت "پر امن و نا امن" کچھ نہیں جانتی وہ تو اُسے بھی شکنجے میں کسنا چاہتی ہے۔ لہذا استثنا والی ترمیم مسترد۔ مگر پھر چپکے کہ بائیں ہم ترمیم کو بروئے آئین کے آدرد دے ہیں۔ اور دے کو ایسا نہ یان کا پچھو ہر شہ ہونا چاہیے۔ اور اُنھوں نے اس ترمیم یا استفسار کو کسی دوسرے جلسے میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب دوسرے جلسے کا دن آیا تو اس پر آئینی بحث پھر شروع ہوئی اور چار آدمی احتجاجاً چال دکھانے پر مجبور ہوئے۔

گویا ان کی رائے میں حکومت بروئے آئین اور "آئین بزبان حکومت" میں کوئی نمایاں فرق ہے۔ چال دکھانے والو تمھاری سمجھ پر مصلحہ کی عقل قربان۔ ہماری ذاتی رائے ہے کہ یہ چال دکھانے والوں کا یہ کہہ کے باہر چلے جانا ؂

سُنا ہے ان کے کوچے میں بچھا کا غیر کا بستر
کہیں سچ ہے تو ہم اپنا ابھی بستر اٹھاتے ہیں

کیٹی کی آئینی کارروائی پر اثر انداز نہیں۔ انھیں پٹ بہ اعتراض کر کے ؂

مجھے بھی فرصت ہو کیوں تو مجھے کیوں کر اٹھاتے ہیں
اٹھائے میں جو ہانسو یا مرا بستر اٹھاتے ہیں

پر عمل کرنا تھا۔ اور بس۔ یہ دھینگا دھینگی کا قانون تو پاس ہوگا اور بیچ کمیٹ پاس ہوگا

✻

جدید گول میز کا...... ایک مسافر

"ارے ڈاکٹر! اجی ڈاکٹر صاحب!!"
"رہنے دو جی۔ نہ روکو"

کھوئی ہوئی مل گئی

زمانہ شاہی میں ایک قاضی جی تھے جو لکھنؤ سے قریب ایک مشہور بے وقوف قصبے میں رہتے تھے دنام کون لے ان کی گائے کھو گئی۔ پانی برس رہا تھا۔ دودھیا ابر چھائے ہوئے تھے رات کا وقت قاضی کی والدہ نے کہا "بھیا۔ جائے کے ڈھونڈھو تو۔ گائے ہرائے (کھو) گئی ہے" بھیا نے سر اطاعت خم کیا اور لاٹھی سنبھال کے جستجو شروع کی۔ اتفاق سے ایک بیل کسی کا گلی میں بھاگ آیا تھا۔ شب کو نر و مادہ کی تمیز ناممکن تھی۔ بیل پکڑ لائے اور گائے کے کھونٹے میں باندھ کے اپنی والدہ سے فرمایا۔ "لے گیا مل گئی آئے کے دودھ دوہ لو"۔ ضعیفہ اُٹھی اور جاتے ہی تھنوں پر ہاتھ ڈال ہی تو دیا۔ بیل اچھلا۔ "آؤ۔ آؤ۔ لے سے لے" کہہ کے پھر دھیرا کیا اور پھر تھنوں پر ہاتھ ڈالا۔ بھلا بیل اس مداخلت یا تصرف بیجا کا تحمل کیوں کرتا؟ ایک اس نے گردن جو ہلائی تو کھونٹے سمیت آزاد ہو گیا۔ دودھ کیسا موت بھی ہاتھ نہ لگا۔ صاحبزادے نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ "دودھ کہاں ہے" بڑھیا بولی "اوکے عین ماں کو نوناس گاڑا (ایسا) ارس ہے کہ سوچ گئے ہیں"

رات گئی بات گئی۔ سُنا ہے کہ قاضی صاحب مرتے دم تک گائے کی یاد میں رہے اور اشتہار دے گئے کہ جب کبھی ایسی گائے ملے جس کے تھن سوج کے گول ہو گئے ہوں تو وہ فوراً قاضی کو نہیں تو ان کے وارثوں کو مطلع کر دے۔

چنانچہ قرنہا قرن کے بعد پنجاب میں وہ گائے اب دکھائی دی جس کے عین سوج کے گول ہو گئے ہیں اور لوگ اُسے بیل سمجھتے ہیں مگر وہ دودھ دیتی ہے اور سر بازار دودھ دیتی ہے۔

✻

عامہ اسلام کی حمایت کا سوال

آج کل خلیفہ شوکت صاحب اور ہمارے بڑے لاٹ صاحب میں گاڑھی چھن رہی ہے۔ خوب خوب چھٹیا دن ہوئی ایک خط کے جواب میں لاٹ صاحب نے تحریر فرمایا کہ "صلح و اتفاق کی سعی تو ہر آئینہ قابل مدح و ثنا ہے مگر خدا جانے جناب خلافت مآب کو عام مسلمانوں کی حمایت بھی حاصل ہے یا نہیں"۔ اس دُکھتی رگ ٹٹولنے کی تعریف نہیں ہو سکتی اور بایں معنی نہیں ہو سکتی کہ جن لوگوں کو حمایت عامہ حاصل ہے۔ اُن کا لحاظ ہماری حکومت کو بہت کم ہے۔

غذائے روح

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کو محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ ... سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کی آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا جن پر مصنف نے ہزاروں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار ہ۔ المشتہر: منیجر اودھ ... لکھنؤ

1932
REGISTERD No. A, 783
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
M. F. KHAN ARTIST LUCKNOW

جلد ۱۷
نمبر ۲۰

مضامین پنچ

(مورخہ ۱۲- نومبر ۱۹۳۲ء)

غزل

(از حضرت فخر الشعرا ... یگانہ آغا ...)

داڑھی کی اس سے کیا نہ بلا ڈالی جائے گی — اور اپنے پیچھے ایک علت لگا لی جائے گی

وہ عیادت کو مریض عشق کی جاتے نہیں — کہتے ہیں مرتے ہیں کیونکر جان ڈالی جائے گی

اس کمال میں اس کمیں کو ہو گئی ہے ایک عمر — یاد اسکی کس طرح دل سے نکالی جائے گی

شیخ صاحب مجکو تو پینے سے دلچسپی نہیں — آپ کہتے ہیں تو تھوڑی سی منگالی جائے گی

اُن کو میرے جیتے جی ہنسنے کی نہ ہوگی کچھ خوشی — غیر کے مرتے ہی چہرے کی بحالی جائے گی

خوشگوار دلی ہیں مجھے آجائیگا بسکٹ کا لطف — آپ چٹنی کیوں بناتے ہیں یہ کھالی جائے گی

مشتری کو ہے جو بائع کی غرض منڈی کا علم — دل کے اندر اک شک فی اب نکالی جائے گی

دیکھ شاہد پس پردہ ریاکاری تری — ایک دن شیطان کی صورت میں ڈھالی جائے گی

جب کہا اے شاہ خوباں نے فقیروں کی دعا — ہنس کے بولا کس کس کی دعا لی جائے گی

بار اپنی توند کا تن سے سنبھل سکتا نہیں — کیونکر ان سے قوم کی حالت سنبھالی جائے گی

آ گئے ہیں بزم سے میں حضرت زاہد اگر — ہرج کیا ہے اک بوتل منگا لی جائے گی

تخلیے میں ایک دن واعظ سے پوچھیں گے ضرور — کب تلک آخر قوم کی خستہ حالی جائے گی

غیر جھٹلائیں گے عاشق کی وفائیں تابکے
چاند پر احمق کہاں تک خاک ڈالی جائے گی

مُرقع زرّین

مائی ڈیر پنچ: یعنی بقول مالک دینار کے ؎

اے زر تو خدا نئے ولیکن بخدا — ستار عیوب قاضی الحاجاتی

واقعی حضرت صاحب قران مولانا اشرفی زید اللہ نقدہ و حرمتہ بھی عجب ذات شریف ہیں جس کو چاہیں عزت دیں جس کو چاہیں ذلت۔ جس کو چاہیں عسرت دیں جس کو چاہیں ثروت۔ قدرت وہ حاصل کہ جب چاہتے ہیں ہر نادان کو دانا۔ اندھے کو ... فقیر کو امیر۔ خادم کو آقا۔ رذیل کو شریف۔ شور کو شیریں۔ ستین کو شریر ... سائیس کو شہسوار۔ لاغر کو تازی ... اور دوغلے کو اصیل بنا ہی دیتے ہیں۔ آپ ہی نے ... معتوب ہو کر ... ایک دل آویز جھنکار ... عالم آسمان پست۔ جو آپ سے دست بہم ہو وہی عالم میں ممتاز دین و دنیا میں سرافراز۔ نہ عبادت کام آتی ہے نہ ریاضت۔ نہ شرافت چلتی ہے نہ نجابت۔ بس آپ ہی کے ملنے سے رب کچھ ہے لیکن آپ ملیں کہاں سا گر ملتے بھی ہیں تو زیادہ تر چوچیل سے قصابوں سے چماروں سے مستردوں سے۔ یہی سوچ سمجھ کر ہمارے رہنما گاندھی نے متعدد فاقے کر کے اچھوتوں سے رشتہ جوڑا پاک و نجس کی قید کو توڑا کہ جب اُن کے پاس نقد علیہ السلام ہیں تو پھر انہیں سب کچھ ملنا چاہیے اور سب کچھ سمجھنا چاہیے بندۂ درگاہ نے اسی خوشامد میں قارون خیال سے بضاعت دماغی کی معاملت کر کے چند بند حاصل کیے جو پیش کش ہیں۔ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

وھو ھذا

باغ عالم میں معشوق طرحدار ہے زر — دل لبھا لیتا ہے ہر ایک کا دلدار ہے زر
عزت افزائے جہاں رونق بازار ہے زر — سرنگوں شاہ بھی ہوتے ہیں وہ سردار ہے زر

ساری مخلوق میں ممتاز و سرافراز یہ ہے
مردہ دل زندہ کرے ایسا فسونگر یہ ہے

ساری رونق اسی خوشرو کی ہے سرکاروں میں — بول بالا اسی کا رہتا ہے درباروں میں
سکہ ہر دل پہ ہے بیٹھا ہوا بازاروں میں — ہے عیاں حسن اسی شوخ کا مہ پاروں میں

تھے نہ یہ شمس و قمر سقف نہ زنگاری تھی
عالم ذر میں مگر اس کی ضیا باری تھی

دل لبھا لیتی ہیں زاہد کا ادائیں اس کی — سارے رندوں سے بھی خوشتر ہیں صدائیں اس کی
سیمتن لیتے ہیں جھک جھک کے بلائیں اس کی — ہیں وفاؤں سے بھی بڑھ کر یہ جفائیں اس کی

دافع رنج و الم قاضی حاجات ہے یہ
رافع فکر ہے حلال مہمات ہے یہ

ماہ کامل سے سوا ہے رخ زیبا اس کا — جلوہ حسن پر آشوب ہے جلوا اس کا
کون ایسا ہے جو دل سے نہیں شیدا اس کا — لعبد اللہ کہ ہر ایک ہے بندا اس کا

دم بھرا کرتا ہے ہر غافل و ہشیار اس کا
کلمہ پڑھتا ہے شب و روز پرستار اس کا

ایسا سودا کوئی بازار میں آتا ہی نہیں — مثل اس کے کوئی نظروں میں سماتا ہی نہیں
جو ادا اس میں ہے اوروں میں وہ پایا ہی نہیں — بخت خفتہ کو سوا اس کے جگاتا ہی نہیں

اپنے آغاز کا انجام اسے کہتے ہیں
آرزوئے دل ناکام اسے کہتے ہیں

سارے عالم کے پری رویوں سے بہتر ہے یہ — باعث صبر و سکون دل مضطر ہے یہ
سبب زینت گلزار تو نگر ہے یہ — مرحبا ثمرۂ خوبی مقدر ہے یہ

دشت عالم میں فقط رہبر کامل یہ ہے
اس کا مجنوں ہے جہاں لیلیٰ محمل یہ ہے

خاک جھنڈ ائے حسینوں نے محبت ایسی — منہ خورشید تصدق ہو صباحت ایسی
سیمتن کرتے ہیں سجدے ملے صورت ایسی — انگلیوں ہاتھ اپنے اٹھاتے ہیں نزاکت ایسی

خفاش (چمگادڑ): "مجھے رات کو خوب دکھائی دیتا ہے وہ دیکھو ہتیابیاں!"

لیگ آف نیشن: "ہائے ہائے میرے نصیبوں کا لکھا!"

صلح جو: "تو پھر مجھے کیا پڑی ہے میں لڑائی جھگڑے کا سامان کرتا ہوں۔ اُڑ جا! اے کبوتر!"

انھوں نے باہمی شکر رنجی دور کرنے کی یہ
تدبیر نکالی کہ تار دے کر اس کارخانہ سے
عمدہ خوشبو کے عطر منگائے اور اپنی محبوب
بیوی کو تحفۃً پیش کیے وہ عطر دیکھ کر اتنا خوش ہوئیں
کہ خفا ہونے کی پچھلی تمام باتوں پر خاک ڈالی اور شیر و شکر ہو کر حسب سابق
زندگی بسر کرنے لگیں۔
دنیا کی
عظیم الشان نمائشوں کے مقابلہ
میں پائے ہوئے اعلیٰ درجہ
کے تمغے
عمدگی مال کی ضمانت ہیں
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹
لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
تار کا پتہ
"حنا" لکھنؤ

مقابلے میں بیچ ہے

اگر ایک ملا کو گز زقند" اس اہتمام شاعرانہ پر ہزار جان سے تصدق کر دیے جائیں تو بھی سزا ہے۔

واہ صاحب! کیا خوب فرمایا ہے جگنو کے چمکنے کا [illegible] روشن ہی میں حاصل ہوتا ہے اور یہی بات شاعر نے پیدا کی ہے۔ دیکھیے تو سہی ایک [illegible] کے چمکنے کا تماشا دکھانے کے لیے ہیچانے کے سو کون کا قافلہ بجلی کی طرف ہنکا دیا۔

اللہ رے بلند خیالی وعلو فکر سبحان و الٰہی کمبخت کی طبع رسا بھی اس منزل تک بہ پہنچ سکتی۔ او! کوئی بندہ خدا ایسا فیاض نہیں جو ہمیں حضرت اقبال کے فارسی جواہر زر و اہر فقرت بھیجے تاکہ ہم ایک نظر اس پر بھی کر سکیں۔ اگر وہ اُردو میں نہیں تو غیر زبان ہی میں سہی کچھ بچے ہوئے ہوں تو ہم اس کی واجبی مدح کرکے اس الزام سے برأت حاصل کریں کہ "اس کمبخت ادبار کو اقبال کے کلام میں کبھی خوبی نظر نہ آئی"

یہ اپیل اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنی جیب کے دام جنجھی کوڑیوں پر برباد نہیں کرنا چاہتے۔

س ا۔

خاکسار ادبار الشعر والشاعری

نامہ منطق آمیز بیگم بنام اتحاد کانفرنس الہ آباد

سنو صاحبو! جہاں چار عورتیں سر جوڑ کے بیٹھتی ہیں وہاں چھنالے ضرور گنے جاتے ہیں پھر اگر ایسی عورتیں خدانخواستہ ایک جگہ جمع ہو جائیں جو اپنے شوہروں سے بدگمان ہیں تو پھر وہاں "تو لی تو میں تو میں" خوب ہوتی ہے۔ تم سبھوں کی مثال انھیں بدگمان عورتوں کی ہے۔ جب میں نے یہ خبر سُنی کہ اچھوتوں اور ہندوؤں کے درمیان گاندھی جی نے صلح کروا کے جداگانہ انتخاب کی سرکاری تجویز مٹوادی اور اُن کی دیکھا دیکھی مسلمانوں کو بھی میل ملاپ کی حرص ہوئی تو مجھے بہت ہنسی آئی۔ اور جب یہ بات مشہور ہوئی کہ اس گروہ کے قافلہ سالار طلیفہ شوکت

ہوں گے تو پھر میں اپنی ہنسی ضبط نہ کرسکی۔ نواب قریب ہی بیٹھے تھے انھوں نے کہا "کیوں دیوانی ہوگئی ہو۔ کیوں اعزاز کو تضحیک ہے۔ یہ بلا وجہ کی ہنسی کیسی؟" میں نے جواب دیا "پاگلوں میں سے شمس میں تو خود کے فضل سے ابھی غافل نہیں ہوں۔ پاگل ہیں تمھارے مسلمان بھائی ہوں گے جن میں باپ دادے کا پیرہے چند [illegible] افتراقیہ مسلمان [illegible] کو [illegible] کا ایمان دیتے پھرتے تھے کہ یہ لوگ مخلوط انتخاب کے درپے ہیں۔ اسی لیے انھوں نے [illegible]

۔۔۔ انڈیا جان

"ڈولی نہ کہار بی بی ہوئیں تیار"

سرکاری مراعات کا گھوڑا تو ابھی ہاتھ نہیں لگا۔ لہٰذا اسواری کے لوازم بار دوش ہیں"

ہندوؤں سے رشوت لی ہے یا کانگریس نے ان کے ایمان مول لے لیے ہیں۔ اگر مخلوط انتخاب ہوا تو ہندو ایسے ہی لوگوں کو ممبری کے واسطے انتخاب کریں گے جو اُن کے زر خرید غلام ہیں اور جن کا ایمان کوڑیوں کے مول بک چکا ہے اور ملکی کونسل کو ندوۃ العلما کی مرکزی کمیٹی ہونا چاہیے جب تک ہم جداگانہ انتخاب کا مطالبہ نہ کریں انتظامی کونسل میں ندوۃ العلما کی مرکزی کمیٹی یا مدرسہ دیوبند کی شان پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس بات کا چرچا کئی سال سے ہو رہا ہے جناب صاحب

بھی ابتدا میں یہی کہا اور مرحوم مولوی محمد علی نے بھی ایسی پیچیں لگائیں کہ اُن بچوں کے ساتھ مخلوط انتخاب ممکن ہی نہ رہے۔ انھوں نے کہا کہ دریا میں پوشاک سمیت اترنے کو ہم نہیں منع کرتے مگر دیکھو خبردار کپڑے بھیگنے نہ پائیں۔ بعد ازاں کئی مقاموں پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوب پھٹ ہوئی اور اس مار پیٹ کو افتراقیوں نے مخلوط انتخاب کے مؤیدوں کے خلاف تعصب کی آگ بھڑکانے کا ایک نہایت مضبوط ذریعہ قرار دے کے خوب کام نکالا۔ مزہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے بھی اس آرزو کے ہوتے ہوئے کہ انتخاب مخلوط ہو مذہبی عناد کو لمحہ بھر بھولنے کی مہلت نہ دی۔ اور ایسی پٹی باندھی کہ جو مسلمان ملکی معاملات میں ان کے ہم خیال تھے وہ بھی اپنی جگہ پر کھسیانے ہو کے بیٹھ رہے۔ حکومت نے دیکھا کہ جداگانہ انتخاب کے حامیوں کا پلہ بھاری ہے۔ لہٰذا اسی طرف ہمیں جھکنا چاہیے۔

ہم سل بدست آید و ہم یار نہ رنجد

مختصر یا تطلّع اور جداگانہ انتخاب پر صاد کر دیا۔

میں یہیں تک کہنے پائی تھی کہ نواب صاحب بول اُٹھے "پھر اسی ہنسی کا کون سا محل ہے؟" میں نے کہا۔ "تمھیں عقل ہوتی تو میری طرح تم بھی ہنستے۔ ایسے ہی موقع عقلمندوں کے ہنسنے کے ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا میں ہوں ہیں نے کئی مرتبہ تمھاری چہیتی جان پر چھنالے کی تہمت لگائی کہ وہ خدمتگار سے ملی ہوئی ہیں۔ تم انکار کرتے رہے کسی طرح یقین نہ آیا۔ کیا تمھیں یاد نہیں کہ رات کے وقت تم سلیپر پہنے ڈیوڑھی میں گئے وہاں اندھیرا تھا خدمتگار لنگوٹا باندھے کی آڑ میں کھڑا تھا وہ سمجھا کہ تمھاری چہیتی جان وعدہ پورا کرنے آرہی ہیں اور موئے نے تم کو دبوچ کے پیار کر لیا۔ جب تم نے ڈانٹا کہ یہ کون حرامزادہ ہے تو وہ گھگھیا کے کہنے لگا "میں سمجھا تھا کہ بیگم صاحب ہیں حضور معاف کیجیے گا۔ خطا ہوئی۔" تم ایسے کیگلے ہو کہ اُس پر بھی تمھیں یقین نہ آیا اور آخر میں نے رمضان لگ کے مہینے قرآن النحیین کے وقت تم کو سارے کرشمے آنکھوں سے دکھا دیے۔ ہٹ دھرمی کہاں تک چلتی تمھیں بھی ماننا ہی پڑا۔ وہ بھی گھر سے نکالی گئیں اور خدمتگار بھی۔ اب اگر اس واقعہ کے بعد میں تم [illegible]

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

ایک گراموفون کی طرح سُر و لے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

1932
REGISTERED
ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
PUNCH
سالانہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

تارے تک پہنچا سمجھے بھگ پہونچی۔ مگر زمین کا بچار دیا غائب نکلا ہوا جیسے دسک والی عورت کا حمل بیک سمانے عورتیں والو ابھار تھا اڑ گیا غارت ہوئے تو لوگوں کی آنکھ چوٹی تک نہ پہونچی تھی تن تن کے دیکھتے تھے اب آگے کو جھکتے اور بہل کھاتے ہیں یا پچھی نخرے کی تاریکی کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔ ابلیس غلط نفس چھوٹا۔ شاگردوں کا نام یاد رکھنا فضول۔ جب بھی اس پہاڑ پر بھی دلچسپی کے نخرے میں اگر پھوٹا تو نخرے کے ٹل ہے نہ زمین خالی ہے نہ آسمان۔ تاروں بھری رات ہو اور پلنگ پر چت لیٹ کے دیکھیے تو وہاں بھی نخروں کے تیر شہاب الثاقب کے پیروں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ کیا ہے؟ اہل سما کہتے ہیں تارا ٹوٹا۔ دو گرے لڑے۔ یہ بھی نخرہ ہے یا انصیں کہتی میں ہوا شیطان آسمان کی طرف تازہ نخرے کی تلاش میں گیا تھا اچھا ہوا کہ موذی پر تیر برسے۔ ہم کیا جانیں اصلیت کیا ہے۔ کائنات کل نخروں سے معمور ہے اس لیے ہمیں تو نخرہ ہی نخرہ سوجھتا ہے۔ اور یہ دُم دار ستارے جنھیں "جھاڑو تارا" کہتے ہیں یہ کیا ہے؟ ۔ اجی یہ بھی نخرہ ہے۔ کچھ دنوں اُدھر بڑے بڑے حکیموں نے یہ نخرہ نکالا "الحائیلی" نام کا جو نخرہ جھاڑو کی صورت میں نازل ہوا ہے (کوئی صاحب ہمارے لاٹ صاحب کو اشتراک اسم کی وجہ سے نخرہ تصور نہ فرمائیں) اس کا اثر زمین تک پہونچ گا یعنی یہ جھاڑو سطح زمین سے آبادی کا ستھراؤ کرنے گی۔ دنیا کی سمجھ میں نہ آیا کہ "این ہم نخرہ ایست" در دل میں الجھ گیا ادھر آسمان پر دُم کا ظہور ہوا اُدھر لوگوں نے سروں پر ہاتھ پھیرا کہ کیٹری سلامت ہے یا اس پر جھاڑو پھر گئی۔ جب عقلوں پر اچھی طرح جھاڑو پھر چکی تب معلوم ہوا کہ یہ نخرہ تھا جس نے زور باندھا تھا۔ لاحول ولا قوۃ ؎

بپرا ز سیال این معنی محقق شد بخاقانی
کہ نخرہ ہست این دنیا و دنیا ہست نخرانی

ماشاء اللہ نخرے کے کرتوت دیکھیے آسمان پر رہ کے زمین والوں کو ستاتا ہے۔

مشہور ہے کہ جس زمانے میں سہیل (یمانی ستارہ) طلوع ہوتا ہے سانپ پر بیہوشی اور بے خودی سی طاری ہو جاتی ہے گنڈلی مار کے بیٹھنا بھول جاتا ہے۔ اکثر عرض راہ پر کینچوے کی طرح لمبے لمبے لیٹے ہوئے نظر پڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ تو کہیے دھاک بندھی ہوئی ہے لوگ خوف کی وجہ سے نزدیک نہیں جاتے ورنہ دُم پکڑ کے سارا نخرہ نکال دیں۔ کیا معنے کہ سہیل کا نخرہ صرف گڑیا ہی کو بے بس نہیں کرتا بلکہ تریاق کا اثر بھی رکھتا ہے۔ حضرت افعی چوٹ کریں جب نخرہ زہر یا نے سمیت ہی باقی نہیں چھوڑی تو کیا ہو سکتا ہے۔ اور بیچارے سہیل یمنی کو خدا جانے حرامیوں کے ساتھ کیا دشمنی ہے کہ ان کے سایے میں کوئی حرامی نہیں سکتا اور آئے تو بچ نہیں سکتا۔

بی بی پیٹ سے ہیں سورج یا چاند میں گہن لگا ہے جب تک گہن پڑ رہا ہے جان عذاب میں ہے۔ اے ہے ایسا نہ ہو کہ میں چھالیا کتروں اور پیٹ کے بچے کی ناک اڑ جائے۔ کپڑا کھینچ کر توڑوں تو ٹانگ بل کھا کے بیٹے کو ہمیشہ کے واسطے لنگڑا بنا دے۔ ہندو تو اس نخرے سے اتنا ڈرتے ہیں کہ گہن پڑتے وقت کھانا پانی کام کاج سب چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر گھر میں پانی بھری لگن رکھی ہے۔ جسے دیکھیے اوندھا پڑا ہوا اس نخرے کے نظارے میں مصروف۔ شاعر کہتا ہے ؎

لے کر نقاب مُنھ پر سورج گہن دکھاؤ
ہم آنسوؤں سے اپنے پانی بھریں لگن میں

حالانکہ یوں کہنا چاہیے تھا ؎

لے کر نقاب مُنھ پر سورج گہن دکھاؤ
ہم نخرہ دیکھنے کو آنسو بھریں لگن میں

آسمانی نخرے بازی کا حال صرف دو ہی گروہوں کو خوب معلوم ہے۔ ایک شاعر دوسرے نجومی۔ یہ امر طے نہیں ہو سکتا کہ دراصل نخرہ شاعر اور نجومی کی طبع کا پیدا کیا ہوا ہے یا اپنی پیدائش میں یہ دونوں کاسنت گزار نہیں بلکہ حدوث داخل فی الذات ہونے کے باعث طبعی و فطری ہے۔ شاعر بھی انسان ہیں نجومی بھی انسان ہیں۔ ہم بھی انسان ہیں۔ انسان انسان ہی کی بات مانتا ہے۔ فلک اور نجوم سے سرگوشی کا اتفاق انسان کو ہوتا نہیں اس لیے ہم تو بھئی اپنے ہم جنسوں کی بات پر صاد کرتے ہیں۔ بے شک فلکیات نخرہ باز ہیں۔ شاعر

سمن بغرض انفصال مقدمہ

عدالت جناب لفٹنٹ خاں صاحب شیخ اکبر حسین صاحب آنریری منصف فتح پور مقام فتح پور ضلع بارہ بنکی

نمبر مقدمہ ۱۲۶۲ / ۱۹۳۱ء

باتا دین ولد زراعت قوم کرمی ساکن موضع گلیا پور پرگنہ و تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی مدعی

بنام

رام اوتار ولد پھیدی قوم کہار ساکن موضع گلیا پور پرگنہ و تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی مدعا علیہ

بنام رام اوتار ولد پھیدی قوم کہار ساکن گلیا پور پرگنہ فتحپور ضلع بارہ بنکی مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے تم پر ایک نالش بابت للعہ روپے کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء بوقت دس بجے دن مقام فتح پور ضلع بارہ بنکی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے واسطے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں تمہیں کو ابولنگی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔ مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔ آج بتاریخ ۱۶ نومبر ۱۹۳۱ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت	دستخط حاکم

گرانا ہے ؎

گرانا [illegible] کو دشمن ایجاد
ہم [illegible] کی شیشوں کو کیوں کیا برباد

دوسرا کہتا ہے ؎

ہفتۂ آدمی کی خانہ بربادی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جسکے [illegible]

پہلا شاعر بربادی کا سبب چرخ ناہنجار کو قرار دیتا ہے دوسرا شاعر چرخ کی ستمگاری اور دشمنی تسلیم کرنے کے بعد اپنے معشوق کو فتنہ پردازی میں دو ہاتھ چرخ سے زیادہ بلند کرتا ہے۔ دونوں کے نزدیک بہرحال نخرے بازی کا مجرم ہے۔ معشوق عشوہ طراز کی زلفوں کو ساون بھادوں کی گھٹا سے تشبیہ دینے میں بھی نخرہ مضمر ہے۔ چاہے بالوں میں الجھکر گھس جائیے یا کالے بادلوں میں گیسوؤں کے بال۔ علی ہذا القیاس دوپہر کے جلتے جُھلساتے آفتاب کی تشبیہ معشوق کے چہرۂ تابناک سے اصل ہذا کی جانب ایک لطیف اشارہ کرتی ہے جو خاص صفت عاشق کی نگاہوں کو دن دہاڑے چوندھیا دیتی ہے منہ جُھلستا ہے۔ دل جل بھُن جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب نخرہ مگر تا نہ باشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا۔ ہونگا ضرور کوئی انسان جس کے گال آفتاب ہوں۔ عربی اور انگریزی شعرا کی تعریف کی جاتی ہے کہ یہ کائنات کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں اور بقدر اپنی قوت اخاذہ کے مطالعہ کا نتیجہ نظم کرتے ہیں۔ بایں ہمہ نیچرلیت جب مقام تشبیہ و استعارہ میں پہونچتے ہیں تو ان کی حیثیت ایشیائی شعرا کے زرخرید غلام کی ہوجاتی ہے۔ اس سے ہمیں غرض نہیں کہ کون سا عنوان تخیل فطرت کے مطابق ہے ہم نے تو صرف اسی قدر دیکھا کہ انگریزوں کا معشوق بھی پھول ہے۔ خوبصورت چڑیا ہے پانی ہے ہوا ہے شبنم ہے اور اس کے علاوہ آفتاب بھی ہے چاند بھی ہے۔ بس یہی نخرہ ثبوت دعونے کے لیے کافی ہے یعنے تا نہ باشد چیز کے نیچرل شاعر نہ گوید کہ نگار بندہ خورشید او ست۔ (تفصیل چھوڑیئے اور نتیجوں پر نظر فرمایئے)۔

اب اہل تنجیم نے ان عالم بالا پہ بیٹھنے والوں کے نخرے بہت زیادہ بگھارے ہیں ان کا پلتا ہوا نخرہ یہ ہے کہ یہ انسانی مقدرات کو اجرام سماویہ کی فرمانبردار ملیے اور سگی جورو (سوتیلی نہیں) سمجھتے ہیں۔ اس جورو کا ہر کام اور کام کی بھلائی برائی وابستہ ہے۔ اجرام سماویہ (دولہا یا شوہر یا اسے جی) کی خوشنودی پہ۔ یہ فرماتے ہیں کہ ہر کام کے لیے سیارات کی تائید کی ضرورت ہے۔ مثلاً روز یکشنبہ کو لیجیے یہ دن ایک ستارے کی طرف منسوب ہے اور یہ ستارہ قوی موثر ہے اعمال انسانی میں۔ اس میں عمل تسخیر پڑھیے تو نافرمان معشوق نافرمانی کا نخرہ چھوڑ چھاڑ غلام بے دام بن جائیگا۔ اور اگر مکان بنائیے تو سبحان اللہ شاعر فرماتا ہے ؎

اے از تو لیسے منزل و مسکن آباد
ہرگز کہ کنی عمارتے را بنیاد
تعمیر بنا بروز یکشنبہ بین
تا زیست دریں بنا شوی خرم شاد

دوسرا فائدہ سنیے ؎

برگ تنبول روز یکشنبہ گر خوری فائدہ شود دلخواہ

علی ہذا القیاس روز دوشنبہ کہ یہ بھی ایک سیارے کی طرف منسوب ہے منجم شاعر فرماتا ہے ؎

روز دوشنبہ آئینہ بینی روئے دولت ہر آئینہ بینی

خدا جانے اس نامعقول سیارے کو آئینہ کیوں اس قدر محبوب ہے کہ جو کوئی آئینہ دیکھنے کا نخرہ کرے بس اسکو ملے اسی کی تمام سعی مشکور۔ فرماتا ہے ؎

اے یافتہ از مردم دانا یعنی فکر با او کرد مسعود و دوشنبہ سفر
آغاز سفر اگر درین روز کنی یابی ز خدا سعادت و فتح و ظفر

نخرہ فرماتا ہے۔

روز سہ شنبہ گر خوری کشنیز زیر سبب جلالت شود ہمہ چیز

فرماتا ہے ؎

چہارشنبہ اگر خوری جغرات باز گردی بحشمت و درجات

ایضاً ؎

گر فکر تو با قضا مشابہ باشد ہر روز کنی آنچہ ترا پیہا باشد
از بہر علاج گر تو ہی دارو باشد کہ بروز چہارشنبہ باشد

ایضاً ؎

پنجشنبہ خوری چو قند سیاہ پنج خود بر آری دولت و جاہ

ایضاً ؎

پختہ گوشت روز جمعہ بخور دامن خویش کن ز گوہر پُر

ایضاً ؎

روز شنبہ اگر خوری ماہی زود یابی ہر آنچہ می خواہی

ایضاً ؎

اے بخت تو پرسند اقبال سوا روزیکہ کند مرغ دولت قصد شکار
باید کہ شود در روز شنبہ ایکار تا چرخ فلک نہد مرادت بکنار

فرمائیے حضرات اگر ازو عرش تا فرش نخرے پر کام مبنی نہ ہوتا تو ایسے چھوٹے چھوٹے نخروں سے بڑے بڑے کام کیونکر نکلتے۔

(باقی آئندہ)

راقم :- نخرہ نویس
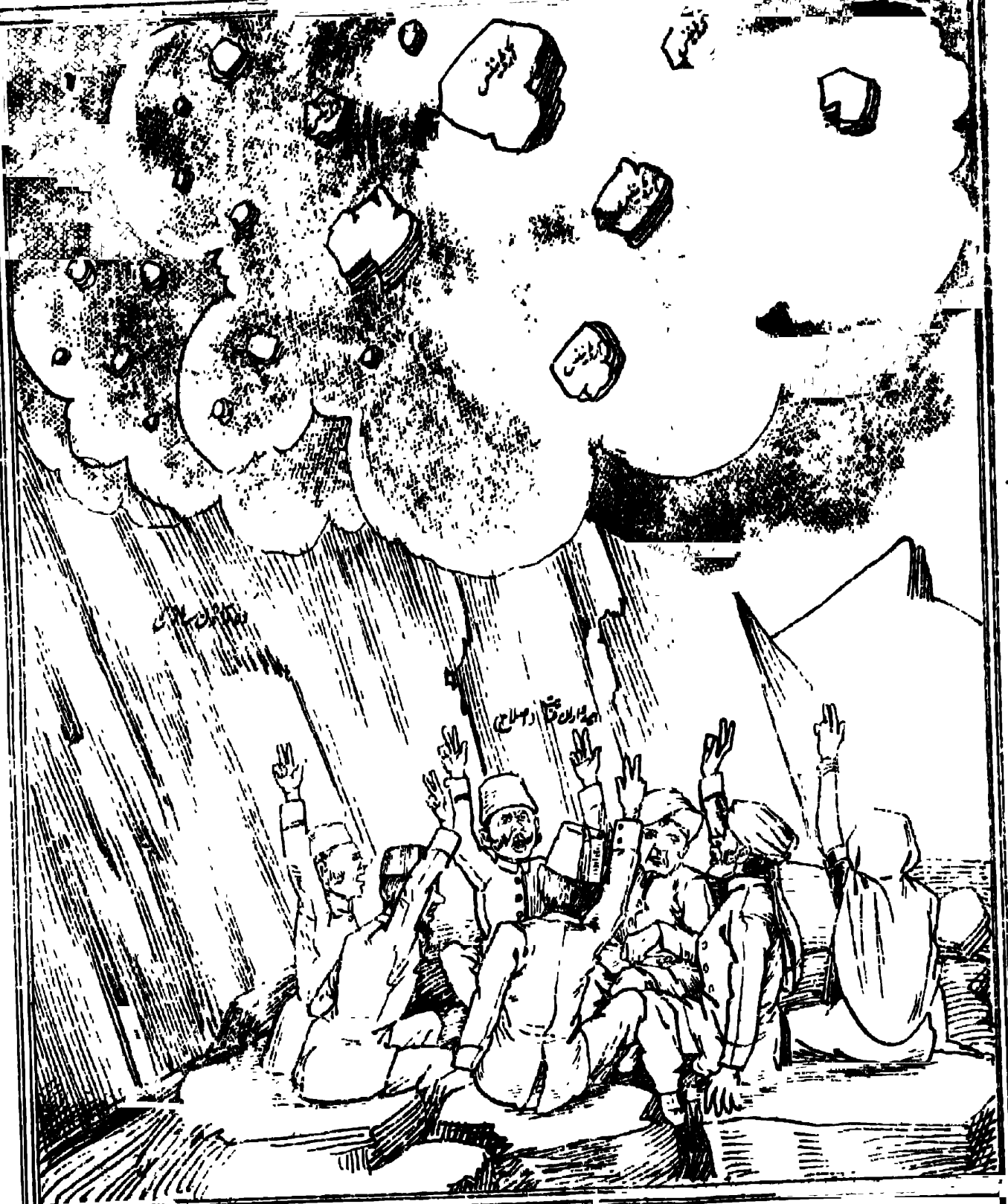
ارے یہ کیا! یہ کیا!! یہ کیا!!!

گھبراؤ نہیں یہ تمام پتھر آپس میں ایک فےات ہو کے الماس کی چٹان بن جائینگے

دنیا کی
عظیم الشان نمائشوں کے مقابلہ
میں پائے ہوئے اعلیٰ درجہ
کے تمغے
عمدگی مال کی ضمانت ہیں
نے باہمی شکر رنجی دور کرنے کی یہ
تدبیر نکالی کہ تار دے کر اس کارخانہ سے
عمدہ خوشبو کے عطر منگائے اور اپنی محبوب
بیوی کو تحفہ پیش کیے وہ عطر دیکھکر اتنا خوش ہوئیں
کہ خاوند کی پچھلی تمام باتوں پر خاک ڈالی اور شیر و شکر ہو کر مثل سابق
زندگی بسر کرنے لگیں۔
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ

مولانا پنچ کی نوٹ بک

"گر کر دو کر نیا فت"

"ہلدی چونے کی ضرورت"

بی بی کی دشمنی میں میاں نے اپنے صاحبزادے کو غیر کر دیا۔ اُس نے ماں کی اطاعت چھوڑ دی۔ بچہ پہلے حرامزادی۔ بیہودہ چھنال کا لقب پدر بزرگوار کی زبان سے مادر محترمہ بازوجہ مکرمہ کے حق میں سنتے سنتے صاحبزادے نے بھی "ماں" کہنا چھوڑ دیا۔ پہلے تو ماں نے چاہا کہ بچہ یہ عادت چھوڑ دے پھر دل سے کہا کہ "او جی۔ عورت اور ہندوستان کی عورت یہی القاب سننے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ سسرال تو سسرال میکے میں بھی شریر بھائیوں کی زبان کھلی ہوئی تھی وہ کہتے تھے اور میں سنتی تھی۔ اپنے پیٹ کا نکلا ہوا بچہ پیارے پیارے منھ اور توتلی زبان سے جو چلبلی۔ بہلا جاوی۔ کُتیا" کہتا ہے تو اس پر صبر ہی کرنا لازم ہے۔ اُسکے ابا کی خوشی بھی آج ہو جائیگی اور کل اگر میاں کے انجر پنجر بڑھاپے نے ڈھیلے کر دیے اور صاحبزادے کے اطوار یہی رہے تو الٹی آنتیں میاں کے گلے پڑیں گی۔ میرا بدلا ہو جائے گا۔" آخر یہی ہوا۔ باوا جان کے دیکھتے دیکھتے صاحبزادہ ماشاء اللہ جوان ہو گیا۔ اُدھر جوانی کا زور ادھر ضعیفی کا۔ عادتیں بگڑ چکی تھیں ایک طرف اُبوت کا دعویٰ دوسری طرف اعضا کی قوت کا گھمنڈ۔

میاں نے کہا "اُوہ حرامزادے نے پسلیاں توڑ دیں" بی بی بولیں "لاؤ میں سینک دوں کہیں سے ہلدی چونا لا دو تو لگا دیا جائے۔ (ہلدی آئی تو) ارے یہ اتنی سی آدھی چھٹانک ہلدی؟ دُوئی پہ کے دن کام دے گی؟" میاں: "تو کیا عمر بھر ہلدی چونے کا لیپ لگایا جائیگا؟"

ماں تو گویا بڑے مزاج اٹھانے کی عادی ہی تھی وہ سنتی اور سہہ جاتی مگر والد محترم آخر مرد تھے کب تک سہتے۔ "پدر با پسر بگلید و کو ہک خورد" پیٹے اور سعادتمند صاحبزادے کے ہاتھوں خوب پٹے۔ گویا مکافات عمل تھا یہ چپڑ قلیہ مردار حرامزادی "کا مرجع وہی بنی"

بی بی: "تو کیا آج مار کھا کے پھر شکھاؤ گے؟ مجھ پر زبان کھلی تھی تم پر اُن کا ہاتھ کھلا ہے۔ وقت بے وقت کے لیے ایسی چیزیں گھر میں پڑی رہیں تو اچھا ہے۔ مگر دہ مار کھانے کی نشانی، جیسی عادت ڈالی ہو ویسا ہی بھگتان بھگتو۔"

راوی کہتا ہے کہ پھر تمام عمر صاحبزادے ہر روز قبلہ گاہ کو سیدھا کرتے رہے۔ یہی حال ہندوستانیوں کا ہے۔ انھیں مذہبی یا ملکی حقوق کے لیے لڑنے اور ایک دوسرے کو ناسزا کہنے کی تعلیم اخبار نویسوں نے دی۔ یہ تعلیم طرح طرح کے بھیس بدلتی رہی۔ کبھی واعظ اور پنڈت بنی کبھی پولیٹیکل لکچرار کبھی ادیب ماہر۔ کبھی فصیح و بلیغ مورخ۔ اُن اہل قلم نے اندیشۂ بد ذیک سے تعریض کر کے ہر بھیس کا استقبال کیا۔ اور ناسزا گوئی کو حُبّ قومی و ملکی و مذہبی باور کرانے کی کوشش کی۔ ہندوستان کے تمام فرقے دوسروں کے محکوم ہیں۔ اس وجہ سے فرزند مذکور کے پدر نامعقول کی طرح آزادی کے ساتھ یہ مقصد پورا نہ کر سکے۔ لڑتے لڑتے اور مار کھاتے کھاتے ہر فرقہ الجھیا گیا۔ نہیں معلوم کہ لڑائی میں ضعف آیا ہے یا اعضا و جوارح میں۔ لیکن یہ محسوس ہوتا ہے کہ تھک ضرور گئے ہیں۔ جب الہ آباد میں اتحاد و اتفاق کی فریاد بلند ہوئی تو ہلدی چونے کی مقدار معلوم کرنے کی بھی آرزو تھی۔ اب تک ہم یہی پوچھتے رہے کہ "بھائی کتنا ہلدی چونا آیا؟"

دیکھ شیرا سنبھل کے

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

بے نظیر کتاب جس نے [illegible]

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر و لَے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ ... قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جز و علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُن سے نقل کی گئی ہیں بلطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ اُنکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ نازش بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا الغرض مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔ منیجر اودھ ... لکھنؤ

جلد ۱۶ نمبر ۴۳

مضامین

(مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء)

نظم

(از حضرت [illegible] احمق پھپھوندوی)

پھر اجل ہی سے علاج تپ فرقت ہوگا — کارگر اب نہ عرق ہوگا نہ شربت ہوگا

جو منافی خیالات رعیت ہوگا — نیست نابود وہ ہر طرز حکومت ہوگا

بوسہ پانہ سہی پیٹ کی ٹھوکر ہی سہی — ان سے جو ہم کو ملے گا وہ غنیمت ہوگا

زندگی مجھکو فنا ہو کے ملے گی اے قوم — تیرا جینا ترے مرنے کی بدولت ہوگا

دوزخ اے زاہد مغرور ہے پھر کس کیلئے — واقعی تو ہی اگر داخل جنت ہوگا

دیکھو اس بت سے نہ مل اے دل ناداں ورنہ — غیر کی طرح کسی روز فضیحت ہوگا

بزم دشمن میں تمھیں جس نے رد و کد کیا — کوئی ناواقف آداب محبت ہوگا

دل کا صدمہ نہیں رونا تو مجھے حال کا ہے — کیا خبر تھی کہ یہ انجام محبت ہوگا

عہد تیرا ابھی کسی وقت میں اے پیر فلک — اس بت ظالم و جابر کی حکومت ہوگا

مفلسی کے یہی دم خم ہیں تو انشاء اللہ — کبھی اسلام کا پھر دور حکومت ہوگا

احمق ارباب کی تفریح و تفنن کے لیے
میں نہ ہوں گا تو مرا ساز حماقت ہوگا

✻

(از سید ضمیر حسن صاحب آگاہ)

نہ جانے کیا سمجھتے ہیں زمانے کے حسیں مجھکو — کہ باقر خوانیاں غیروں کو اور نان جویں مجھکو

پھسل جاتی ہیں راہیں۔ زین گل کچھ نہیں ممکن — لیے پھرتی ہے تنگی پیٹھ پر [illegible] زمیں مجھکو

یہ انگلش سوٹ یہ کھدر کی ٹوپی واہ کیا کہنا — کہیں گے کیا اگر وہ دیکھ پائینگے کہیں مجھکو

بہت اکڑو نہ چکنے چپڑے جنٹلمین بن بن کر — ابھی ہے یاد بہتی ناک بھیگی آستیں مجھکو

مری قسمت کہیں مجنوں کی قسمت سے زیادہ ہے — ملا تھا نجد کا جنگل اسے۔ باقی زمیں مجھکو

جلا کر مار کر فرقت نے ایسا کر دیا عادی — کہ مر کر بھی نہ آیا موت کا اپنی یقیں مجھکو

وہی اب پوچھ کیا کیسے کہ سنگ در پہ سخت آمد — مقدر تھا یہی گھسنی پڑی اپنی جبیں مجھکو

حسیں ننگے نہیں لیکن جہاں کیا دکھاتے ہیں — یہ آدھے پائینچے اور اک تہائی آستیں مجھکو

[illegible] — جہاں دیکھا آتی ہیں بنائی ہیں وہیں مجھکو

تنے بیٹھے ہیں دونوں عشق کے منہ زور ٹٹو پر — [illegible] لیکن کہیں اکو کہیں مجھکو

صدا آگاہ یہ اک بچۂ خاکی کی آتی ہے
بہت روئے گی اپنی گود میں لیکر زمیں مجھکو

منطق رسوم [illegible] انجمن اتحاد الہ آباد

مثل مشہور ہے "ٹوٹکوں سے گاج نہیں ٹلتی" گاج دیہاتی زبان میں غضب الٰہی کو کہتے ہیں۔ بات ہے ٹھیک مگر کوئی مانتا نہیں۔ اگر مانی جاتی تو پھر کوئی کیوں ٹونے ٹوٹکے کرتا۔ چار دن اُدھر کا ذکر ہے کہ نواب صاحب کو بڑھاپے میں بیاہ کا شوق جھرجھرایا تو دوسرا محل بسایا۔ محل تو بسا مگر انھوں نے مگر ناک میں دم ہوا میرا۔ جس عزیز کو دیکھئے سیدھا میرے پاس چلا آتا ہے۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم سواری اُتروا لو" "کہاں سے آئی ہے؟" "نور باغ سے" آئیں۔ خداوندا خیر کرنا کیا ہوا جو آج بڑی نند صاحب خلاف معمول بغیر اطلاع کے چلی آئیں۔ دل میں کھٹکے لگ گئے۔ مگر معلوم ہوا کہ سوت کا رونا رونے آئی ہیں۔ آتے ہی ذکر چھیڑ دیا "یہ بھیا کو اس عمر میں کیا سوجھی تھی؟ خدا رکھے فرزد افروز بیگم کو اس کی شادی کرنی تھی۔ بیٹھے بٹھائے نیا درد سر خریدا" میں نے جواب دیا "یہ سب باتیں آپ کو اپنے بھائی سے پوچھنی چاہییں میں کیا جانوں کسی کی مصلحت؟"

آخر انھوں نے بہت رازداری کے ساتھ میرے کان میں فرمایا کہ منگل اتوار سات کنکریاں نمک کی۔ سات پتیاں نیم کی لو اور کنویں میں اُس موی کا نام لے کے ڈالو۔ ایک بوا ایک ہے جو ہفتہ بھر بھی موی کا قدم گھر میں ٹکے تو جب ہی کہنا۔" میں نے کہا "اے بہن کہیں "ٹوٹکوں سے گاج ٹلتی ہے" یہ کہنے لگیں اے بی بیٹھو۔ اسی سے کہتے ہیں کہ عورتوں کو پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے۔ بزرگوں کی تمام باتوں کو وہ لغو سمجھنے لگتی ہیں۔ یہ ہماری بار ہا کی آزمائی ہوئی ہے۔ اور تم کہتی ہو کہ ٹوٹکوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ کیوں نہیں ہوتا ہے تم اس پر عمل کر کے تو دیکھو۔ [illegible] کیسا۔ کئی سال تک خواہ مخواہ نیم کی پتیوں اور نمک کی کنکریوں کا نقصان ہوتا رہا کنویں کے پانی کا مزا کڑوا اور کھاری ہو گیا مگر نواب کی شوریدگی میں کوئی خلل نہ پڑا۔ کئی سال کے بعد میری تدبیروں نے اُس بندی کو گھر سے نکلوایا۔ اب اُن کی بڑی بہن تو نیم کی پتیوں کے اثر کی قائل ہیں اور میں اپنی منطقی تدبیروں پر نازاں۔ یہ فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا کہ ٹوٹکے سے گاج ٹلی یا میری کاٹ پھانس اس کی بانی ہوئی۔ کوئی قوم ٹوٹکے ٹونے سے خالی نہیں۔ انگریزوں کو دیکھو۔ سنتی ہوں کہ راستے گلی میں انھیں اگر گھوڑے کا نعل گرا ہوا مل جاتا ہے تو فوراً برکت کے لیے اٹھا لیتی ہیں۔ عرب کی قوم پہلے بھی ٹونے ٹوٹکے پر عمل کرتی تھی اور آج اسلام پھیل جانے کے بعد بھی بدو عرب آج بھی جب کسی کو سانپ ڈس لیتا ہے اُسے سونے کا گہنا پہناتے ہیں اُس کے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ یہ پختہ خیال ہے کہ اس ٹوٹکے سے زہر اُتر جاتا ہے۔ اور اگر سونے کی جگہ رانگے کا زیور پہنا دو تو پھر مریض نہیں بچتا مر جاتا ہے۔ پڑھے لکھے آدمی کہتے ہیں کہ سونے میں سانپ کا زہر دفع کرنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ اور بھانج اس لیے لٹکاتے ہیں کہ مریض سونے نہ پائے

لے قلم پکڑو

ابوالوقت :- "سنو جی سال ختم ہو رہا ہے ان بارہ مہینوں میں جو کچھ ہوا اس پر خوشنودی کے دستخط کر دو۔ لے پکڑو قلم"

انڈیا جان :- "ہاں ٹھک ٹھک تو بہت ہوئی تمہارے صدقے میں۔ مگر ہاتھ قابو میں نہیں قلم کون پکڑے۔

صاحب تو میرے مختار عام ہیں۔ راضی نامے پر دستخط کرنے کا اختیار بھی ان کو ہے"

بسرپرستی حضور نظام خلد اللہ ملکہ
جاری شدہ
دنیا کی عظیم الشان
نمائشوں میں
پائے
ہوئے
اعلے درجہ کے
تمغے
ضمانت
حسن کی دلفریبیوں
کو دو بالا کرنے کی خواہش نسوانی
فطرت میں داخل ہے۔ اسکی رعنائی
کے عطر اور تیل اسے بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں
فہرست مفت
طلب فرمائیے
نرخ مقابلۃً ارزاں
ہیں تاجروں کے ساتھ
خاص رعایت ملحوظ رہتی ہے۔
تار کا
پتہ
"حنا" لکھنؤ
صغیر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
ٹیلیفون
نمبر
۱۳۹ لکھنؤ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۸۴ — اودھ پنچ لکھنؤ سنہ ۱۹۳۲ء

غذائے روح

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں

اور

ایک گراموفون کی طرح سُر دے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصۂ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصۂ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کر زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائکی اور اُنکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دُھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیئے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا اور نہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا درحقیقت مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصۂ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ پنچ، لکھنؤ

1932
ظریف ہفتہ وار
اودھ پنچ لکھنؤ
OUDH PUNCH
سالانہ
ششماہی
دس سال
M B KHAN ARTIST LUCKNOW
ممتاز المطابع کٹہری باسٹریٹ لکھنؤ میں چھپکر باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین ملک اللہ ایڈیٹر شائع ہوا

بنگالہ کے سروں پر سوار تھا لگے دکھانے تاشے دکھانے
ہر شہر میں جا ضرابت ہونے لگی۔ جسے دیکھیا کشتے ہر
ہر لیڈر کا افشا ہو گا جو دیکھا طرح سا تھا۔ ہر درخت
کے دو شاخے میں مرغ سا لٹکا رہ نصب۔
ہر قریہ میں گشت و خون ریزی کا بازار گرم اور حریفوں
کی کھچڑی مچی تھی جاری۔
جب سب ولیٹ پورے ہو گئے تو پیر غش آیا اب
وہ وقت ہے کہ چڑیاں کھیت چن گئیں۔ میاں قرار چکا
ساغر لوٹ چکے سب ہو گئے۔ ساقی نو دو گیارہ

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(ضابطہ دیوانی ... قواعد ادارہ مجریہ ضابطہ دیوانی)

نمبر مقدمہ ۲۰۳ بقایا لگان پنچ داری ضمن ۲
بعدالت جناب بابو ... صاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم
تحصیل ... ضلع ہردوئی
کنور ... سہائے تعلقہ دار ... ساکن ... مدعی

بنام

کیدار ناتھ وغیرہ پنچ داران محال ... پرگنہ ... مدعا علیہم
... برہمن
۲۔ ... برہمن } پسران ... برہمن ساکن ... سیاپان
۳۔ کاشی پرشاد
۴۔ گنگا پرشاد } پسران گوکل برہمن ساکن ... سیاپان
۵۔ ... پرشاد ... ساکن ... پرشاد ... ہردوئی میں ...
۶۔ الٹا پرشاد ولد ...
۷۔ ... لال ولد رام ... } اقوام ... ساکنان ... تحصیل ... گنج پرگنہ ... ضلع اناؤ ... ساکن
۸۔ ... رام ولد ... دت
۹۔ شیو رام } پسران ... برہمن ساکن ... سیاپان
۱۰۔ ... ولد ... مقیم ... ہردوئی ...
... ساکن ... سیاپان مدعا علیہم
واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت لگان بقایا لگان
کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ ماہ دسمبر
۱۹۳۲ء بوقت ۱۰ بجے کچہری ... بذات خود یا معرفت
وکیل کے جو ... کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور
جو کل امور اہم متعلق مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ
کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر
ہو اور جواب دعوے کی کرو اور ... تاریخ جو تمہاری
حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز
ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو حاضر
اور ... دستاویزات جن پر تم بنائے دعوے یا اپنے جواب دہی
کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔
اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے
تو مقدمہ بغیر حاضری تمہاری کے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲۲ ماہ نومبر
۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

ہوئے۔ ایک سیاسی کانفرنس ہو چکی دو ہو چکیں حکومت
کو جو کچھ اس باہمی لڑنے بازی سے فائدہ اٹھانا تھا
اٹھا چکی اور تیسری کی باری آئی تو معلوم ہوا کہ اگرچہ
"لونگوں سے گانٹھ نہیں ٹلتی پھر بھی اتحاد و
اتفاق کا ٹوٹکا ضروری ہے" جھاڑ پھونکوں
کو ملا پڑھا جاپ کریں۔ بلاد ملا سیانوں کو پڑھیں
... سحر کی عداوت الریح سلیمان بن داؤد
علیہا السلام " خدایا ہمارے دشمنوں کو اس طرح
تسخیر کر دے جس طرح ہوا کو سلیمان بن داؤد علیہما السلام
کے لیے تسخیر کیا تھا) ادھر تو عمل تسخیر پڑھا جا رہا ہے
اُدھر اس عنوان کے مضمون شائع ہو رہے ہیں۔
(۱) "ایک مسلمان بال بچوں کو لے بھاگ گیا ہندوؤں
اپنی آبرو مسلمان غنڈوں سے بچاؤ" (۲) نام نہاد
مسلم کانفرنس الہ آباد کی اتحاد ... انجمن کی قرار داد
سے بالکل متفق نہیں۔ بروز اگرام شنبہ بوقت غیر
موقت ماہ چہار دہم ہندوستانی مسلمانوں کی ایک
بہت بڑی اور موقر جماعت نے اس کارروائی پر
لکھنؤ کا جو الہ آباد میں نام نہاد مسلمانوں یا ہندوؤں
کے کاسہ لیس خوشامدیوں نے منظور رکھے ہیں مسلمان
ایک انچ مولانا محمد علی مرحوم کے ٹوٹکا آمیز فارمولا
سے پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں۔ ہم وزیر ہند اور
مسٹر ریمزے میکڈانلڈ کو پرزور تنبیہ کرتے ہیں کہ جو
کچھ مسلمانوں کے حق میں حکومت کی جانب سے
فیصلہ کیا جا چکا وہ بالکل اٹل ہے اور باوصفیکہ
وہ اسلامی مطالبات کی ادنیٰ قسط ہے تاہم سردست
منظور کر لی گئی ہے"
ایسی حالت میں زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ باہمی
اعتبار قائم کرنے کے واسطے کوئی چلتا ہوا ٹوٹکا
کیا جاتا۔ جو بھرم قائم ہوتا سا کھ درست ہوتی۔
بے اعتمادی اور بدگمانی کی گانٹھ ٹلتی۔ کوئی منطق
اس قیاس کو باور نہیں کر سکتی کہ بغیر اعتماد کے کوئی
انتظام چل سکتا ہے۔ باہمی بے اعتمادی نے نئی گانٹھ
یہ پیدا کی ہے کہ گورنروں کو بھی خاص تحفظی اختیارات
قانون شکنی و قانون سازی نئی قسط میں دیے گئے
ہیں اور وائسرائے کو بالاے ہمہ صوبے کی حکومتیں کی زاد

کبھی جائیں گی غور سے دیکھا جائے تو تحفظ کا پھوڑا
اسی مادے نے تیار کیا ہے جو باہمی بے اعتمادی نے
ہندوستانیوں کے ڈیل یا دل میں جمع کیا تھا۔ کیا
معنے تحفظ کی ضروریات دو اندیشوں نے سجھائی
ہے ایک تو یہ کہ حکومت کے ذاتی فوائد جو ہندوستان
سے وابستہ ہیں وہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں یہ معنوی
اندیشہ ہے دوسری یہ کہ ہندوستان کے چھوٹے چھوٹے
گروہ کہیں بڑے گروہوں کی تعدی سے پس نہ جائیں
یہ لفظی اندیشہ ہے اسی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہی وہ
اندیشہ ہے جسے چھوٹے گروہوں کی چیخ پکار نے مضبوط
و مستحکم کر دیا ہے۔ یہی وہ گانٹھ ہے جو کسی ٹوٹکے سے
نہ ٹلی۔ ہندوؤں کے آپس میں جو گانٹھ حائل تھی (تفریق)
اسکے مٹانے کی گاندھی نے بنیاد قائم کر دی ہے اور
چند سال میں یہ گانٹھ بغیر دوامی صوم (برت) کے
رفع ہو جائے گی لیکن مسلمانوں کی گانٹھ ٹلتے نظر نہیں آتی۔
اس وقت جو مسلمان مخلوط انتخاب سے ناراض ہیں انکی
تعداد قلیل ہے۔ حکومت اعلان کر چکی ہے کہ اقلیت
کے حقوق کی حفاظت ہمارا فرض ہے کیوں صاحبو! کیا
مسلمانوں کا یہ چھوٹا گروہ قابل تحفظ نہیں؟
اگر ہے تو پھر کس امید پر تم یقین کرتے ہو کہ اس اسلامی
اقلیت کا تحفظ نہ کر کے حکومت اپنے سر منت کا الزام
لے گی؟ اتحاد کانفرنس نے جتنا زور اس وقت تک
صرف طریق انتخاب کی گانٹھ ٹالنے پر صرف کیا ہے
وہ بھی باہمی بے اعتمادی کی بدولت رائگاں ہوتے
معلوم ہوتا ہے۔ (باقی آئندہ)

راقم منطق آرا بیگم

لاوارث بچہ

جدید اصطلاح میں ہندوستان کی ہر اکثریت کا نام ہے جو بلحاظ
تعداد میں جس قدر زیادہ ہے اسی قدر لاوارث ہے لاوارث
ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ہر اقلیت اُس کے کسی حق کو تسلیم
کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہے علاوہ اسکے ہماری گورنمنٹ کو
ہر اقلیت کی وارث حقیقی وہی ہے اس لحاظ سے امید نہیں
ہے کہ لاوارث گروہ اس وقت تک پنپ سکے یہاں تک
تک کہ لاوارثی کی بدولت بلکتے بلکتے رائی سے کالی نہ ہوجائے
لہذا اگر لاوارث گروہوں کو ایک وارث کی ضرورت ہے
تو کچھ دنوں تک نیت باندھ کے افزائش نسل کے سلسلے
کو توڑیں۔ ان کی اس نفس کشی اور ریاضت کے مقابلے
میں وارث رکھنے والے گروہ نسل بڑھانا شروع کردیں
تو کسی نہ کسی حد تک پہونچ کے مساوات کا درجہ حاصل کریں
کم تعداد میں ایک ایک بڑھاؤ اور زیادہ تعداد سے ایک
ایک گھٹاؤ یہ پر رحیمی ہے کہ جب تک یہی کارروائی نہ کیجائے

ورنہ طرح حسد اور باہمی مناقشے کا خوف ہے۔
ہندوستان میں لوگ کسی حرکت میں غرض سے خالی نہیں
کرتے کہ کمزور دل لوگوں کو قدرت حاصل ہو اور دولت ملک کے
کام آئے۔ وہ تو صرف اپنے مقابل کو ہر اک حرکت میں بتانے کی
نیت سے ملک کے انتظامات اور معاملات میں شامل ہونا چاہتے
ہیں جب حال یہ ہے کہ فلاں اور جو کا خیال خواہ مخواہ بیٹھا
ہے یارو ایک دوسرے پر اعتراضات کی بوچھار کرتے ہیں
مگر بیکر کر وہ تنگ ہو کر یک لخت ان تو جھگڑے ختم ہو سکیں۔
اعتراض کی گنجائش ہر واقعہ میں نکلتی ہے۔ ایک صاحب نے
اپنی جورو کو دنیا کی نکتہ چینی کا تماشہ یوں دکھایا کہ بیل
کی پشت پر خود بیٹھا اور دھوبن کو پیادہ پا ہمراہ لیا اور
تک لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ "ہا! کمبخت ایسا بے رحم ہے۔
کمزور عورت کے پاؤں میں چھالے پڑے جاتے ہیں اور خود
مزے سے بیل کی پشت پر ڈٹا ہوا ہے" تھوڑی دور چلنے کے
بعد بی دھوبن کو بیل پر سوار کردیا اور خود پیدل چلنے لگا
اب لوگوں نے طعنہ دینا شروع کردیا کہ "نامعقول جورو کا غلام ہے"

[illegible] اسی پر اعتراض ہونے لگے
[illegible] اعتراضات کی [illegible]
سخت ہو گئی تو یہ دیکھ کے [illegible]
سوار [illegible]
بیچارے [illegible] مردہ [illegible]
بے شرم [illegible] مسافت [illegible]
پیدل چلنے لگے اور بیل کو [illegible] اب [illegible]
نے [illegible] کی صورت اختیار کرلی [illegible]
کو اچھا سواری موجود ہے اور [illegible] کو دیکھیے [illegible]
[illegible] غریب کو کوئی [illegible] صورت اعتراضات
بچنے کی نہ ملی اور لوگوں کے اعتراضات کا یہ نتیجہ ہوا کہ
میاں بیوی دونوں اپنے بیل سے مستفید نہ ہو سکے۔

معذرت

معتبر صاحب [illegible]
پر معذرت فرمائی۔ ہم بھی معذور ہیں اگر [illegible]
تو اس کا عوض کردیا جائے گا۔ (ایڈیٹر)

1932
REGISTERED No. A. 785
ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
1932
OUDH PUNCH
PUNCH
سالانہ
ششماہی
دس روپیہ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW

وہ بھی جیسا طویل اور اقتباس کی کیفیت کیسی۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو اس کی صنعت عجیب ہے۔

چند سال گزرے کہ ایک بیٹے کو جس کا پھر ذرا ابھارتی تھا اور بھارت ماتا کی سیوا میں لگا رہتا تھا۔ اس پھولتی کے بڑھنے کے چرخے کی تلاش ہوئی۔ آپ جانتے ہیں چند یا چرخہ۔ ایک گگری کسی دوست کے یہاں کمہار کی ایجاد کردہ مل ہی گئی تھی۔ مگر وہ بات کہاں جو ملک کا اسی ہے اس گگری میں صرف اتنی صنعت تھی کہ جس کا دل چاہے اس گگری کو بھی الٹ کر اس کے پیندے کی طرف سے پانی بھر تا ہے اور سے گگری خالی ہی رہتی۔ اس بیٹے نے اسی طرح اس گگری کا تجربہ کیا اور جب ہر پہلو سے یہ گگری باصنعت نکلی تو اس نے اس جوڑے کو یورپ کی نمائش میں اس لیے بھیجا کہ یورپ والے دیکھیں کہ جب ہمارے بھارت ورش کا ایک ان پڑھ کمہار ایسی ایسی عجیب چیزیں ایجاد کر دیتا ہے تو اس کے پڑھے لکھے منشول یعنی انسانوں میں سوراج کا مادہ کہاں تک نہ ہوگا اور وہ سوراج کا چرخہ کیوں نہ چلا سکیں گے۔ جب یہ جوڑا یورپ پہونچا تو وہاں کے بڑے بڑے انجنیر، سائنس داں اور صناعوں کا منہ حیرت سے گھڑے کی طرح کھلا کا کھلا رہ گیا۔

مگر واہ رے یورپ کیوں نہ ہو۔ تیرے یہاں دستے میں بھی ایسے ایسے کاریگر بھرے پڑے ہیں جو ہر ایجاد میں کچھ نہ کچھ جدت کی دم لگا ہی دیتے ہیں۔ اس گگری کو ایک کاریگر نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کو سوجھا مذاق۔ چپکے سے اس گگری کا پیندا تراش دیا لیکن اس تراش میں کچھ ایسی صنعت رکھی کہ بظاہر گگری کا پیندا نہ دار ہو گیا۔ مگر اس میں پانی اسی طرح بھرا جا سکتا ہے جیسے ایک پیندے دار گگری میں۔ اور لطف یہ ہے کہ ایک قطرہ نہیں گرتا۔ اب ہمارے پرانے دقیانوسی خیال کے بڈھے شاید یہ کہیں گے کہ یہ تو محال عقلی ہے مگر ان سے کوئی اتنا تو پوچھے کہ حضرت پیر مرشد۔ جب پانی بخارات بن کر ابر کی صورت میں کرۂ فلکی کے نیچے فضائے عالم پر چھایا رہتا ہے۔ اور ایک بوند تک نہیں گرتی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ جو پانی اس بن پیندے کی گگری میں ڈالا جاسکے وہ فوراً اس سے بھی پیشتر بخارات بنکر کرۂ آفتابیہ میں شامل اور معلق ہو جائے۔ کہیے شریمان پنچ جی صاحب کیسی کہی؟

اب یہ جوڑا یورپ کی نمائش سے واپس بھی آگیا اور آتے ہی لکھنؤ کی سودیشی نمائش میں بھی بھیج دیا گیا۔ مگر بات تری سودیشی نمائش کی دم میں گاندھی جی کا چرخہ کر اس جوڑے کے صنعت کی خاک بھی قدر نہ کی۔ لکھنؤ سے تو ہمارا پرتاب گڑھ ہی اچھا۔ جہاں بعض لمبی داڑھی والوں نے گاگر کے بجائے اس بن ٹونٹی کے بدھنے اور بن پیندے کی گگری کو سامنے رکھ کر ایسی قوالی گائی کہ بعض منچلے عالم وجد میں بیخود ہو کر اس جوڑے کے پیچھے الٹ گئے۔ لا حول ولا قوۃ۔

از ملک ظرافت بار
ابوالکمار ساکن اہنروٹ، پاسٹ گلابانگ

"خشاف نامہ"

پرتاب گڑھ سے جناب رحیم اللہ صاحب احراری کے زیر ادارت شائع ہوا ہے "خشاف" کے معانی سے لوگ آگاہ نہ تھے اس لیے ہمارے دوست نے خود ہی دو سطروں میں اس اصطلاح جدید کی شرح فرما دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "خشاف" ہندوستان کا ہر وہ مسلمان ہے جو ملت فروش ہوا اور جس کے اعمال و افعال سے دینی وقار کو صدمہ پہونچے۔

خشاف کی تجزی یوں کیجیے۔ خ سے مراد ہے خود پرست خوشامد خورا خرمشق سے شاطر شہدا۔ شوربہ پشت۔

م سے مطلبی مولوی مکار۔ الف سے آزار رساں۔ اہل غرض۔ ایمان فروش۔ اوف سے فریبی فیلسوف فرتوت۔ اڈیٹر صاحب وعدہ کرتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان کے خشافوں کی تادیب ضروری کی جائیگی۔ یہ ایک مبارک اقدام ہے اور امید ہے کہ خشافان ہند اپنے حرکات و سکنات میں زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔ خشاف میں کار کن بھی ہوتے ہیں جو لوگ خشافوں کی ذات سے ایذا اٹھا چکے ہیں وہ ضرور اس کے خریدار بن جائیں۔ دلچسپ پرچہ ہے۔

قیمت سالانہ ایک روپیہ۔

ایک اہم سوال

"ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے"

اُردو زبان تو آپ کو معلوم ہے کہ ایک کشکول گدائی ہے جس میں طرح طرح کے ٹکڑے یار لوگوں نے مانگ تانگ کے جمع کر دیے ہیں۔ میں یہاں صرف ایک ہی لفظ کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ یہ سوال انسان کی صنف مادہ سے متعلق ہے عقل حیران ہے کہ این پی صاحب کے واسطے آب کون سا لفظ جو ان کی پوری صنف پر عام ہو استعمال کیا جائے۔ "مادہ" عموماً جانوروں کے واسطے مستعمل ہے "زن" فارسی لفظ ہے اور بعض مواقع پر غیر فصیح معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً جمع کی حالت میں "زنوں" کہنا اچھا نہیں لگتا۔ کوئی کہے "بعض زنیں آئی تھیں" تو فصحا کی فہرست سے اس کا نام خارج ہو جائے گا۔ اچھا یوں کہیے "بعض نسواں آئی تھیں" تو یہ بھی فصاحت

سمن بنا بر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵-قواعد ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۳۶۷ سنہ ۱۹۳۲ء

بعدالت جناب خانصاحب سید لکھا حسن صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی۔ آنریری منصف و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول بمقام محلہ چوک شہر الہ آباد۔

رام سہائے و رام کشن پسران مہابیر قوم لیشش ساکن رگھو منش پید عرف ریورا پرگنہ نواب گنج ضلع الہ آباد مدعی

بنام

انگن ولد ماتا سنگھ قوم چمار ساکن موضع لہا پرگنہ نواب گنج تحصیل سوراں ضلع الہ آباد قائمقیم لکنو چند مکھا تار نگاری نمبر ۳ شہر بمبئی مدعا علیہ

ہرگاہ مدعی نے آپ کے نام ایک نالش بابت روپیہ کے دائر کی ہے لہذا آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بتاریخ ۲۳ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء وقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہوں اور جواب دہی دعوے کی کریں اور چونکہ وہی تاریخ جو آپ کے حاضر ہونے کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس آپ کو لازم ہے کہ اسی دن اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات کو جن پر آپ اپنی جواب دہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہوں تعمیل کریں۔ آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر روز مذکور آپ حاضر نہ ہوں گے تو مقدمہ بغیر حاضری آپ کے مسموع اور فیصل ہوگا۔ بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۶ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"یہ ناچ کب تک؟ سال بھر تو یہ پھرکی خوب ناچی"

"اچھا تو سال دو سال اور سہی۔ ابھی تو اس میں دم باقی ہے"

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
TRADE MARK
بسرپرستی حضور نظام خلد اللہ ملکہ
اعلیٰ درجہ کے تمغے عمدگی مال کی ضمانت ہیں
دنیا کی عظیم الشان نمائشوں میں پائے ہوئے
حسن کی دلفریبی کو دوبالا کرنے کی خواہش نسوانی فطرت میں داخل ہے۔ اس کارخانے کے عطر اور تیل اسے بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں
فہرست مفت طلب فرمائیے نرخ مقابلۃً ارزاں ہیں تاجروں کے ساتھ خاص رعایت ملحوظ رہتی ہے۔
تار کا پتہ "حنا" لکھنؤ
اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹ لکھنؤ

اس وقت فحش خیال کیے جاتے ہیں "عورت" کی جگہ حاصل کر لیں گے اور فحش در رہیں گے۔ پس معلوم ہوا کہ لفظ عورت کا استعمال اُٹھا رہا ہے سہ

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

شرم سا فراوا چند روز دھان سے ادھر نکال دے اس کا تعلق عارضی ہے۔ اگر یہ لفظ سر دیکھی گیا تو کیا ہوگا جب اپنے محلے ہی سے صحل کر گیا اور شقتی ہے سے اسکا تعلق شدہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اگر شرم کا تعلق تمام اعضاء انسو بینہ کر مان لیا جائی اور یوں کہیے کہ یہ صفت ہمہ تن "شرم" ہے ایک عضو سے علاقہ معدوم ہوا تو کچھ مضائقہ نہیں دوسرے اعضاء سے باقی ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اس وجہ سے کہ شرم کا مقتضی ستر ہے اور ستر یہاں مفقود۔ ہاں عریانی ہی اگر علامت شرم مان لی جائے تو دوسری بات ہے۔

تیسرے یہ کہ عورت معربی میں مرد و زن دونوں کے مستورہ مقامات کے لیے ہے بحسب رواج دونوں ہتک وکشف پر مائل ہیں ایسی حالت میں "زن" کو عورت اس نسبت سے بھی نہیں کہہ سکتے کہ مرد اپنی "لے جی" یا اپنی خواہر و دختر کی عریانی پسند نہیں کرتے اور انھیں مستور رکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تو ایک حمام میں سب ہی ننگے ہیں یا ہونے والے ہیں۔

الغرض ہم اکیلے نہیں بلکہ اردو زبان بیچاری حیران ہے کہ انھیں کیا کہے؟"

اور اسی طرح حیران ہے جس طرح غالب مغفور "مکھنی ڈلی" کی تعریف و توصیف میں حیران تھے۔

راشد

مستفسر

سال آئیں بائیں شائیں یا تائیں تائیں فش

یہاں ۱۹۳۲ء کو دم اُٹھائے پچہتر ہزار فی دقیقہ کی چال سے بھاگے چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ حکومت برطانیہ نے اُن کی دُم یہ کہہ کے تھام لی ہے کہ میاں جاتے کہاں ہو اپنے بارہ مہینوں میں تم نے جو لس بو یا تھا اس کا اتار اکو کرتے جاؤ۔ مگر امید نہیں کہ میاں ۱۹۳۲ء اپنی دم کی خاطر سے کچھ دنوں ٹھہر کے اس تائیں تائیں فش کا اثر مٹا سکیں جس کی دھوم سارے ہندوستان میں بھی ہو لی ہے۔ ممکن ہے کہ اُن کی دُم برطانیہ کے ہاتھ ہی میں رہے اور یہ بجنتو بی بلی چوہا لنڈورا ہی ہو کے جیے گا۔ کہتے اپنا راستہ لیں۔

۱۹۳۲ء "آئیں بائیں شائیں" تو اس اعتبار سے تھا کہ متضاد اخر کا حامل حقیقی تھا۔ دُنیا میں ناکولات کی ارزانی باعث برکت و فلاح ہوتی ہے مگر یہاں عذاب جان ہوگئی کاشتکاروں نے کہا "ہائے پوت (رنگان) کہاں سے دیں۔ پوت ہے میں روپیا۔ اناج بھوا (ہوا) بھاؤ من۔ بھاؤ ہے تین روپئمن پوٹلہ کی کتنی کہہ کی دکس کی) مہرا روسے لیا ب (لینگے) جور کو" زمیندار صاحب یعنے ملکی بھائی نیم اردو نیم گنواری زبان میں اس طرح معروف زن ہوئے۔

"غضب بھوا (ہوا) دیکھو نیرانی بھیا امسال سرکاری مالگزاری کاشتکاروں سے عدم وصول رہیے۔ سختی کرو تو کانگرس والے رعایا کا بہکاد ہیں اور نہ سختی کرو تو مالگزاری کی رقم کی کے (کس کے) گھر سے لاؤ۔ غریب پر ان تمام اراضی مقبوضہ افتادہ بھی بات ہر اسامی استعفادا خل کرت ہیں"

آپ جانیے جب روپیہ کی قیمت بڑھی تو تجارت اور صنعت پر اس کا اثر کیوں نہ ہوتا۔

اللہ تری پناہ وہ غضب کی آئیں بائیں شائیں آمدنی کے ہر شعبے میں بھی کہ توبہ بھلی۔ جدھر دیکھو جیخم دھاڑ۔ داد فریاد بیداد کے نعرے بلند۔ ہماری سرکار کے واسطے اس قسم کی آئیں بائیں شائیں کسی لانجیل مقدسہ کا موجب نہیں ہوئی اُس نے ایک طرف تخفیف کا قلم ہر مد پر پھیرا دوسری طرف آمدنی کی مدیں استوار کر لیں کورٹ فیس بڑھاؤ۔ ڈاک کا محصول بڑھاؤ۔ یہ بڑھاؤ

"انتظار وعدہ ہائے عرقوبی و نظارہ صحرائے سیاست"

مسٹر پنچ "بہ بینم کہ تا گردگار جہاں وزیں آشکارا چہ دارد نہاں"

غذائے روحانی
معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سُروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر

اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے۔

اُستاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار ہیں صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انہوں نے نقل کی گئی ہیں لطف یہ ہے کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز کو سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اُسی طرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جس طرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں۔ انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایہ نازش بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا جن پر مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت معقول ہوا تمام ہندوستانی اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔ محصول ڈاک بہر حال ذمۂ خریدار۔ المشتہر: منیجر اودھ [illegible] لکھنؤ

ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M.B KHAN ARTIST LUCKNOW
باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و ایڈیٹر شائع ہوا

جلد ۱۷ — نمبر ۳۳

مضامین

(مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء)

غزل

(از حضرت فریاد شاعر بے مثل یگانہ احمق پھپھوندوی)

قائل زلف و قد یار ہوں میں ٭ مستحق رسن و دار ہوں میں
رشک گنبد ہے مری توند کا قطر ٭ تو ہے کے غم میں بہت نزار ہوں میں
میری صحت پہ اطبا کو ہے رشک ٭ چشم بیمار کا بیمار ہوں میں
ہوں میں زیر اثر حسن ملیح ٭ سینے پہ مٹ کا نمک خوار ہوا ہیں
کرکے مرغ دل وحشی کا شکار ٭ یہ تو کہہ دو کہ تیتر بٹیر باز ہوں میں
کس کے اسراف کا ثمرہ ہے کہ آج ٭ کوڑی کوڑی کے لیے خوار ہوں میں
زر خالص کی یہاں قدر نہیں ٭ سکہ قلب کا بازار ہوں میں
کر دیا عشق نے فربہ مجھ کو ٭ غم جو کھایا ہے تو تیار ہوا ہیں
کس قدر ہوں سبک اللہ اللہ ٭ کہ لنگوٹی کو بھی اک بار ہوں میں
فرض ہے قوم پہ خدمت میری ٭ خادم قوم ہوں سردار ہوں میں

مل گیا ان سے بھی احمق کا خطاب
اب نہ کہیے گا کہ ہشیار ہوں میں

انسانی ہاتھ کی مقوی تاثیر

(از فیروز لدھیانوی)

ہم سے ادا شناس مضمون نگاروں کی موجودگی میں جب کوئی ناشناس اخبار بین اخباری کاغذ کھولتے ہی اس کے اشتہاری کالموں کی زیارت شروع کر دیتا ہے۔ تو واللہ یہی جی چاہتا ہے کہ اس کا منہ نوچ ڈالیں۔ آخر دیر کی دیدہ ریزی کس لیے تھی۔ اس کے مقالہ افتتاحیہ کی کیا وقعت ٹھہری۔ صد ہا دیگر اخباری کاغذوں پر باصطلاح جرنلسٹ طائرانہ نظر دوڑاتے ہوئے حسب ضرورت مضامین تلاش کر کے قینچی چلانے کا اسے کیا صلہ ملا۔

اس کے قابل مضمون نگاروں، سخنوروں اور وقائع نگاروں کی جگر کاوی کی کیا داد ملی خاک بھی نہیں۔ اخبار بین صاحب ہیں کہ اشتہاروں کے عجیب و غریب عنوانوں پر لٹو ہو رہے ہیں۔

آخر وہ کون سی مقناطیسی کشش ہے جو ناظرین کی چشم مشتاق کو واقعات مضمون کی رنگینیوں سے کور کر کے ایک روکھی پھیکی بے ربط تحریر کی طرف راغب کر لیتی ہے۔ اس کا جواب غالباً یہی ہو سکتا ہے کہ آجکل جاڑے کا موسم ہے۔ اخبار بینوں کو پیرِ جاں کی اس دوا روکی احتیاج لاحق ہو گئی ہے جو نامرد کو مرد اور مرد کو جوان بنا سکے۔

اس لیے ہم پر لازم ہوا کہ بھی ناظرین کے مزاج کے موافق مضمون پیش کریں۔ اگر انھیں مقوی اور مہبی ادویہ کے تذکرے سے نمایاں دلچسپی ہے تو ہم اس مضمون میں بھی بند نہیں۔ اس سے آپ یہ نہ قیاس کر لیں کہ ہم ہمالیہ کی چوٹی پر بذریعہ ایروپلین نازل ہو کر اور برف کے ٹیلوں کو بجلی کی حرارت سے پگھلا کر کسی سنیاسی کے منجمد لاشے کی تلاشی لے کر کوئی نایاب رسائن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ پرانے وقتوں کے اشتہار بازوں کے دم جھانسے تھے۔

ہماری تحقیقات زمانۂ حال کی سائنس کی امداد سے پایۂ تکمیل کو پہونچی ہے۔ ایک پرانی روایت ہے ممکن ہے کہ آپ نے بھی سنی ہو کسی حکیم سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی نہایت ہی کمزور انسان جو ہر طرح سے عاری ہو اور اطبائے زمانہ بھی اس مردے کے زندہ کرنے سے عاجز ہوں تو اس کے نخل مراد کو سرسبز کرنے کی آخری تدبیر بھی ہے؟

حکیم صاحب نے جواب دیا کہ ایسا انسان اگر مسجد کے ملاؤں کے ہمراہ ہو کر چند روز مختلف گھروں کی دعوتیں کھائے تو اس کی کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔

ہم نے اس وقت اس انکشاف کو چنداں وقعت نہ دے کر اسے لطیفے سے زیادہ اہمیت نہ دی تھی۔ مگر اب پتہ لگا ہے کہ حکیم صاحب کا یہ نسخہ واقعی لاجواب تھا۔ سائنس اس کی حامی ہے اور جدید تحقیقات سے یہ مجرب اور مؤثر ثابت ہو گیا ہے۔

آپ کی میز پر ہوٹلوں اور دکانی شاپوں کے بہترین کیک، بسکٹ، پڈنگ اور پیسٹیاں انواع و اقسام کی شکلوں میں میووں سے لدیا اور شوگر کی رنگین بیلوں سے مزین ہو کر سامنے آتی ہیں۔ الوداعی پارٹیوں میں، ٹی پارٹیوں میں آپ انھیں خوشی سے تناول فرماتے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ یہ اغذیہ فیشن میں داخل ہیں ورنہ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ان ڈبل روٹیوں، کیکوں اور بسکٹوں میں کچھ بھی لذت نہیں۔

ان میں کچھ کمی ہے اور نمایاں کمی ہے۔ جسے غالباً آپ نے بھی بارہا محسوس کیا ہو گا اور اب سائنسدان بھی محسوس کرتے ہیں وہ کمی انسانی ہاتھ کی تاثیر کی کمی ہے۔ یہ چیزیں سے گھولی ہوئی اور سینیوں میں پکائی ہوئی مٹھائیاں انسانی ہاتھ کی لذت افزا تاثیر سے محروم ہیں۔

یورپ کے مرکبات جب پہلے پہل ہندوستان میں بکری کے لیے آئے تو ان کا طرۂ امتیاز یہی تھا کہ ان کے ڈبوں پر مندرجہ ذیل تحریر درج ہوتی تھی۔

سلہ خدا کے ہاتھ سے ہوئے خلیفہ کر لوگ ان مضامین کا اشتہار دیتے ہیں "خ"

"انسانی ہاتھوں کے بغیر بنی ہوئی"

کسے خبر تھی کہ اچھوت تہواروں نے جو خیال کو فروغ دینے اور اچھوت کے قائل ہندوستانیوں کو کہ ایک بنانے کے لیے پروپیگنڈا اختیار کیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آئی کہ اب ہماری نوے فی صدی خوردنی اشیاء انسانی ہاتھوں کے بغیر بنتی ہیں۔ اور ہماری صحت کی بربادی کا اصلی سبب ہیں۔

چکی سے پسے ہوئے اناج کے ہاتھ سے گندھے ہوئے آٹے کے اُلٹے توے پر تلے ہوئے پراٹھے کھانے والے بزرگوار ابھی زندہ ہیں۔ اُن کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر بسکٹ خور نوجوان حیران رہ جاتے ہیں۔

ہماری یہ انتہائی کوشش ہونی چاہیے کہ ہماری خوراک کی چیزوں میں انسانی ہاتھ کا دخل زیادہ ہو۔ چکی کے پسے ہوئے آٹے کی ہاتھ سے پکی ہوئی روٹیاں ہوں ہاتھ سے دودھ گرم کیا ہوا دودھ جمایا جائے اور ہاتھ ہی سے مکھن اور گھی کی صورت میں تبدیل کیا جائے۔

ڈبوں کا دودھ مشینری کے بنے ہوئے مصنوعی مکھن۔ اور سیخوں کے کیک بسکٹ صحت کے بدترین دشمن ہیں۔

ایک انسان کی خوراک کو جس قدر مختلف انسانی ہاتھ لگیں گے اُسی قدر وہ مقوی ہوگی۔ مثال کے طور پر مختلف گھروں کے دریوزہ گر پنڈتوں۔ ملاؤں اور درویشوں کو دیکھیے۔ یہ لوگ مختلف ہاتھوں کے پکے ہوئے کھانے کھاتے ہیں اور بدن و جسم ہٹے کٹے اور فربہ ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک میں مختلف انسانی یا نسوانی ہاتھوں کی تاثیر ہوتی ہے جو سائنس کے نقطۂ خیال سے پرورش کی بہترین اہلیت رکھتی ہے اور دنیادار لوگ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہتے ہیں۔

"خادم"

خدا کا شکر ہے کہ بنگال میں بھی اُردو حباب آب کی طرح اُبھری اور ہوا کی ٹھیس لگتے ہی ٹوٹ جاتی ہے۔ معلوم ہوا

سے بر جستگی رسے ہیں۔ بہ جملہ پوچھیے کہ جادو ہی ہیں یا نہیں۔ وہ اخبار کی سو فقرے وہ کام نہیں کر سکتیں جو لوہار کی ایک کرجائی ہر ممکن ہے کہ بعض اخبارات لوہار کی ایک ثابت ہوں۔ اور ادبی یا خبری پرچوں میں سے بعض اپنی آن بان شان پر کچھ دنوں قائم رہ جائیں ورنہ یوں تو اس بحر فانی و گرداب فنا میں بقا کسی کے پائے نام نہیں۔

"البت" کلکتہ کا ایک ظریف (تصویروں کے زیور سے آراستہ ہو کے نکلا اُس کے دو تین نمبر تو دیدہ افروز ہوئے مگر پھر ہمارے دفتر میں اُس نے اپنا جلوہ نہ دکھایا اسو جہ سے ہر دوست کے دل کی طرح ہمارے دل میں بھی تھوڑی بدگمانی اُس کے صحت مزاج کے متعلق پیدا ہو گئی (یہ بد اندیشی پر محمول نہیں) خدا کرے "البت" صاحب اپنی ظلم و حسن کے ساتھ زندہ و سلامت ہوں۔

اب ایک ہفتہ وار باتصویر "خادم" صاحب کلکتہ سے شائع ہوئے ہیں جسب اعلان ان کی نگرانی کا شرف حضرت مشتاق الوقت ابوالمعانی المتخلص بہ راز نیازی کو حاصل ہے امیر حشمت علی صاحب افضلی ایڈیٹر ہیں اور سید تمکین صاحب کاظمی و محمد امیر الدین صاحب امی رام نگری معاون خدمت۔

ہمارے زیر مطالعہ چھٹا نمبر ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیہ اور حدیث کی روایت اور اعیان اسلام کی حکایت سے شروع ہوا ہے اور مضامین کا بہت بڑا حصہ خدمت اسلام پر مشتمل ہے اس لیے یقیناً اہل اسلام کے حق میں اس کی خدمات باعث خنکی چشم ہونگی۔ صفحہ ۵ پر "کفر چغتائی" کے عنوان سے ایک مضمون درج ہے جو تتمہ کسی مسبوق مضمون کا معلوم ہوتا ہے کہ جناب شاعر لکھنوی و حضرت عرشی نے چغتائی صاحب کے لکھے ہوئے کسی مضمون پر نکتہ چینی کی تھی چغتائی صاحب

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۱۴۲

بعدالت جناب لالہ شنکر سہائے صاحب گزار ٹری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ مقام تنہٗ ضلع فرخ آباد

چمن اجے درگا نراین سنگھ مدعی

بنام

رام بھروسے وغیرہ مدعا علیہ

بنام رام بھروسے ولد گنگی قوم برہمن تواری و رام بھروسے و رام ... پسران جگنو قوم مہابلہ ساکن موضع گنج منڈروہ کاشتکار موضع اہیر پرگنہ ترہ ضلع فرخ آباد

واضح ہو کہ مدعی مسطور نے تمہارے نام ایک نالش بابت لگان کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۵۔ ماہ جنوری ۱۹۳۳ء بوقت ۸ بجے صبح بمقام تنہٗ اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال کلی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات کو جن پر تم تائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۵ ماہ دسمبر ۱۹۳۲ء جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحط انگریزی

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵۔ قواعد ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۹۱ ۲۵ سنہ ۱۹۳۲ء

محکمہ مسٹر آفتاب احمد صاحب منصف بعدالت منصفی قائم گنج ضلع فرخ آباد

براد رہے لال ولد گوبند پرشاد قوم بانیہ رستوگی ساکن قائم گنج محلہ بیہہ پرگنہ کمپل ضلع فرخ آباد مدعی

بنام

۱۔ سراج الدین خان عرف شجو خان پسر احمد دین خان
۲۔ مسماۃ سوہانی بیگم بیوہ احمد دین خان ولد میر حسن الدین خان
قوم پٹھان ساکن قائم گنج محلہ بتی در دانزہ پرگنہ کمپل حال موجود بمقام سوہاگ پور ضلع ... آباد مدعا علیہم

ہرگاہ مدعی مسطور نے تمہارے نام ... بابت ... لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۰۔ ماہ جنوری ۱۹۳۳ء بوقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو۔ اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اُسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات جن پر تم اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو۔ تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بہ غیر حاضری تمہارے مسموع او فیصل ہوگا۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۵ ماہ دسمبر ۱۹۳۲ء کو جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحط انگریزی

مہر عدالت
مہر عدالت

بہ تقاضائے سوال ضرورت سے زیادہ جل گئے۔
قائلا چغتائی صاحب کا مضمون جواز رقص و غنا پر مشتمل
تھا کیونکہ صحیح حضرات سے اس عبارت پر صبر ہو سکا
اور اس کی تشنیع سے ہمارے چغتائی صاحب کا برافروختہ
ہو جانا ان کی تحریر سے آشکارا ہے فرماتے ہیں۔
"میں نے کہیں نہیں لکھا کہ ناچ دیکھنا سنت رسول اللہ
ہے کیونکہ جب [illegible] پر سوار ہو حضرت عائشہ
اور رسول نے زبردستی دکھایا ہو تو سمجھ لیا ہے۔
لہٰذا عجب نہیں کہ آپ سے کہہ دیتا ہوں کہ جی ہاں
ناچ دیکھنا بھی سنت رسول اللہ ہے اور اگر کسی مولوی
نے اس کی تردید کی تو یہ یاد رہنا چاہیے کہ اس کا
جینا حرام کر دوں گا۔"
محترم چغتائی کا فتوی ان سند پر قائم ہے مخدوم چغتائی صاحب
کے ادبی افادات مرقوم ہیں اس بنا پر کہ جمع حدیث کی نوبت
رسول اللہ کی وفات کے ڈیڑھ سو برس دو صدی کے بعد عمل
میں آئی اور یہ وہ زمانہ تھا کہ سلاطین اسلام کے بعض
غیر شرعی مشاغل حدیث و سنت رسول سے [illegible]
ہونے کے محتاج تھے ان راویوں کے اقوال بھی حدود
حدیث میں کھینچ تان کے جمع کر دیے گئے جن کے نزدیک
شاہان مذکور کے افعال و مشاغل کی سند سنت رسول
سے ملنی ضروری تھی۔ یہ مسئلہ بین المحدثین طے ہو گیا
کہ جمع روایات طرح روایات سے ادنی ہے لہذا
راوی کا نام لکھنے کے بعد جمع کا فرض ادا کر دیا گیا۔
پس ظاہر ہے کہ ایسی روایات کا مسانید محدثین میں موجود ہونا
جو کبوتر اڑانے، ناچ دیکھنے دکھانے خود تھرکنے ناچنے اور
بھاؤ بتانے یا شراب پینے پلانے وغیرہ بابت [illegible]
کی اباحت پر دلالت کرتی ہوں زیادہ عجیب نہیں۔
اپنے مقام پر دل کو تسکین دینا کہ جرح و تعدیل روات
سے کام نکل جائے گا اب نہایت مشکل ہے شمس العلماء
شبلی نعمانی مرحوم اور ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی بعض تصنیفوں
میں اس امر کا اشارہ موجود ہے۔
صرف مخدوم صاحب ہی کو ایسے اشخاص و افراد
سے سابقہ نہیں پڑا ہے جو سر بداخلاقی پر عاشق ہیں
اور ایسے سابقہ ہی اس قسم کی روایات [illegible]
[illegible] فرمایئے کہ راسخ الاعتقاد مسلمان بننا بھی اپنے

واسطے دار ہی کہتے ہیں۔
سے مقصود چغتائی صاحب بہت کی سرمنشا حرافات
خرافات کو عین سنت رسول ثابت کرنے میں غضب کا ملکہ
رکھتے ہیں ان کے نزدیک صدق و صلاۃ لہو و لعب
اجتناب کے احادیث اتنے قابل توجہ اور لائق عمل
نہیں جتنے کہ لہو بے پردگی۔ بے حیائی۔ ناک ستار ہیں
اور [illegible] کے گذر باب حدیث۔ ناچ راگ رنگ تماشے
بجا رنڈی بازی کہ عیب و لہو عیبیت دلنوازی ہیں و سفاہت
ہر [illegible] تو پھر ان قرآنی اصطلاحات کی شرح کیا ہو گی
بات یہ ممکن ہے کہ لغت عرب میں یہ بے معنی الفاظ ہوں۔
اور اگر خدا کا رسول ہی خاتم النبیین اور ان کے اصحاب
ایسے امور کے مرتکب تھے یا مجتنب تھے تو پھر حدیث
سے بھی ان اصطلاحات کے معنی حل نہیں ہو سکتے۔
بڑے بڑے حکما نے شرع اسلام کو عین حکمت و عقل خیال
کیا ہے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ شرع شریف مرادف
حکمت ہے اسی وجہ سے اس کا دوسرا نام حکمت الٰہی
ہے ان کا مشہور مقولہ ہے کلما حکم به العقل
حکم به النقل و بالعکس یعنی حکم عقل کا ہے وہی نقل یعنی
منقولات و مرویات کا ہے اور اسی وجہ سے جھوٹی حدیثوں
پر مشہور کتابیں لکھی گئی ہیں جن سے مطلع ہونے کی ہمارے چغتائی
صاحب کے ہم خیال حضرات نے ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔
کیوں؟ سبب ظاہر ہے۔ یعنی اصول پر اطلاع ہوتے ہی
انھیں اپنے دعاوی سے دست بردار ہونا پڑتا وہ بھی
انھیں دقیانوسی ملاؤں کے ہم خیالی پر مجبور ہو جاتے۔
اور یہ ستم ہے۔ ہائے کس دل سے کہیں کہ دنیا بھر کا خزانہ
حسن پردے میں مستور رہے اور بار رنگ آنکھیں سینکیں
یورپ کی عورتیں بھاؤ بتا کے محفلوں میں ناچیں اور کیفیت
ہندوستان کی مسلمان عورتیں پھرکی ہو کے ایوانوں کے
سروں دوران کا مرض نہ پیدا کریں۔ نازنینان یورپ
لباس میں تخفیف کر کے جوبن دکھلائیں مردوں کو بہلائیں
اور ہندوستانی اسلام زادیاں گورے گورے گل
دس سات پردوں میں چھپائیں۔ آہ وہ ہاتھی کے
دشک سیاہ پچھاد اجیب ہنگام رقص نوید عیش دلنواز
جن کے آنکھوں میں جگا جگ سا پیدا کرتا ہے تو وہ گت کبھی
کی مینو از جو ہندوستانی ناچنے والیوں کے کمر کو بیچ

طبلے کے غلاف کی صورت میں پڑی رہتی ہے یاد آ جاتی ہے
اور یاد آ کے بجلی سی پیدا کرتی ہے پیشواز کا چکر نہ ہے
میں شعلے کی طرح گھومتا اور غذا کو جلا کر گرد دیتا ہے۔
اگر یہ بھی یوں ہی خوش غلاف ہوتیں تو شاید تہذیب
رسوا نہ ہوتی۔
جو لوگ اصول اخلاق الٰہی و ناموسی پر غور کرنے کا سلیقہ
نہیں رکھتے انھیں قرآن یا حدیث کے دیکھنے یا اسے
سند میں پیش کرنے کا حق نہیں۔ قرآن صرف اہل جہاد
دین کے واسطے ہادی ہے نہ حلقہ بگوشان حرص و ہوا
کے لیے اپنی حرص و ہوا کے مطابق شرع کو ترتیب دینے
والے تو سے

لا تقربوا الصلوٰۃ زتہم بخاطر است
و اذا [illegible] کلوا و اشربوا مرا

سے غرض رکھیں گے۔ غالباً ان لوگوں کا دعوے ہے کہ
عوام کی مرضی کے خلاف خدا کو بھی قانون بنانے اور
حکومت کرنے کا حق نہیں ہے اور خدا اس رکھو کہ آزادی
ہمارا پیدائشی حق ہے۔"
یا ان کے جہل نے ان کے دماغوں پر وہی کابوس مسلط
کر دیا ہے جو ایک بی صاحب پر مسلط ہوا تھا۔ نقل
ہے کہ ان بی صاحب کے چراغ سیپارہ پڑھ رہے تھے۔
استانی پڑھا رہی تھیں کہو "سین و زبر سو۔ طوے زبر
طا۔ سوط۔ عین زبر ع۔ ذال الف "یوذا" غذا۔
بے دو زیر ب۔ سوط عذاب آگے آئی آیت "سوط
عذاب" (عذاب کا تازیانہ)
ادھر صاحبزادے کی زبان سے سوط عذاب نکلا ادھر
بی صاحب کا ذہنی تبادلہ ایک نئی جہت کی طرف
متوجہ ہوا۔
"اللہ اکبر قرآن پاک میں بھی "سوت عذاب" لکھا ہوا
ہے۔ قربان جاؤں اپنے پیدا کرنے والے کے۔ بے شک
برحق۔ سوت موئی جان کا عذاب ہی ہوتی ہے۔ آنے
تو دو بچے کے ابا کو۔ بڑے مولوی بنے ہیں ہر وقت
قال اللہ قال رسول چھانٹا کرتے ہیں۔ اب پوچھوں
گی کہ میری جان پر سوت گوڑی کا عذاب نازل کرنے
والے کون ہو آخر یہ کس گناہ کے بدلے مجھ پر سوت کا
عذاب ڈالا گیا ہے۔ اب حال کھلا۔ ارے خدا بچائے

ان تمام اشرور مولویوں سے۔ یہ خدا کا حکم اور کلام نہیں سمجھاتے
ہیں۔ وہ کیا کریں یہ سب اُن کی کانی آنکھ کا قصور ہے
سچ کہا ہے "کان من الکافرین"۔
دوسری حکایت ایک داڑھی منڈے کی ہے کہ کسی مولوی صاحب نے
جھنجھلا کر کہا کہ داڑھی کیوں منڈاتے ہو۔ اُس نے کہا قرآن کے
حکم سے۔ کہا کیا کفر بکتا ہے خدا نے کہاں حکم دیا ہے کہ منڈاؤ
عرض کیا کہ آپ مولوی ہو کے یہ پوچھتے ہیں! ابھی قرآن میں نہیں
لکھا ہے "کلا سوف تعلمون" اس کے یہی تو معنے ہوئے کہ "کلّہ
صاف رکھو" بلکہ یہ بھی ہے "کلا لو تعلمون" یعنے "کان کی
لو تک کلّہ صاف کرواؤ"۔
اگر یہ دلائل اتفاق سے کسی پرانی کتاب میں ہوتے تو
ہمارے چغتائی صاحب کا مشغلہ یا نہ وہی کتاب
بن جاتی اور اسی بل بوتے پر وہ پنجوں کے بل کھڑے
ہو کے فرماتے "ان مولویوں کو جینا دوبھر کر دوں گا۔
ٹال مٹال کے دعا میانہ محاورہ – رفتہ رفتہ یا آہستہ آہستہ
مجھے بھی کوئی معمولی آدمی سمجھا ہے سولہ پڑیا تو میں پڑھے
ہوئے بیٹھا ہوں۔
جن مکذوب روایات کی بنا پر محض اس وجہ سے کہ ان کا
مصنف معتبر اور مسلم فرد ہے چغتائی صاحب اپنے
افادات کی تعمیر فرماتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ "لکنّہم
اولیٰ من الصکر" نہ اسی امر سے واقف ہیں کہ غیر معتبر
روایت درج کتاب کرنے سے مؤلف یا جامع سنت
وحدیث غیر معتبر نہیں ہوتا اسی بنا پر مصنفانِ اہلِ یورپ
اور دیگر دشمنانِ اسلام (مثلاً اسٹرایڈورڈ سیل مصنف
"دی ہسٹاریکل ڈیولپمنٹ آف ہولی قرآن" وغیرہما)
نے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کی ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔
ہر خالی الذہن شخص جو اصول حدیث وفقہ واخلاق نامحو
کو حل معضلات احکام الٰہی کی کنجی نہیں قرار دیتا ایسے ہی
گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک پادری صاحب
(انگریز) لکھتے ہیں کہ محمدؐ (رسول اللہ) کانوں کے سوراخ
میں مٹر کے دانے رکھتے تھے اور انھوں نے کبوتروں
کو سدھایا تھا کہ وہ جب گھر سے اُڑائے جائیں تو
مسجد میں آئیں اور رسول کے کانوں میں چونچ ڈال کے
دانہ تلاش کریں۔ یہ شعبدہ (معاذ اللہ) ایک اشارہ
تھا اس جانب کہ روح القدس بشکل کبوتر غیر ملکوں کے
کانا مذہب زیبحائی ہے۔ دوسرے پادری صاحب
ناقل ہیں کہ مکہ معظمہ میں پیغمبر کی لاش کا آہنی تابوت
رحمت فوق زمین و تحت سماء معلق ہے، یعنی مساوی
قوت کے مقناطیسی پتھروں کے درمیان معلق ہے
لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور شعبدے کو
معجزہ خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بازی گری ہے۔
ان پادریوں نے بھی کسی کتاب ہی سے یہ اقتباسات
اخذ کیے ہوں گے۔
الحاصل ہم کوئی مولوی تو ہیں نہیں جو ہماری زندگی
چغتائی صاحب دوبھر کر دیں گے نہ بالفعل چغتائی
صاحب سے کوئی مطلب منظور ہے۔ البتہ اپنے جدید
معاصر خادم صاحب کو ہم یہ مشورہ دیتے ہیں کہ
وہ جناب چغتائی صاحب کو اُن کے افادات
سمیت علیٰ حالہ چھوڑ دیں اور جب وہ یا اُن کے
مقلد بھی ان کے افادات کی تقلید کرنے لگیں تو پھر
مغرب سے تماشا دیکھیں خواہ اس میں کچھ دام لگیں
کے نام سے تعریف بھی کرتے ہیں۔ وہ اُن مسلمان
مورخوں، محدثوں، عالموں کی غلط فہمی اور کج اندیشی
کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے پیچھے بتانے
خمر کو جیسے صرف "رجس" کی لفظ سے قرآن نے تعبیر
کیا ہے نجس اور حرام کہنے لگے۔ آہ! انھی بنیاد نے
بغیر قرآن کے معانی پر غور کیے اُن کی راے سے بالکل
مقدمات اشاعت فواحش ظاہرہ و باطنہ مثلاً
پردہ، نقاب وغیرہ کو بغیر قرآن سے حکم حاصل کیے
رواج دیا۔ دوسری طرف سے داریوں کو (مثلاً ناچ
راگ رنگ) اپنی راے سے ناجائز کہنے لگے۔ اور
اس وقت کے مسلمان بھی کتنے دقت پسند یا ظالم
علی النفس یا شیداے رہبانیت تھے جنھوں نے
خواہ مخواہ کی قیدیں اپنے نفوس پر عائد کرکے روزِ اوّل
کا کھوج کھو دیا ایک ناس دانی ایک وضو کرنے کی
بدھنی ایک لنگی ایک تہمد ایک جانماز پر قناعت کی
آخر دقیانوسی دماغ رکھتے تھے نہ؟ تاریکی ہی میں تھے
آج اگر ہوتے تو نئے اسلام کی شان دیکھ کے گرم
گرم جلتے۔
برقی لیمپوں سے محفل بقعۂ نور۔ ہر کرسی پر ایک ایک
ننگی دھڑنگی حور۔ میزوں پر جھل جھل کرتے بلوری
گلاس اور بوتلیں آراستہ۔ پیانو کی دلفریب راگنیوں
سے گوش و دماغ میں لطیف جھنکار۔ حلقۂ رجال
انگلیوں سے معروف خلوت صحیحہ۔ توبہ! ان امور
میں آخر کونسی اخلاقی یا شرعی خرابی ہے جو کوئی
نفس کشی کی ابتدا ہے۔ کیا عذر معاذ اللہ یا وصف

سمن بغرض انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ قاعدہ ۵ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء)

نمبر مقدمہ ۲۴۴ سنہ ۱۹۳۳ء
بعدالت مال مقام تحصیل قائم گنج ضلع فرخ آباد
بحکم جناب سید محمد عبدالصمد صاحب بہادر تحصیلدار
بابو شیام بہادر سے لال نابالغ پسر بابو رام بہادر سے لال بولایت مسماۃ
بڑا مانی والدہ خود قوم کایستھ ساکن حال شہر جہال پال مدعی

بنام

سری رام مدعا علیہ
بنام سری رام ولد ہیرا دیال کورمی ساکن موضع پرگنہ شمس آباد پچھم تحصیل
قائم گنج ضلع فرخ آباد
واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان
کے دائر کی ہے لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ – ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۴ء
بوقت ۱۰ بجے بمقام قائم گنج اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ
کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ
مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جو جواب
ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی
کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے
انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی
روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات
جن پر تم بتائید اپنی جواب دہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو
اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے
تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔
بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۵ ماہ
دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء جاری کیا گیا۔
دستخط حاکم بخط انگریزی

مہر عدالت

"دَدنی الرحیل"

ہندوستانی تجاویز ترقی ملکی و مالی کا غیر معین سفر

جاری شدہ سنہ ۱۸۳۹ء
بسرپرستی حضور نظام خلد اللہ ملکہ
اعلیٰ درجہ کے
تمغے بعمدگی مال
کی ضمانت
میں
دنیا کی عظیم الشان
نمائشوں میں
پائے
ہوئے
حسن کی دلفریبی
کو دو بالا کرنے کی خواہش نسوانی
فطرت میں داخل ہے۔ اسکی رعنائی
کے عطر اور تیل اسے بدرجہ اتم پورا کرتے ہیں
فہرست مفت
طلب فرمائیے
نرخ مقابلۃً ارزاں
ہیں تاجروں کے ساتھ
خاص رعایت ملحوظ رہتی ہے۔
تار کا
پتہ
"حنا" لکھنؤ
صغیر علی محمد علی تاجر عطر
ٹیلیفون
نمبر
۱۳۹ لکھنؤ

ہر قسم کی آیورویدک ادویات بنانے کا کارخانہ
دراکشاسو
بال سدھا